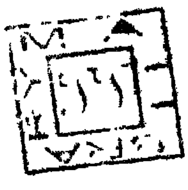


سلسلۂ نو

شمارہ

کلیاتِ سراج

سیّد شاہ سراج الدّین سراجؔ اورنگ آبادی

مرتّبہ

عبد القادر سروری ایم اے ال ال بی

لکچرار اردو جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳

مجلس اشاعت دکنی مخطوطات

سرپرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ایم اے بی ایس سی۔ (کنٹب پرنسپل سٹی کالج) صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب عثمانی بی اے (آنرز) (پروفیسر انگریزی) پرووسٹ جامعہ عثمانیہ

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ایل ایل بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ)

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ)

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ایم اے۔ شریک معتمد

پیش لفظ

اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ **ولی** اورنگ آبادی جو گیارہویں صدی ہجری کے ربع آخر میں گزرے ہیں اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی ٹکسال باہر قرار دے کر **دلی** کے ان شعرا کو جنھوں نے ولی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ ولی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بنیاد پڑ چکی تھی اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنی قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے فرمانرواؤں اور امرا کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت تیز کر دی۔ ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطب شاہ جیسے باذوق اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے رک سی گئی اور یہ سرکاری دربار سے کچھ مدت کے لیے عارضی طور پر دور ہو گئی تھی لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اردو زبان اپنی فطری افادیت کے سبب برابر ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اردو زبان و ادب کی قدامت مسلّم ہو گئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں نے اس پر بڑا احسان کیا ہے جن پر اس زبان کی تمام تر ترقیوں کی بنیاد قائم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے واقف ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں، اب تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشن یادگار ولی کے موقع پر "دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کرکے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہل ذوق یہ معلوم کرسکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھکر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسن اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مدظلہ نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدرنشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں ان الفاظ میں توجہ دلائی:۔

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے بلکہ
مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشن ولی کی یادگار میں اردو تحقیق کا
آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہو سکتی
کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور مصنفوں کی تصنیفات
اردو کتابیں مرتب اور شائع کی جائیں۔ ولی سے پیشتر بھی دکن میں
بڑے بڑے شاعر اور مصنف پیدا ہو چکے ہیں۔ خود قطب شاہی خاندان
میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ جیسے بادشاہ شاعر تھے۔ پھر ان کے
دربار کے ملک الشعرا وجہی، غواصی، نصرتی، نشاطی وغیرہ ولی سے قبل گذرے
اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے [illegible]
بھی زیادہ قابل قدر ہیں۔ بہر حال اس [illegible] کی تکمیل کے لیے
ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے"

نواب صاحب صدر نے [illegible] سے یہ بھی فرمایا:۔

"ضرورت کا تقاضا ہے کہ خود ہماری مجلس میں ایسے اصحاب ہوں جو [illegible]
کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ سکیں اور جدید تحقیق پر [illegible]

شایع کرسکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔"

چنانچہ نواب صاحب معز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اُردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اُردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اُردو سٹی کالج)..... معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ .... شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے اور بقول شخصے
صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن و کاہ برآوردن" نسخے کے غلط ہونے [illegible] بعض دفعہ
بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو سعی و کوشش اور محنت و مشقت سے طے کرنے کے بعد مرتب
قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس مذکور نے متعدد [illegible] [illegible] سے بڑی محنت
اور توجہ سے اس [illegible] دیوان [illegible] کیا ہے وہ ان کی [illegible] کا [illegible]
ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کر سکے گی۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور صاحب نے [illegible] [illegible] [illegible]
کلیات کی ترتیب کے سلسلے [illegible] ہاتھ بٹانے کے علاوہ [illegible] [illegible]
جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ بھی [illegible] [illegible] [illegible] نواب سالار جنگ بہادر
فیاضی سے کہیں زیادہ ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا کروں جو نواب صاحب
ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے [illegible] [illegible] فی الحقیقت نواب صاحب
کے اس [illegible] کے بغیر یہ کام [illegible] نہیں پا سکتا تھا۔

سید محمد اعظم

کلّیاتِ سراج

سید شاہ سراج الدّین سراج اورنگ آبادی کی مثنویوں غزلوں
فارسی کلام اور فارسی خطوط کا مجموعہ

فہرست

مقدّمہ

حیات اور شاعری

مثنویات

غزلیات

متفرقات

کلام فارسی

غزلیات

خطوط

مقدمہ

سراج کی حیات، تصنیفات اور شاعری

مقدمہ

۱

حیات

آج سے ڈھائی سو سال پہلے، جب اُردو کے دو اولین مرکز اور دکن کے علم دوست، عادل شاہی اور قطب شاہی سلاطین کی دو راجدھانیاں بیجاپور اور گولکنڈہ، اجڑ گئیں، تو انہیں کی اینٹ پتھر سے دکن کا مغلیہ پایۂ تخت تعمیر ہوا اور اورنگ آباد[1] کہلایا۔ لیکن اس کی تعمیر اور اس کی تزئین میں جو مسالہ سب سے زیادہ بیش بہا استعمال ہوا تھا، وہ شائستگی، اور علم و ادب کا وہ ذوق تھا

[1] قدیم زمانہ میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، موجودہ شہر ۱۶۱۰ء میں ملک عنبر نے بسایا۔ عالمگیر نے اسے "اورنگ آباد" کے نام سے موسوم کیا، اور دکن کا دارالحکومت قرار دیا۔ اورنگ زیب کے بعد، جب نظام الملک نے دکن کی عنان حکومت ہاتھ میں لی، تو اسی کو اپنا مستقر رکھا۔ نواب نظام علیخاں کے زمانے میں پایۂ تخت یہاں سے حیدرآباد منتقل ہوا۔

جو دو سو سال کے طویل عرصہ میں، بیجاپور اور گولکنڈہ میں نشو و نما پاتا رہا تھا۔ یہی سبب ہے کہ ابھی اورنگ آباد کی بنیادیں خشک بھی نہ ہونے پائی تھیں کہ اس کے علم و فن کا شہرہ اور شعر و سخن کی صحبتوں کا چرچا گجرات، اور دہلی تک پہنچ گیا۔ دہلی اپنی گرتی ہوئی حالت میں بھی اس وقت ہندوستان کا سب سے بڑا فارسی مرکز تھا۔

انسانوں کی زندگی کی طرح، شہروں اور ملکوں کی زندگی کے بھی کارنامے ہوتے ہیں، جو ان کا ماحصل سمجھے جا سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے، اورنگ آباد جو اب قلمرو آصفی کا محض ایک صوبہ ہے، اور جو اس وقت دکن کا سب سے بڑا شہر تھا، اپنے عنفوان کی بہاروں پر تھا۔ اپنے عروج کا دور دورہ ختم کرنے سے پہلے پہلے اس نے اردو کی گود میں دو مایۂ ناز اولادیں چھوڑیں، ان میں پہلا قابلِ احترام نام حضرت ولی کا ہے، جن کی عزت اُردو شاعری نہیں تو اردو غزل کے باوا آدم کی حیثیت سے، رہتی دنیا تک قائم رہیگی۔ دوسری ہستی جو اس خاک پاک سے اٹھی وہ حضرت سید شاہ سراج الدین حسینی اورنگ آبادی کی ہے، جن کی خاموش طبیعت اور دنیوی جاہ و مرتبہ سے نفرت نے

---

[1] ملاحظہ ہو "پنجاب میں اردو" ۔ صفحہ ۹۳

١

انہیں شایانِ شان شہرت سے محروم رکھا - اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے زمانے کے لوگ یا بعد کی نسلیں ان کے نام اور کارناموں سے ناواقف رہیں - بلکہ خود انہوں نے اپنے خیال کے مطابق جس طرز زندگی کو پسند کیا' اس نے ان کی شاعری کی زندگی کو پس منظر میں ڈال دیا - چنانچہ اپنے زمانہ میں اور بعد بھی - وہ ایک خدارسیدہ بزرگ ایک صوفی' ایک تارک دنیا بلکہ ایک ولی سمجھے گئے اور اسی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے - اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کے زمانے کے بعد سے اولیاء اللہ کے جتنے تذکرے لکھے گئے تقریباً ان سب میں' ان کا ذکر موجود ہے - گو شاعر کی حیثیت سے بھی وہ کسی زمانہ میں بھلائے نہیں گئے ' لیکن' اُس حیثیت کو ہمیشہ ترجیح حاصل رہی -

علمی دنیا کی بہت سی ستم ظریفیوں کی طرح ' یہ بھی ایک ستم ظریفی ہے کہ سراج کو جس زندگی پر فخر و ناز تھا' اور جس کو وہ پائدار سمجھتے تھے' انہیں کے ساتھ ختم ہو گئی - اور جس زندگی کو وہ ناپائدار سمجھ کر چھوڑ بیٹھے تھے' وہی آج ان کی بقا کا باعث ہے - اسی کی آج ہم کو ٹوہ ہے اور اس کے معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی ہم گراں قیمت پر لینے تیار ہیں - ان کا وہ روحانی کشف اور فیض جس کا تعلق ان کی زندگی سے تھا' وہ اب عام دنیا کے لیے ایک قصہ ماضی

بن گیا ہے، لیکن دوسرا روحانی سرچشمہ جو ان کے کلام کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، نہ معلوم کتنے دکھی دلوں کا سہارا، کتنے خوش باشوں کا ہیج اور کتنے بد ذوقوں کے ذوق کو سنوارنے کا باعث ہو چکا ہے اور نہ معلوم آئندہ کتنی نسلیں اس لازوال سرچشمہ سے فیضیاب ہوتی رہینگی۔

سراج کے شاعرانہ کمالات ایسے نہیں تھے، جن کو ایک آدھ غیر اہم تذکرہ نگار کے سوا کوئی تذکرہ نگار بھول سکتا۔ کیونکہ یہ اس کی بڑی بھول ہوتی چنانچہ جس وقت سے اردو شعراء کے تذکرے لکھنے کا خیال پیدا ہوا اس وقت سے لے کر آج تک کوئی تذکرہ سراج کے حالات اور انتخاب اشعار سے خالی نہیں رہا۔

سراج کے حالات میں سب سے پہلے تذکرہ غالباً میر تقی میر کا "نکات الشعراء" ہے جو سراج کی زندگی میں لکھا گیا۔ اور یہی اُردو شعراء کا اولین اور قابلِ اعتبار تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ میر تقی میر کو شمالی ہند کے شعراء میں، جس طرح یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے اُردو شاعری کو بہ حیثیت ایک مستقل اور خود مکتفی فن کے اختیار کیا اور اسی کے لیے اپنی زندگی وقف کردی اسی طرح انہیں دکن اور شمالی ہند کے ادیبوں میں یہ فخر

بھی حاصل ہوا کہ انہوں نے اردو شاعری کی پوری اہمیت کو محسوس کر کے اس کے شعرا کا تذکرہ لکھنے کا خیال پیدا کیا۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ عالمگیر کی دکنی مہم کی کامیابی کے بعد سے، دکن اور شمالی ہند کے تعلقات میں قربت پیدا ہو گئی تھی، پھر بھی آنے جانے کی پوری سہولتیں مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ایک جگہ کی علمی تحریکوں کا حال دوسری جگہ تک آسانی سے نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اسی لیے اس زمانے میں، شمال والوں کو دکن کے شعرا اور ادیبوں کا حال پوری طرح معلوم نہیں تھا۔ صرف سنی سنائی باتوں پر ان کی معلومات کا انحصار تھا۔ میر کی معلومات کا ماخذ بھی، کچھ ایسا ہی تھا۔ دکن کے شعرا کے باب میں وہ اکثر ایک سید صاحب کی بیاض کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس حوالے کی ابتدا سراج کے تذکرے سے ہوتی ہے۔ سراج سے عین پہلے میر نے سید عبدالولی عُزلت کا حال لکھا ہے اس لیے، یقین ہے کہ یہ بیاض عزلت ہی کی تھی۔ عُزلت سورت کے رہنے والے تھے، اور اسی زمانے میں دہلی گئے تھے۔ "نکات الشعرا" کے لکھے جانے کے وقت وہ دہلی ہی میں تھے، اور میر صاحب سے ان کی دوستی تھی۔ بعد میں عُزلت حیدرآباد بھی آ گئے تھے، اور انتقال کے وقت تک یہیں رہے، انتقال کے

بعد وہ دائرہ میر مومن میں مدفون ہوئے۔

اس میں شک نہیں کہ گجرات اور دکن کے علمی اور ادبی تعلقات بہت قدیم ہیں۔ دونوں جگہ کی علمی تحریکوں کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا رہا۔ اس کے باوجود یہ صاف ظاہر ہے کہ سراج کے متعلق عزلت کی معلومات سنی سنائی تھیں۔ اسی سے میر نے "نکات الشعراء" میں استفادہ کیا۔ اس لیے وہ سراج کے متعلق ان دو سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

"سراج تخلص، در اورنگ آباد شنیدہ می شود۔ شاگرد سید حمزہ ہمیں قدر از بیاض سید سلطو مستفاد می گردد۔ سخن او خالی از مزہ نیست"[1]

اسی بیاض کا حوالہ میر نے عارف علی خاں عاجز، عارف الدین خاں عاجز (ص۱۰۳)، حسیب مرزا داؤد (ص۱۱۱) میر عبداللہ تجرد، حکیم یونس (ص۱۱۳) کے حالات کے سلسلہ میں بھی دیا ہے۔ یہ تقریباً سب کے سب دکنی شعرا ہیں۔ میر نے اپنی عادت کے مطابق اور اپنی حد تک تحقیق کا حق ادا کر دیا، لیکن خود عزلت کے ماخذ مبہم ہیں۔

سراج کا حال میر تک ظاہر ہے کہ دو واسطوں سے پہنچا تھا۔ عزلت کو

---

[1] "نکات الشعراء" مطبوعہ انجمن ترقی اردو ص۱۰۱۔

نہ معلوم کتنے اشعار ملے تھے۔ ان میں سے میر نے تیرہ اشعار لکھے ہیں۔ اتنے تھوڑے کلام کی بنا پر، میر جیسا محتاط نقاد ظاہر ہے کہ کیا صحیح رائے قائم کر سکتا تھا تاہم میر نے سراج کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ایک دو جگہ اور بھی کیا ہے۔ ایک اپنے تذکرے کی تمہید میں اور دوسرے دکنی شعرا کے حالات کے تعارفی نوٹ میں اور دونوں جگہ وہ سراج کو قابلِ ذکر شعرا کے زمرہ میں شامل کرتے ہیں۔ پہلے حصے کا اقتباس حسبِ ذیل ہے:-

"اگرچہ ریختہ در دکن است، چوں از آنجا یک شاعر مربوط برنخاستہ، لہذا شروع بنام آنہا نہ کردہ، وطبع ناقص مصروف اینہم نیست کہ احوال اکثر آنہا ملال اندوز گردد مگر بعضے از آنہا نوشتہ خواہد شد۔ انشاء اللہ"[1]

دوسرے موقع پر، وہ ان شعراء کا نام بتلا دیتے ہیں، جن کے حالات لکھنے کا انہوں نے ابتدا میں وعدہ فرمایا تھا۔ اس کا اقتباس یہ ہے:-

"مخفی نماند کہ احوال یکے ازیں شاعران سمتِ دکن کہ پر بے رتبہ اند، مگر بعض چنانچہ ولی، سید عبدالولی عزلت، و سراج و آزاد، کہ معاصر ولی بود سر رشتہ مربوط گوئی بدستِ ایشاں یافتہ می شود"[2]

---

[1] "نکات الشعراء" ص ۱۔ [2] ایضاً ص ۹۲۔

میر کے بعد شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں میں سید فتح علی حسینی گردیزی نے سراج کا ذکر اپنے "تذکرہ ریختہ گویان" میں کیا ہے، اور کلام کے انتخاب میں میر سے اٹھارہ شعر زیادہ نقل کیے ہیں۔ میر کو نام کا علم نہیں تھا، فتح علی نے پورا نام بھی لکھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فتح علی کا ماخذ میر سے مختلف تھا۔ تاہم حالات میں وہ میر سے بھی کم یعنے صرف ڈیڑھ سطر لکھ سکے، جو حسب ذیل ہے:۔

"سراج، میر سراج الدین سراج، نشو و نمایش از خاک دکن است، و طبع روشنش شمع بزم سخن۔"[1]

بظاہر جو تذکرے فتح علی کی دسترس میں ہو سکتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں

(۱) تذکرہ سید امام الدین خان، جو عہد محمد شاہ میں لکھا گیا تھا۔ (۲) تذکرہ سراج الدین علی خاں آرزو (۳) تذکرۂ سودا۔ یہ تینوں تذکرے اس وقت نایاب ہیں۔ (۴) "نکات الشعراء" (۵) معشوق چہل سالہ خود از خاکسار (۱۱۶۵ھ) (۶) "تحفۃ الشعراء" از افضل بیگ خاں قاقشال، اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ) (۷) گلشن گفتار از حمید خاں اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ)

"گلشن گفتار" میں سراج کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور "تحفۃ الشعراء"

---

[1] "تذکرہ ریختہ گویاں" ص ۶۵ (انجمن ترقی اردو)

اور "نکات الشعرا" سے گردیزی نے، کم سے کم سراج کی حد تک، استفادہ نہیں کیا۔ کیونکہ ان دونوں میں سراج کے وطن کا ذکر صراحت سے موجود ہے گردیزی نے صرف "خاک دکن" لکھ دیا ہے۔ نام انہوں نے "میر سراج الدین" بتلایا ہے، اور قاقشال نے "شاہ سراج الدین" لکھا ہے اور واقعات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے بعد یقین ہے کہ گردیزی، مذکورۂ بالا مبہم عبارت پر قناعت نہیں کر سکتے تھے۔ خاکسار کا تذہ ہمارے سامنے نہیں ہے، اس لیے مطابقت کا پتہ نہ چل سکا۔ ممکن ہے پہلے تین نایاب تذکروں میں سے کسی میں سراج کے اشعار زیادہ نقل کیے گئے ہوں، جس سے فتح علی فائدہ اٹھا سکے۔

ان اولین تذکروں کے بعد شمالی ہند میں جتنے تذکرے اردو شعرا کے لکھے گئے، وہ بظاہر قدیم شعرا کی حد تک، انہیں دو چار تذکروں پر مبنی ہیں۔ چنانچہ "مخزن نکات" (۱۱۶۸ھ) میں، قائم کا بیان بالکل میر سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ قائم نے تین شعر جو نقل کیے ہیں، وہ سب "نکات الشعرا" میں موجود ہیں[1]۔ صرف کلام کے متعلق کسی قدر

---

[1] "مخزن نکات" از قائم چاندپوری ص ۹ (انجمن ترقی اردو)۔

معین رائے ظاہر کی ہے۔ "از سلیقۂ اشعارش معلوم می شود کہ بسیار بہ درستی حرف می زند"۔ اسی طرح میر حسن، قدرت اللہ شوق، علی ابراہیم خاں خلیل، مصحفی، اور حکیم قدرت اللہ قاسم کے تذکروں میں میر اور گردیزی کے مقابلے میں حالات یا انتخاب اشعار میں کسی طرح کا بھی کچھ اضافہ نہیں کیا گیا۔ میر حسن کا بیان بالکل انہیں دو تذکروں پر مبنی ہے۔ شوق نے بھی میر حسن [illegible] کچھ گھٹایا بڑھایا نہیں علی ابراہیم خاں خلیل کا بیان میر حسن پر مبنی ہے۔ مصحفی کے دو تین تذکروں میں سے ایک یعنی "ریاض الفصحا" میں اگلے تمام تذکروں سے کم، صرف "سراج الدین سراج تخلص" پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور ایک ہی شعر تعریف کے ساتھ نقل کر دیا گیا ہے۔ قاسم کا تذکرہ "مجموعہ نغز" ۱۲۲۱ھ اس سلسلہ کا آخری تذکرہ ہے۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ قاسم نے اگلے تمام تذکروں سے استفادہ کیا ہوگا۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ سراج کے نام سے ناواقفیت کا اظہار کرتے ہیں۔ پورا نوٹ حسب ذیل ہے:۔

"سراج تخلص شاعریست [illegible]

ملاحظہ ہو تذکرہ شعرائے [illegible]

حیدرآباد دکن [illegible]

شہر استاد، اگرچہ از نامش اطلاع نہ دارم، امّا از سخنش بوئے محبت استشمام می نمائم، غالب کہ مرشے درویش نہاد، والا نژاد خواہد بود۔"[1]

اس کے بعد گیارہ شعر لکھے ہیں۔ انہیں میں وہ مشہور غزل بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

اس غزل کے پانچ شعر نقل کر کے وہ لکھتے ہیں۔

" این غزل را بعضے بہ سراج الدولہ [والی] بنگالہ نسبت کنند۔ (واللہ اعلم) بحقیقۃ حال۔"

سراج کی یہ غزل وہ ہے، جو نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان بھر میں مشہور اور مقبول ہے۔ اور اسی مقبولیت کے سبب ہندوستان کے کئی شعراء کے نام سے منسوب ہو چکی ہے۔

ہم سے قریب تر زمانے میں، شعرائے اردو کے جو تذکرے شمالی ہند میں لکھے گئے ان میں مرور زمانہ کی وجہ سے، حالات اور کلام خلط ملط ہو گیا ہے؛

[1] "مجموعہ نغز" مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی (مطبوعہ جامعہ پنجاب) صـ ۲۹۳۔

اور چند غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ عبدالغفور خاں نساخ نے "سخن شعراء" میں تین شعرا کا ذکر کیا ہے، جن کے تخلص سراج ہیں۔ ان میں سے ایک مرتب کے معاصر اور ملاقاتی تھے۔ دوسرے دو میں سے پہلے کے متعلق وہ لکھتے ہیں :-

"سراج الدین دکھنی، بعضے تذکرہ داروں نے ان کا نام قمر علی لکھا ہے[1]"

ان کے دو شعر جو نقل کیے ہیں، وہ دراصل سراج اورنگ آبادی کے ہیں۔ دوسرے سراج کے متعلق لکھا ہے :-

"سراج الدین علی شاہ، اورنگ آبادی درویش تھے[2]"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نساخ نے سراج کا حال دو مختلف تذکروں سے اخذ کیا۔ اور "دکھنی" اور "اورنگ آبادی" کے فرق اور اشعار کے اختلاف کی بناء دو مختلف اشخاص سمجھ لیے۔

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے بھی "گلشن بے خار" میں دو مختلف شعرا کا ذکر کیا ہے، جن کے تخلص سراج تھے۔ لیکن سراج کے حالات اور ان دونوں کے حالات میں بہت کچھ مشابہت ہے۔ پہلے سراج کا نام انہوں نے سراج الدین[3] لکھا ہے۔ ان کے حالات سے وہ لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اور وطن کے بارے میں

---

[1] و [2] "سخن شعراء" ص ۲۱۰

کچھ نہیں لکھتے، صرف ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بزرگ کسی ہندو لڑکی پر عاشق تھے، اور شعر جو نقل کیا ہے، وہ اسی مشہور غزل کا ہے۔ جس کا مطلع ہم نے اوپر لکھا ہے۔ ان کا کسی ہندو لڑکی پر عاشق ہونا، "مثنوی بوستان خیال" کے واقعہ کا ہندوستانی نقش معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے سراج کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ان کا نام معلوم نہ ہو سکا، اورنگ آباد کے رہنے والے تھے، اور آبرو کے معاصر۔ دو شعر انتخاب کیے ہیں، جو سراج کے دیوان میں موجود ہیں[1]۔

آزاد جب "آبحیات" کے لکھنے میں مصروف تھے، اسالیب اور لطیفوں نے ان کے تذکرے میں اتنی جگہ لے لی کہ وہ سراج کے لیے کوئی گوشہ نہ نکال سکے۔ حالانکہ انھوں نے سراج کے کمتر درجہ کے معاصرین کو، آب و تاب سے پیش کیا ہے۔

اب سے چند سال پہلے تک شمالی ہند کے تذکرہ نگاروں کی دسترس میں سراج کے متعلق یہی معلومات تھیں۔ ایک سراج ہی پر کیا موقوف ہے، اکثر قدیم شعراء کے حالات سے وہ کم واقف تھے۔ حالانکہ ان کے دکنی اور خاص طور پر اورنگ آبادی معاصرین نے، جو تذکرے لکھے ہیں ان میں سراج کے حالات تفصیل سے دیے گئے ہیں۔

سب سے پہلا تذکرہ جس میں سراج کے حالات صحت کے ساتھ اور

---

[1] "گلشن بے خار" ص ۹۶

کسی قدر تفصیل سے ملتے ہیں وہ "تحفۃ الشعراء" ہے۔ جس کے مصنف افضل بیگ خاں قاقشال، سراج کے ہم وطن اور معاصر تھے۔ یہ تذکرہ ۱۱۶۵ھ میں لکھا گیا۔ اس وقت سراج کی عمر ۳۸ سال کی تھی۔ اس میں سراج کی زندگی کے متعلق جتنی تفصیلات ہیں، وہ اس زمانے کے کسی اور تذکرے میں نہیں ملتیں۔

لیکن اس سلسلے میں ایک اہم بات وضاحت طلب ہے۔ "تحفۃ الشعراء" کے جو مخطوطے اب تک دستیاب ہو سکے ہیں، ان میں سراج کے حالات دو جداگانہ انداز سے بیان کیے گئے ہیں کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں اتفاق سے یہ دونوں مخطوطے موجود ہیں جن میں سے ایک ۸۸ (فن تذکرہ فارسی) ۱۱۸۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ دوسرے ۱۲۲ پر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ پہلا تذکرہ نہایت زشت خط ہے، دوسرا نفیس شکستہ نستعلیق خط میں لکھا ہوا ہے۔ یہ مخطوطہ کسی ایسے نسخہ کی نقل معلوم ہوتی ہے، جو لالہ چھمی نارائن شفیق اورنگ آبادی یا ان کے کسی شاگرد یا معتقد کا مملوکہ تھا۔ اس کی ابتدا میں اردو شعراء کے کلام کا ایک انتخاب درج ہے، جو ردیف وار ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں صاحب کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس انتخاب کے بعد صاحب کی مثنوی "تصویر جاناں" منقول ہے۔ سب سے آخر میں، تذکرہ "تحفۃ الشعراء" ہے۔

سراج تک دونوں نسخوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے، یا ایسے اختلافات ہیں، جو قابل ذکر نہیں ہیں۔ لیکن سراج کے حالات دونوں میں بالکل مختلف ہیں۔ ۱۰۱ کی عبارت حسب ذیل ہے :-

"شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی از ابتداء در مسلک سپاہیاں نوکری می کرد الحال ترک روزگار کردہ از چند سال لباس درویشی پوشیدہ است در فکر ریختہ ہندی طبع موزونے دارد۔ دیوان ریختۂ ہندی ترتیب دادہ۔ گاہے در فکر اشعار فارسی می گراید۔" (انتخاب میں ۵ شعر دیے ہیں)

۱۲۲ کی عبارت یہ ہے۔

"شاہ سراج الدین اورنگ آبادی سید صحیح النسب است۔ اجدادش از مشائخین بودہ اند۔ تا عمر دوازدہ سالگی بزرگانِ او را بقید نوشتن و خواندن داشتند۔ چوں سیزدہ سالہ شد۔ وحشتے در مزاجش راہ یافت۔ تا ہفت سال بروضۂ منورہ حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ دیوانہ وحشی ماند۔ شبہا بحالت بے اختیاری، بکوہ و صحرا می گشت۔ پدرش سید درویش زنجیر بر پایش کرد۔ بعد چندے بافاقت آمد۔ خیال صحبت فقراء در سرش افتاد و از اثر صحبت صاحب کمالے ترک لباس نمودہ بلذتِ درویشی آشنا گردید۔ و طبع موزوں داشت۔

در فکر ریختہ ہندی صاحب قدرت بسبب شوق اشعار ریختہ ہجوم
امرداں خوبصورت در کلبہ اش می باشد۔ رسول خاں نامی از منظوران او
دیوان ریختہ ترتیب دادہ فکر اشعار فارسی ہم می نماید۔ ایں چند ابیات
فارسی و ہندی از دست۔" آگے ۲۶ شعر فارسی کے اور ۶ شعر اردو کے
منقول ہیں)۔

ایک ہی تذکرے کے دو مخطوطوں میں اتنا بین اختلاف بظاہر ناقابل فہم ہے۔
ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ نسخہ ا کی عبارت کو بعد میں مصنف نے یا کسی اور واقف کار نے
سرگزشت کے مطابق تبدیل کر دیا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ سراج سے عین پہلے میر فخر الدین
اورنگ آبادی کے حالات منقول ہیں۔ سراج کی طرح ان کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ
آغاز شباب میں وہ سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے، کچھ عرصے کے بعد بحکم
"الفقر فخری" مسند فقر پر جا گزیں ہو گئے۔

ممکن ہے کہ بعد میں کسی کاتب کی سہو کی وجہ سے میر فخر الدین کے
حالات اور سراج کے حالات خلط ملط ہو گئے ہوں۔ ان دو نسخوں میں آگے
اور بھی اسی طرح کے اختلافات ہیں۔ مثلاً "علی نقی ایجاد" کے حالات میں
دونوں کی عبارتیں بالکل مختلف ہیں۔ اور آگے چل کر بعض شعرا کے ذکر میں تقدم

و تاخیر اور کمی زیادتی ہوگئی ہے۔

"چمنستان شعراء" کے حاشیہ پر جو "تحفۃ الشعراء" شائع ہوا ہے، وہ نسخہ ۱ کے مطابق ہے۔ اور مرتب اوراقِ ہذا کو جو نسخہ اس تذکرہ کا "سراج سخن" کی ترتیب کے وقت دستیاب ہوا تھا، وہ نسخہ ۲ کے مطابق تھا، اور جناب شیخ چاند مرحوم ایم۔ اے، ریسرچ اسکالر کی مہربانی سے دستیاب ہوا تھا۔

اس اختلاف پر کچھ روشنی ممکن ہے کہ مولوی ظفریاب خانصاحب کے مضمون "سراج اورنگ آبادی" کے حسبِ ذیل اقتباس سے پڑ سکے۔ ان کے پیشِ نظر، نسخہ ۱ کی عبارت تھی وہ لکھتے ہیں:۔

"صاحب تحفۃ الشعراء مرزا افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی جو سراج کے ہمعصر تھے ..... یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں۔ "از ابتداء در مسلک ..... الخ" لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قاقشال کو جو عارف الدین خاں عاجز کے ثنا خوانوں میں تھے، سراج کے ساتھ حسن عقیدت نہیں تھی۔ اور نہ تذکرہ لکھتے وقت انہوں نے سراج کے حالات میں تحقیق سے کام لیا۔ ایک سپاہی سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ اپنے پیشہ کی انجام دہی کے بعد، وہ ایسا لاجواب اور پر از معرفت و تصوف دیوان ترتیب دے سکے۔

بیان بالا کی تکذیب اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ شفیق نے اپنے کسی تذکرہ میں سراج کے سپاہی پیشہ ہونے کی نسبت ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہے۔[1]

بہر حال وجہ جو کچھ بھی ہو، سراج کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مذکورہ بالا شبہ کے امکانات قوی ہو جاتے ہیں۔ اس شبہ کا اظہار اس وقت کیا گیا تھا، جب دوسرے نسخے کی عبارت کا مضمون نگار کو غالباً علم نہیں تھا۔

قاقشال کے بعد عبدالوہاب افتخار دولت آبادی نے اپنے تذکرے موسوم بہ "تذکرہ بے نظیر" میں چند واقعات کا اضافہ کیا۔ اسد علی خان تمنا بھی اورنگ آبادہی کے رہنے والے اور سراج کے کم و بیش معاصر تھے۔ لیکن انہوں نے قاقشال اور افتخار کے مقابلہ میں کوئی نئی بات نہیں لکھی۔

سراج کے انتقال سے دو سال قبل لالہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنا مشہور تذکرہ "چمنستان شعراء" مرتب کیا۔ اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اپنی ادبی مہارت کے جوہر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ پھر بھی یہ تذکرہ سراج کی

---

[1] رسالہ "لسان الملک" حیدرآباد دکن بابتہ ماہ جنوری و فروری ۱۹۳۰ء

زندگی کے واقعات کی حد تک نہایت اہم ہے۔ شفیق کو تمام تذکرہ نگاروں میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ سراج کے دوست اور معتقد بھی تھے۔ اکثر علمی صحبتوں میں ان کا ساتھ رہا تھا۔ وہ بہت کچھ لکھ سکتے تھے اور نہایت صحت کے ساتھ لیکن جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے اس تذکرے کے ذریعہ انہیں اپنے ادبی جوہر بھی دکھانا منظور تھا۔ تاہم ایک اہم کام انہوں نے یہ کیا کہ سراج کی تالیف "منتخب دیوانہا" کے دیباچہ سے ایک اقتباس نقل کر دیا۔ "منتخب" کا کوئی مکمل نسخہ اب تک نہیں مل سکا۔ اس لیے شفیق کے اقتباس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے اس کی بدولت سراج کی زندگی کا ایک اہم اور خود نوشت پارہ ہماری دسترس میں آ گیا ہے۔

شفیق کا دوسرا تذکرہ "گل رعنا" جو فارسی گو شعرا کے حالات پر مشتمل ہے، سراج کے انتقال کے دو سال بعد مرتب ہوا۔ اس میں بھی شفیق نے وہی اقتباس نقل کر دیا ہے۔ اور ایک دو واقعات کے علاوہ سراج کے انتقال کی چند تاریخیں جو ان کے مشہور معاصرین نے لکھی تھیں درج کر دی ہیں۔

سراج کے حالات پر ایک اور ماخذ سے بھی روشنی پڑتی ہے ۔

یہ "تذکرہ اولیاے دولت آباد" ہے۔ اس کا مصنف سبزواری ۱۱۸۰ھ
میں دولت آباد وارد ہوا تھا، اس نے وہاں کے مشہور بزرگوں کے حالات
اس میں قلمبند کیے ہیں۔ اورنگ آباد اپنے عروج کے زمانہ میں اتنے منتخب
اور برگزیدہ ہستیوں کا مسکن بن گیا تھا کہ یہ شہر رشک شیراز و دہلی بننے کو تھا
لیکن افسوس ہے کہ اس کے ارتقا کا تسلسل مرہٹوں کے آئے دن حملوں کی
وجہ سے ہمیشہ خطرہ میں رہا اور بالآخر یہ شہر سنہ ۱۱۱۱ھ میں "شہر حیدر آباد کی رونق
بڑھانے کے کام آیا۔ سبزواری نے سراج کے شعری کمالات کی دل کھول کر
تعریف کی ہے۔ گو اس نے، کوئی نیا واقعہ نہیں بیان کیا۔

سراج کے حالات کی کسی قدر اشاعت سب سے پہلے، عبدالجبار خان آصفی
ملکاپوری کے تذکرے "محبوب الزمن تذکرہ شعرائے دکن" کے چھپنے کے بعد ہوئی۔
انہوں نے غالباً "چمنستان شعراء" اور "گل رعنا" کی مدد سے، سراج کے حالات
مرتب کیے۔ کچھ سنی سنائی باتیں بھی لکھ دیں۔ کیونکہ ان کے زمانے میں کچھ لوگ
ایسے مل سکتے تھے، جو سراج کے تابعین کو دیکھے ہوئے تھے۔ بعد کے تذکروں مثلاً
"گل رعنا" مرتبہ مولانا عبدالحی میں، سراج کے حالات کسی قدر تفصیل سے جو پیش
کیے جا سکے، وہ اسی تذکرے کی بدولت ہے۔

چند سال پہلے رسالہ "لسان الملک" (بابتہ ماہ جنوری و فبروری ۱۹۲۴ء) میں مولوی ظفریاب خاں صاحب کا وہ مضمون شایع ہوا تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اس مضمون میں تمام ماخذوں سے مدد لے کر سراج کی زندگی اور کلام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اس کے دو سال بعد جناب احسن مارہروی سابق پروفیسر جامعہ اسلامیہ علی گڑھ نے سراج کی مثنوی "بوستان خیال" کو ضروری حواشی اور شاعر کے حالات زندگی کے ساتھ مرتب کر کے رسالہ "سہیل" علی گڑھ بابتہ ماہ ۱۹۲۶ء) میں شایع کیا تھا۔ اس کی وجہ سے شمالی ہند کے ادبی حلقوں میں سراج کے متعلق کافی معلومات فراہم ہوگئیں۔ اور اکثر اصحاب کو ان کے مکمل کارناموں کا مطالعہ کرنے کی خواہش پیدا ہوگئی۔

اس سلسلہ کی آخری کڑی "ادارہ ادبیات اردو" (حیدرآباد دکن) کی دو کوششیں ہیں جن میں سے ایک "مرقع سخن" (جلد اول) ہے جس میں سراج پر ایک مبسوط مضمون شایع ہوا ہے۔ دوسری کوشش "شعرائے دکن کے انتخابات" کے سلسلہ میں "سراج سخن" کی اشاعت کی ہے، جس کی ترتیب کا ذمہ دار راقم الحروف ہی تھا۔

لیکن بہت سا مواد جس سے اس "کلیات" کی ترتیب میں مدد لی گئی ہے،

اس وقت راقم کی دسترس میں نہیں تھا۔ چنانچہ نئے مواد کی روشنی میں کئی مزید امور واضح ہو سکے۔

سراج کے تذکروں کی اس فراوانی کے باوجود' ان کی مکمل زندگی' طرز ماندوبود اور ان کے کارناموں کو مرتب صورت میں دیکھنے کی خواہش کو سیری نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تذکرے اکثر تشنہ ہیں۔ ان کے خاندان کے متعلق ہم اب بھی بہت کم جانتے ہیں۔ ان کے اجداد کے حالات دریافت کرنے کا فی الحال کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اسلاف کو سرکاری ملازمتوں سے واسطہ نہیں تھا۔ اکثر مشائخین کی طرح انہیں غالباً کوئی انعام یا مشاہرہ بھی مقرر نہیں تھا۔ تاہم یہ خاندان حسینی سادات کے ایک محترم گھرانے سے تعلق رکھتا تھا' اور اپنی مذہبیت اور علم و فضل کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ فقر و درویشی اس خاندان کی نمایاں خصوصیت تھی۔ خود سراج کے والد' سید درویش اسم با مسمیٰ تھے۔ علم و فضل سے انہیں کس قدر لگاؤ تھا' اس کا پتہ قاقشال کے بیان سے چل سکتا ہے۔ وہ ایک متشرع اور ثقہ انسان تھے' اسی لئے بے خودی میں بیٹے کا گھر سے بھاگ کر نکل جانا' خواہ وہ شہر کے سب سے بزرگ کے

مزار پر فرد کش ہونے کے لیئے ہی کیوں نہ ہو' انہیں گوارا نہیں تھا۔ ان کے اصول کی سختی کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ' انہیں اپنے لختِ جگر کو تادیب کی خاطر پا بہ زنجیر کرنے بھی پس و پیش نہ ہوتا تھا۔ غالباً وہ سراج کی عمر کا لحاظ کرتے' ان کے جذب کے متعلق بہت زیادہ خوش کن خیال نہیں رکھتے تھے۔ یہی عقیدہ ہر اس شخص کا ہوتا ہے' جو اپنی اولاد کو خواہ وہ کسی فضا کے لئے ہو' زیادہ ساز و سامان کے ساتھ' تیار ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔

سراج کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی۔ سنہ ولادت کسی تذکرہ میں مذکور نہیں ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے' خود سراج نے دیوان کی ترتیب کا سنہ اور اس وقت ان کی جو عمر تھی اس کا ذکر دیوان کی آخری غزل کے اشعار میں کر دیا ہے۔

جب کیا جزوِ پریشان سخن شیرازہ بند تھے برس چھبیس میری عمر بے بنیاد کے
سال ہجری تھے ہزار و یک صد و پنجاہ دو واقف علم لدنی صاحب اسرار کے

بعض نسخوں میں "پنجاہ و یک" بھی لکھا ہوا ہے' لیکن "دو" اس لیے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ "منتخب دیوانہا" کی تکمیل کے وقت یعنی ۱۱۶۹ھ میں انہوں نے بتلایا ہے کہ دیوان کی ترتیب کے بعد سے میں نے شعر

کہنا ترک کردیا ہے، جس کو اب سترہ سال ہوتے ہیں۔ "پنجاہ و یک" سے اس میں ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے سراج کی ولادت ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔

جیسا ماحول انہیں اس وقت اورنگ آباد میں میسر تھا اور جو اہتمام ان کی تعلیم کے لئے ان کے بزرگوں نے کیا تھا۔ اس سے آسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت پر خاصی توجہ کی گئی تھی۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر تک وہ التزام کے ساتھ متداولہ علوم کی تحصیل میں مصروف رہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فارسی ادب اور شاعری سے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ چنانچہ پانچ سات سال کے اندر اندر انہوں نے تمام مشہور اساتذۂ فارسی کا کلام پڑھ لیا تھا اور نہ صرف پڑھ لیا تھا، بلکہ اس کی روح کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا، چنانچہ بارہویں سال سے جب جذب اور مستی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی، تو اضطراری طور پر فارسی اشعار ان کی زبان سے جاری ہونے لگے۔ ان اشعار کے متعلق خود فرماتے ہیں کہ اگر وہ جمع کئے جاتے تو ایک اچھا خاصا ضخیم دیوان تیار ہو جاتا، اور رگ اس کو

ؔ "تحفۃ الشعراء" صـ۱۲۳

پڑھتے تو ان کی عمر کا لحاظ کرتے، ان اشعار کو معجزہ سمجھتے۔ ان اشعار میں سے ممکن ہے کچھ باقی رہ گئے ہوں۔

سراج کی زندگی کا یہ زمانہ اس اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ ابھی ان کی طبیعت کے اصلی جوہر بروئے کار نہیں آئے تھے، ان کا بیشتر وقت درس و تدریس میں صرف ہوتا ہوگا، اور جو وقت اس سے بچ جاتا، اس لحاظ سے کہ وہ فطرتاً یار باش واقع ہوئے تھے، یقین ہے یارانِ ہم مشرب کی صحبتوں میں بسر ہوتا ہوگا۔ اغلب یہ ہے کہ عبدالرسول خاں سے ان کی دوستی اسی زمانے میں ہوئی ہو، کیونکہ اس کے بعد کے ایام میں انہیں ایسی فرصت کا زمانہ بہت کم میسر آیا۔

اگلے زمانے کے بعض صوفیائے کرام کے استعاری یا حقیقی قصوں کی طرح کے چند واقعات سراج کے متعلق بھی مشہور ہیں۔ قاقشال کے قول کے مطابق، ایک تو انہیں عبدالرسول خاں کا واقعہ ہے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے، جس پر ان کی مثنوی "بوستانِ خیال" مبنی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ واقعات کبھی کبھی مبالغے کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں، تاہم ان پر شک کرنے یا ان کی توجیہ کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ صوفیائے کرام کا اس

مسئلہ میں جو کچھ بھی مسلک ہو، ایک بات تو سب کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ بچپن اور جوانی کے زمانے میں، اپنے ساتھیوں میں سے بعض کے ساتھ ہماری گہری دوستی ہو جاتی ہے، اور بعض وقت یہ دوستی محبت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ محبت اگر وہ حقیقی ہو تو ایسی خاص صورت میں وہ بے غرض یا کم سے کم خود غرضانہ ہوگی۔ یہ ہماری زندگی کے روزمرہ واقعات ہیں۔ عام ذہنیتیں جو نازک نفسیاتی مسائل کی الجھنوں میں نہیں پڑ سکتیں، اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق، ایسے تمام تعلقات کو وہ فطرتاً اپنی اصطلاحات میں تحویل کر لیتی ہیں۔ اور پھر اپنے عقیدے کے مطابق ایسے تمام واقعات سے بد اخلاقی کے نتائج منسوب کر دیتی ہیں۔ عشق و محبت کے متعلق ہمارے عمومی تخیلات اس قدر محدود ہیں! قاقشال نے عبدالرسول خاں کے ساتھ سراج کے لگاؤ کو جس انداز میں پیش کیا ہے، اس سے قاقشال کی ذہنیت کا پتہ چلانا مشکل نہیں ہے۔ قاقشال سراج کے معاصر تھے، دو معاصرین کی آپس (میں) بہت زیادہ اثر پذیر ہوتی ہیں یقین ہے کہ اسی طرح کے واقعہ کو وہ دو چار سو سال پہلے کے کسی بزرگ سے متعلق پیش کرتے تو ان کا لب و لہجہ دوسرا ہوتا۔ زمانے کے گذرنے سے مشاہیر کے اطراف تقدس کا ایک ہالہ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ کے باوجود، قاقشال، سراج کے کمالات کا اعتراف کرنے

ہیں کسی تذکرہ نگار سے پیچھے نہیں ہیں۔

صوفی مسلک کا ایک مقولہ عام طور پر مشہور ہے کہ "مجازی سے عشقِ حقیقی ملا" ہماری دانست میں یہ مقولہ جہاں کہیں درست ہوا ہے، ان میں سراج بھی شامل ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سراج فطرتاً ایک حسن پسند نظر رکھتے تھے، ایسی حسن پسند نظر جو اطراف کی چیزوں میں، ملنے جلنے والوں میں، بول چال میں خیالات میں، اجساد میں غرض ہر جگہ حسن کی متلاشی رہتی ہو۔ یہی اصول اپنی اپنی حد کے اندر ہر ذی شعور انسان کا ہے، لیکن جہاں اس کی نمو کچھ غیر معمولی ہو جاتی ہے، وہ سراج کی زندگی کے اس معمولی واقعہ کی طرح معرض بحث میں آ جاتی ہے۔ ہر زید اور بکر کے اسی رویہ پر موافق یا مخالف رائے دینے بلکہ اس کی طرف توجہ کرنے کی بھی کوئی زحمت گوارا نہیں کرتا۔ سراج کی زندگی عام سطح سے اونچی تھی اس لئے وہ اپنے زمانے میں نمایاں رہے اور ہر زمانے میں نمایاں رہے۔ عشق و محبت، سوز و ساز کی زندگی اور شعر و سخن کی زندگی میں بے حد قرب ہے۔ چنانچہ خود سراج اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:-

سراج یوں مجھے استاد مہرباں نے کہا ۔۔۔ کہ علم عشق میں بہتر نہیں ہے اور علوم

ذیل کے اشعار کو پڑھ کر ان کی عشق کی حقیقت کے متعلق شاید کچھ شبہ باقی نہ رہیگا۔

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش — راہِ عشقِ مجاز لازم ہے

اور عاشقوں انتال مجھے تم نہ بوجھیو — سب مبتلائے عام ہیں یہ مبتلائے خاص

دنیوی محبت کے متعلق ان کا اعتقاد بھی سننے کے لائق ہے۔

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم — کہ اصل ہستی بےبود ہے عدم کا عدم

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ سراج نہ صرف حسن پسند نظر رکھتے تھے، بلکہ وہ صاحبِ دل اور صاحبِ باطن بھی تھے۔ حسنِ ظاہر کی دلکشیاں انہیں کبھی اتنا محو نہ کرسکیں کہ وہ حقیقت سے بےخبر ہو گئے ہوں۔ ان کے کلام سے جگہ جگہ اس کا ثبوت ملتا ہے۔

تیرھویں سال سے سراج کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہونے لگا۔ جذب اور بےخودی کی کیفیت ان پر طاری ہوئی۔ تن بدن کا ہوش نہ رہا اور اسی حالت میں وہ گھر سے نکل کر چلے جاتے۔ اس زمانے میں ان کی منزل زیادہ تر حضرت شاہ برہان الدین غریبؒ[1] کے مزار پر ہوتی۔ کبھی کبھی وہ از خود رفتگی

---

[1] حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید اور خلیفہ۔ جو سنہ [illegible] میں [illegible] میں پیدا ہوئے [illegible] دہلی جاکر حضرت شاہ نظام الدینؒ سے بیعت کی۔ اسی زمانے میں امیر خسرو سے ان سے دوستی ہوئی۔ آخری عمر میں آپ مرشد کے امر کے بموجب دولت آباد آ گئے تھے۔ یہیں سنہ [illegible] میں انتقال فرمایا اور خلدآباد میں مدفون ہیں۔

کی حالت میں، رات رات بھر صحرا نوردی کیا کرتے۔ یہ حالات خود سراج کے نوشتہ موجود ہیں، اور شفیق کی بدولت محفوظ ہو گئے ہیں۔ منتخب دیوانہا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں؎۱

"فقیر از سنِ دوازدہ سالگی، بغلبۂ شوق بے جہت ہفت سال جامۂ عریانی در بر داشت و بہ تکلیف تماشا بے خودی اکثر در سواد روضۂ متبرکہ حضرت شاہ برہان الدین غریب قدس سرہٗ شبہا بروز می آورد، و از جوشش ہمان مستی اشعار شور انگیز و ابیات درد آمیز بزبانِ فارسی از ممکن جاں بعرصۂ زبان می آمد و بہ اقتضائے حال خامہ را بہ تحریر آں آشنائی ساخت، احیاناً شوقمندے حاضر الوقت بود، بجہت حلاوت ذائقہ طبع خود، کاغذ را سیاہ می نمود اگر آں اشعار بتحریر می آمد دیوان ضخیم ترتیب می یافت۔ چوں تقاضائے عمر قابل آن ہمہ سخن سنجیہا نبود، باستماع موزونات حالی عالمے در ورطۂ تعجب می افتاد و از جملۂ الہامات بتصور می آورد"؎۲

یہ زمانہ سنہ ۱۱۴۱ھ سے ۱۱۴۸ھ تک رہا۔ قاقشال کے بیان سے بھی ان واقعات کو توضیح ہوتی ہے۔ وہ اس میں اس کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ بعض وقت

۱؎ مخطوطہ "گلِ رعنا" ص۱۸۲ (تذکرہ فارسی) کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن۔ ۲؎ چمنستان شعراء (انجمن ترقی اردو) ص۳۹۹

رات رات بھر وہ کوہ و صحرا میں پھرتے ہوئے گزار دیا کرتے تھے۔ ان کے والد انہیں پکڑ پکڑ لاتے، لیکن جہاں انہیں موقع ملتا، وہ بھاگ نکلتے۔ آخر مجبور ہو کر پدر بزرگوار نے اس دیوانہ شوق کو طوق و سلاسل تک پہنانا گوارا کر لیا۔ والد کی تمام کوششوں کے باوجود، یہ حالت سات سال تک برابر قائم رہی۔

اس عرصہ میں سراج کی طبیعت کے پوشیدہ جوہر ظاہر ہونے لگے۔ یہ ان کی شعر گوئی کی ابتدا تھی اور فارسی شاعری سے لگاؤ کے سبب بے اختیاری کی حالت میں موزوں فارسی اشعار ان کی زبان پر جاری ہو جاتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس زمانے کا وہ قابلِ قدر سرمایہ اب ضائع ہو گیا ہے۔ ورنہ شاید ہندی فارسی گویوں میں بھی سراج نمایاں جگہ حاصل کر سکتے۔ جو کچھ فارسی کلام دستیاب مل سکا ہے اس کے لحاظ سے ان کی فارسی شاعری کے متعلق صحیح رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ یہ کلام ادھورا اور پارہ پارہ ہے۔ اس میں ایک بڑا حصہ بعد کے افکار کا بھی شامل ہو گیا ہے۔ وہ کیفِ شعر کچھ اور ہوتا جس کو پڑھ کر دنیا دنگ رہ جاتی۔ اس امر کا پتہ چلانا مشکل ہے کہ اس زمانے میں سراج نے کچھ شعر اُردو میں بھی کہے تھے یا نہیں۔

اس حالت سے جب انہیں افاقہ ہوا، تو صاحب باطن بزرگ کی

صحبت کی خواہش دامنگیر ہوئی۔ اسی تلاش و جستجو میں، حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی انہیں مل گئے، اُن کی خود نوشت کا اقتباس حسبِ ذیل ہے :-

"بعد انقضائے مدت مذکورہ تلاش لذت تحقیق محرک رگ جاں گردید تا بآں وساطت بجناب حامی شریعت غرّیٰ، سالک طریقت الاخفیٰ، واقف حقیقت المولیٰ عارف معرفت کبریٰ قبلہ مریدان راسخ الیقین، صاحب الایمان، کعبہ مستفیضان کامل الصدق و ثابت البرہان حضرت خواجہ سید شاہ عبدالرحمٰن چشتی قدس اللہ سرہٗ العزیز، کہ وصالِ مقدسش در سنہ احدیٰ ستین و مایۃ والف اتفاق افتاد۔ مستعد ارادت گشتہ، فیض یاب ارشاد گردید۔ و جرعۂ از بزم عنایت آں ساقی شراب ہدایت، موافق حوصلۂ خود چشید۔"

قاقشال نے سراج کے مرشد کا نام نہیں بتلایا، صرف یہ لکھا ہے کہ ایک صاحبِ کمال بزرگ کی صحبت کے اثر سے، وہ ترک لباس کر کے لذتِ درویشی سے آشنا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن کے متعلق تذکرے بھی ساکت ہیں صرف قاقشال ہی کے بیان سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اورنگ آباد کے صاحبِ کمال بزرگوں میں شمار ہوتے تھے، اور چشتیہ گھرانے سے تعلق

رکھتے تھے۔ لیکن جس تلاش اور جستجو کے بعد سراج نے انہیں اپنی دنیوی اور دینی رہبری کے لئے منتخب کیا تھا، اور جو اثر ان کے فیضان کا سراج پر پڑا، اس کے لحاظ سے، حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی روحانی قوتوں کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت متشرع بزرگ تھے، چنانچہ، اپنے انتقال سے چند سال پہلے، آپ نے سراج کو غالباً ان کی روحانی ضرورت کے مدنظر شاعری سے منع کر دیا تھا، اور سراج نے ایک سچے عقیدت مند کی طرح مرشد کے حکم کی تعمیل کی۔ حالانکہ شعر ان کی زندگی تھی۔

سراج نے ۱۱۴۲ھ یا ۱۱۴۳ھ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن سے بیعت کی، اور یہی زمانہ ان کی اردو شاعری کے آغاز، اور عروج کا ہے۔ غالباً اسی لیے وہ اپنے شعر کی تاثیر کو مرشد کے فیض کا اثر بتلاتے ہیں۔

مشعل سوزِ جگر ہے ہر غزل میری سراج
شمع دل روشن ہے فیضِ شاہ رحمان کے طفیل

سراج پر، حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی صحبت کا کیا اثر ہوا، وہ خود سراج نے تحریر فرما دیا ہے۔ لیکن ان کے کلام سے بھی جگہ جگہ مرشد کے احترام کا پتہ چلتا ہے، جو ان کے دل میں جاگزیں تھا۔

سراج جب سلسلہ ارادت میں داخل ہوئے، ان کی عمر انیس بیس سال کی تھی۔ جوانی کا زمانہ تھا، اور قاقشال کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی ان کی طبیعت دنیا سے اُکتا نہیں گئی تھی۔ وہ لاابالی طرز کی زندگی گذارتے تھے۔ جب یہ مرشد کی خدمت میں نہ ہوتے، تو ان کا زیادہ وقت شعروسخن کی صحبتوں میں گزرتا تھا۔ گھر پر احباب کا مجمع رہتا تھا، ان صحبتوں کو سراج کے بزرگ اور بڑے بوڑھے لوگ غالباً اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے لیکن سراج کو دنیا والوں کی تعریف یا مذمت سے کوئی سروکار نہیں تھا، ان کی نظر زندگی کے اس پرآشوب زمانے میں بھی مقصد سے نہیں ہٹی۔ ان چند اشعار سے ان کے مسلک کا پتہ چل سکتا ہے :۔

معتبر نہیں جمال ظاہر کا گردشِ روزگار کی سوگند

جو دل کا آئینہ ہو صاف رنگ غفلت سیں عیاں ہے معنیٔ ہر شئے میں صورتِ محبوب

دیکھا ہوں ہر طرف نگہ امتیاز سیں کوئی دوسرا نظر نہیں آیا مثال دوست

اے پاکباز گلشن آئینہ سیر کر گر تجھ کوں آرزو ہے کہ پاؤں وصال دوست

سراج کی اردو شاعری کی ابتدا اور نشو نما کا یہی زمانہ ہے۔ غالباً عبدالرسول خاں سے ان کی پینگیں اسی زمانے میں بڑھیں، اور ان کی دوستی، رفاقت اور محبت کے وہ نقش، جو بچپن سے ان کے دل پر مرتسم ہو چکے تھے، اب بہت گہرے ہوگئے۔ سراج کے

اور بھی کئی دوست، شاگرد اور معتقد تھے، جن سے انہیں محبت تھی، ان میں شاہ ضیاء الدین پروانہ، شاہ تاج الدین، شاہ چراغ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ضیاء الدین کو جو محبت سراج سے تھی، وہ ان کے تخلص سے ظاہر ہے جو "سراج" کی رعایت سے اختیار کیا گیا تھا۔ ان کے نام سراج نے جو خطوط لکھے ہیں، ان سے بھی پتہ چلتا ہے کہ سراج ان سے کس درجہ بے تکلفی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"قلم می خواست دریں مقام شوخیہا کند و نازشتنی افزاید۔ لکن بہ ضبط پرداختہ شد" (خط ۴)

ضیاء الدین نے بھی سراج کی بڑی خدمت کی۔ اسی طرح تاج الدین کے موسومہ خطوط سے بھی حد درجہ محبت اور بے تکلفی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن سراج کو جو محبت عبدالرسول خاں سے تھی، وہ ان میں سے کسی اور سے نہیں تھی۔ انہیں کے مجبور کرنے سے سراج اپنا اردو کلام قلمبند کرنے پر مائل ہوئے۔ اور عبدالرسول خاں نے ان منتشر جواہر پاروں کو ردیف وار ترتیب دے کر دیوان مرتب کیا۔ یہ واقعات خود سراج نے اس طرح لکھے ہیں:-

"دراں ایام بنا بر پاس خاطر عزیز، عبدالرسول خاں صاحب کہ برادر

طریق ایں فقیر است اکثر اشعار ریختہ بسلک سطور منسلک گشتہ۔ ایشاں آں جواہر متفرق را کہ قریب پنج ہزار بیت بود، بہ ترتیب دیوان مردف نمودہ حصہ مشتاقان خاص گردانیدند و رفتہ رفتہ شہرت تمام گرفتہ بعام ہم رسید۔"

اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 'عبدالرسول خاں' سراج کے برادر طریق بھی تھے۔ چنانچہ وہ آخری زمانے میں شاہ عبدالرسول چشتی مشہور ہو گئے تھے۔ سراج کی صحبت کے اثر سے وہ شعر بھی کہنے لگے تھے، سراج کے ایک خط سے اس کا پتہ چلتا ہے[1]۔ لیکن، شاعر کی حیثیت سے ان کا تذکرہ کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ ایک چیز ان کے متعلق یقینی ہے کہ وہ نفیس ادبی مذاق رکھتے تھے اور اچھے سخن فہم تھے۔ شاعر کی نظر میں، ایک سخن فہم کیا مرتبہ رکھتا ہے، اس کا کچھ اندازہ غالب کے ان خیالات سے ہو سکے گا جو انہوں نے، اپنے ایک دوست منشی نبی بخش حقیر کے متعلق ظاہر کئے ہیں[2]۔ نبی بخش شعر کے بڑے پرکھنے والے تھے، اسی لئے غالب ان کی بڑی قدر کرتے تھے۔ حالانکہ علمی پایہ میں وہ غالب کے بعض

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۸ کلیات ہذا۔ [2] ملاحظہ ہو "یادگار غالب" مطبوعہ مطبع ریاض ہند صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

اور مشہور دوستوں کے پاسنگ بھی نہ تھے۔ شعر گوئی کی طرح یہ ملکہ بھی فطری ہوتا ہے، اور شاید شعر لکھنے کی قابلیت کے مقابلے میں زیادہ شاذ بھی ہوتا ہے۔ جس طرح دو بولنے والوں میں ہم آہنگی مشکل ہے۔ اسی طرح دو شاعروں میں حقیقی دوستی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے۔ شاعر کے دوست ایسے لوگ خوب ہو سکتے ہیں، جو منفی صفات کے حامل ہوں۔ جس قدر شوق نمود شاعر میں ہوتا ہے، اس میں اتنی ہی جذب کرنے کی قابلیت کی ضرورت ہے۔ یہ خصوصیات عبدالرسول خاں میں کم و بیش ضرور موجود تھیں۔ چنانچہ سراج کے تمام دوستوں میں، کم سے کم ذکر ان کا کیا گیا ہے۔ پروانہ کا تذکرہ "چمنستان شعرا" اور "گل عجائب" وغیرہ میں موجود ہے، شاہ چراغ باغی طبیعت کے انسان تھے اور وقت سے پہلے میدان میں کود پڑنا چاہتے تھے، سراج کے خطوط سے ان کی یہ خصوصیت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اس حلقہ میں صرف ایک عبدالرسول خاں ہی ایسے تھے جن کو نمود و نمایش کی خواہش کم سے کم تھی۔ سراج کے وہ خطوط جو ان کے موسومہ ہیں، دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ اہم ہیں۔ یہ بات بھی خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ سراج نے صرف انہیں کے خطوط میں جگہ جگہ اردو اشعار لکھے ہیں۔

سراج کے کلام میں بعض جگہ عبدالرسول خاں کی طرف اشارے بھی موجود ہیں۔ مثلاً سراج کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

صبا میرے جوان لشکری کوں جا خبر کرنا
دل بے درد میں اس یار کے جا کر اثر کرنا

آخری زمانہ میں عبدالرسول خاں لشکر میں منتقل ہو گئے تھے ممکن ہے یہ ملازمت کے سلسلہ میں ہو' سراج کے خطوط سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ انہیں کی وجہ سے سراج بھی کبھی کبھی لشکر میں رہا کرتے تھے۔ "تحفۃ الشعراء" کی اگلی عبارت کا تعلق ممکن ہے کہ اسی سلسلہ میں کسی غلط فہمی پر مبنی ہو۔ کیونکہ سراج کی زندگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے' اس کی توجیہ کسی اور طرح ممکن نہیں معلوم ہوتی۔

اس قلیل مدت کا اندازہ کرتے' جس کے اندر اندر ان کی اردو شاعری کی ابتداء ہوئی' اور وہ نشو و نما کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچ سکی' سراج کی شاعرانہ قابلیت کے متعلق نہایت بلند رائے قائم ہوتی ہے۔ تھوڑی سی مدت میں انہیں' اس فن میں وہ کمال اور شہرت نصیب ہوئی' جو ایک عمر کی سعی کے باوجود بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ۱۱۵۶ھ

سے پہلے پہلے سراج کی شاعری کی شہرت گجرات اور شمالی ہند کے علمی مرکزوں دہلی وغیرہ تک پہنچ گئی تھی۔ ریختہ میں وہ ولی کے بعد سب سے بڑے استاد تسلیم کیے گئے، اور ولی کے جانشین سمجھے گئے۔[1]

دکن کے آزاد، یعنے عبدالجبار خاں آصفی نے سراج کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے، بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں، جو کسی اور تذکرے میں نہیں ملتیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ سراج کی غزلیں عام طور پر محفلوں میں پڑھی جاتیں اور قوال انہیں گا کر سنایا کرتے تھے۔ جب غزل گائی جاتی تو محفل پر ایک وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ خود سراج کے پاس ہفتہ میں ایک روز محفلِ سماع منعقد ہوتی جس میں شہر کے عمائد اور مشائخ جمع ہوتے تھے۔[2] سراج کی غزلوں کا اثر کوئی خیالی چیز نہیں ہے، بلکہ آج سے کچھ سال پہلے تک، حیدرآباد میں، ان کی غزلیں محفل سماع میں عام طور پر گائی جاتی تھیں۔ اب تک بھی س فضا کے مٹے مٹے سے نقش موجود ہیں۔ اور آج بھی ان کی غزل سن کر محفل کی محفل سر دھننے لگتی ہے نہ صرف حیدرآباد بلکہ شمالی ہند میں بھی۔ ان کی بعض غزلیں بہت مشہور اور

[1] ملاحظہ ہو "چمنستان شعرا" (انجمن ترقی اردو) صفحہ ۲۹۶ [2] محبوب الزمن صفحہ ۳۰۳ ۔

مقبول ہیں۔

غرض یہ سب کچھ سراج کو پانچ چھ سال کے اندر اندر حاصل ہوگیا۔ کیونکہ ۱۱۵۲ھ کے بعد، مرشد کے حکم کی بنا پر انہوں نے شاعری ترک کردی۔ اپنی خود نوشت میں یہ واقعہ بھی انہوں نے لکھا ہے۔ دیوان کی ترتیب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں۔

"و فقیر بعد چندے بلباس "الفقر فخری" ممتاز گردید و ازہماں روز موافق امر مرشد برحق تا حالت تحریر کہ سال ہفدہم است دست زبان را از دامن سخن موزوں کشید۔"

یہ تحریر ۱۱۶۹ھ کی ہے، اس سے سترہ سال پہلے، دیوان مرتب ہوا تھا۔ اس طرح گویا دیوان کی ترتیب کے بعد ہی سراج نے شعر کہنا ترک کردیا۔

لیکن "بوستانِ خیال" کا جو نسخہ لٹن لائبریری جامعۂ علی گڑھ میں محفوظ ہے اسکے اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانۂ مشرقی کے مخزونہ نسخہ 'د' کے ایک شعر سے سنہ تصنیف ۱۱۶۰ھ ظاہر ہوتا ہے۔ شعر حسب ذیل ہے:۔

"عدد جب کہ اس نام کے آئے ہات بڑے مطابق ہوئے سال و ابیات سات"

راقم کے مرتبہ نسخہ میں اشعار کی کل تعداد ۱۱۶۲ ہے، لیکن نسخہ د میں

اشعار (۱۱۵۲) اور علی گڑھ کے مخطوطے میں ابیات کی تعداد ۱۱۵۵ ہے۔ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کے ناقص نسخے میں تقریباً سات سو اشعار ہیں۔ اور عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں "بوستانِ خیال" کا جو دوسرا نسخہ ہے اس میں ابیات کی تعداد (۱۱۶۱) ہے۔ اس طرح راقم کے مرتبہ نسخے میں ان تین نسخوں میں سے کسی سے دو شعر زیادہ ہوگئے ہیں۔ "بوستانِ خیال" تاریخی نام ہے جس سے سنہ ۱۱۶۰ھ برآمد ہوتا ہے۔ مذکورۂ بالا شعر سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مثنوی کے اشعار کی تعداد سنہ سے مطابقت رکھتی ہے۔ اس اعتبار سے اس کا سنہ ۱۱۶۰ ہونا چاہیے کیونکہ عموماً تصنیف کا نام تاریخی رکھتے تھے۔ خود سراج نے "منتخب دیوانہا" کے نام میں سنہ تکمیل کی رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ "بوستانِ خیال" میں اتفاق سے ابیات بھی سنہ کے مطابق ہوگئے ہیں۔ یہ تمام قرائن ایسے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ "بوستانِ خیال" سنہ ۱۱۶۰ھ میں لکھی گئی۔

لیکن سراج کی وہ تحریر جو ہم نے اوپر نقل کی ہے اس کے لحاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سنہ ۱۱۵۱ھ یا سنہ ۱۱۵۲ھ اور سنہ ۱۱۶۹ھ کے درمیان انہوں نے شعر گوئی ترک کر دی تھی۔ عبدالجبار خاں آصفی نے اپنے تذکرہ میں "چمنستانِ شعرا" کے حوالے سے اس کی تصنیف کا سنہ ۱۱۶۳ھ لکھا ہے۔ لیکن مطبوعہ "چمنستان" میں

"بوستان خیال" کا سنہ تصنیف کہیں درج نہیں ہے، صرف ابیات کی تعداد (۱۱۶۰) بتلائی گئی ہے۔ اقتباس حسبِ ذیل ہے:-

"مثنوی شاہ صاحب مسمی بہ "بوستان خیال" کہ جملہ ابیاتش یک ہزار و یکصد وشصت باشد بنظر درآمد۔ حقا کہ خوں از رگ اندیشہ چکانیدہ است مطلع او ایں است[1]"

اس کے علاوہ کوئی بیرونی شہادت ایسی موجود نہیں ہے، جس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑسکے۔ "گلِ رعنا" میں شفیق نے اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ تاہم "منتخب دیوانہا" کی محولہ بالا عبارت کا لحاظ کرتے ہم نے "سراج سخن" میں بعد کے سنہ کو ترجیح دی تھی۔ اس کے متعلق جناب احسن مارہروی صاحب نے ایک خط میں حسبِ ذیل بحث فرمائی ہے:—

"چمنستان شعرا" کے صفحہ ۴۳ کی .... عبارت کا مدعا یہ ہے کہ سنہ ۱۱۶۹ سے سترہ سال قبل لباسِ فاخرہ "الفقر فخری" پہن کر سخن گوئی سے الگ ہوگئے تھے۔ اور سنہ ۱۱۶۹ میں دیوان کا انتخاب ختم کیا ہے۔ انتخاب و سخن گوئی میں

---

[1] ملاحظہ ہو "چمنستان شعرا" صفحہ ۴۳۔

جو فرق ہے ظاہر ہے۔ ...... جب ترکِ سخن کر چکے تھے تو ۱۱۶۳ھ میں اس

مشغلہ کو بلا وجہ موجہ کیوں اختیار کرتے ... خلاصہ ... یہ ہے کہ

بوستانِ خیال" "منتخب دیوانہا" سے ۹ برس پہلے ۱۱۶۰ھ میں تصنیف ہوئی"

"بوستانِ خیال" دوسری مشہور مثنویوں کی طرح، کوئی فرضی اور خیالی قصہ نہیں ہے، بلکہ یہ سراج کی آپ بیتی ہے۔ اور اس واقعہ کو سراج نے نہایت درد انگیز انداز میں پیش کیا ہے۔ انہیں ایک لالہ جی کے لڑکے کے ساتھ گہری دوستی ہو گئی تھی پہلے وہ ان کے پاس پڑھنے آتا تھا، رفتہ رفتہ یہ حالت ہو گئی کہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹے، سراج ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ یہ حال دیکھ کر، اس کی قوم والوں نے ماں باپ کو سکھا پڑھا یا اور دراندازی کی۔ ایک دفعہ جب وہ اپنے گھر گیا، تو، ماں باپ نے اسے سخت سست کہا، اور قوم سے نکال باہر کرنے کی دھمکی بھی دی۔ اس نے ان کی ایک نہ سنی اور ناراض ہو کر گھر سے چلا آیا۔ جب یہ واقعہ اس نے سراج سے بیان کیا، تو سراج نے یہ خیال کر کے کہ مبادا دراندازوں کو، لگانے بجھانے کا موقع مل جائے اور وہ لالہ کو اپنے پاس آنے جانے سے ہمیشہ کے لیے روک دیں۔ انہوں نے سمجھایا کہ، میاں تمہارے ماں باپ جب خفا ہوتے ہیں، تو نہیں رنجیدہ

کرنا ٹھیک نہیں، تم ان کا دل ست دکھاؤ۔ اور یہاں بھی دن میں ایک بار آتے جاتے رہو۔ لالہ نے یہ سمجھا کہ سراج کی دوستی میں فرق آگیا، اس لئے آب دیدہ ہو کر کہا۔ "تم میں دوستی کی کمی ہے۔ میں جان دل سے تمہارا دوستدار ہوں۔ اور مرنے تک تم سے کبھی جدا نہ ہونگا۔"

لیکن چند دنوں کے بعد، اس کی طبیعت ایسی بدل گئی کہ آنا جانا تو در کنار اگر کبھی سراج بھی اس طرف جاتے تو، انجان ہو کر گھر میں چھپ جاتا۔ کچھ دن اس طرح بھی گذرے، آخر لالہ کو سراج کی وہ اگلی وفا یاد آئی۔ اور وہ آکر ان سے عذر خواہ ہوا، اور پہلے سے زیادہ دوستی کا دم بھرنے لگا۔ یہ حالت بھی زیادہ قایم نہ رہ سکی۔ پھر چند روز کے بعد وہ ان سے بیگانہ ہوگیا اور ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا۔

سراج جو دوستی اور محبت کے لئے پیدا ہوئے تھے، یہ واقعہ ان کے لئے بے حد شاق گذرا۔ وہ نہایت مغموم رہنے لگے۔ ان کے دوست احباب، ملنے جلنے والے انہیں لاکھ سمجھاتے، لیکن کچھ اثر نہ ہوتا۔ آخر ایک سردار زادہ، صاحب جمال، جو سراج کا گہرا دوست تھا، اور نواب نظام الملک بہادر کی فوج میں ملازم تھا، پالکنڈے کی فتح (۱۱۵۹ھ) کے بعد گھر واپس جاتے ہوئے

سراج سے ملا۔ اور انہیں سمجھا بجھا کر اپنے گھر لے گیا۔ وہ ان کی بڑی خاطر مدارات کیا کرتا، اور ان کی دلدہی میں کمی نہ کرتا، لیکن ان کے غمگین دل کو کبھی واشد نصیب نہ ہوتی۔ ایک روز وہ سیر باغ کے لئے گئے، اور وہاں سراج ایک درخت کی پیڑ پر گر کر رونے چلانے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر سب ساتھی پریشان ہوئے اور انہیں اٹھا کر گھر واپس لے آئے۔ گھر پہنچ کر، سردار زادے نے ان سے شکایت کی کہ تم اب تک اپنی محبت کا حال مجھ سے چھپاتے رہے۔ تمہاری آج کی بے خودی محبت کا نتیجہ تھی۔ مجھ سے اپنی بپتا بیان کرو۔ اس پر سراج نے، اوپر کا سارا حال سنایا۔ سردار زادے نے ان کا دل بہلانے کے لئے کہا کہ "وہ تو بڑا ہی سنگدل ہے، جو آپ کو ایسی مصیبت میں گرفتار کر کے پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔ میں بھی خوبصورت ہوں۔ تو میرے ساتھ عہد وفا باندھو تو آرام سے گذر جائیگی۔" اس پر سراج کو بہت طیش آیا، رات کی تاریکی اور بارش کا بھی انہوں نے خیال نہ کیا۔ اور اپنی چھڑی اٹھا کر روانہ ہوئے۔ ہرچند سردار زادے نے بہت معذرت چاہی لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور تکلیفیں اٹھاتے گھر لوٹ آئے۔

یہ واقعات بیان کر کے، وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کہ یا الہٰا تو دنیا کی محبت میرے دل سے دور کر۔ اور اپنی محبت میں ثابت قدم رکھ۔

اس میں جو تاریخی حوالے آگئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ سے پہلے کا ہے۔ اسی سنہ میں بالکنڈہ فتح ہوا، قاقشال نے، جس زمانے میں اپنا تذکرہ مرتب کیا، اس زمانے میں سراج کی زندگی اسی طرح لاابالی انداز سے بسر ہوتی تھی۔ اس واقعہ اور سراج کی زندگی کا تفصیل سے مطالعہ کرنے کے بعد، روس کے شہرۂ آفاق قصہ نگار انتون چیخوف، کا وہ مثالی کردار جو اس نے "ڈارلنگ" میں پیش کیا ہے، ہمارے ذہنوں میں تازہ ہو جاتا ہے۔ "بعض لوگ دنیا میں صرف محبت کرنے کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور محبت کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتے۔ محبت ہی ان کے لئے "زیست کا مزہ" ہوتی ہے۔ اور محبت کے بغیر ان کی "عمر کٹ نہیں سکتی"۔"

۱۱۶۱ھ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی کا وصال ہو گیا۔ سراج کو ان سے جو ارادت تھی اس کے مدنظر یہ جانکاہ صدمہ ان کے لئے یقیناً بہت تھا۔ فقر و درویشی وہ پہلے ہی اختیار کر چکے تھے، اس حادثے کے بعد، وہ اور بھی گوشہ گزیں ہو گئے۔

اس زمانے میں جب انہیں دنیا سے بہت کم سروکار رہ گیا تھا، انہوں نے اپنے شعری ذوق کی تشفی کے لئے ایک مناسب مشغلہ "تلاش کر لیا۔ فارسی شاعری، جس کا ذوق ان کے رگ و پے میں بسا ہوا تھا۔ اب پھر ان کے لئے جاذب توجہ

تھی لیکن چونکہ وہ شعر کہنا ترک کر چکے تھے، اس لئے اساتذہ فارسی کے دیوانوں کا انتخاب شروع کیا۔ اور ۱۱۶۹ھ میں اسے مکمل کر کے ایک دیباچہ بھی لکھا۔ جس کا اقتباس شفیق نے اپنے دونوں تذکروں میں پیش کیا ہے۔ اس مجموعہ کا تاریخی نام انہوں نے "منتخب دیوانہا" رکھا۔

"منتخب" کا جو نامکمل مخطوطہ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے، اس میں کلام ردیف وار ترتیب دیا ہوا ہے۔ اور تقریباً تمام مستند اساتذہ فارسی کے افکار پر مشتمل ہے۔ جو شاعر اس زمانہ میں زندہ تھے ان کے نام کے ساتھ "سلمہ" یا "سلمہ اللہ" وغیرہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ سراج کی طبیعت کا انکسار اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا ایک شعر بھی اس میں نہیں لکھا۔ قدیم زمانے میں ایسے "منتخب" بیاضوں سے بنتے تھے اور "منتخب" کی ترقی یافتہ شکل "تذکرہ" تھی۔ بہت کم تذکرہ نگار ایسے ہونگے، جنھوں نے اپنے کلام کو اپنے تذکروں میں جگہ نہ دی ہو بعضوں نے تو صرف اسی لئے یہ سارا کھیل کھڑا کیا تھا۔

"منتخب دیوانہا" کا دیباچہ جس کا حوالہ جابجا دیا جاتا ہے۔ کتب خانے کے نسخے میں موجود نہیں ہے۔ عبدالجبار خان آصفی نے بھی "چمنستان" اور

گل رعنا سے واقعات اخذ کر کے لکھے ہیں۔

"منتخب دیوانہا" غالباً سراج کا آخری کارنامہ تھا۔ اس کے بعد سے سوائے خطوط کے، انہوں نے شاید ہی کچھ لکھا ہو۔ بحرِ طویل میں انہوں نے جو خط لکھا ہے وہ ابتدائی جوش کے زمانے کی یادگار معلوم ہوتا ہے۔

آخری زمانے میں سراج کی ہستی نہایت مقدس اور بزرگ ہوگئی تھی۔ عوام اور خواص ان کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ تقریباً سارا شہر ان کا معتقد تھا اور ان کی شاعری اور بزرگی کی شہرت دُور دُور پہنچ گئی تھی۔ ان کے مریدوں کی تعداد بھی کافی ہوگی۔ انکے خاص معتقدین میں ضیاء الدین، تاج الدین، شاہ چراغ کے علاوہ صرف دو ایک نام ہم کو معلوم ہوسکے ہیں۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی ان میں سے جو مشہور تھے وہ حسبِ ذیل ہیں:۔

ضیاء الدین پروانہ، لالہ جے کشن بیجان، مرزا مغل کمتر، میر مہدی متین، مرزا محمود خاں نثار، محمد عطا ضیا، محمد رضا بیگ خاں وغیرہ۔

بے جان کا ذکر "چمنستان" میں موجود ہے[1]۔ شفیق نے ان کی شاعری کی بڑی تعریف کی ہے۔ شفیق کو ان کے متعلق سراج سے یہ معلوم ہوا تھا کہ، وہ نواب صلابت جنگ کے

---

[1] "چمنستان شعرا" صہ۳۱

لشکر کے ہمراہ گئے تھے، جس کے بعد سے ان کا پتہ نہیں چلا۔ پروانہ اپنے زمانے کے معتبر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ "چمنستان" اور "گلِ عجائب" مصنفۂ اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی دونوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔ وہ سراج کے مریدِ شاگرد اور مدد ... معتقد تھے۔ سراج بھی انہیں بہت چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنا تخلص "پروانہ" سراج ہی کی رعایت سے اختیار کیا تھا۔ وہ فارسی اور اردو دونوں میں شعر کہتے تھے، اور اچھے شاعر سمجھے جاتے تھے۔ کمتر اور متین کا ذکر بھی شفیق نے کیا ہے۔ متین برہان پور کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد میر محمد امین، مرزا عبدالقادر بیدل سے تلمذ رکھتے تھے۔

مرزا محمد خاں نثار دیانت خاں کے فرزند اور امانت خاں کے پوتے تھے۔ اور ان کا خطاب نزارت خاں تھا۔ اورنگ آباد کے امرا میں شمار ہوتے تھے۔ شاعری میں بھی اچھی دستگاہ تھی چنانچہ شفیق نے انکے کلام اور ان کی سخن فہمی کی داد دی ہے۔ انہوں نے ایک مثنوی بھی لکھی تھی جس میں جگہ جگہ "بوستانِ خیال" کے اشعار کی تضمین کی گئی تھی۔ شفیق نے ان کے اشعار کا انتخاب ساڑھے چار صفحوں پر دیا ہے۔

ضیا اچھے شاعر تھے، لیکن شفیق نے ان کی انشا کی بہت تعریف کی ہے۔ رضا بیگ خاں رضا کے والد شاہجہاں آباد سے آئے تھے۔ رضا اورنگ آباد میں

پیدا ہوئے اور شاہ سراج سے تلمذ حاصل کیا شفیق نے ان کے اشعار تذکرہ کے لئے انتخاب کرنے سے پہلے، سراج کی خدمت میں بھیج دیے تھے، جتنے شعر انہوں نے انتخاب کئے وہی لکھے ہیں۔

شہرت، عزت اور احترام کے لحاظ سے، یہ سراج کی زندگی کا بہترین زمانہ ہے۔ انہیں شاعری میں استادی کا درجہ حاصل ہو چکا تھا، شہر کے بعض نہایت خوش گفتار شاعر ان کی شاگردی کا دم بھرتے تھے، اس کے علاوہ عالموں، ادیبوں اور شاعروں کے ہر حلقہ میں ان کی عزت ہوتی تھی۔ اس وقت اورنگ آباد میں جو سربرآوردہ اہلِ قلم موجود تھے وہ یا تو ان کے دوست تھے یا ان کے معتقد۔ علامہ غلام علی آزاد بھی ان کے ملنے جلنے والوں میں سے تھے شفیق جو پہلے اپنے آپ کو سراج کا دوست سمجھتے تھے، اب ان کا احترام کرنے لگے تھے "چمنستان شعرا" میں انہوں نے لکھا تھا۔ " دریں ایام با راقم السطور گرم جوشد و دم از دلسوزی می زوند۔" لیکن چند سال بعد "گلِ رعنا" میں اس نسبت کو وہ اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔ "با راقم السطور آشنا بود، و شفقت خاص از سائر الناس بر بندہ مبذول می فرمود۔"[1]

---

[1] مخطوطہ "گل رعنا" ص ۱۸۳۔ کتب خانہ آصفیہ (فن تذکرہ فارسی)

یہی فرق ان دونوں تذکروں کے اس بیان میں بھی ہے، جس میں سراج کی شاعری کی تعریف کی گئی ہے۔ قاقشال کا تذکرہ اس وقت لکھا گیا تھا، جب سراج کی عمر ابھی ۳۷، ۳۸ سال کی تھی۔ دس بارہ سال کے اندر اندر سراج کی زندگی میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا تھا۔ وہ لوگ بھی جو ان کی جوانی کی لاابالی زندگی کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے، اب ان کے سامنے خود بخود جھک جاتے تھے۔

اس زمانے میں بھی شعر و سخن سے ان کی دلچسپی کم نہیں ہوئی تھی، اکثر شعرا اور علما ان سے ملنے آیا کرتے تھے اور بعض وقت شعر و سخن کی بحثیں بھی چھڑ جاتی تھیں۔ "گل رعنا" میں شفیق نے اس طرح کا ایک واقعہ درج کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لینے کے باوجود، وہ شعر و سخن کی دلچسپیوں سے دامن نہ چھڑا سکے تھے۔ گو یہ صحیح ہے کہ اس زمانے میں ان کی یہ دلچسپیاں عملی نہیں رہی تھیں۔

اس تمام عزت و تقدس کے باوجود سراج کا یہ حال تھا کہ وہ گھر میں تنہا رہا کرتے تھے۔ صرف دو خدمت گار کام کاج کے لئے مامور تھے۔ کوئی دوست دلسوز پاس نہ تھا ضیاء الدین پروانہ ملازمت کے سلسلہ میں بیجاپور میں مقیم تھے،

شاہ چراغ' احمد نگر میں اور شاہ عبدالرسول' لشکر میں رہا کرتے تھے۔ شاہ تاج الدین بھی ان کے نزدیک نہیں تھے۔ آخری عمر میں مرض بواسیر' ضعف معدہ اور اسہال جیسے امراض میں وہ مبتلا رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک خط میں وہ پروانہ کو تحریر فرماتے ہیں:۔

"از ہفدہ ماہ بواسیر بادی وضعف قوائے رئیسہ' خصوصاً ضعف معدہ غالب است' اگرچہ مطابق فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ' خود را بمصلحت حکیم حقیقی حوالہ کردہ شد' لاکن بحکم داد مراتب وادائے شان عبدیت بطبیبان شہر رجوع آوردہ' موافق مزاج اینہا' بدوا و غذا پرداختہ می آید۔ دو روز اگر قدرے آثار شفا مرتب می شود' باز بحکم مصلحت حقیقی ہمان دوا بمضرت می پردازد' بہرحال ہر دو صورت خالی از حلاوت خاص نیست۔ دریںولا باز از یک ہفتہ آثار شفا است۔ آئندہ باید دید کہ رضا درچہ کار' و مارا دراں چہ بار۔ ضعف بدن بمرتبہ ایست کہ بسیر چوک ہم معذور است[1]"

[1] ملاحظہ ہو خط ۲۳۔

ایک اور خط میں شاہ چراغ کو لکھتے ہیں :-

"فقیر تا حال درہماں بیماری از مدت یک و نیم سال گرفتار است۔ و ہر روز دوائے حکیماں بعمل می آید یکے بیماری و دویم تنہائی۔ دکسے دلسوز در خدمت نیست[1]"

ایک اور خط میں انہیں کو تحریر فرماتے ہیں :-

"در ہولا بسبب بیماری تا یک ہفتہ زندگانی بالکل نمود۔ بلکہ رنجہ جیب دراں وقت حاضر بودند آنچہ لازمۂ دوستی بود بجا آوردند"۔ خط جو شاہ تاج الدین کو جو خط[2] لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض وقت مرض کے غلبہ کی وجہ سے وہ کھڑے ہونے سے بھی معذور ہو جاتے تھے۔

انہیں تکلیفوں کے سبب وہ شاہ چراغ کو جن سے انہیں بہت انس تھا اپنی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے لکھتے ہیں لیکن غالباً وہ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتے۔ بار بار بلانے پر بھی جب وہ نہیں آتے تو ایک دفعہ خفا ہو کر لکھتے ہیں :-

"بتوجہ شما بارے حق تعالیٰ فضل کرد۔ بیماری تخفیف یافت۔ واحوال

---

[1] ملاحظہ ہو خط ۱۴ [2] ملاحظہ ہو خط ۱۱

احتیاج آمدن شما نیست۔ اگر قصد سیر شہر باشد بمبارک است" (خط ۱۵)

اصل میں شاہ چراغ 'احمد نگر میں' اپنا رنگ جما رہے تھے۔ مرشد کی مرضی کے خلاف انہوں نے اپنے آپ کو روشن شاہ مشہور کر رکھا تھا۔ جب اس کی خبر سراج کو پہنچی تو انہوں نے بازپرس کی تھی۔ ممکن ہے کہ شرم کی وجہ سے وہ نہ آنا چاہتے ہوں۔ اس لئے آخر میں سراج نے ان کی بیوی لالن جیو یا لالن جی کو لکھا کہ تم شاہ چراغ کا انتظار کیے بغیر فوراً چلی آؤ۔ (خط ۱۸)

غالباً شاہ چراغ کے نہ آنے کے سبب' سراج نے آخر میں شاہ عبدالرسول کے پاس لشکر جانے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ خط ۱۲ میں شاہ چراغ کو لکھتے ہیں۔

"وفقیر لاعلاج الحال عزم جزم دارد کہ پیش رسول خاں صاحب بروم.....

اگر آمدن نمی شود جواب صاف بنویسند کہ انتظار آمدن یا جواب شما است۔

فقیر پا در رکاب است۔"

غالباً وہ آخر دم تک یہیں رہے۔ اور اسی مرض میں بتاریخ ۴ شوال ۱۱۷۷ھ یوم جمعہ کو ان کا انتقال کیا۔ تدفین تکیہ ہی میں عمل میں آئی۔ پروانہ نے مرشد کے مزار پر بعد میں گنبد تعمیر کرایا تھا' جو اب نہایت خستہ حالت میں ہے۔ تکیہ کے اس مکان کو بھی جس میں سراج رہا کرتے تھے۔ پروانہ نے پختہ بنوا دیا تھا' لیکن اب

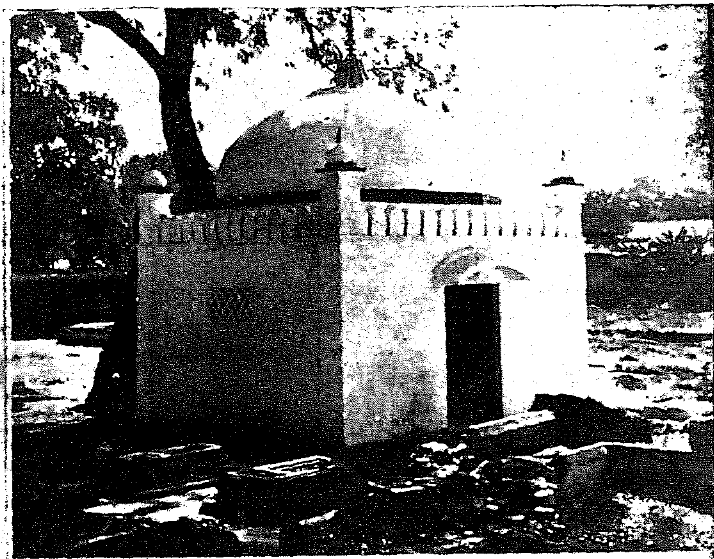
صرف اس کے کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔ یہ مقام اب تکیہ شاہ چراغ کے نام سے موسوم ہے، اور اورنگ آباد میں روہیلہ گلی کے شمال میں نالے کے مرتفع حصے پر واقع ہے۔ مزار کے چاروں جانب مریدوں اور معتقدوں کی قبریں ہیں انتقال کے وقت ان کی عمر پچاس سال تھی۔

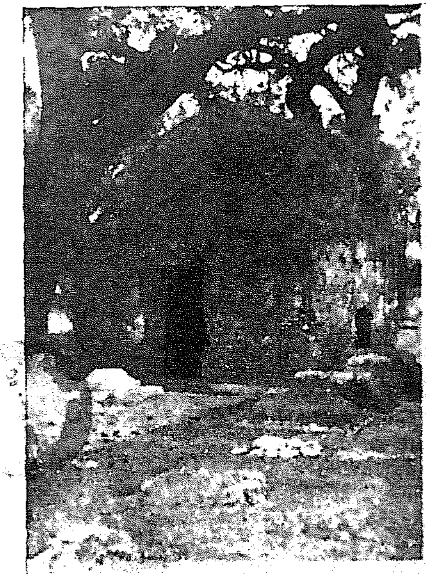
شاہ سراج کے انتقال پر تمام شہر میں سوگ منایا گیا۔ مشہور شاعروں نے ان کی وفات کی تاریخیں لکھیں شفیق نے "گل رعنا" میں اور سبزواری نے "تذکرۂ اولیائے دولت آباد" میں ان میں سے اکثر تاریخیں نقل کی ہیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے جو تاریخ کہی تھی وہ حسب ذیل ہے:۔

شمع شعرا، سراج خوش فکر — در ماتم او سخن سیہ پوش
تاریخ وفات او خرد گفت — ہے ہے مصباح ہند خاموش

آزاد کے بھتیجے، میر اولاد محمد خاں ذکا نے حسب ذیل تاریخ کہی تھی۔

چراغ دودۂ آل عبا سراج الدین — کہ بود روشن ازو محفل سخندانی
نمود چارم شوال و صبح آدینہ — بشمع انجمن عمر دامن افشانی
زتیرہ بزم جہان فنا بدار بقا — فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر ز طبع ذکا — سراج بزم ارم را نمودہ نورانی





(ادارے کی تحریک پر تعمیر و ترمیم کے بعد) گنبد شاہ سراج اورنگ آبادی (رمضان سنہ ۱۳۵۸ھ سے قبل)

شفیق کی تاریخ یہ ہے :-

سید حق پرست معنی سنج — کہ ازو یافت شعر حسن رواج
سال فوتش شفیق کرد رقم — رو بر حسماں نمود شاہ سراج

سبزواری نے شفیق کی ایک اور تاریخ "گل گشت سراج حیف اے دل" اپنے تذکرہ میں لکھی ہے۔ اس کے علاوہ شاہ ضیاء الدین پروانہ کی تاریخ بھی درج کی ہے جو حسب ذیل ہے :-

بہ سپہر سخن در ؟ ابر نہاں شد — زمین فکر بظلمات صبر نہاں شد
ندا رسید ز ہاتف بہ سمت پروانہ — بگو سراج بہ فانوس قبر نہاں شد

مرشد کے انتقال کے بعد شاہ چراغ ان کے تکیہ میں آکر فروکش ہوگئے تھے۔ سراج نے عبدالرسول خاں کے پاس جاتے ہوئے جو خط انہیں لکھا ہے، اس میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر میرے ساتھ چلنے کا ارادہ نہ ہو، تو اپنے قبیلے کے ساتھ تکیہ میں آکر رہ جاؤ۔ چنانچہ نواب نظام علی خاں کے عہد میں، یہ اس تکیہ میں رہا کرتے تھے۔ شاہ تجلی نے "تزک آصفیہ" میں ایک واقعہ لکھا ہے، جس سے، پتہ چلتا ہے کہ وہ اس زمانے میں اورنگ آباد کے خرقہ پوشوں میں کافی احترام رکھتے تھے اور شاہ سراج کے مرید اور خلیفہ کی حیثیت سے مشہور تھے۔

"تزک آصفیہ" کی عبارت حسب ذیل ہے :-

"راز دارالدولہ بہادر را کہ از مدتے ولولہ شوق خرقہ پوشی گریباں گیر بود۔
از وقت بیعت بدست شاہ چراغ مرید سید شاہ سراج الدین [illegible] پیوستہ ارادۂ
کتماں داشت۔ اگرچہ الفی زیر قبا و لنگوٹہ زیر پائجامہ بستہ بہ دربارے
رفتہ، مع ذالک نشۂ شوق بہ اغتشاش زیادہ تر تن بجیب لاجرم ترک ملازمت
دنیاداری کردہ، خرقۂ آزادی بشہادت بعضے فقرا در برکردہ و بنام
سراج ثانی در جمیع فقرا معروف گردید۔ صفحہ [illegible]۔

شاہ ضیاء الدین پروانہ اور خاص طور پر شاہ عبدالرسول چشتی کے کچھ حالات سراج کے انتقال کے بعد معلوم نہیں ہو سکتے۔ پروانہ غالباً مرفع الحالی کی زندگی بسر کرتے رہے، چنانچہ گنبد اور مکان کی تعمیر سے جو سراج کے انتقال کے بعد عمل میں آئی اس کا پتہ چلتا ہے۔

شاہ چراغ کے بعد "تکیہ کی تولیت" ان کے فرزند مقبول چراغ کے حق میں منتقل ہوئی۔ مقبول چراغ کے فرزند روشن چراغ نے اس خدمت کو اپنے خلیفہ سید کریم شاہ کے حق میں منتقل کر دیا تھا جن کے پوتے سید [illegible] صاحب اس وقت موجود ہیں۔ انہیں کے فرزند ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کے پاس یہ دستاویزات

سے یہ حالات معلوم ہو سکے۔ شاہ سراج کی کوئی اولاد وغیرہ نہیں تھی، انھوں نے غالباً تمام عمر تجرد کی حالت میں گذاری۔ اس مسئلہ پر کسی تذکرے یا کسی اور طرح کی تحریر سے روشنی نہیں پڑ سکتی۔ گو ولی کی ایک مسلسل غزل سے اُن کے کسی دوست سراج کی شادی کا پتہ چلتا ہے۔ اور جیسا کہ بعض محققین اس طرف راغب معلوم ہوتے ہیں، شاید یہ سراج، شاہ سراج ہی ہونگے۔ اس طرح کے قیاس کی گنجایش بھی ہے، کیونکہ اگر ولی کا انتقال ۱۱۵۵ھ میں ہوا ہو تو اس وقت سراج کی عمر ۱۸ اسال ہو گی۔ ولی کی وہ غزل حسب ذیل ہے :-

ہے حُسن کے نگر میں سجن تجھ کوں راج آج
خوش دلبری کا تجھ کوں ملا تخت و تاج آج

اس ناز ہور ادا کے تجمّل کوں دیکھ کر
سب دلبراں نے تجھ کوں دیا ہے خراج آج

پروانہ ہو کے کیوں نہ گرے چاند چرخ سوں
فانوس دل میں شوق ترا ہے سراج آج

وہ شوخ مجھ کوں آ کے ملا اس سبب ولی
شادی میں اسکی صرف کیا ہوں میں لاج آج

لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ولی کے دوست یہی سراج تھے۔

اس مسئلہ پر اگر کسی طرح کی روشنی پڑ سکتی ہے تو وہ سراج کے خطوط ہیں۔ ان میں وہ اکثر اپنی تنہائی اور بے کسی کا ذکر کرتے ہیں، ایک خط ہیں جس کا اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے، انہوں نے صاف یہ لکھ دیا ہے کہ میرے ساتھ گھر میں سوائے

دو ملازمین کے کوئی اور نہیں رہتا۔ عالم جاذب کے ختم ہونے کے بعد جلد ہی وہ تارک دنیا بھی ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ قیاس شاید بے جا نہ ہو کہ انہوں نے تأہل کے مخصوں میں اپنے آپ کو کبھی نہیں پھنسایا اور آخر تک تجرد کی زندگی بسر کرتے رہے۔

سراج کی زندگی کے اس حصے کو ختم کرنے اور ان کی شاعری پر نظر ڈالنے سے پہلے، ان کے مشہور معاصرین کا ذکر بھی ضروری ہے، تاکہ ان کی شاعری کو اور اس کے صحیح مرتبہ کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

میر حسن اور شمالی ہند کے بعض اور تذکرہ نگاروں نے سراج کو آبرو کا معاصر بتلایا ہے۔ دہلی میں اردو شاعری کی ترقی در اصل شاہ ظہور الدین حاتم اور شاہ مبارک آبرو سے شروع ہوئی۔ اسی لئے اردو شاعری کے اولین دور کو انہیں کے عہد سے موسوم کیا گیا ہے، جس طرح اس کے بعد کے زمانے کو میر اور سودا کے عہد سے موسوم کرتے ہیں۔

آبرو اس میں شک نہیں کہ بڑے ذہین انسان تھے اور سراج الدین علیخاں آرزو جیسے نقادوں کی صحبت میں ان کی تربیت ہوئی تھی پھر بھی شاعری میں ان کی طبیعت کے پورے جوہر نمایاں نہ ہو سکے۔ ان کے زمانے میں شعری حسن کے

مخصوص تخیل کے سبب بعض تکلفات جیسے ایہام یا استعارہ نگاری کا جو ذوق ہمہ گیر تھا، اس کی رعایت نے ان کے کلام کو بلند تر رتبہ کو پہنچنے نہ دیا۔ پھر بھی ان کا شمار اپنے زمانے کے اساتذہ میں ہوتا تھا، میر کو ان کی شاعری بہت پسند تھی۔ سراج کی طرح، ان کے ایک دوست، محمد مکھن تھے۔ جن کے نام پر ان کے اکثر اشعار معنون ہیں۔ میر نے اپنے تذکرے میں ان کے جو شعر انتخاب کئے ہیں ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔ ان سے نہ صرف خیالات بلکہ انداز بیان اور زبان پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

آیا ہے صبح نیند سے اُٹھ رسمسا ہوا
جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

جدائی کے زمانے کی میاں کیا زیاتی کہئے
کہ اس ظالم کی جو ہم پر گھڑی گذری سو جگ بیتا

بوسہ لبوں کا دینے کہا، کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا، افسوس گر گیا

قول آبرو کا تھا کہ نہ جاویگا اس گلی
ہو کر کہ بیقرار دیکھو آج پھر گیا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے
یہ روٹھ روٹھ چلنا، چل چل کے پھر ٹھٹکنا

یارو ڈرو کمر سے مروڑو نہ بھر کے انگ　　　آجا کہیں لچک تو ابھی لاگ جائے لنگ

گریہ ہے مسکرانا تو کس طرح جئیں گے　　　تم کو تو یہ ہنسی ہے پر ہے مرن ہمارا

شاہ ظہور الدین حاتم، اس عہد کے باکمال استاد ہیں۔ یہ دہلی کے رنگ کے موجد خیال کئے جاتے ہیں[1]۔ ورنہ ان سے پہلے ریختہ بطرزِ دکن کہتے تھے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی اور خود اپنی زندگی میں دہلی کی شاعری کے رنگ کو بدلتے ہوئے دیکھ لیا، جس کا باعث یہ خود تھے۔ ان کا ابتدائی کلام تمام تر ولی کے رنگ میں ہے، بعد میں یہ دہلی کی عام بول چال کی زبان میں شعر کہنے لگے تھے، اسی پر "دیوان زادہ" مشتمل ہے۔ ان کے ابتدائی کلام میں بھی ایہام کا وہ رنگ جو ولی کے پاس بہت ہلکا ہے، کافی گہرا ہو گیا ہے۔ آبرو میں اور ان میں چشمک رہا کرتی تھی اور غالباً اسی وجہ سے میر ان سے ناخوش تھے۔ آزاد نے انہیں طبقۂ اول، دوم اور سوم تینوں کے سر برآوردہ شعرا

---

[1] ملاحظہ ہو "تاریخ ادبِ اردو" رام بابو سکسینہ [illegible]

میں شمار کیا ہے ۔ ان کے چند شعر "آبحیات" کے انتخاب سے اخذ کرکے یہاں لکھے جاتے ہیں ۔

یار کا مجھ کو اس سبب ڈر ہے　　شوخ ظالم ہے اور ستمگر ہے
دیکھ سروِ چمن ترے قد کو　　خجل ہے پا لگل ہے بے بر ہے
تو میں عاشق کے تجھ لباں کا بچن　　قند ہے نے شکر ہے شکر ہے
مارنے کو رقیب کے حاتم　　شیر ہے ببر ہے دھضتر ہے

یہاں طالعوں سے ملتا ہے پیارا　　عبث دیکھے ہے زاہد استخارا
کئی عالم کئے ہیں قتل ان نے　　کرے کیا ایکلا حاتم بچارا

ان اساتذہ کے علاوہ اور دوسرے شاعر جو کم و بیش سراج کے ہم زمانہ تھے مرزا مظہر جانجاناں، شرف الدین مضمون، عبدالحی تاباں، محمد شاکر ناجی مصطفےٰ خاں یکرنگ، اشرف علی خاں فغاں سمجھے جاتے ہیں ۔

اورنگ آباد میں اس وقت اتنے عالم، فاضل اور شاعر جمع ہو گئے تھے کہ ان کی تفصیل ایک ضخیم مضمون کی متقاضی ہے ۔ "چمنستان شعرا" کے نصف سے زیادہ شاعر ایسے ہیں جو اس زمانے میں اورنگ آباد میں موجود تھے شعرا کے علاوہ

جن کا ذکر ان تذکروں میں نہیں ملتا، منتخب علماء فضلاء کی بھی یہاں کمی نہیں تھی۔ اسی لحاظ سے اورنگ آباد کا یہ عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ علماء اور شعراء کی ہمہ رنگی کا اثر کسی مقام کی علمی فضاء کے لئے جس قدر مفید ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن شاعروں اور انشاء پردازوں کے اس منتخب اجتماع میں سوائے علامہ غلام علی آزاد بلگرامی کے، کوئی دوسرا سراج کی شہرت کو نہیں پہنچ سکتا۔ شاہ غلام قادر سامی جو اس میں شک نہیں کہ اُستاد کا رتبہ اور تلامذہ کی ایک کافی تعداد اپنے اطراف رکھتے تھے، اور اچھے شاعر بھی تھے، کسی حیثیت سے بھی سراج کے رتبہ کے شاعر نہیں ہیں۔ عارف الدین خاں عاجز، جن کے متعلق بعض بیانات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ سراج کی شہرت سے کچھ زیادہ خوش نہیں تھے، معمولی درجہ کے شاعر تھے۔ ان کی مثنوی لعل و گوہر جو نغمۂ بوستانِ خیال کے جواب میں لکھی گئی ہے تیسرے درجہ کی نظم ہے۔ غزل میں بھی ان کا پایہ کچھ ایسا بلند نہیں تھا۔ شفیق، جو سراج کی دوستی کا دم بھرتے ہیں، وہ بلاشبہ اپنے علم و فضل اور شعری قابلیتوں کی وجہ سے اپنے زمانے میں قابلِ توجہ سمجھے جاتے تھے، اور ان کی مثنوی "تصویرِ جاناں" ایک نفیس شعری کارنامہ ہے۔ تاہم سراج کا اور ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ عمر میں جس طرح سراج سے چھوٹے تھے، اسی طرح

دل دماغ کی سطح میں بھی بہت نیچے تھے ۔

میر تقی میر کا زمانہ بھی سراج ہی کا زمانہ ہے ۔ لیکن میر نے بڑی عمر پائی ۔ اور شاہ حاتم اور انکے بعد کی تحریکات سے متاثر ہوئے ۔ اسی لئے تذکرہ نگاروں نے انہیں بعد کے دور میں رکھا ہے ۔ سراج اور میر کی طبیعتوں میں کئی طرح کی مناسبتیں تھیں، جس کا کسی قدر تفصیل سے ذکر، آگے کیا جائے گا ۔

۲۔ شاعری

سراج کا پایہ اردو شاعری میں کس قدر بلند ہے، اس کو سمجھنے کے لئے صرف ان کے کلام کی خصوصیات کا جاننا کافی ہے۔ بلکہ ان کے معاصرین سے ان کا مقابلہ بھی، اس پر بہت کچھ روشنی ڈال سکتا ہے۔ اس کلیات کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ ان کی شاعری حسن خیال اور لطف گفتار کا ایک ایسا دلنواز مجموعہ ہے کہ جس کا مطالعہ ہر زمانے میں شوق سے کیا جائیگا سراج، اردو کے ان شعرا میں سے ہیں جو دماغ سے نہیں بلکہ دل سے شاعری کرتے تھے اور یہ شعرا کا وہ برگزیدہ طبقہ ہے، جس میں ولی، میر، درد، میر حسن، میر انیس، نظیر، غالب، اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ حقیقت میں اردو شاعری کی بہترین روایات انہیں شعرا کی بدولت قائم ہیں۔

ورڈز ورتھ کے الفاظ میں اردو شاعری سراج کے لئے "جذبات کا از خود

چھلکاؤ" تھا۔ وہ کسی سے داد حاصل کرنے یا شعراء میں اپنی جگہ پیدا کرنے کے لئے شعر کی طرف رجوع نہیں ہوئے تھے۔ اگر یہ ہوتا تو ایسے وقت وہ شاعری سے کبھی دست کش نہ ہوتے 'جب ان کی شہرت' احترام کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ گئی تھی۔ شاعری کا ملکہ ان کی فطرت میں اسی طرح ودیعت کیا گیا تھا' جس طرح ایک خوشنوا پرندے میں نغمہ سرائی کا ذوق ہوتا ہے۔ یہی چیز انہیں شعر کہنے پر مجبور کرتی تھی۔ بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان سے شعر کہلاتی تھی۔ جتنی قلیل مدت کے اندر اندر ان کی شاعرانہ قابلیتوں کا نشو ونما ہوا' وہ اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ اکتساب سے جو شاعر اس فن میں مہارت پیدا کرتے ہیں' وہ کبھی اس قدر جلد نمود پر نہیں آ سکتے۔ ایک طرف فطری لگاؤ اور دوسری طرف شعراء کے کلام کے وسیع مطالعے نے سراج کے شعری مذاق اور معیار کو بہت بلند کر دیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ سراج نے اسی فطری دباؤ کے تحت شعر کہنا شروع کیا تھا' لیکن پھر انہوں نے اس کو اپنے مرتبہ سے کم تر چیز سمجھ کر" بہت جلد ترک بھی کر دیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ سراج کا انسانی نفس' ان کے شاعر کے نفس سے کہیں بلند تھا۔ ان کے ترک شعر کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ انکی شاعری کی

شہرت زیادہ تر علما اور شعراء کے حلقوں تک محدود ہوتی گئی، اور وہ اپنی روحانی زندگی کے لئے زیادہ سے زیادہ شہرت حاصل کرتے گئے۔

سراج، اپنے فطری رجحان کے لحاظ سے، داخلی شاعری کے جیسی کہ غزل کی شاعری ہوتی ہے، اسی طرح مالک تھے، جس طرح ولی یا میر ہیں۔ اردو شاعری کو مقبول بنانے میں سراج کا رتبہ ولی سے شاید کم ہو۔ لیکن کسی دوسرے شاعر سے وہ کسی طرح کم نہیں ہے۔ اس کو ہر دلعزیز بنانے میں جو کام سراج نے دکن میں کیا، وہی میر کی شاعری نے شمالی ہند میں انجام دیا۔ سراج کی شاعری ہر حقیقی شاعر کی طرح اپنی انفرادی خصوصیات کی مالک ہے کہ دو ڈھائی سو سال کی وسیع شعری پیداوار کے باوجود، ان کی شاعری کا رنگ آج بھی سب سے الگ اور ممتاز ہے۔

سراج کے متعلق، میر تقی میر کے ایک مشتبہ بیان پر کہ وہ "شاگرد سید حمزہ" تھے، شمالی ہند کے بعض تذکرہ نگاروں نے، انہیں سید حمزہ کا شاگرد بتلایا ہے۔ چند اور تذکرہ نگاروں نے، اس کی تردید کی، تو بعد کے تذکروں میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا کہ شاید سراج نے سید حمزہ سے تعلیم حاصل کی ہو۔ سراج کے ہم وطن اور معاصر تذکرہ نگاروں میں سے کسی نے، اس کا ذکر

نہیں کیا ۔ اس کے علاوہ یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ، دکن میں اس وقت تک شاگردی کا وہ سلسلہ جاری نہیں ہوا تھا، جس کی ابتدا دہلی سے ہوئی ۔ وجہی، غواصی نصرتی، ابن نشاطی، ولی غرض کسی کے متعلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کسی استاد کے شاگرد انہیں معنوں میں تھے، جن معنوں میں یہ اصطلاح اب عام طور پر رائج ہوگئی ہے ۔ ایک اور بات یہ ہے کہ سراج نے جن بزرگوں سے واقعی یا معنوی استفادہ کیا تھا اس کے ذکر میں وہ کوتاہی نہیں کرتے ۔ چنانچہ شاہ عبدالرحمن کے روحانی فیضان کا ذکر انہوں نے اپنے کئی اشعار میں واضح طور پر یا کنایتہً کیا ہے اسی طرح شاعری میں، وہ ولی سے استفادہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس طبیعت کے انسان سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ اگر کسی سے اس نے شاعری میں استفادہ کیا ہو تو شعر لکھتے وقت، اس کو بھلا بیٹھے گا ۔ خصوصاً جب اس طرح کے دوسرے تمام استفادوں کا ذکر کرنے کے لئے وہ گنجائش نکالتے ہیں اور جہاں اس کا موقع ملتا ہے، بخل سے کام نہیں لیتے ۔

حقیقت یہ ہے کہ سراج، ویسے ہی فطری شاعر تھے، جیسے کہ ولی، میرتقی میر غالب، میرحسن یا انیس ہیں ۔

شعر میں اگر انہوں نے کسی سے حقیقت میں استفادہ کیا ہے تو وہ ولی ہیں ۔

چنانچہ وہ اپنی زندگی ہی میں ولی کے جانشین کی حیثیت سے شہرت حاصل کر چکے تھے
اور یہ واقعہ ہے انہوں نے اردو شاعری میں نہ صرف ولی کی روایات کو
برقرار رکھا، بلکہ اس کو نشوونما بھی دیا۔ اس میں شک نہیں کہ سراج نے
اس "جگت گرو" کا اپنے آپ کو کبھی مدمقابل نہیں سمجھا، بلکہ ہمیشہ بعد کے
درجے پر قناعت کرتے رہے، تاہم یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ ان کی شاعری
اپنا خاص طرز رکھتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ولی کے ذاتی اوصاف، ان کی شخصیت اور
ان کے کمال فن نے ان کے معاصرین اور متبعین پر جادو سا کر رکھا تھا، اور
ان کے ذاتی اوصاف کے باوجود، ان کا شاعرانہ کردار کبھی نظروں سے اوجھل نہیں
ہوا۔ لیکن سراج کی طبیعت اس کے بالکل برعکس تھی۔ وہ ایک ایسے خاموش صناع
تھے، جس کو اپنے کمالات کا آپ خود علم نہ ہو۔ طبعاً وہ عزلت پسند واقع ہوئے تھے۔
پھر ان کے روحانی میلانات نے، انہیں نہ صرف اس عالم بلکہ اس کے سارے
کمالات کی پائیداری کے متعلق بہت زیادہ رجائی نہیں ہونے دیا تھا۔ یہ ایسے
اسباب تھے کہ جن کی وجہ سے ان کی شہرت بحیثیت شاعر کے اپنی پوری وسعت
تک نہ پہنچ سکی۔ ولی ایک بحر زخار تھے۔ ایک سیلاب رواں تھے، جس کے
بہاؤ کی رو میں ہر چیز آ جاتی ہے۔ ان کے مقابلے میں سراج کی طبیعت ایک

معین رفتار آبجو کی سی تھی، جو خاموشی کے ساتھ اپنا نغمہ سناتی ہوئی گذرتی ہے اور جس زمین پر پہنچتی ہے، اسے گلزار بنا دیتی ہے۔ ولی کی ہمہ گیر اور مغلوب کن ذکاوت کے مقابلے میں، ان کی شاعری کی ایک سرایت کرنے والی خصوصیت جسے وہ خود "سوز" سے تعبیر کرتے ہیں، بے حد نمایاں ہے۔ ان دونوں کی شاعری کے صحیح مقابلہ کے لئے اگر ہم کو الفاظ مستعار لینے کی اجازت ہو تو ہم کہینگے کہ ولی کی شاعری "واہ" اور ان کی "آہ" ہے۔

سراج کے زمانے تک، اس میں شک نہیں کہ ولی کی شاعری کے الفاظ اسلوب، استعاروں اور تلمیحوں میں تھوڑی سی تبدیلی و وسعت پیدا ہو چکی تھی، تاہم سراج نے مجموعی طور پر، غزل میں ولی کی روایات کو حتی الامکان قائم رکھا۔ اسی لئے ان تبدیلیوں اور سراج کے ذاتی عنصر کو علحدہ کر کے دیکھئے تو، دونوں کی شاعری میں بہت کم بنیادی فرق نمایاں ہوگا۔

سراج نے ولی سے کس طور پر استفادہ کیا، اس کا تھوڑا بہت اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ، ولی کی شاعری ان کا مطمح نظر ہونے کے باوجود ان کی بہت کم غزلیں ایسی ہیں، جو ولی کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صورت سے زیادہ معنیٰ میں ولی سے متاثر تھے۔

چنانچہ سراج کے کلام میں اس طرح کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ سوائے ولی اور حافظ کے سراج کسی کے خیال یا کلام کی تضمین بھی کم کی ہے۔ ذیل میں ہم دونوں کے کلام سے ہم ردیف اور ہم وزن غزلیں اور ہم مضمون اشعار درج کرتے ہیں، جس سے، ان کی خصوصیات کا اندازہ ہو سکیگا۔

سراج	ولی
گر آرزو ہے تجھ کوں گلزار کا تماشا	دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشا
کشتی میں چشم کی آ دیکھ آب کا تماشا	نہیں دیکھنا سرج کی جھلکار کا تماشا
اے قبلۂ دل وجاں تیری بھنووں کے دیکھے	اے رشکِ باغ جنت جیوں جلوہ گر ہوا توں
زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا	دوزخ ہے تب سوں مجھ کوں گلزار کا تماشا
ہر قطرۂ اشک میں ہے ظاہر جمال سرور	نرگس نمن رہی نہیں پل مارنے کی طاقت
پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا	آ دیکھ اس انکھاں کے بیمار کا تماشا
تجھ ہجر کی اگن میں اب ہے سراج بے کل	تب سوں ولی کا مطلب جا پیچ میں پڑا ہے
آتش میں دیکھ آکر سیماب کا تماشا	دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشا

سراج	ولی
چراغِ سینۂ روشن نہ ہے حسن بے مثال اس کا	عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسن بے حجاب اس کا

بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اس کا
ہوا ہے مجھ کوں شمع بزم یک رنگی سوں یوں روشن
کہ ہر ذرّے اوپر تاباں ہے دائم آفتاب اس کا
کرے عشاق کوں جیوں صورت دیوار حیرت سوں
اگر پردے سوں وا ہووے جمال بے حجاب اس کا
سجن نے یک نظر دیکھا نگاہ مست سوں جس کوں
خرابات دو عالم میں سدا ہے وہ خراب اس کا
میرا دل پاک ہے از بس ولی زنگ کدورت سوں
ہوا جیوں جوہر آئینہ مخفی پیچ و تاب اس کا

کہ جو تھی چرخ پر خورشید ہے عکس جمال اس کا
صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جیوں جیم کا نقطہ
عجب ہے خوشنما اس عارض گلگوں پہ خال اس کا
عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر
ہوا یوں جلوہ گر انکھوں میں قد نونہال اس کا
جدا جب سیں ہوا وو دلبر جادو نظر مجھ سیں
جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا
سراج اے شعلہ رو ہے کونسا سوزیں نہیں واقف
مجھے کیا پوچھنا ہے پوچھ پروانے سیں حال اس کا

گر چمن میں چلے وہ رشک بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار
یاد تجھ خط سبز کی اے شوخ
زخم دل پر ہے مرہم زنگار
جن نے دیکھا ہے اس پری رو کوں

مجھ سیں تجھ عشق نے لیا یکبار
طاقت و عقل و صبر و ہوش قرار
دل نے میرے کیا ہے اے گلرو
یاد تجھ زلف کی گلے کا ہار
رخ تیرا نسخۂ گلستاں ہے

صورت ہوش سوں ہوا بیزار
تجھ درس کے خیال میں دائم
مثل نیساں ہے چشم گوہر بار
بسکہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست
خانہ دل ہوا ہے آئینہ دار
اے ولی اس کوں حرف ہوش نہ پوچھ
جو ہوا مست جلوہ دیدار

ہے خط سبز جدول زنگار
کھل گئے اس کی زلف کے دیکھے
پیچ دستار واعظ مکار
پردۂ چشم دل اگر وا ہوئے
مظہر دوست ہے در و دیوار
شوخ آئینہ رو کے دیکھے بن
ہو گیا ہے سراج جل کے غبار

اپس گھر میں رقیباں کوں نہ دے بار
چمن میں کام کیا ہے خار و خس کا

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں
نشان گلشن فردوس زاغ پاتا نہیں

غرض ولی اور سراج کی شاعری میں زبان، اسلوب بیان اور خاص طور پر رنگ تغزل، بے تکلفی، بے ساختگی اور سلاست کی بہت سی خصوصیات جہاں مشترک ہیں، وہیں ان کے اپنے شخصی نغمے جدا جدا ہیں۔ ولی کے پاس جو چیز رعب، علمیت اور ہمہ گیر ذکاوت کی شان میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہی چیز سراج کے

پاس، درد اور سوز گداز کی صورت میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ سراج کی معمولی معمولی باتوں میں بھی ایک سوز اور ایک دل کو موسنے والی کیفیت موجود ہے۔ مثلاً ایک شعر میں وہ اپنے محبوب کو اپنا احوال سنانا چاہتے ہیں۔ اس کو مخاطب کرنے کا انداز قابل دید ہے۔

اے جان سراج ایک غزل درد کی سن جا — مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا
کہو اس لالہ گلزار جاں کوں — کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

چند اور اشعار قابلِ ملاحظہ ہیں۔

گھٹا غم، اشک پانی، آہ بجلی — برستا ہے عجب برسات تم بن

ایک دن نین جھرد کے کی طرف سیں گزرا — مردم چشم ہے بیتاب میری آنکھوں میں
اے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کی — قیامت کل کو آتی ہے عمل کرے توں آج اپنا
زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں — پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

ایک شعر میں اپنی ناکامی کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں — کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں فشانیاں

ان کی شاعری مجسم درد ہے اور اس حقیقت سے وہ بخوبی واقف تھے۔

چنانچہ جابجا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً

نادل سیں مجھ کوں دیا درد صانع تقدیر
میرے نصیب کے تربت میں زہر گھول چکا

کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں
آشنا نہیں دوست نہیں ہمدم نہیں

عالمِ دیوانگی کیا خوب ہے
بے کسی کا واں کسی کوں غم نہیں

کسی کوں رازِ نہاں کی خبر نہیں
ہمارے درد کوں کم جانتے ہیں

طبیباں پاس جاناں دردِ سر ہے
جگر کے درد کوں کم جانتے ہیں

جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے
وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے

یہ درد و سوز میر کے کلام کی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے لیکن انکا خصوصی نغمہ "یاس" ہے۔ اور وہ اس مضمون کے بادشاہ ہیں۔ اس کے مقابلے میں سراج کے پاس ایک احساس قناعت، تسلیم و رضا، سپردگی بلکہ درد میں لذت کی چاشنی موجود ہے۔ شکایت یا انتقام کا جذبہ ان کے دل میں کم پیدا ہوتا ہے۔ غرض سراج کے کلام کا مطالعہ کرنے والا سب سے زیادہ جس کیفیت کو محسوس کرتا ہے، وہ ان کا دردآگین انداز ہے اور یہ خصوصیت نہ صرف ان کی غزل میں موجود ہے بلکہ ہر صنف کلام کا بھی نمایاں وصف ہے۔ جو لوگ نام کے اثرات کے قائل ہیں، وہ اس سوز کو شاید "سراج" کے تخلص کا نتیجہ سمجھیں۔ ان کی

ایک مثنوی کا عنوان ہی "سوز و گداز" ہے۔ یہ دراصل سراج کی متصوفانہ اور روحانی زندگی کا مسلک تھا۔ اور یہی ان کی عین حیات تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ صبر و قناعت کا جو احساس، ان کے کلام میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ اُس سے اِس کا اثر بہت بڑھ جاتا ہے۔ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

اپنی قسمت کے غم و رنج میں شاکر ہوں سراج جو منجم نے ازل کے مری تقویم کیا

اس سلسلہ میں میر کے مشہور شعر بھی پڑھنے کے قابل ہیں

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاروں کی چاہتے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا
یاں کے سفید و سیاہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے رات کو رو رو صبح کیا یا دن کو جیوں تیوں شام کیا

واقعہ یہ ہے کہ سراج "سراپا رہن عشق" تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ہستی، محبت کے سوا اور کچھ نہیں۔ عشق، برق جاں سوز ہے لیکن یہ سوز لذت سے خالی نہیں۔ اسی لئے انہیں اس سودے میں "حاصل" کا کبھی افسوس نہ ہوا۔ بلکہ اس برق جگر سوز کی روشنی میں انہیں حقیقت عالم نظر آ گئی جیسا کہ ایک شعر میں فرمایا ہے۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیت عالم آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

اس ایک حادثہ نے انہیں دنیا کے تمام حادثات سے مصئون کر دیا تھا۔

جس کوں تعویذ گلوئے دل ہوا طومار عشق   اس کوں آفات حوادث سیں نہیں آسیب کچھ

محبت کے جذبے کے غیر اختیاری ہونے کا بھی انہیں پورا یقین تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

دل حشر میں کسی سوں ستی فریاد کرے گا   ہے بسمل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے

آپ سیں شوق پتنگوں کے ہے جل جانے کا   مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں

عشق کی بدولت جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ انہیں وہ عاشق کا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ ؎

یہی ہے افتخار اپنا یہی ہے اعتبار اپنا   تڑپناں تلملاناں غم میں جلناں خاک ہو جانا

لیکن یہ کیفیت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک محبت ذاتی اور حقیقی نہ ہو ؎

بہت محال ہے ہوناں سراج کے مانند   برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی تاب نہ رو

میر اور سراج کے کلام کا سرسری طور پر مطالعہ کرنے سے بھی یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اردو کے یہی دو شاعر ایسے ہیں جن کی فکر کے سانچے ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔ بعض وقت یہ مشابہت اتنی قوی ہوتی ہے کہ ان کے اشعار میں تمیز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ خیال کا توارد شاید غیر معمولی بات نہیں لیکن جب خیال کے ساتھ الفاظ اور اسلوب بھی ایک سے ہونے لگیں تو پھر یہ بات اتفاقی نہیں رہتی بلکہ اس کی تہ میں کسی ذہنی یکسانیت کا موجود

ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ سراج اور میر کے پاس بعض خاص مضامین ایک طرح پر بندھے ہیں اور کہیں کہیں تو نہ صرف مصرعے بلکہ اشعار بھی ایک ہو گئے ہیں۔ ذیل میں دونوں کے کلام سے چند ہم ردیف غزلیں اور ہم مضمون اشعار درج کئے جاتے ہیں، ہماری شاعری میں، قافیہ بڑی حد تک شعر کی صورت کو تشکیل دینے والا ہوتا ہے۔ ان اقتباسات سے دونوں کی فکر میں مشابہت کا اندازہ کرنے میں مدد ملے گی۔

میر	سراج
مُنہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا	عشق نے خوں کیا ہے دل جس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا	پارہ لعل اشک ہے تس کا
داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب	چشم ساقی کے وصف لکھتا ہوں
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا	نے قلم ہات شاخ نرگس کا
شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے	تم نے پائے ہو حسن کی دولت
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا	پوچھتے کب ہو حال مفلس کا
تاب کس کوں جو حال میر سنے	بے کسی مجھ سیں آشنا ہے سراج
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا	نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا

تجھ جدائی میں اے بہار مراد
خوب لگتی نہیں چمن کی یاد

نظر آیا ہے قد ترا مجھ کوں
سرو آزاد گلشن ایجاد

نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے طرۂ شمشاد

دل ہمارا ہے مرغ دست آموز
رحم لازم ہے اس پہ اے صیاد

آتش عشق نے صنم کی کیا
خاکساروں کی آبرو برباد

کیا ہوں سیر حسنِ دل کی یکرنگی کا گلشن میں
عیوض بلبل کے برگ گل پڑے تھے آشیانے میں

ہوئی جوشِ محبت میں زباں بند
صنم کا درمیاں جب نام آیا

میرے سنگ مزار پہ فرہاد
رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد!

موند آنکھیں سفر عدم کا کر
بس ہے دیکھا نہ عالم ایجاد

ہم سے بن مرگ کیا جدا ہو ملال
جان کے ساتھ ہے دل ناشاد

ہر طرف ہیں اسیر ہم آواز
باغ ہے گھر ترا تو اے صیاد

لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم
خاک کس دل جلے کی دی برباد

کر سیر جذب الفت گلچیں نے کل چمن میں
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدائے بلبل

ہمارے آگے ترا جب کسو نے نام لیا
دل ستم زدہ کو ہم نے تھام تھام لیا

یہ اقتباسات بہت مختصر ہیں۔ حقیقی مناسبت کا اندازہ وسیع تر مطالعے کے بغیر ذہن نشین نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں چند ہم مضمون اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

سراج	میر
دامن تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں کیا خاک میں ملی ہیں میری جانفشانیاں	ظلم و ستم سے خون کیا پھر دبا رہا برباد کیا گئی ہیں میری جانفشانیاں مارا بھی ان نے سان کے غیروں میں مجھکو میر کیا خاک میں ملائیں میری جانفشانیاں
گوہر اشک سب سمائے ہیں آج دامن وسیع میرا ہے	فیض اے ابر چشم تر سے اٹھا آج دامن وسیع ہے اس کا
جس پھول نے ترے سیں کیا دعوے جمال وو پائمال آفت بادِ خزاں ہوا	چمن میں گل نے جو کل دعوئے جمال کیا جمالِ یار نے منہ اس کا خوب لال کیا
حالِ دل اشک و آہ سے پوچھو نہیں غلط' دو گواہ سے پوچھو	اس کی طرزِ نگاہ مت پوچھو دل ہی جانے ہے آہ مت پوچھو

دلِ آشفتہ کا مرے احوال
اپنی زلفِ سیاہ سیں پوچھو
لشکرِ عقل کیوں کیا غارت
بے خودی کی سپاہ سیں پوچھو
روشنی اس جمالِ روشن کی
تابشِ مہر و ماہ سیں پوچھو

تو گرفتارِ دامِ زلف اِس کا
ہے یہی روسیاہ مت پوچھو
ہینگے برگشتہ دے صفِ مژگاں
پھر گئی ہے سپاہ مت پوچھو
کہیں پہنچو گے [illegible]
مگر ہاں یوں ہی راہ مت پوچھو

ان غزلوں کا انداز کس قدر ملتا جلتا ہے، جن کے چند شعر یہاں نقل کیے گئے ہیں۔

سراج

محراب بیچ سجدۂ ریائی ہے زاہدو
ان ابروؤں کوں دیکھ کے قامت کوں خم کرو

میر

شیخ جی آؤ مصلّٰی گروِ جام کرو
جنسِ تقویٰ کے تئیں صرفِ مئے خام کرو

نو بہار آمد رفیقان عزمِ سیرِ گل کنید
چادرِ مہتاب نذرِ تربتِ بلبل کنید
نسخہ گر آرزو دارید از زلفِ رخش

[illegible] خود [illegible] کرو
بر آیا نہ [illegible] غیرت [illegible] کچھ پیدا کرو
مستی و دیوانگی کا [illegible] بازار میں

مسطرِ جزوِ گل از تار رگ سنبل کنید	پائے کو باں دست افشاں آن کر سودا کرو
خندۂ دنداں نما لازم نہیں اے بحرِ حسن	مت ڈھلک مژگاں سے اب تجا اے سرشکِ آبدا
نہیں تو اب جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب	مفت میں جاتی رہیگی تیری موتی کی سی آب
دیوانے کوں مت شورِ جنوں یاد دلاؤ	مجھ دیوانے کی مت ہلا زنجیر
ہرگز نہ سناؤ اسے زنجیر کی آواز	کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر غل ہو

سراج کے اس شعر کا مدِ مقابل دراصل میر کا یہ مشہور شعر ہے ؎

سرہانے میر کے آہستہ بولو　　ابھی ٹک روتے روتے سوگیا ہے

سراج	میر
ہم فقیروں پر ستم جیتے رہو	ہم فقیروں سے بے ادائی کیا
خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم	آن بیٹھے جو تم نے پیار کیا

سراج کی شاعری کا دوسرا نمایاں عنصر بے ساختگی اور ادائے مطلب میں بے حد سادگی ہے۔ بعض وقت یہ سادگی ہم کو نامانوس اور غیر رسمی سی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ اولین شعرا کے الہام کا ماخذ راست حقایق حیات تھے۔ بعد کے شاعر انہیں سے استفادہ کرکے زبان اور اسالیب کو سنوارنے میں مصروف رہے۔ چنانچہ ہماری شاعری کا ارتقا، موضوعِ شعر اور

خیالات میں اتنا نمایاں نہیں ہے، جتنا زبان اور اسالیب میں ہے۔ اس طرح سادگی کی خصوصیت سراج ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ ابتدائی دور کے کم و بیش تمام شعرا کے کلام کا یہ مشترک وصف ہے۔ لیکن غزل میں سادگی جہاں حسن و لطافت کی حد کو پہنچ گئی ہے، وہ ولی، سراج اور میر کا کلام ہے۔ ولی کے مقابلے میں سراج اور میر کے پاس لطیف صناعی کا اثر بھی کچھ نہ کچھ موجود ہے۔ میر کو اپنے معیار درست کرنے کے لیے کافی عرصہ میسر آسکا۔ اس لئے ان کا طرز ایک حد تک جدید معلوم ہوتا ہے اسی لئے تذکرہ نگاروں نے میر کو سراج کے بعد کے شعرا میں رکھا ہے۔ ذیل میں سراج کے کلام سے ایسے اشعار پیش کئے جاتے ہیں جن میں خیال زبان اور اسلوب کی سادگی، پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔ انہیں میں اکثر اشعار سہل ممتنع بھی ہیں، الفاظ کی سادگی کے باوجود ان میں جو ندرت ہے وہ بھی اس کے لطف کا بڑی حد تک ضامن ہے۔

یا تو گلزار آپ ہو جاناں — یا کسی گلبدن کے ہو جاناں

اے دل اس کی دوستی تجھ کو نہ کرنا تھا کیا — جو کیا اس کا مگر تو نے تو پانا چاہیے

نازک بدن سیں مت مل کئی بار میں کہا ہوں — جاتی تری خوشی ہے ہونے سے دور ہو

یار تھا غمخوار تھا رنج و بلا میں بار ہا — ہر سخن نازک جبیں کا کھینچنا چاہیے

ترے لعل لب میں ہے آبحیات پھر اجستجو میں سکندر عبث

یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں

یہ عجب ہے کہ دن کوں تاریکی رات کوں آفتاب دیکھا ہوں

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

اثر اُس کلام کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے، جس میں حسین سادگی اور درد کی کسک موجود ہو۔ اسی اثر کی بدولت سراج کی غزلیں، ان کی زندگی میں اور آج تک بھی صوفیوں کی مجلسوں میں اور سرود و سماع کی محفلوں میں گائی جاتی ہیں۔ ان کے کلام میں کس بلا کا جادو ہے اس کا اندازہ وہ لوگ اچھی طرح کرسکتے ہیں جنہوں نے ان کی غزلوں کو محفلوں میں گاتے سُنا ہے۔ عبدالجبار خاں آصفی کے[1] بیان سے بھی اس پر تھوڑی بہت روشنی پڑسکتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"(سراج) ہفتہ میں ایک روز محفل سماع (منعقد) فرماتے تھے، اس میں شہر کے اکثر عمائد و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ قوال اور گویئے آپ کی غزلیں سناتے تھے، کبھی سامعین کو رلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال میں تڑپتا تھا کوئی وحدت کے دریا میں ڈوبتا تھا۔"

[1] محبوب الزمن ص ۸۵۶۔

سراج کا متصوفانہ کلام اور خاص طور پر وہ غزل جس کا مطلع ہے۔

خبرِ تحیرِ عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی نہ تو تو رہا نہ میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

سماع اور سرود کی محفلوں کی جان ہے۔ جب یہ گائی جاتی ہے تو کیا صوفی اور کیا مولوی سبھی پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہ غزل ہندوستان بھر میں مقبول ہے۔ اور اسی مقبولیت کے سبب بعض وقت دوسرے شعرا کے نام سے منسوب کر دی گئی ہے[1]۔ حالانکہ یہ غزل سراج کے تمام مستند دیوانوں میں موجود ہے اور ان کے زمانے کے تذکروں سے لے کر آج تک بھی اس کے مختلف شعر انتخاب کئے گئے ہیں۔ یحییٰ نارائن شفیق نے اپنے وسیع انتخاب میں ایک شعر اس غزل کا بھی درج کیا ہے۔ شفیق سے بڑھ کر اس کی سند [illegible]

غزل کی شاعری میں ایسے شاعروں کے کلام میں بھی جو [illegible] رکھتے ہیں، کچھ نہ کچھ اشعار اخلاق سے تعلق ضرور رکھتے ہیں۔ [illegible] ہی سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں سراج کی زندگی کا ایک بڑا حصہ [illegible] گو اس وقت یہ چیز نمایاں نہیں تھی لیکن [illegible] ان کی سرشت میں [illegible]

[1] ملاحظہ ہو مجموعہ نغز اور گلشن بے خار۔

اسی لئے ان کی شاعری میں ایسے اشعار میں ان کے متصوفانہ رجحانات نے ایک رفعت سی پیدا کردی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

دورنگی خوب نہیں یک رنگ ہوجا   سراپا موم ہو یا سنگ ہوجا

اس شعر میں شعری لطف کے علاوہ سادہ بیانی اور عمومیت کی جو خصوصیات موجود ہیں ان کے سبب یہ شعر بہت مشہور ہوگیا ہے۔

یار جانی تو زمانے میں بہت نایاب ہے   کیجئے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجئے

تکیۂ مخملی سرھانے رکھ   لیکن آنکھوں سیں اپنے خواب نکال

کام جاہل کا ہے سخن چینی   اے سراج اس کوں توں جواب نہ دے

مینائے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات   جیوں دور جام دور فلک بے درنگ ہے

طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک   خیالات جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کرناں

اس آخری شعر کا انداز بتلا رہا ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی معمولی دل و دماغ کا انسان نہیں ہوسکتا۔

اخلاقی شاعری دراصل حکیمانہ طبیعت اور فلسفیانہ غور و فکر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کسی شاعر کی بساط میں جب تک اس کا سرمایہ نہ ہو، نہ تو وہ اچھی اخلاقی شاعری پیش کرسکتا ہے اور نہ اس کی فکر میں گہرائی، اسالیب میں ندرت اور مجموعی

طور پر اس کے کلام میں انفرادیت پیدا ہوسکتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے سراج کی شاعری، اردو غزل کے بہترین فلسفی شعرا کی مد مقابل ہے۔ حکیمانہ غور و فکر کا نشوونما عموماً عزلت پسندی کا لازمی خاصہ ہوتا ہے۔ اردو شعرا میں سراج کی سی بے تعلق زندگی، بہت کم لوگوں کے حصے میں آئی ہوگی۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ سراج نے حیات کے اکثر مسائل پر غور کیا تھا، اور اکثر ہی کے متعلق اپنی ذاتی رائے رکھتے تھے۔ غزل گو شعرا میں غالب کا کلام اس خصوصیت کی بدولت ممتاز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض حقائق جن پر سراج نے اظہار خیال کیا ہے غالب نے بھی ان کو باندھا ہے اور اکثر جگہ دونوں کا زاویۂ نظر ایک سا ہے مثلاً سراج نے ایک شعر میں اس زندگی کو خواہ وہ کیسی ہی کچھ ہو غنیمت سمجھنے کی تلقین کی ہے، کیونکہ بہت جلد یہ نمود بھی باقی نہیں رہے گی۔

مینائے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات　　جیوں دور جام دورِ فلک بے درنگ ہے

غالب فرماتے ہیں۔

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے　　بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

گردش زمانہ سے متعلق سراج کا ایک شعر ہے۔

ہمیشہ دورِ عالم مختلف ہے　　کہ ہے گردش بہ ہر وقت طلوعات میں

غالب نے اس خیال کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

عمر کی رواروی کو سراج نے ایک شعر میں باندھا ہے۔

آبِ رواں ہے حاصل عمرِ شتاب رو دہرِ فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا

غالب اپنے خاص انداز میں اسی حقیقت کو یوں ظاہر فرماتے ہیں۔

رو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

غالب کا ایک مشہور شعر ہے۔

میں گیا بھی وہاں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب تھی دعائیں یاد جتنی صرفِ درباں ہو گئیں

اس شعر پر تنقید کرتے ہوئے مولانا حالی نے گالیوں کے جواب میں دعائیں دینے کے پرلطف خیال کی خاص طور پر تعریف کی ہے۔ سراج نے اس خیال کو ساٹھ ستر سال پہلے ایک سے زیادہ اشعار میں باندھا ہے۔ مثلاً

عوض نقد دعا کے مفت ہے دشنام اس لب میں
ارے دل عشق کے سودے میں پھر تکرار مت کیجو

فارسی میں بھی یہ خیال اس طرح ادا کیا ہے۔

در شہرِ حسن و عشق رواجے دگر بود دشنام می دہی و دعا می کنیم ما

سراج کی ایک فارسی غزل (ردیف ز ے) اور غالب کے پہلے دونوں قصیدوں میں خیالات اور اسالیب کے لحاظ سے کس قدر مشابہت ہے، اس کا اندازہ ان کو پہلو بہ پہلو رکھ کر مطالعہ کرنے سے ہو سکے گا یہ دونوں حضرت علی کی منقبت میں ہیں ان کے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں۔

سراج	غالب
یا علی ذات تو در اصل حقیقت مظہر	نقشِ لاحول لکھ اے خامۂ ہذیاں تحریر
مظہر کل عجائب و غرائب بہ مجاز	یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قریں
تابع مرضی تقریر تو حرف تقدیر	جلوہ پرداز ہو نقشِ قدم اس کا جس جا
بندۂ سحرِ لبِ لعلِ تو شخص اعجاز	وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں
بچہارم فلک از نور تو اعجاز مسیح	کف ہر خاک بہ گردن زدہ قمری پرواز
بسر طور ز نام تو موسیٰ آواز	دامِ ہر کاغذ آتش زدہ طاؤس شکار
ذوالفقار تو بود ابروے پیشانی قدر	برشِ تیغ کا اسکی ہے جہاں میں چرچا
نقش دور سیرت مردمک دیدہ راز	قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

مرتب اوراق ہذا نے سراج کے کلام کا جو انتخاب "سراجِ سخن" شایع

کیا تھا اس کو پڑھ کر حضرت داغ کے ایک مشہور شاگرد نے جو داغ کے دبستان کے اس وقت باقیات الصالحات سمجھے جاتے ہیں، مرتب سے فرمایا تھا کہ غالب کا رنگ آپ پر مسلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو، لیکن مرتب کو یقین ہے کہ سراج کے کلام کا مطالعہ جو شخص محض اس نقطہ نظر سے کریگا۔ اسے سادگی کے درمیان جگہ جگہ ایسے اشعار ملیں گے جن پر غالب کی طرز فکر کا دھوکا ہوگا۔ اور وہ شاید یقین کریگا کہ غالب کی نظر سے سراج کا کلام ضرور گزرا ہوگا۔ تفصیلی بحث کی یہاں گنجائش نہیں، مختصر طور پر جب ہم غالب کے مخصوص انداز کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب، فکر کی ندرت اور اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے نفیس اور بلیغ ترکیبوں کا وضع کرنا ہوتا ہے اس نقطۂ نظر سے سراج کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

اگرچہ یار کا ہے عضو عضو مرکزِ خوبی — ہے نقطہ دہنِ تنگ پر مدارِ تبسم

ہے دل مرا گلِ رعنائے فصلِ غیر مقرر — کبھی خزانِ تغافل کبھی بہارِ تبسم

عالم آب ہے سیرابیٔ گلزارِ جنوں — خطِ ساغر رگِ برگِ گل سودا سمجھوں

تپشِ دل ہے مجھے شاہدِ مقصود کا وصل — پیچشِ دودِ جگر زلفِ چلیپا سمجھوں

چشمِ عبرت سے تماشائے جہاں کرتا ہوں — خاک در خاک ہے یہ انجمن گل در گل

رخسار پر صنم کے جو خال سیاہ ہے — وہ مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

خیالِ نرگسِ ساقی سیں ہاں ہے لرزش میں — ہوا ہے رعشہ فزا کثرتِ مدامِ شراب

اس مشابہت کا ایک سبب مرتب نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک توجیہ یہ ہے کہ سراج اور غالب دونوں نے مرزا بیدلؔ سے الہام حاصل کیا تھا۔ چنانچہ طرزِ فکر کے علاوہ بیسیوں الفاظ اور ترکیبیں سراج کے کلام میں ایسی ملتی ہیں، جو آج غالب کے ساتھ مخصوص سمجھی جاتی ہیں، مثلاً سبک روحانِ معنی، خارگرانِ جاں، فکرِ شرر افشانیِ دل، کاکلِ خم بخم، بلائے جانِ ہر نخچیر، چراغانِ فراق، شکستِ موج، گوہر افشانیِ لبِ دُر یا نیاز، حسنِ گل فریب، خانۂ زنجیر، بستۂ زلف گرہ دار وغیرہ ان ترکیبوں میں ادائے مفہوم کی وہی ندرت پوشیدہ ہے جو غالب کا طرۂ امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً "فکرِ شرر افشانیِ دل" سے سراج کی مراد ہے دل میں آگ کے شعلے جو بھڑک رہے ہیں، ان کے فرو کرنے کی تدبیر۔ "چراغانِ فراق" آگ جو جدائی میں بھڑک رہی ہے "شکستِ موج" پانی کی سیدھی لہروں میں ہوا یا کسی اور وجہ سے جو کجی پیدا ہو جاتی ہے۔

سراج اور غالب کا ایک مشترک رجحان "تصوف" ہے۔ میر درد کو مستثنیٰ کر کے، حالی نے تمام اردو شاعروں میں، غالب کو حقیقی متصوفانہ ذوق رکھنے والا

شاعر سمجھا ہے۔ اس میں مبالغہ بھی نہیں ہے کیونکہ غالب کچھ تو فطری میلان طبع کی وجہ سے اور کچھ زمانے کی ستم ظریفیوں سے، بد دل ہو کر، تصوف کی طرف رجوع ہو گئے تھے اور تصوف مایوس قلوب کا بڑا سہارا ہوتا ہے، نہ صرف ذہنی بلکہ حقیقی سہارا۔ ہماری فلسفیانہ ذہنیتیں فطرتاً ہمیشہ اس طرف ڈھلتی رہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ حالی کے پیش نظر ولی اور سراج کا کلام نہیں تھا ورنہ وہ ان کو کبھی نہ بھلا سکتے۔ سراج کے کلام میں ولی سے بھی زیادہ متصوفانہ رجحان کارفرما ہے۔ ولی کی زندگی کا بڑا حصہ صوفیوں کی صحبت میں گذرا تھا۔ لیکن سراج کی یہ عین زندگی تھی، اور اسی پر ان کی شعوری زندگی کی ابتدا، اور انتہا ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان کی شاعری متصوفانہ رنگ میں ایک امتیاز رکھتی ہے۔ ان کی متصوفانہ شاعری میں بھی، عشقیہ اور غنائی شاعری کی پوری گھلاوٹ موجود ہے۔ سراج کا شمار بہ حیثیت مجموعی اردو کے غنائی شاعروں میں ہوتا ہے، لیکن ان کی شاعری کو اس نوع کے دوسرے شعرا، مثلاً ایک طرف ولی اور دوسری طرف میر تقی میر سے جو چیز ممیز کرتی ہے، وہ تصوف ہے۔ عام شعرا کے پاس تصوف، شعری مضامین میں سے ایک مضمون ہوتا ہے جس کے متعلق شیخ علی حزیں نے کہا تھا کہ "برائے شعر گفتن خوب است" اس کے برخلاف سراج کے لئے یہ حقیقت تھی۔

سراج کا تصوف، بندۂ خانقاہ صوفی، اور طالبِ جنت زاہد سے بالکل جدا ہے، جس میں نفسانیت، خوف یا نفع اور نقصان کے کاروباری احساس کو دخل ہوتا ہے۔ ان کا تصوف صاحبِ دل کا تصوف ہے جس میں مطلوب حقیقی حُسنِ مجسم ہے۔ جس عبادت میں محبت نہ ہو وہ اُسے "زہد" سے تعبیر کرتے ہیں اور لطیف پیرایہ میں اس کا خاکہ اڑاتے ہیں۔

اے زاہد و تمہیں فردوس کی تمنا ہے　　ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے

ایک جگہ کہتے ہیں کہ زاہدِ خشک محبت کے ناقابل ہے۔

زاہدِ خشک کوں شراب نہ دے　　آب دے خار و خس کوں آگ نہ دے

مذہبِ زاہد اس سے بدتر ہے　　عاشقِ پاکباز کا مشرب

چاہیے زاہدوں کوں حجرۂ تنگ　　باغِ عاشق ہے وسعتِ مشرب

ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ عشق کے سامنے زہد کے پیر بھی اکھڑ جاتے ہیں۔

زلف کا فر سیں لگی بہنے نسیمِ مشک بو　　زاہدو باد خزاں ہے گلشنِ ایمان کا

اگر مسجد میں اے زاہد دوست نیم خواب آوے　　ترے ہر دانۂ تسبیح سیں بوئے شراب آوے

سُنا ہے جب سیں تیرے عشق کا شور　　لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

غرض سراج کی شاعری کی پوری اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہ ذہن نشین رکھنا

ضروری ہے کہ انہوں نے تصوف کو بعض دوسرے فارسی اور اُردو شعراء کی طرح کبھی تفریح طبع کا ذریعہ نہیں جانا۔ ان کے لیے یہ حقیقت تھی اور اسی وجہ سے ان کی متصوفانہ شاعری میں وہ لطف اور گھلاوٹ پیدا ہو سکی، جو شاید کہیں اور مشکل سے نظر آئے۔ بقول مولانا احسن مارہروی "سراج تمام مظاہر قدرت کے جلوؤں کو ہمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ہیں"۔

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہر نور الٰہی ہے
سراج اب دیدۂ وا سیں صمد دیکھا صنم بھولا

کچھ تو مرشد برحق کی رہبری سے اور زیادہ تر، اپنے ذاتی لگاؤ کی وجہ سے، وہ سلوک کے مراحل جلد جلد طے کرتے گئے اور ہر مقام پر جو نئے مکاشفات ہوتے، شاعر ہونے کی حیثیت سے وہ ان کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ ان کی شاعری ایسے اشعار سے بھری پڑی ہے، جن میں وہ اپنے مخصوص صوفیانہ عقائد کا اظہار فرماتے ہیں۔ ایک شعر میں خداوند عالم کے اس عالم سے علیحدہ نہ ہونے کے خیال کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

نور جاں فانوس جسمی سے جدا کب ہے سراج
شعلہ تار شمع سیں کہتا ہے من حبل الورید

صوفی کی نظر میں یہ عالم اگر کچھ ہے تو وہ محبت کا کرشمہ ہے۔ اس میں رہ کر جو محبت کا ذوق نہ پیدا کرے، وہ کور ہے، بے حس ہے۔ اور اگر وہ مرتاض ہے تو

زاہد خشک ہے۔ یہاں کی ہر محبت، دل و دماغ کی تربیت کر کے حقیقی محبت کے لئے راہ ہموار کردیتی ہے۔ یہ سراج کا غیر متزلزل عقیدہ تھا۔ فرماتے ہیں۔

ہر گز نہیں ہے اس کوں حقیقت کی چاشنی　　جس نے مزہ چکھا نہیں عشقِ مجاز کا

زندگی کا کمال محبت ہے اور زندگی کی تکمیل محبت سے ہوتی ہے۔

ارے شرابِ خرد کے کیفی نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی

مئے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہے گا

عقل و محبت کے بارے میں یہی عقیدہ اقبال کا بھی تھا، جس کے اظہار کا کوئی موقع انہوں نے ہاتھ سے نہیں دیا۔ سراج کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے ہیں، جن میں، عقل کو، محبت کے مقابلے میں ادنیٰ تر بتلایا گیا ہے۔ ان دونوں کے بُعد کو سراج نے ایک جگہ اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

اگر خواہش ہے تجھ کوں اے سراج آزاد ہونے کی　　کمندِ عقل کوں اپنے گلے کا ہار مت کیجو

محبت سراج کی نظر میں وہ چیز ہے، کہ جس کو حاصل ہو جاتی ہے، کائنات کے سارے راز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔

روشن ہے سبب عشق کے کیفیتِ عالم　　آئینۂ دل ساغرِ جمشید ہوا ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں کہ سالک پر جو کیفیات طاری ہوتے ہیں۔ ان کا تدریجاً اسا

اظہار بھی اس عالم میں ایک ہنگامہ برپا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسی خیال کو استعارے کے پیرایہ میں کس لطف سے ادا کیا ہے۔

خدا جانے اٹھے کیا دھوم مچانے میں عالم کے ۔۔۔ اگر دل نشۂ بے اختیاری میں بہک جاوے

سراج نے عشق و محبت کے مشرب کو زاہد خشک کی شریعت کے نقطہ نظر سے جگہ جگہ کفر سے بھی تعبیر کیا ہے ؎

کہتے ہیں تری زلف کوں دیکھ اہلِ شریعت ۔۔۔ قربان ہے اس کفر پر ایمان ہمارا

اگر ثابت ہے اے دل کفر میں توں ۔۔۔ قیامت میں یہی اقرار کرناں

سالک کی نظر سے جب امتیازات ظاہر کے پردے اٹھ جاتے ہیں تو اس کی نظر میں "من و تو" اور شیخ و برہمن کے فرق ہیچ ہو جاتے ہیں۔ اس خیال کو کس شاعرانہ لطافت سے ظاہر فرمایا ہے۔

مشربِ عشق میں ہے شیخ و برہمن یکساں ۔۔۔ رشتۂ سبحہ زنار کوں کوئی کیا جانے

کفر و ایماں دونوں ہیں عشق کیں ۔۔۔ آخرش دونوں کا سنگم ہوے گا

اسی سلسلہ میں سراج کی عاشقانہ شاعری پر بھی غور کرنا مناسب ہے۔ غزل فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں غنائی شاعری کے لئے مخصوص صنف رہی ہے۔ اس لحاظ سے غزل میں بغیر عشق و محبت کی چاشنی کے لطف ہی نہیں

آ سکتا۔ اسی رعایت کے التزام نے "اکثر" نوآگران نخوردہ گزند" کو بھی عاشقانہ گوئی پر مجبور کر دیا۔ لیکن حقیقی واردات اور فرضی اور رعایتی جذبات میں بہت بڑا فرق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری شاعری کے مطالعہ سے' اس طرح کے جذبات بیان کرنے پر شعرا کو تھوڑی بہت ندرت حاصل ہو جاتی ہے' لیکن سچی محبت کی واردات' ان کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ سراج کی محبت کی داستانیں زبان زد ہیں اور ان کی عاشقانہ گوئی میں حقیقت کے جو جلوے موجود ہیں' وہ نہایت سرسری مطالعہ کرنے والے پر بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ یہاں خود اختیاری عاشقی کے مبالغہ آمیز جذبات اور غیر فطری آہ و نالہ کا کہیں پتہ نہیں چلے گا۔ محبت ان کی سرشت میں داخل تھی اور یہی ان کے "استاد مہربان" کی "تلقین" بھی۔

"سراج یہ مجھے استاد مہرباں نے کہا کہ علم عشق سیں بہتر نہیں ہے کوئی علم"

لیکن سراج کی عاشقانہ شاعری کی دو پہلو ہر جگہ نمایاں ہیں۔ ایک تو اس دنیائے رنگ و بو کی حسین چیزوں کی قدر دانی ہے جس میں ان کے کلام کا وہ سارا حصہ ان کے ذاتی عنصر کے ساتھ آجاتا ہے' جو اساتذہ پیشین کی اصطلاحوں میں سر انجام کیا گیا ہے۔ اس میں صداقت اور حقیقت کا جو لطف موجود ہے وہ عام شاعروں کے

کلام میں کم دیکھا جاسکیگا۔ یہ سراج کی حسن پسند طبیعت کا لازمی خاصہ اور ان کا عقیدہ تھا کہ اس جہان فانی کی حسین چیزیں بھی جو دراصل اسی حسنِ ازل کا ایک پرتو ہیں بے اعتنائی سے گزر جانے کے قابل نہیں ہیں۔ ان سے مذاقِ روح کی تربیت کے لئے، وسیلے کا کام لیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے۔

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش　　راہ عشقِ مجاز لازم ہے

سراج کی شاعری کا یہ حصہ عام پڑھنے والوں کے لئے سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اسی میں ان کے حسن فطرت کے مشاہدے، لطف گویائی، ترنم، تشبیہ اور استعارے کی برجستگی، تلمیحوں کی ندرت، علم بدیع کا لطف بے تکلفی اور سادگی کے تمام محاسن بروئے کار آگئے ہیں۔

اس حصۂ کلام سے انتخاب اس لئے دشوار ہے کہ بہتر سے بہتر غزلیں اور اشعار نظر کے سامنے سے گذرتے جاتے ہیں۔ اور کوئی شعر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ تاہم نمونے کے لئے چند شعر یہاں سرسری طور پر انتخاب کرکے لکھے جاتے ہیں۔

شربتِ دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے　　بے رخِ ساقی حیاتِ جاودانی ہیچ ہے

اس کے دامن کوں اگر ہات لگاویں عاشق　　تند ہو گرد کی مانند جھٹکتا جاوے

کہا میں یار کوں دیکھو لگا یہ چہرہ　　مجھے غصے سیں بولا بیٹھ منہ دیکھ

کب نظر آوے گا یارب وو مرا آرام جاں   دوست بیگانے ہوئے جس [illegible]

کاش کے بر میں نہ ہوتا پیرہن   [illegible]

اس سبب بہتر ہے صورت [illegible]   [illegible]

خوب رو عاشقوں کے عاشق ہیں   [illegible]

صحن گلشن میں گل و بلبل کوں یکجا دیکھ کر   [illegible]

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سمرت   [illegible]

اس خط کوں شرح مخزن اسرار مت کہو   [illegible]

یاد رکھا ہے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمہ لعل   [illegible]

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی   [illegible]

رنگین بہار جنت ہے دوزخ ہے مجھ کوں اس بن   [illegible]

مجھے نگاہ تغافل رقیب پر لطف   [illegible]

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی ستی   [illegible]

ادائے دلفریب سرو قامت   [illegible]

دیکھا ہے جس نے مصرع موزوں قد یار   [illegible]

ہم شہیدوں پر ستم جیسے ہو   [illegible]

مصحف حسن کوں دکھا، کہ ہوا
تری زلفوں سیں دین میں اشکال

طبع نازک سیں تری ڈرتا ہوں ورنہ اے صنم
جاں نثاری تجھ قدم پر مجھ کوں دشواری نہیں

حجاب جلوہ دیدار ہے مجھے مانع
وگرنہ یار سیں آساں ہے ہم زباں ہونا

عاقلوں کوں گرچہ ہے فکر رسا
بند ہیں تجھ زلف کے جنجال میں

ہوا ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں
تو دیکھ اس کے تغافل کا تماشا

دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن
کہاں لگ ہو کوئی حائل کسی کا

زنجیر بھلی قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں
پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا

وو ظالم کیا قیامت ہے کہ انداز تغافل سیں
جواب گریہ عاشق لبوں میں مسکرایا ہے

نیاز و عجز و ارادت، یہ سب میری تقصیر
پہ یہ نگاہ تغافل، گناہ کس کا ہے

ان اشعار کے مقابلے میں، ان کے کلام کا وہ عاشقانہ حصہ ہے جس سے صاف طور پر اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہاں ان کا مطمح نظر اس عالم آب و گل کا حسن زوال آمادہ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں ان کی نظریں حسن و خوبی کے اس سرچیوں اور لازوال سرچشمہ کو تاک رہی ہیں، جو روح بخش عالم ہے

میری طرف سیں یار کوں جا بول اے سراج
عالم ترے جمال کا امیدوار ہے

لے لئے سب سیں خطِ آزادی
ہم تو اب ایک کے غلام ہوئے

بیانِ عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر
نہیں سراج یہ قصہ تمام ہونے کا

موعودِ الست اس نے فراموش کیا ہے
بھولا ہے جو کوئی وعدۂ جادو نگہاں پر

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم
کہ اصل ہستی بے بود ہے عدم کا عدم

اور عاشقوں مثال مجھے تم نہ بوجھیو
سب مبتلائے عام ہیں میں مبتلائے خاص

طوافِ کعبۂ معنی کوں جا یار
نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

غیر کا نقش غیر نقش نگار
صفحۂ دل ستی کیا ہوں حک

بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ سراج
عشق کی لذت اسے ہے جس نے عالم کوں تجا

جل گیا شوق کے شعلوں میں سراج
اپنی دانست میں بچا نہ کیا

نظر کر دیکھ ہر شے مظہرِ نورِ الہٰی ہے
سراج اب دیدۂ واسیں صمد دیکھا صنم بھولا

ورد کر اے سراج نامِ علی
یاد کر عشقِ حیدری کی طرح

اسی سلسلے میں انکا مخمس ۸ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ فارسی کا پہلا مخمس بھی ان کے اسی ذوق کا آئینہ دار ہے۔

سراج کی لفظیات، اسالیب، تشبیہوں، استعاروں اور تلمیحات میں ولی کی طرح بہت وسعت ہے۔ کم اردو غزل گو شعراء ہونگے، جن کے الفاظ اور اسالیب کے خزانے اتنے وسیع ہوں۔ یہ چیزیں انہیں بروقت سوجھ بھی جاتی ہیں۔ اس کا

سبب یہ ہے کہ وہ سماعی اور ذہنی نقشوں کے مقابلے میں حقیقی مشاہدے یا محسوسات کے تاثرات پیش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر صرف معشوق کے لئے انہوں نے اتنے زیادہ الفاظ اور استعارے استعمال کئے ہیں کہ غزل گو شعرا میں سوائے ولی کے شاید ہی کسی نے استعمال کئے ہونگے۔ جاناں، سجن، من ہرن، موہن، پیو، شوخ، صنم، یار، چاند، دوست، جانی، گلبدن، وغیرہ میں خود کئی لفظ نئے نظر آئینگے اس کے علاوہ انہوں نے کئی نفیس استعارے اور کنائے بھی وضع کئے یا استعمال کئے ہیں۔ جن کی ترکیبیں ذہن میں ایک روشنی سی پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً کانِ حسن، دریائے حسن، دُرِ دریائے حسن، گلِ گلشنِ خوبی، بہارِ مراد، جانِ سراج، جانِ نظر، مقصدِ سراج، غزالِ حرم، مطلعِ حسن و جمال، لالۂ گلزارِ جاں، جانِ چشمِ انتظار وغیرہ یہی وسعت ان کے اسالیب میں بھی ہے۔ پڑھنے والوں کو کلیات میں جگہ جگہ ایسے شعر ملیں گے جن کے اسالیب کے متعلق وہ محسوس کرینگے کہ یہ اب ہماری شاعری کے لئے نئے ہو گئے ہیں۔

تشبیہیں اور استعارے، جب وہ سادہ، بے ساختہ اور برجستہ ہوں تو کلام کی جان ہوتے ہیں۔ ان سے شعر کے حسن میں کس قدر اضافہ ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو ولی، میر یا سودا، کے کلام کا مطالعہ کرتا ہے۔ سراج کے کلام سے یہاں چند نمونے پیش ہیں۔

خون دل آنسوؤں میں صرف ہوا　　　گر گئی یہ بھری گلابی سب

دِل کا استعارہ گلابی سے شاید انوکھا نہ ہو، لیکن خونِ دل کے آنسوؤں کی شکل میں ضائع جانے کو بھری گلابی کے گر جانے سے تعبیر کرنا، ایک ندرت رکھتا ہے۔ چند اور تشبیہوں کی سادگی ملاحظہ ہو۔

یا برگ گل پہ سبزہ سیراب ہے عیاں　　　یا لعل لب پہ خط زمرد نگار ہے

باغ نے سرو کی انگلی کوں لب جو نہ رکھا　　　حیف کھاتا ہے کہ وو سرو خراماں نہ ہوا

اس کے چہرے پر سویدائے جگر　　　نقطۂ مشک ختن ہو دل ہوا

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں　　　نشان گلشن فردوس زاغ پاتا نہیں

رقیب کو زاغ اور معشوق کی گلی کو بہشت سے تعبیر کرنا ایک انوکھا لطف رکھتا ہے۔ ایک اور جگہ انہوں نے رقیب کو خار گلشن حسن بھی لکھا ہے۔

گلی میں شوخ کی مجھ کوں ہمیشہ مانع ہے　　　ہوا رقیب میرے حق خار گلشن حسن

رخسار یار حلقہ کاکل میں ہے عیاں　　　یا چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

رخسار پر صنم کی جو خال سیاہ ہے　　　وو مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے رخ پر　　　عروس حسن کوں گویا کہ ہے محافہ مشک

تلمیحات میں سراج کی فکر لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، رستم و جمشید وغیرہ

تک محدود نہیں ہے۔ وہ ہندی تلمیحات کا بھی بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ فارسی اور عربی تلمیحات کے علاوہ ان کے کلام میں ہیر رانجھا، چندر بدن و مہیار، بھیم، ارجن، رام لچھمن، بید، وغیرہ جیسی ہندوستانی تلمیحوں کی بھی کافی تعداد موجود ہے ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

مشتاق ہوں میں تیری فصاحت کا ولیکن   رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز
روح چندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر   خوب نہیں تربت مہیار کی سوگند نہ کھا
نین راون ہیں ارجن بال پلکیں سینوں دھنک بھیم کی   ہمارے دل کی دکھ نگری کے راجا رام چندر رہو

علم بدیع کی صنعتوں کا استعمال جیسا کہ عام اردو شعرا کے پاس ہوتا ہے، وہ اکثر ایک حسن کی بجائے ایک دماغی کاوش بن کر رہ جاتا ہے۔ لیکن قدیم شعرا، ولی، میر اور سودا کے پاس جہاں ان کا استعمال غیر شعوری طور پر ہو جاتا ہے، لطف شعر میں بیش از بیش اضافہ کر دیتا ہے۔ یہی امتیاز سراج کی صنعتوں میں موجود ہے صنعتیں انھوں نے بہت کم استعمال کی ہیں، لیکن جہاں استعمال کی ہیں وہاں ان کی بے ساختگی پڑھنے اور لطف اندوز ہونے کے قابل ہے۔ ذیل میں چند نمونے درج ہیں

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار   نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف
رحم مجھ پر کر مرِ رقیبوں پر   ہوئے تو بہتر نہ ہوئے تو بہتر ہے

گھٹا غم، آہ بجلی، اشک پانی — برستا ہے عجب برسات تجھ بن

ہر صفحہ اس کے حسن کی تعریف کے طفیل — گلشن ہوا، بہار ہوا، بوستاں ہوا

تجھ زلف کی شکن ہے مانند رام گویا — یا صبح پر ہماری آئی ہے شام گویا

خط کھینچ اپنے خط پہ دیا خطِ بندگی — نو خط کے خط کے تئیں خطِ ریحاں غبار آیا

اس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل — طالع مرے کا نیک ستارا کب آئیگا

ایک غزل (۳۵ ردیف الف) سراج نے پوری صنعت عاطلہ میں لکھی ہے۔

دوسری غزل (۱۱۸ ردیف نون) صنعت متلون میں ہے جس کا ایک وزن ہزج سالم مثمن ہے اور دوسرا وزن مجتث مثمن مخبون ہے

کیا ہے کشورِ دل کو تمہارے ظلم نے ویراں — کروگے پھر بسیں کب تک ہمارے درد کا درماں

سراج کی لفظیات کا خزانہ بھی بہت وسیع ہے۔ اس کی ایک مثال ان الفاظ اور استعاروں کی تفصیل سے مل سکے گی جو انہوں نے معشوق کے لیے استعمال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پورے کلام میں جگہ جگہ ایسے الفاظ دستیاب ہوتے ہیں، جو اس زمانے میں عام شعرا کے کلام میں استعمال نہیں ہوتے۔ اور یہ الفاظ شیرینی اور لطف میں عام اردو شاعری کے کسی لفظ سے کم نہیں ہیں۔ ذیل کے شعر نمونۃً پیش ہیں۔

کیسری جامہ بدن میں اس کے دیکھ — دل ہمارا دھول دھانی ہوگیا
عشق کی مٹھ میں تصور اس غزالی چشم کا — عشق کے بیراگیوں کوں مرگ چھالا ہوگیا
رخسار یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں — یا چاند ہے سراج اماوس کی رات کا
صبر کے باغ کے منڈوے سیں جھڑا ہوں جیوں پھول — اب تولا چار گلے ہار ہوں کن کا اُن کا

ایک آخری نمایاں خصوصیت، سراج کی شاعری کی نغمہ زائی اور ترنم ریزی ہے۔ ان کے جذبات کی رقت انگیزی اور الفاظ کا ترنم ایک دوسرے کے ساتھ مل کر، ان کی غزل کو پڑھنے والے کے قلب جاں میں پیوست کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد ان کی اکثر غزلیں عرصہ تک کانوں میں گونجتی رہتی ہیں۔ ایسی غزلیں پورے دیوان میں سینکڑوں ہیں، ان کا انتخاب کرنا آدھے سے زیادہ دیوان کو یہاں نقل کر دینا ہوگا۔

موجودہ غنائی شاعری میں بھی ترنم پیدا کرنے کی خاص طور پر کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن سراج اور دوسرے قدیم شعرا مثلاً ولی، میر وغیرہ کے کلام کی نغمہ زائی اور موجودہ شاعری کے ترنم میں تھوڑا سا فرق ہے۔ موجودہ شاعری میں ترنم کا اصلی ماخذ، بحریں اور خاص طور پر ہندی بحریں ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ان شعرا کے پاس یہ چیز الفاظ کے انتخاب، اور ان کی نشست اور بندش سے

پیدا ہوتی ہے۔ بحریں اور ردیفیں اور قافیے بھی وہ اکثر نہایت مترنم استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عموماً وہ عام طور پر مقبول بحروں سے ترنم پیدا کرنے کے گر سے بخوبی واقف تھے۔ یہ دراصل ان کے ذوق اور ان کی روح میں ترنم کے موجود ہونے کا ثبوت ہے۔ معمولی معمولی الفاظ کا استعمال وہ اس طور پر کرتے ہیں کہ ان سے نغمہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً سراج کا یہ شعر لیجئے۔

نازک بدن سیں مت مل کئی بار میں کہا ہوں جامن تری خوشی ہے رسوائے عام ہونا

اس میں "من" کے لفظ میں جو ترنم ہے وہ ہر صاحب ذوق پر واضح ہے۔ یہاں دل کا لفظ بھی وزن کو چھیڑے بغیر آسانی سے بٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن جس شاعر کے ذوق میں نغمہ بسا ہوا ہو وہ کبھی ایسی بدذوقی سے کام نہیں لے سکتا۔ ذیل کے شعر میں ترنم صرف "لالہ گلزار جاں" سے پیدا ہوتا ہے۔

کہو اس لالہ گلزار جاں کوں کبھی تو دیکھ داغ دل کسی کا

ان مثالوں میں آسانی کے ساتھ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خواہ مخواہ بحث کو طول دینا ہوگا۔

کسی شاعر کے کلام کی خوبی کو جانچنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ اس کے کلام میں اس مقصد اور اس وجہ تحریک کی تلاش کی جائے جو اس کو شعر کہنے پر

مجبور کرتی ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ غزل کی شاعری میں ایسی جستجو بعض وقت "کوہ کندن و کاہ برآوردن" سے زیادہ مفید نہ ثابت ہوگی کیونکہ غزل گو شاعر کے مضامین اس قدر وسیع اور ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ انہیں کسی ایک اصول پر جمع کرنا دشوار ہو جاتا ہے ۔ کبھی کبھی اس کے بیانات میں اختلاف اور تضاد بھی موجود ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جتنے خیال ہیں اتنے ہی مقصد ہونگے ۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہر شاعر کے لئے کوئی نہ کوئی بنیادی جذبہ ہمیشہ وجہ تحریک کا کام کرتا ہے ۔ اور اگر اس کی شاعری کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بھی پتہ چلے گا کہ اس کی تمام کاوشوں کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہے ۔ مثلاً یا تو وہ حسن صورت کا دلدادہ ہوگا یا حسن زبان اور لطف گفتار اس کے شعر کے محرک ہونگے بعض شاعر ایسے بھی ہیں جو اپنے قلب کے اندر درد کی ایک کسک رکھتے ہیں اور اسی سے بے چین ہو کر وہ بے اختیار کچھ کہہ اٹھتے ہیں ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شاعر کے کلام میں یہ تینوں خصوصیات کم و بیش موجود ہوں ۔

اس نقطۂ نظر سے سراج کے کلام کو ٹٹولا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ حسن صورت پر فریفتگی سے زیادہ دل کی بے چینی کی تحریک پر شعر کہتے تھے اور ان کا مخاطب

بیرونی دنیا کی بجائے، خود ان کا دل ہوتا ہے وہ دوسروں کو متاثر کرنے کی بجائے خود آپ متاثر ہوتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

نہ بوجھو خود بخود کرتا ہوں میں تعریف اس خط کی
کہ یہ مضمون مجھ کوں عالمِ بالا سیں آتے ہیں

ان کی فارسی شاعری کا آغاز جس طریقے سے ہوا، وہ اس بات کا بڑا ثبوت ہے۔ سراج کی شاعری کی یہ ایسی خصوصیات ہیں جو اس کو زندہ رکھنے کی ضامن ہیں۔ ان کے زمانے سے لے کر آج تک، شاعری کے عام مذاق میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوتی رہی لیکن، ان کے کلام کا مطالعہ لوگ ہر زمانے میں کرتے رہے۔ ان کے بہت سے شعر لوگوں کی زبان پر ہیں۔ گو انہیں ان کے مصنف کا علم نہیں۔ "قبول خاطر"، و "لطف سخن" کی یہی علامتیں ہیں۔ علامہ صدر یار جنگ جناب حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے "نکات الشعراء" کے مقدمہ میں میر کے حسن انتخاب کے ثبوت میں، شعراء کے جو بہترین شعر پیش کئے ہیں ان میں سراج کے بھی تین شعر انتخاب کئے گئے ہیں اور یہ صرف گیارہ اشعار سے منتخب ہوئے ہیں۔ میر کے سوا اردو کے جتنے بڑے شاعر گذرے ہیں، ان کا کمال کسی ایک صنف میں ظاہر ہوا ہے یوں کہنے کو تو ہر شاعر نے ہر صنف میں کچھ نہ کچھ کہہ گیا،

ولی سے پہلے کے شاعر، سوائے محمد قلی اور بحری کے سب کے سب مثنوی یعنے
بیانیہ شاعری یا مرقع نگاری میں چابک دست تھے ۔ ولی کا شہ کار ان کی غزل
ہے ۔ سودا اور ذوق قصیدے کے استاد ہیں، میر حسن، نسیم اور شوق
مثنوی کے ماہر ہیں ۔ میر انیس مرثیہ اور اس کے متعلقات میں اپنا نظیر نہیں
رکھتے ۔ غالب فلسفیانہ غزل میں اور داغ عاشقانہ غزل میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ۔
سراج اور بحری ایسے سخن سنج ہیں، جنھیں داخلی اور غنائی شاعری یعنے غزل
اور بیانیہ شاعری اور مرقع نگاری دونوں میں دستگاہ تھی ۔ سراج غزل کے
بلاشبہ استاد ہیں ۔ لیکن مثنوی میں بھی ان کی جگہ صف اول میں ہے ۔
"بوستانِ خیال" کیا بلحاظ موضوع اور کیا بہ لحاظ شاعرانہ خوبیوں کے،
اردو مثنویوں میں بلند پایہ رکھتی ہے ۔ یہ مثنوی لفظاً ہر ایک داستانِ محبت معلوم
ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ شاعر کے ذاتی واردات کا مرقع ہے ۔ اسی لئے اس کے
اثر میں بہت اضافہ ہو گیا ہے ۔ ممکن ہے کہ اس میں بعض اور مثنویوں کے مقابلے
میں شاعرانہ صناعی کم صرف ہوئی ہو، اور شاعر نے اسے مرعوب کن بنانے کی کوشش
کم کی ہو ۔ لیکن بیان کی سادگی، زبان کی سلاست، مضامین کے ربط اور
مجموعی ڈرامائی اثر کے اعتبار سے اردو کی بہترین مثنویوں میں سے یہ کسی سے کم

نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی، اس کا سیدھا سادھا اور راست طریقہ اظہار ہے۔ سراج نے محض شاعرانہ کمال دکھانے کے لئے، اس میں کہیں بھی صناعی سے کام نہیں لیا۔ اس کے باوجود، اس میں جگہ جگہ ایسے ڈرامائی موقعے پیدا ہو گئے ہیں، جو نظم کی جان ہیں۔ پوری نظم، اس کے متصوفانہ اخلاقی اجزا کو چھوڑ کر ایک ڈرامائی زور رکھتی ہے، جو اردو کی طویل نظموں میں کم دیکھا گیا ہے۔ نظم کے موضوع کا ابتدائی تصور ہی ایک نفیس ڈرامائی احساس پر مبنی ہے چنانچہ شاعر، واقعہ نگار کی طرح، اس میں، واقعات کو تاریخی ترتیب سے نہیں شروع کرتا بلکہ اس کا تعارف ایک انوکھے انداز میں، ایسے موقع پر کراتا ہے کہ جس سے اس میں ڈراما کا پورا لطف اور اثر پیدا ہو گیا ہے۔ واقعات کی یہ ترتیب اردو کی عام مثنویوں میں مفقود ہے۔ ہمارے فرضی قصوں کے مقررہ ضابطوں میں سے کسی ضابطہ کی اس میں پابندی ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے اسی لئے "بوستان خیال" اردو مثنویوں میں ایک انوکھی مثنوی ہے۔ اس کا فنی پایہ اسی قدر بلند ہے جس قدر اردو کی کسی اور مثنوی کا ہو سکتا ہے۔

اس مثنوی کے مخصوص انداز کے متعلق جناب محمود اسرار بہروی فرماتے ہیں: "ان مثنویوں کے سوا جو عادل شاہی اور قطب شاہی زمانوں میں شعرائے جنوب نے

لکھی ہیں، شمالی ہند میں، اس سے پہلے اس رنگ و انداز میں غالباً کوئی مثنوی نہ ہوگی"[1]۔ مثنوی کے موضوع کے متعلق آپ رقمطراز ہیں۔

"سراج کی مثنوی ..... ایک دل ریش درویش کے دلی جذبات ہیں۔ جن کی حقیقت کو مجاز کے پردے میں حفظ مراتب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے..... اس مثنوی کے مطالعہ سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ وہ تمام مظاہر قدرت کے جلووں کو ہمہ اوست کی عینک سے دیکھتے ہیں۔......"

مثنوی کے اسلوب اور زبان کے متعلق بھی آپ کی رائیں بالاستیعاب مطالعہ کا نتیجہ ہیں، چنانچہ مثنوی کے اشعار ۱۶۷ کے بعد کا اقتباس پیش کرکے آپ استدلال کرتے ہیں۔

"یہ دل فریب بیان جس انداز سے کیا گیا ہے، اس سے بہتر عاشقانہ جذبات اور مخصوص حسینان بے تکلف کی سیرت نگاری کا مرقع نہیں کھینچ سکتا ...... معنوی خصوصیات کے بعد لفظی مناسبات پر نظر ڈالی جائے تو اس انجمن میں بھی، سراج، لعل شب چراغ نظر آتے ہیں...... بالاوسط فی صدی دو چار دکنی محاورات

[1] رسالہ "سہیل" ص ۳۵۔ ڈسمبر ۱۹۲۶ء

کے سوا تمام وہی روزمرہ، وہی انداز بیان موجود ہے جس کو حاتم، آبرو اور میر و سودا نوک زبان بنائے ہوئے تھے۔ اور اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس مثنوی میں اکثر اہل دہلی کے مقابل میں یہ خصوصیت نمایاں ہوتی ہے کہ ثقیل الفاظ اور ٹھیٹ فارسی ترکیبوں سے سراج نے یک قلم قطع تعلق کیا ہے۔ نہایت سادہ اور آسان زبان میں تمام مطالب ادا کئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ قوافی کی موزونیت اور ترنم کو ملحوظ رکھا ہے۔"

آخر میں مثنوی کی مجموعی اہمیت کا تصفیہ آپ نے اس طرح فرمایا ہے۔

"ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ سراج نے جو واقعہ "بوستان خیال" میں نظم کیا ہے، وہ صحیح ہے یا غلط۔ صرف دیکھنا اور دکھانا یہ ہے کہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ واقعی وقوعی ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہیں اور شاعر نے ان کے ادائے بیان میں وہ تمام فرائض ادا کئے ہیں، جو یک مثنوی نویس کے لئے لازم ہیں تو اس سے زیادہ مثنوی کی اور کیا تعریف ہو سکتی ہے۔"

"بوستان خیال" کے فنی پایہ کے متعلق مرتب کا خیال ہے کہ "گرخاکے کی تکمیل، اور روزمرہ کے مانوس ہونے کا لحاظ کیا جائے تو "سحر البیان" کو اس مثنوی پر فوقیت حاصل ہے، ورنہ حقیقت میں "سحر البیان" اور "بوستان خیال"

کے آرٹ بالکل مختلف ہیں۔ ایک کا رجحان، صوری تکمیل اور مقررہ ضابطوں کی پابندی کی طرف زیادہ ہے، دوسری حسن فطرت کی سادہ تصویر ہے۔ اور ہر ایک کارنامہ اپنی اپنی جگہ بے نظیر ہے۔

"بوستان خیال" کے واقعہ کو بعض نقاد، حقیقت، سمجھتے ہیں جو مجاز کے پیرایہ میں پیش کی گئی ہے۔ اس میں بعض شخصی اشارے ایسے موجود ہیں کہ اگر اس مجاز کی بنیاد بھی حقیقت ہو تو کوئی تعجب نہیں۔ اور اس واقعہ کو سراج کی زندگی کے چوکھٹے میں بٹھانا بھی دشوار نہیں۔ یہ واقعہ ۱۱۵۹ھ کے پہلے کا ہے، یہ وہی زمانہ ہے جب سراج عالم جذب سے، باہر نکلے تھے، اور شعر و سخن کی دلچسپیوں اور یاران طریقت کی صحبتوں میں محو تھے۔ گو انہیں آخری زندگی کا تقدس ابھی حاصل نہیں ہوا تھا، پھر بھی ہمدرد دوستوں اور قدر دانوں کی ان کے اردگرد کمی نہیں تھی۔ ان قلبی واردات کو انہوں نے جلد ہی سپرد قلم بھی کر دیا اور صرف دو روز اس کو منظوم کرنے میں صرف ہوئے۔ بظاہر اس وقت وہ شاعری ترک کر چکے تھے۔ لیکن مثنوی کا واقعہ شاعری نہیں، حقیقت تھی۔ اور اس کو انہوں نے حقیقت کے انداز ہی میں پیش کر دیا ہے۔

"بوستانِ خیال" کے علاوہ، سراج کی دوسری مثنویاں، ایسی بیانیہ

نظمیں یا مرقعے ہیں جنھیں قصّوں سے کوئی تعلق نہیں۔ سراج کی شاعری میں مثنویاں ان کے قلبی واردات کے سب سے زیادہ پوست کندہ مرقعے ہیں۔ ان کی تعداد، ترتیب اور ان کے عنوانات مختلف نسخوں میں مختلف ہیں۔ مخطوطہ ۵۸۲ا اور ح میں صرف ابتدائی چھ مثنویاں ہیں۔ "ح" میں ان کے عنوانات درج نہیں ہیں، ۵۸۲ا کے عنوانات آگے نقل کئے گئے ہیں۔ آخری پانچ مثنویاں مخطوطہ ۳۹۱ر اور ب کے سوا کسی میں نہیں مل سکیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں، جن میں گذشتہ مثنویوں کے اشعار بھی شامل ہیں۔ یہ مثنویاں یا کم سے کم ان کے بعض اشعار، اس نسخہ کی بعض غزلوں کی طرح ضرور مشتبہ ہیں۔

پہلی مثنوی ایک مناجات ہے، جس کے ذریعہ شاعر اپنی دلی خواہشوں کو، بارگاہِ رب العزت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن یہ خواہشات دنیوی یا مادی لوث سے ذلیل نہیں ہوتیں، بلکہ وہ ایک صاحب دل اور بلند نظر انسان کی خواہشات ہیں۔ وہ مانگتا ہے عشق، لیکن حسن حقیقی کے سرچشمہ کے ساتھ۔ وہ چاہتا ہے درد و غم، آنسوؤں کی روانی لیکن لذت کی چاشنی کے ساتھ اور وہ طلب کرتا ہے رازہائے حقیقت کو جیتنے والا دل۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی روح اس عالم میں حسن ازل کا جلوہ دیکھنے کے لئے مضطرب ہے، بے قرار ہے۔ اس مثنوی کا آخری اور زیادہ دلچسپ حصّہ وہ ہے، جس میں شاعر نے اپنے فن میں وہبی امداد طلب کی ہے۔

دوسری مثنوی، جس کا عنوان "سوز و گداز" ہے، ایک دکھی دل کی کہانی، ایک واسوخت ہے، واسوخت کے پورے لوازم اس میں موجود نہیں ہیں بلکہ صرف محبوب کی جدائی میں، اپنی بے قراری اشکباری، اور تڑپ کا حال بیان کیا ہے اور صبا کو مخاطب کر کے، یہ سارا دکھڑا سنایا گیا ہے پھر اس سے محبوب کی بارگاہ تک اس دکھ کی کہانی کو پہنچانے کی التجا کی ہے۔

تیسری مثنوی بھی تقریباً انہیں خیالات کی حامل ہے۔ بعد کی تین مثنویاں، زیادہ مختصر ہیں۔ ان میں سے پہلی مثنوی "نامۂ شوق" میں شاعر، محبوب کو مخاطب کر کے، خود اپنا دکھڑا سناتا ہے۔ چھٹی مثنوی گویا معشوق کے خط کا جواب ہے۔ "مطلب دل" میں "خط بندگی" کے کچھ شعر آگئے ہیں۔ اور بظاہر یہ اس مثنوی کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ بعد کی مثنویاں، حمد اور منقبت پر مشتمل ہیں۔

قصیدے سے سراج کی طبیعت کو مناسبت نہیں تھی۔ صرف ایک قصیدہ ان کے کلام میں مل سکا ہے، اور وہ بھی قصیدوں کے عام موضوع سے ہٹا ہوا اور خاص ان کے متصوفانہ رنگ میں ہے۔ اس میں بھی وہ کسی کی مدح سرائی کی بجائے اپنی کہانی سناتے ہیں۔ سراج کے مستزاد خاص چیز ہیں۔ ان میں جو لطف نغمہ موجود ہے، امید ہے کہ ایک دفعہ پڑھنے کے بعد عرصہ تک کانوں میں گونجتے رہینگے۔

سراج کا فارسی کلام جو دستیاب ہو سکا ہے وہ زیادہ نہیں ہے۔ جتنا کلام ملا ہے اس میں غزل کے اشعار کی تعداد چار سو کے قریب ہوتی ہے۔ اس میں اگر مخمسات ترکیب بند اور رباعیات کی ابیات بھی جو کم و بیش ایک سو کے قریب ہیں، شامل کر لی جائیں تو پورا کلام کچھ کم پانچ سو ابیات پر مشتمل ہوگا۔ لیکن بعض شہادتوں سے ظاہر ہے کہ عالم جذب کے کہے ہوئے اشعار کے تباہ ہو جانے کے بعد بھی ان کا فارسی کلام کافی موجود تھا۔ عبدالجبار خاں آصفی کا بیان ہے کہ انہوں نے سراج کا فارسی دیوان دیکھا تھا۔ ممکن ہے یہ درست ہو کیونکہ انہوں نے اپنے تذکرے میں بعض ایسے اشعار بھی نقل کئے ہیں، جو کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہوتے۔

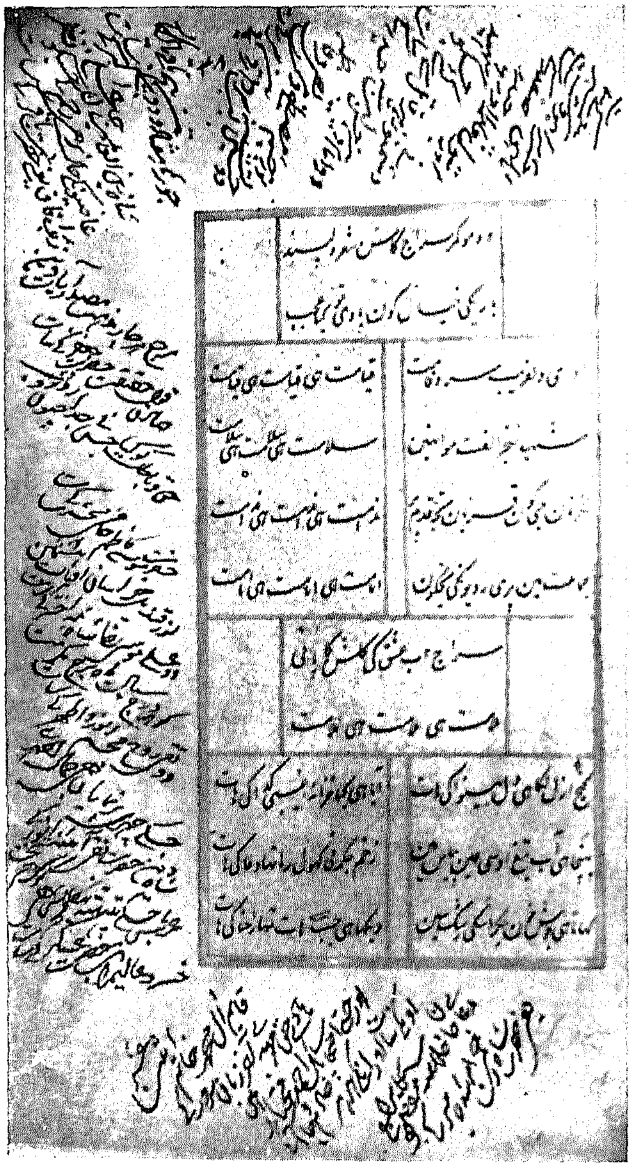
اس مختصر سے مجموعہ سے، ان کے فارسی ذوق پر روشنی پڑتی ہے۔ فارسی اس زمانے میں بھی نہ صرف علمی اور ادبی زبان کی حیثیت سے مقبول تھی، بلکہ یہ تقریباً مسلمانوں کی مادری زبان اور شائستگی کی زبان تھی۔ ان کی پوری تعلیم اگر عربی میں نہ ہو سکتی تو اسی زبان میں ہوتی تھی۔ سراج نے اس زبان کے ادب اور شاعری کے ذوق سے جس قدر بہرہ حاصل کیا تھا، اس کا تذکرہ ان کی زندگی کے حالات میں گذر چکا ہے۔ "منتخب دیوانہا" اس کا مزید ثبوت ہے۔ اس مختصر سے کلام کی بنا پر ممکن ہے کہ وہ فارسی کے اساتذہ کے صف میں جگہ نہ حاصل کر سکیں، تاہم اس میں جو لطف موجود ہے، وہ بعض وقت اردو کلام میں بھی نہیں نظر آتا۔ اس مجموعے سے صاف طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں یکساں آسانی اور روانی کے ساتھ شعر کہتے تھے۔ اور اگر ان کا پورا کلام موجود ہوتا تو یقین ہے کہ ہندوستان کے فارسی گو شعراء میں وہ خاص اہمیت کی جگہ حاصل کر لیتے۔ اب بھی فارسی شعراء کے کم تذکرے ایسے ہیں، جن میں ان کا ذکر موجود نہ ہو۔

اس کلیات کی ترتیب میں جن مخطوطات سے مدد لی گئی ہے، ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :-

(۱) نسخہ ح ۔ نہایت نفیس نستعلیق خط، لوح مطلّا مذہب، جدول، سنہری حاشیہ۔ مکتوبہ ۱۱۶۲ھ ۔

یہ مخطوطہ، مرتب کے علم میں، سراج کے کلام کا سب سے قدیم اور نفیس ترین نسخہ ہے، جو جناب پروفیسر حسین علی خاں صاحب پرووسٹ جامعہ عثمانیہ کی مہربانی سے دستیاب ہو سکا۔ سراج کے کلام کا اولین نسخہ شاہ عبدالرسول چشتی نے ۱۱۶۲ھ میں مرتب کیا تھا، جس کا پتہ اب تک نہیں چلا ہے، لیکن اس کے ورق ۱ الف کی ایک عبارت سے، جو شاہ وہب الدین پروانہ کی ثبت کی ہوئی ہے، بظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ عبدالرسول خاں کا مرتب ہے۔ بہرحال یہ نہایت مستند نسخہ ہے جو سراج کی زندگی میں لکھا گیا اور سراج کے مطالعے میں رہ چکا ہے۔ تحریر کی نقل حسب ذیل ہے :۔

"ایں دیوان ریختہ زبدۃ العارفین عمدۃ السالکین حضرت پیر و مرشد سید شاہ سراج الدین چشتی قدس سرہ العزیز اورنگ آبادی متخلص بہ سراج [illegible] ایشان حضرت شاہ عبدالرسول چشتی جمع و ترتیب [illegible] این دیوان پیر و مرشد حضرت شاہ سراج قدس سرہ العزیز بدست حق پرست خود تحریر [illegible]



عکس تحریر شاہ سراج اورنگ آبادی

اس نسخہ میں کلام کی ترتیب حسبِ ذیل ہے :۔
(۱) قصیدہ (۲) مختصر مثنویاں (۳) غزلیات (۴) فردیات (۵) رباعیات (۶) مستزاد (۷) مخمسات (۸) ترکیب بند ۔

مخطوطہ ۵۸۴ کے مقابلہ میں اس میں چند غزلیں کم ہیں ۔

(۳) نسخہ ۵۸۴ ل ۔ سنہ کتابت ۱۱۸۸ھ ۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ یہ نسخہ متن اور ترتیب کلام میں ح سے بہت کم مختلف ہے ۔ صرف چند غزلیں اس میں زیادہ ہیں ۔ قصیدے اور مثنویوں کے عنوانات حسبِ ذیل ہیں :۔
(۱) قصیدہ (۲) مثنویاں (۱) مثنوی مناجات بقاضی الحاجات واستدعائے دعا ۔ (۲) سوز و گداز پردہ راز مخاطب بہ قاصد پیغام آشنا شرم اشتیاق سوزش فراق (۳) فراق نامہ (۴) طومار ہجر سوز دل کامل (۵) احوال فراق بیار مہربان مخاطب بقاصد آہ جانکاہ (۶) قصیدہ دیدہ پر آب کلمات بے تاب دلی اضطراب وجواب مکتوب مرغوب محبوب ۔

(۳) قصیدہ (۴) غزلیات (۵) رباعیات (۶) فردیات (۷) بازگشت (۸) مستزاد (۹) مخمسات (۱۰) ترجیع بند (۱۱) مناجات ۔ (۱) یا الٰہی حشر میرا ...... الخ (۲) ہوں سخت بے کسی میں گرفتار یا علی (۳) اے دل شہید عشق ستم زادہ ہو

(۴) عمر سب جلتے ہی گذری خاکساری رہ گئی۔

(۳) مخطوطۂ ک۔ خط شکستہ نستعلیق۔ سنہ کتابت اور ترقیمہ وغیرہ نہیں ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملک تھا [illegible] غزلیں ہیں۔ یہ نسخہ بہت ستم رسیدہ ہے۔ جگہ جگہ دوسرے نسخوں کی [illegible] کے حاشیے چڑھائے گئے ہیں اور بعد میں پنسل ہی سے [illegible] کی گئی ہیں۔ اس نسخہ کا متن ح سے بہت کم اختلاف رکھتا ہے۔

(۴) نسخہ ۹۹ ۔ مکتوبہ ۱۲۶۳ھ ۔ مخزونہ کتب خانہ آصفیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن۔ اس نسخے کے اختلافات ح اور [illegible] میں درج ہیں۔ کلام کی ترتیب اس طرح ہے:۔ غزلیات۔ فردیات۔ مستزاد۔ مخمسات۔ ترجیع بند۔

ترقیمہ منظوم ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ [illegible] واحد ابن موسیٰ ساکن [illegible] نے لکھا تھا۔ پچھلے صفحہ پر سنہ ترتیب دیوان ۱۱۵۴ھ درج ہے۔

ل‍ہ ملاحظہ ہو توضیحی فہرست [illegible] مخطوطات [illegible] جامعہ عثمانیہ [illegible]

(۵) ع ۳۹۱ ا ۔ مکتوبہ ۱۱۸۹ھ۔

یہ نسخہ بھی کتب خانۂ آصفیہ کا مخزونہ ہے ۔ اس کی ابتدا مثنویوں سے ہوتی ہے ۔ اس میں ح اور ع ۵۸۴ ا کے مقابلہ میں کثیر اختلافات ہیں۔ اکثر جگہ ردیفیں، مصرعے بلکہ غزلوں کی غزلیں بدلی ہوئی ہیں ۔ اور اکثر غزلوں میں اشعار اضافہ ہیں ۔ رسم خط میں بھی اختلاف ہے ۔ مثلاً "سیں" کو اکثر جگہ "سوں" اور کہیں کہیں "سیں" لکھا گیا ہے ۔ "صنم" کی جگہ "سجن" "اُس" کی بجائے "بہو" لکھا ہے ۔ یہ نسخہ کتب خانہ میں داخل ہونے سے پہلے کسی رائے منسکھ رام کی ملک تھا، جن کی مہر ورق ۲ ا اور ورق ۲۲۲ ب پر ثبت ہے ۔ مہر کا سنہ ۱۲۵۰ھ ہے ۔ اس کا کاتب خواجہ نظیر الدین ہے جو حیدرآباد کا رہنے والا تھا ۔ ترقیمہ سے پہلے یہ شعر درج ہے ؎

اس نسخۂ غلط کو جو کوئی نظر میں لاوے
لازم ہے حق میں میرے دستِ دعا اٹھاوے

ترقیمہ کا آخری جملہ یہ ہے ۔

"نسخہ دیوان سراج سلمہ اللہ تعالیٰ باتمام رسید"۔

اس نسخے میں کلام کی ترتیب حسبِ ذیل ہے :۔

(۱) مثنویاں ۔

(۱) حمد (عجب قادر پاک کی ذات ہے الخ) (۲) مناجات (الٰہی مجھے درد بے داغ دے)
(۳) در نعت حضرت رسول خدا سید المرسلین۔ (۴) در صفت چار یار (۵) سوز و گداز۔
(۶) فراق نامہ (۷) برہ دکھ (۸) پیم کہانی (۹) عرض احوال (۱۰) مطلب دل۔
(۲) قصیدہ (۳) غزلیات (۴) رباعیات (۵) ابیات
(۶) مخمسات (۷) ترجیع بند۔

(۹) نسخہ س۔ ناقص الآخر۔ مخزونہ کتب خانہ مشرقی عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔

یہ نسخہ دیوان ولی کے ساتھ مجلد ہے۔ بعض جگہ سراج کی بجائے ولی تخلص لکھدیا گیا ہے۔ ردیف ن کے درمیانی حصے پر یہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ نسخہ ع ۲۹۱ ا سے اکثر جگہ مطابقت رکھتا ہے۔

(۷) نسخہ ع ۱۱۲۶ ا۔ سنہ کتابت درج نہیں ہے۔

یہ دراصل "منتخب دیوانہا" کا ناکمل نسخہ ہے۔ جو اصل متن میں درج ہے اس کے حاشیہ پر اردو دیوان فارسی کلام اور خطوط منقول ہیں۔ یہ مخطوطہ اس لحاظ سے نہایت اہم ہے کہ یہ کم و بیش کلیات ہے۔ اور اغلب قیاس یہ ہے کہ یہ شاہ ضیاء الدین پروانہ کا مرتبہ ہے۔ فارسی خطوط اور فارسی کلام سوائے

اس نسخے کے کہیں اور دستیاب نہیں ہوا۔ جو خطوط پروانہ کے موسومہ ہیں ان سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ یہ غالباً پروانہ ہی کا لکھا ہوا بھی ہے۔

(۸) نسخہ ب۔ مکتوبہ ۱۳۰۳ھ۔ مخزونہ کتب خانہ مشرقی عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔ یہ نسخہ ۱۳۹۱ کے مطابق ہے۔

(۹) نسخہ ج۔ مکتوبہ ۱۱۹۳ھ کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر مشتمل بر غزلیات، رباعیات، مستزاد، مخمسات، ترکیب بند اور قصیدہ۔

(۱۰) نسخہ د۔ مکتوبہ ۱۲۰۳ھ۔ اس نسخہ میں غزلوں کے علاوہ مثنوی بوستانِ خیال بھی درج ہے۔ سودا، سوز اور چند اور شعراء کا منتخب کلام بھی منقول ہے۔

مثنوی بوستان خیال کی ترتیب میں حسب ذیل مخطوطوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(۱) نسخہ س۔ مکتوبہ ۱۱۹۱ھ۔ مخزونہ کتب خانہ عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر۔

یہ نسخہ کئی اور تحریروں کے ساتھ مجلد ہے۔ جس کے جملہ اوراق ۲۹ ہیں "مثنوی بوستان خیال" ۱ (ب) سے شروع ہو کر ۱۲ (ب) پر ختم ہو جاتی ہے

اس میں اشعار کی تعداد (۱۱۳۴) ہے -

(۲) نسخہ ج - کتب خانۂ جامعۂ عثمانیہ ہے - اس کے آخری اشعار نہایت بے احتیاطی سے لکھے گئے ہیں - اکثر اشعار چھوڑ دیے گئے ہیں - اشعار کی تعداد سات سو سے زیادہ نہیں ہے -

(۳) نسخہ ا - یہ مخطوطہ کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ملک ہے اور جناب سبحان اللہ صاحب کے مجموعہ کے بیش بہا مخطوطات میں شامل ہے - جناب احسن مارہروی نے "بوستان خیال" کا جو متن رسالہ "سہیل" علی گڑھ بابتہ ڈسمبر ۱۹۲۶ء میں شایع کیا تھا وہ اسی نسخہ پر مبنی ہے - کلیات ہذا کے لئے اس نسخہ سے مقابلہ کی زحمت عزیزی محمود علی قطبی سابق متعلم جامعہ عثمانیہ حال متعلم بی - اے جامعہ اسلامیہ علی گڑھ نے گوارا فرمائی -

(۴) نسخہ د - مکتوبہ ۱۲۳۶ھ مملوکہ نواب سالار جنگ بہادر - یہ نسخہ وہی ہے جس کا حوالہ کلیات سراج کے نسخوں کی تفصیل میں، نسخہ د کے تحت دیا گیا ہے - اس میں اشعار کی تعداد (۱۱۵۰) ہے -

---

متن غزلیات کی ترتیب میں، نسخہ ح کو بنیاد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور

دوسرے نسخوں کے اختلافات، نیچے حاشیہ میں درج کیے گئے ہیں۔ نسخہ م ۳۹۱ ا، ب و س، میں اکثر جگہ مطابقت ہے اس لیے نیچے کے حاشیہ میں زیادہ تر م ۳۹۱ ا کے حوالے دیے گئے ہیں اور اضافہ اشعار لکھ دیے گئے ہیں۔ ان نسخوں کے درمیان بعض جگہ جو اختلافات ہیں، وہ بھی واضح کر دیے گئے ہیں۔ ہر ردیف میں پہلے ح کی غزلیں درج ہیں پھر م ۵۸۴ ا، م ۹۹ ا اور م ۳۹۱ ا، ب یا س، کی غزلیں اگر ح کے مقابلے اضافہ ہوں تو اسی ترتیب سے ہر ردیف کے آخر میں لکھی گئی ہیں۔ اضافہ غزلیں، جس نسخے سے لی گئی ہیں اس کا رسم الخط قائم رکھا گیا ہے، اس لیے بعض ردیفوں میں آخری غزلیں خصوصاً وہ جو م ۳۹۱ ا اور س سے منقول ہیں، ان کے رسم الخط میں "سیں" کی جگہ "سوں" لکھا ہوا دیکھا جائیگا۔ م ۵۸۴ کی اضافہ غزلیں بہت کم ہیں، تاہم ان کے رسم الخط میں ح کے مقابلے میں یہ فرق ہے کہ "کوں" کو "وو" وہ لکھا ہے۔ بعض جگہ، نیچے کے حاشیے میں یہ اشارے چھوٹ گئے ہیں، اس لیے ان کا یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

بعض نسخے مرتب کو کلیات کے چھپنے کے دوران میں ملے، ان میں جو غزلیں اضافہ پائی گئیں وہ اور بعض اشعار جو تذکروں کے انتخابات میں دستیاب ہوئے اور جنھیں متن میں داخل کرنے کا موقع نہ مل سکا، وہ ضمیمے میں درج کر دیے گئے ہیں۔

نسخوں کی کثرت، ان کے وقتاً فوقتاً دستیاب ہونے اور خاص طور پر م ۳۹۱ ا، ب

اور س کے کثیر اختلافات کی وجہ سے، جو غزلوں کی ترتیب، رسم الخط، الفاظ کی تبدیلیوں اور بدلی ہوئی ردیفوں، زشت تحریر، بے احتیاطی اور غلطیوں سبھی پر مشتمل ہیں، مرتب کا کام بہت دشوار ہوگیا تھا، اس کے علاوہ طباعت میں بھی ممکنہ احتیاط کے باوجود، کچھ غلطیاں رہ گئی ہیں، جس کا مرتب کو افسوس ہے ۔

جامعہ عثمانیہ۔ حیدرآباد دکن

یکم ذیحجہ ۱۳۵۸ھ ، جنوری ۱۹۴۰ء

عبدالقادر سروری

مثنویات

"بوستان خیال" اور دوسری مثنویاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارے ہم نشینو! مرا دکھ سنو — مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو
مرے پر عجب طرح کے درد ہیں — کہ سب درد اس درد[1] کے گرد ہیں
فلک [مجھ پر] ہوتے[2] [ہو] تو اس چوٹ سے جا[ئے] لوٹ — جگر کے جگر کے جگر میں ہے چوٹ
کہوں کیا کلیجے میں سوراخ ہے — مری داستاں شاخ در شاخ ہے
اگر سنگ بھی حال میرا سنے — تو حیرت سے [چکر] حرکت میں جا سر دھنے
نہایت کو ہوتی ہے جب بے کلی — تو کہتا ہوں میں [چکر] کیا خفی کیا جلی
مرے پر [بے حد] نپٹ درد ہے یا ربی! — عجب صاحبی ہے عجب صاحبی
نہ کھلتا ہے دل [بے خود] [یا ربی] گشت گلزار میں — نہ لگتا ہے جی سیر بازار میں

---

[1] "سے" [2] یہ لفظ کہیں کہیں بہ یک حرکت، بروزن "ہو" باندھا گیا ہے۔

اگر سلطنت ہاتھ آوے تو کیا — وگر کیمیا کُئی[1] بتاوے[2] تو کیا

کہ جمعیتِ دل پریشان ہے — مرا فرحت آباد ویران ہے

جو دل کو خوشی ہووے تو سب خوب ہے — جو مرغوب نئیں[3] ہے سو مرغوب ہے

وگرنہ، خدائی خوش آتی نہیں — کسی شخص کی بات بھاتی نہیں

اگر حور آوے تو بے نور ہے — پری کی کہوں بات تو دور ہے

ہر اک آہ، ہے شعلۂ آتشیں — ہر اک دم ہے مجھ پر دمِ واپسیں

ہر اک دن مرے پر یہی حال ہے — ہر اک شب مرے[4] پر یہی کال ہے

جہنم کو ہووے اگر یہ خبر — تو اس آگ کو سن کہے "الحذر"

مرے پر ہے اب زندگی دردِ سر — غذا رات اور دن ہے خونِ جگر

میسّر اگر مجلسِ راگ ہووے — مرے پر زیادہ وو بیراگ[5] ہووے

خوش آتی نہیں مجھ کو خوش آوازیاں — کہوں کیا میں طالع کی ناسازیاں

رگِ جاں کٹے سن کے تارِ رباب — خوشی کے ہیں سامان مجھ پر عذاب

---

۱ "کوئی" بھی اکثر جگہ بہ یک حرکت بروزن "کُئی" باندھا گیا ہے۔ ۲ بتاوے۔ س و ل۔ ۳ "نہیں" بروزن "نیں"۔ بعض وقت ہائے مخلوط کے ساتھ "نھیں"۔ ۴ مرے گھر۔ ج۔ ۵ بیراگ۔ ل

مجھے دم بہ دم بس کہ ہے اور دھن — نپٹ ڈنگ ہوتا ہوں مرڈنگ سن
سدا آہ و زاری کی آواز ہے — طنبورے کی آواز ناساز ہے
ہوا ہوں میں اب زندگی سے بہ تنگ — مجھے ڈنگ کچھو کا ہے مورچنگ[1]
اگر ناچ کا ہووے کبھی اتفاق — تو واں بیٹھنا مجھ کو ہوتا ہے شاق
سبھی دلربا ناچنے والیاں — کہ ہیں ایک سے ایک سب آلیاں[2]
بتاتی ہیں گت عشوہ و ناز سے — دکھاتی ہیں چھب طرز و انداز سے
ہر ایک جار وہ ساتگی میں تمام — کریں دل لجانے میں جادو کا کام
ہر ایک[3] خوش لباسی میں ممتاز ہے — ٹنکی ہوئی کناری کی پشواز ہے
ہر ایک کے ہے ہاتھوں میں مہندی کا رنگ — جسے دیکھ کر آب ہو جائے ڈنگ
ہر ایک کو مرصع کا ہے سیس پھول — کہ سورج کرے جوت کا واں حصول
قلم کو نہیں تاب تحریر کی — کہ خوبی لکھے ان کی تصویر کی
سبھی دلربائی کے لاپے ہیں گت — کہ جاتی رہے جان و دل کی سکت

[1] چنگِ مور، چیونٹی کا پنجہ۔ [2] "آلی" کی جمع بمعنی "سہیلی" جناب حسن مارہروی نے اس کے معنے "رنگین مزاج" کے بھی بتلائے ہیں۔ [3] یہ اور نیچے کا شعر ج میں نہیں ہے۔ [4] کا، س و د۔

نگاہوں کی لَے، مسکرانے کے ساتھ — اداؤں کی گت، پان کھانے کے ساتھ

عجب کیا، جو طاقت بھی بے تاب ہوئے — اگر سنگ ہوئے تو یہاں آب ہوئے

سو سب متفق ہو کے، آپس میں مل — ہر ایک[1] پوچھتا ہے مرا حالِ دل

کہ سب اہلِ مجلس کا دل شاد ہے — گرفتاریٔ غم سے آزاد ہے

سبھی مَے کشی بیچ مشغول ہیں — دلِ شاد کے باغ کے پھول ہیں

ہماری طرف سب کا دل بند ہے — یہ سامانِ عشرت سے خورسند ہے

تمھارے یہ طوفانِ غم ہے، سو کیا؟ — لبِ خشک اور چشمِ نم ہے سو کیا؟

کہو کس سبب سے ہو پژمردہ دل — ۴۰ — تمھارا اگر غم سے ہے آب و گِل

قسم ہے تمھیں غم ہے کس بات کا؟ — لگا ہے تمھیں زخم کس بات کا؟

تمھیں کس پری رو نے جادو کیا — شہیدِ خمِ تیغِ ابرو کیا؟

کہ جس کے دکھوں تم پہ یہ حال ہے — دمِ زندگی غم سے پامال ہے

کہو کھول کر دل، خوشی کے سخن — کہ ہم کو بھی ہیں دلربائی کے فن

ہمیں بھی ہیں، سب شیوہ کی خوبیاں — جو کچھ چاہئیں ویسی محبوبیاں

[1] ہر یک پوچھتے ہیں۔" ج

سو کیوں اس طرف دل کو لاتے نہیں — محبت کی باتیں سناتے نہیں
عبث دل کو اپنے جلاتے ہو تم — مگر کچھ مزا غم میں پاتے ہو تم
غنیمت ہے اک آن کی بے غمی — کرو دور آنکھوں سے اپنی نمی
ولیکن کہوں کیا، کہ کیا حال ہے — ہر اک دم مری جان پر کال (عذاب) ہے
کسی شکل سے چین ہوتا نہیں — نہیں رفع ہوتی یہ وحشت کہیں
لگے خوب کب اہلِ مجلس کی بات — کہ غم نے کیا ہے مرے جی پہ گھات
مجھے ساغرِ مے ستی (سے) عار ہے — صراحی، سروہی کی تلوار ہے
مرے[1] حق میں ویران ہے چار کھونٹ (دنیا) — مے ارغوانی ہے، لوہو کا گھوٹ (گھونٹ)
زبس بسترِ غم پہ ہوں دردمند — نہیں قلقلِ شیشۂ مے پسند
ارے ہائے رے ہائے رے ہائے رے — کہیں یہ مرا جان بھی جائے رے
ٹک اک (ذرا سی) بھی تسلی کہاں پاؤں میں — نپٹ (بے حد) بے کلی ہے، کدھر جاؤں میں
کہ عالم میں یہ بات مشہور ہے — "زمیں سخت اور آسماں دور ہے"

---

۱ ا و س میں یہ شعر نہیں ہے۔

تسلّی نیافتنِ دلِ پُر داغ بہ سیرِ رنگینیٔ گل و باغ

کبھی رفع کرنے کو دل کا غبار اگر عزم ہو سیرِ باغ و بہار
تو گلشن، نظر بیچ ہے خار بن خراشِ جگر ہے، رگِ یاسمن
کروں جب خیابانِ گل پر نظر مجھے یاد آتا ہے چاکِ جگر
فجر کو جو بہتی ہے بادِ صبا تو اوس وقت کرتا ہوں یہ التجا
مرے دل کے ہر زخم پر بار سول نمک کی رکابی ہے، نرگس کا پھول
مرے باغِ امید کو تازہ کر پریشانیٔ دل کو شیرازہ کر
لگی اس طرح، غم کی برچھی کی ہُول کہ آنکھوں میں کانٹا ہو سلتا ہے پھول
کیا اس قدر بیکلی نے وفور کہ ہے خندۂ گل، قیامت کا صور
ہر اک سرو ہے سانگ کی جیوانی چمیلی کی پھکڑی ہے، ہیرا کنی
گلِ لالہ لُو ہو بھرا جام ہے بنفشہ مری صبح پر شام ہے
نپٹ خوب سنبل کی ہیں ڈالیاں یہ ہیں مجھکو زنجیر کی جالیاں
گلِ ناز بو، گرچہ ہے دل نواز خوش آتا نہیں ہے مجھے اوس کا ناز
غزل خوانیٔ عندلیبانِ باغ مرے حق میں ہے، داغ بالائے داغ

کہ یارب[1] کسی وقت بیٹھے تھے ہم | وو ساقی سے مِل جام پیتے تھے ہم[2]
کبھی ہم بھی[3] اُس یارِ گل رو کے سات | رکھے ہات پر ہات کرتے تھے بات
جدا ہم نہ رہتے تھے اُس یار بن | غزل خوانی شوق تھی رات دن
ہم آغوش ہوتے تھے ہم بات بات | ہمارے پہ[4] ہر رات تھی چاندرات
سدا[5] نوبتِ عیش سنتے تھے ہم | سدا پھول مقصد کے چنتے تھے ہم
اِدھر عشق، اُدھر حسن ہم راز تھا | مجھے بختِ بیدار سے ساز تھا
نہ تھا درمیاں، فرقِ ناز و نیاز | میں اپنے نصیبوں پہ کرتا تھا ناز
خموشی میں ہوتا تھا مطلب ادا | نگاہیں[6] نگاہوں سے تھیں آشنا
عجب شوق تھا اور عجائب بہار | کہ رہتا تھا دونو گلے ایک ہار
خدا[7] یا عجب عالمِ شوق تھا | کہ جس شوق میں ذوق در ذوق تھا
زباں[8] نے وو لذت کو پائی[9] کہاں | کہ تا کچھ بھی اس کا بتاوے نشاں
بیاں اس کا شیریں ہے اور دل پسند | ولیکن مرے ہونٹ ہوتے ہیں بند

[1] "بارے" ج۔ [2] "تو" ج۔ [3] "بی" ج۔ [4] "پر" د و ج۔ [5] ج میں یہ اور نیچے کا شعر شعر (۸۰) کے بعد درج ہیں۔ [6] "نگاہاں نگاہاں سے تھے" ج۔ [7] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [8] زبانی ج [9] قدیم دکھنی میں فعل عموماً مطابق فاعل لاتے تھے، خواہ علامت فاعل ہو یا نہ ہو۔

کہوں کیا، کہا مجھ سے جاتا نہیں — لکھوں کیا کہ لکھنے میں آتا نہیں
غرض خوب کچھ تھا وہ عالم جو تھا — وہ جب تھا تو تھا اب تو ہوئی ہے کتھا[1]
مرے پر جو تھا عالمِ شوق، تب — کہانی سی معلوم ہوتی[2] ہے اب
ہر ایک دم زباں پر وہی بات ہے — اور اوس بات کی یہ مناجات ہے
الٰہا[3] مرے سے یہ غم جائے گا — کبھی مجھ پہ وہ وقت پھر آئے گا
الٰہی یہی تجھ سے ہے التجا — خوشی کا خزانہ کدھر ہے بتا
خوشی کا سنا ہوں یہی محض نام — و لیکن نہ دیکھا[4] کبھی اوس کا کام
خوشی کیا، مگر دُرِّ نایاب ہے — مرا شوقِ غواص بیتاب ہے
خوشی کے گلستاں کو سیراب کر — خزاں غم کی یک بار غرقاب کر
خوشی کے کنول کی کلی تازہ کر — مرے دل کے اجزا کو شیرازہ کر
خوشی کے ہما کو ہے ظلِ[5] الٰہی — کہ اوس کے ہے سائے[6] میں شاہنشہی
مجھے اوس کے سائے میں لا شاد کر — حصولِ مرادات دلخواہ کر

۱؎ "بتھا" س۔ ۲؎ "ہوتا" س۔ ۳؎ "الاہی" ج۔ یہ پوری مناجات ' ل ' اور ' س ' میں اگلے شعر نمبر ۹۴ کے بعد درج ہے۔ ۴؎ "دیکھے کبھی اوس کے کام" ل، س۔ ۵؎ ظل الاہی۔ ج ۶؎ سایہ۔ ج۔

یہی آرزو ہے مجھے دمبدم　　کہ آوے خوشی اور نکل جائے غم

کہ غم نے کیا ہے مجھے جاں بلب　　نہایت خوشی کی ہے مجکو طلب

خوشی شاہ ہے جام ہستے مست　　ابھی لشکر غم کو دیوے شکست

خوشی آوے تو فتح ہے بالنعیب　　کہ نصر من اللہ فتح قریب

ولیکن مرے بخت ایسے کہاں　　مگر حضرت حق ہووے مہرباں

دلبری کردن خوبان[1] منتخب وروئے توجہ بناوردن ہیچ سبب

اگرچہ سبھی خوب رو خوب ہیں　　جہاں لگ (تک) ہیں محبوب محبوب ہیں

ہر ایک[2] قدرت حق میں مقبول ہیں　　سبھی اوس کے گلزار کے پھول ہیں

اُنوں میں بھی جو سب سے[3] ہیں انتخاب　　جنے دیکھ جاتا رہے دل سے تاب

(انہوں (جمع ان))　　(جنہیں)

ہر ایک بات جن کی ہے جادوگری　　جنے دیکھ بے ہوش ہووے پری

ادا[4]ؤں سے لیتے ہیں دل چھین کر　　نگاہوں میں سب سحر ہے سربسر

---

[1] ج میں عنوان اور س میں لفظ "خوبان" نہیں۔ [2] ج میں شعر نہیں۔ [3] ہے، ج۔ [4] ج میں شعر نہیں ہے۔

تبسم میں جن کے اٹک جائے دل
تغافل سے جن کے دغا کھائے دل

تکلم میں جن کے ہیں افسوں تمام
ہر ایک بات جن کی ہے عاشق کا دام

اگر مسکراویں تو دل آب ہوئے
رگِ جانِ عشاق بے تاب ہوئے

اگر پان کھاویں کبھی تو تبھی
کریں عاشقاں جاں سپاری سبھی

کریں گر نوازش سے جھک کر سلام
جو دیکھے سو ہو جائے دل سے غلام

اگر وے دیویں گالی تو میٹھی لگے
کہ مصری بھی اوس وقت سیٹھی لگے

محبت جنوں کی ہے زنجیرِ عقل
رہے بندِ حیرت میں تدبیرِ عقل

مروت میں کوئی جن کا ثانی نہیں
اگر ہوئے تو یہ مہربانی نہیں

جنوں کا سدا کام ہے دلبری
جنھے یاد ہے علمِ افسوں گری

اگر لاؤبالی طرح سے چلیں
تو عاشق کا دل پاؤں نیچے ملیں

اگر وضعِ شوخی سے باتیں کریں
تو بجلی نمن دل پہ گھاتیں کریں

رہیں سادگی سے اگر لٹ پٹے
تو دل کا گلا بن چھری کے کٹے

۱؎ "تکلم میں" د ، ج ۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲؎ تغافل د ، ج ۔ ۳؎ "ہے" د ، ج ۔ ۴؎ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۵؎ "ان کا غلام" ج ۔ ۶؎ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۷؎ ج میں نہیں ہے۔ ۸؎ "بجلی کے مانند" د ، س ۔

دلوں[1] کو دیوانہ کریں چال میں		بلالاویں عالم پہ ہر حال میں

کرشمے سے جی کو کریں بے قرار		کریں دل کو غمزے سے بے اختیار

قیامت ہیں قامت کی ترکیب سے		ہر ایک عضو جن کا ہے ترتیب سے

گرہ زلف کی کھول لیتے ہیں جی		پھر اس بعد لاتے[2] ہیں بھوں پر کجی

کمر کی لچک سے لجاتے ہیں دل		نظر کی جھمک سے لبھاتے[3] ہیں دل

کریں ناز و عشوہ جو ہر بات میں		عنانِ خرد کب رہے ہات میں

جنھے[4] دیکھ جاتا رہے عقل و ہوش		زباں بند ہو جائے اور لب خموش

اگر[5] اُن کا چہرا مصور بنائے		اسی دم ہر اک نقش گر قلم بھول جائے

جبیں جن کی روشن ہے جوں[6] مشتری		کہ بس[7] مشتری کا ہے دل مشتری

جنوں کے ہیں دانتوں میں مسّی کی ریکھ		کہ آئینہ حیراں رہے جس[8] کو دیکھ

لبوں[9] میں ہیں شکر کی کئی بانیاں		سخن سے کریں شکر افشانیاں

کلام اُن کا مرجان[10] یاقوت ہے		اگر سچ کہوں روح کا قوت ہے

---

۱ یہ اور بعد کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۲ "لاتیں" ج ۔ ۳ "لجاتے" ۔ س ۔ ج میں شعر نہیں۔ ۴ "جسے" ج ۔ ۵ "اگر اون کے چہرے کو چاہے بنائے ؎ اسی دم مصور قلم بھول جائے" ۔ ا و س ۔ ۶ "جوں" ۔ س ۔ ۷ جس ۔ ا و س ۔ ۸ جن ۔ ا ۔ ج میں ندارد ۔ ۹ "لبوں میں شکر کی ...." ج ۔ ۱۰ معجون ۔ ا و س ۔

جنوں کی سیہ[1] چشم خونریز ہیں　　　کمندِ دو گیسو دل آویز ہیں
(جنہوں)
جنوں کی پلک تیر ہیں سربسر　　　کلیجے میں ہیں ویسے تیروں کے گھر
(جنہوں)
خطِ پشتِ لب سبزۂ نو بہار　　　ہیں چاہِ زنخداں میں یوسف ہزار
کفِ پا ہے جن کا نزاکت سرشت　　　گلِ مخمل سرخ ہشتم[1] بہشت
کبھی تو ہے[2] نیچیں سر پہ دستار سرخ　　　کہ حسرت[3] سے مرجھائے گلنار سرخ
زری کا کبھی[4] چیرۂ نوکدار　　　ہیں بازو میں گجرے گلے بیچ ہار
(پگڑی)
بدن میں کبھی زعفرانی لباس　　　کہ آتی ہے جس میں محبت کی باس
کبھی سرخ نیمہ بدن میں جیسے　　　زمرد کی گھنڈی لگی ہے جسے
(ایک لباس)　(چست)　(گنڈی)
جو ڈھیکا نہیں تو نہیں کچھ خلل　　　کمر میں دوپٹا موسے کا بل
(گلے میں آڑا ڈال)
کبھی بر میں نیمہ[5] ہے باریک تنگ　　　کبھی ملگجا اور کبھی سبز رنگ
کبھی لٹ پٹی سر پہ دستار ہے　　　کبھی خنجری[6] پانوں[7] شلوار ہے
کبھی شال سر پر نزاکت کی لے　　　پچھوڑی کبھی تار[8] بیتری کی ہے
(ایک قسم کا ریشمی کپڑا)　(زرتار)

[1] ہفتم ـ س۔ [2] یہ ـ ج۔ [3] حیرت ـ ج۔ [4] کبھو ـ ج۔ [5] باریک نیمہ ہے تنگ، د۔ [6] کپڑا جس کناری کی بناوٹ ہو۔ [7] پاؤں میں ـ س، 'پانو' ج۔ [8] 'تار بیتری' س، د۔

کبھی پھینٹہ سادہ بل دار نور[۱] — کبھی شوخ رنگی سے خونخوار طور
کبھی چشم بلبل کی ہے بکتری (پگڑی) — کبھی ہے گلابی کبھی ہے ہری[۲]
کبھی ہات تلوار الیمان[۳] کی — کٹاری کبھی مخملی میان کی
کبھی ہات میں نیزۂ سبز رنگ — کبھی ہے سروہی کبھی ہے فرنگ
کبھی محض رومال ابریشمی — کہ چہرے سے جاوے عرق کی نمی
خدا نے جنہے دی[۴] ہیں یہ خوبیاں — کہ بس ختم ہوویں جن پہ محبوبیاں
کہاں لگ کروں میں ورق کو سیاہ (جنہیں) — کہ جس[۵] کی صفت کو نہیں انتہا
پھر اون خوب رویوں کا دستور ہے — کسی فن میں[۶] جو شخص مشہور ہے
تو اوس سے بہوت آشنائی کریں — ہر اک وضع سے دل ربائی کریں
یہاں لگ کہ اوس کو کریں بے قرار (بہت) ۱۵۰ — کریں رفتہ رفتہ دل اوس کا شکار
ہمیشہ اوسی پاس بیٹھے رہیں — بہوت[۷] مہر و الفت کی باتیں کہیں
نپٹ[۸] گرم جوشی کے واں پور ہویں — غرض یہ کہ عالم میں مشہور ہویں

۱؎ طور۔ د۔ ۲؎ میں۔ د۔ ۳؎ یہ اور اوپر کا شعر ج میں نہیں ہے۔ ۔ الیمان ایک مقام ہے۔ ۴؎ دی۔ س۔ یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ ۵؎ کہ جن کی صفت کا ہے دریا اتحاد۔ د س۔ ۶؎ کوئی۔ ج۔ ۷؎ نپٹ گرم جوشی کی باتیں کہیں۔ س۔ یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ ۸؎ بہت مہر و الفت۔ س۔

کہ ایسا فلانے کا بے تاب ہے / اوسی[1] واسطے بے خور د و خواب ہے

مجھے سب نے جانے[2] کہ درویش ہے / نہ درویش ہے بلکہ دل ریش ہے

ہر اک[3] شعر بھی اس کا ہے دل پسند / سخن گو، سخن فہم، اور دردمند

ہر اک اوس کے ملنے کا مشتاق ہے / سخن بیچ[4] مشہورِ آفاق ہے

نجابت[5] کا تمغا مروت، سو ہے / وفا کی علامت محبت، سو ہے

پھر اوس[6] شخص کا نام ہے دور دور / تو ویسے[7] سے ملنا بہوت[8] ہے ضرور (بہت)

مرے سے بھی ملنے لگے بے حجاب / کہ ہر طرح[9] سے اس کا دل ہو آب

تواضع کریں حرمت آداب[10] سے / ١٦٠ کریں عزم الفت کا ہر باب سے

نہایت کریں مجکو جھک کر سلام / کہ یہ بھی ہے یک دل ربائی کا دام[11]

ادب[12] سے کریں دل بری کی طرح / جو ہے سحر افسوں گری کی طرح

ہر یک وقت "حضرت سلامت" کہیں / ہر یک آن باتیں قیامت کہیں

ولیکن مرا دل تو[13] کیں (کہیں) اور تھا / مرے پر قیامت کا کچھ دور تھا

---

[1] اوسی کے سبب" ا" بغیر اوس کے یہ بے خورد خواب ہے۔ ج۔ [2] سمجھا۔ ا۔ [3] ج۔ شعر نہیں ہے۔ [4] میں د، ا، ج
[5] ج۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔ [6] اور۔ ج۔ [7] ایسے۔ ا، د، س۔ [8] ہے سب سے۔ س۔ [9] وجہ۔ س
[10] حرمت وفا۔ و، ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [11] کام۔ س۔ [12] میں۔ د، ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔ [13] دل اپنا اور تھا
س.

مرے پر غضب تھا[1] جو دن رات کا — جواب ایک تھا اون کو سو بات کا
جو دیکھا[2] اونو نے (انہوں) کہ یہ سنگ ہے — عجب شخص ہے اور عجب رنگ ہے
کسی طرح سے آب ہوتا نہیں — محبت کا یے تاب ہوتا نہیں
فرشتہ کرے ہم طرف گر نظر — فلک پر[3] سے آوے زمیں پر اتر
ہزاروں[4] ہمارے خریدار ہیں — ہر یک وقت مشتاقِ دیدار ہیں
پر اس شخص کا دل پگھلتا نہیں — ہمارا کچھ افسون[5] چلتا نہیں
اونے یاد تھے سحر و جادو کئی — نکالے طرح دلبری کی نئی
جو ہر بات پر[6] جھک کے (انہیں) تسلیم تھی — جو ہر آن میں خم ہو تعظیم تھی
قدیمی طرح کے جو آداب تھے — کیے ترک گویا کہ نایاب تھے
نپٹ بے حجابی سے ملنے لگے — ہنسی ساتھ جیوں پھول کھلنے لگے
زبس دل لبھانے کے تھے گھات پر — رکھیں ہات پر ہات ہر بات پر
کبھی سر کو لاویں (لے جانے) مرے مونہہ[7] کے پاس[8] — کہ پہونچے ہر یک طرح زلفوں کی باس

---

۱ وہ ۔ ج ۔ ۲ دیکھے ۔ ج ۔ ۳ فلک سیتی آوے ۔ ج ۔ ۴ ہزاراں ۔ ج ۔ ۵ افسوں ۔ ا ۔ ۶ پہ ۔ ا / "میں" ۔ م ۔ ۷ موں ۔ ا ۔ ۸ کے باس ۔ ا ۔

کبھی میرے زانو پہ زانو رکھیں　　کبھی میرے پہلو پہ پہلو رکھیں
دوپٹا مرا اوڑھ کر لیٹ جائیں　　کبھی شال اپنی مرے پر اڑھائیں
خفا کر کبھی تو رلاویں مجھے　　کبھی گدگدی کر ہنساویں مجھے
کبھی تو مجھے شاہ صاحب کہیں　　کبھی تو اجی واہ صاحب کہیں
کبھی تو کہیں ہم سے تقصیر ہوئی　　کبھی تو کہیں تم پہ تعزیر ہوئی
کبھی تو پکاریں ارے میاں سراج　　کبھی تو کہیں تم تو ہو سر کے تاج
ہر اک بات پر میری سوگند کھائیں　　ہر یک آن سوگند اپنی دلائیں
ہر ایک وقت ہونے لگے تم کنار　　نہایت ہوئے مجھ سے آخر کو یار
کہ آوے دل اس کا ہماری طرف　　محبت کے تیروں کا ہووے ہدف
جو دیکھے سو جانے کہ سید سراج　　فلانے کا عاشق ہے اور لاعلاج
ہمارا ہر ایک جا بجا نام ہووے　　جو مقصد ہے شہرت کا سو کام ہووے
کہ ہم بھی فلانے کے محبوب ہیں　　وو طالب ہے ہم اوس کے مطلوب ہیں

۱؎ تئیں - لو۔ س - ۲؎ نگیں - ج - ۳؎ مجھسوں ج ۴؎ دکھیں - ج - ۵؎ پیارے کے - ج -

کہوں[1] کیا کہ کیا کیا کئے مجھ سے چھند — کہ دل اوس[5] کا ہووے ہر اک طرح بند
اگر بھیاں کبھی زاہد خشک ہوئے — اسی آن میں دین و ایمان کھوئے
گریباں[2] کو کر چاک اور سر کو پھوڑ — کرے صرف زنار تسبیح[3] توڑ
اگر یہ کہوں ثابتی کے سبب — رکھا دل کو اپنے سو ہے جھوٹ سب
مرا دل کسی (استقلال) اور کے ہات تھا — نہ تھا (بچایا) مرے پاس اور کے سات تھا
مجھے بلکہ ہووے مرا دکھ زیاد — مرے من کا موہن مجھے آئے یاد
انوں (انہوں (جمع ان)) کی یہ سب دیکھ کر[4] کوششیں — کہ تھیں دل کے تسخیر کی کوششیں
گزرتی تھی مجھ پر قیامت کی آن — ہر اک آن میری نکلتی تھی جان
کہ سب ہیں مرا وہ سلونا (وہ نمکین) نہیں — مرا[6] دل لجانے (لے جانے) کا ٹونا (جادو) نہیں

بیان خوبی سردار زادہ صاحب جمال

اسی[7] میں سے سردار زادہ تھا ایک — کہ خوبی میں سب سے زیادہ تھا ایک

---

[1] کہوں کیا کیا تم نے یو مجھ سیں چھند۔ ج [2] گریبان کر چاک "۔ س۔ گریباں کرے چاک۔ ج۔ [3] تسبیح کوں توڑ۔ ج
[4] کے۔ ج۔ [5] اوس۔ ج۔ [6] مرے۔ س۔ [7] اسی صف میں۔ ا۔

اوسے دولت و مال کا اوج تھا — تمن دار تھا صاحبِ فوج تھا
(رسالہ)

ہر یک وقت فیل و نشان و علم — جو چاہے سو موجود اوسے دمبدم

نقیب اور جلودار اور چوب دار — سواری کے پیچھے[1] ہزاروں سوار

اگر اُس کی صورت کی خوبی لکھوں[2] — قیامت تلک بے زباں ہو رہوں

نہ ہوتی جو یوسف کو پیغمبری — تو تھی بہتری میں اوسے سروری

اگر دیکھتی[3] لیلیٰ اُس قد کی چھاؤں — تو دھو دھو کے پیتی وہ مجنوں کے پانو
(بچھاؤں)

عجب میں ہوں دیکھ اوس کی روشن جبیں — نہ دیکھا[4] تھا خورشید روئے زمیں

وہ زلفیں[5] ہیں جی کے گلے کی جھیل — قسم کھا کے کہتا ہوں میں ناگ بیل

کرے اوس کے ابرو طرف گر نگاہ — تو کھینچے[6] مصور بھی دل سیتی آہ
(سے)

نگاہ اوس کی ہے خنجرِ خوش غلاف — کہ لختِ جگر سے گزرتا ہے صاف

ہر یک نوکِ مژگاں بلا ہے بری — رگِ جانِ عشاق کی ہے پھیری[7]

خبر اوس کی چشمِ پرافسوں کی پائے — تو نرگس گریباں طرف سر نوائے
(نہوڑائے)

---

[1] پیچھیں۔ ا۔ یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ [2] لکھوں۔ ا و ج۔ [3] ج، شعر ندارد۔ [4] ستارہ بے خورشید۔ ج۔
[5] ج، شعر ندارد۔ [6] تو کھینچے مصور بھی بھر کر آہ ا ب۔ تو کھینچے مصور ہی آہ۔ ا۔ [7] پھیری۔ ج

عجب اوس کا رخسار تھا نوبہار | کہوں تو نہ آئے کسے اعتبار
جو دیکھے سو واقف ہو اس بات کا | کہ ہیچ چاند ہے چودھویں رات کا
خطِ کم نما زیبِ لوحِ عذار | کہ باریک ہوتا ہے خطِ غبار
وو دانتوں پہ ہے رنگِ پاں خوش نما | بکس کیوں نہ ہوئے دانۂ انار
تبسم کی لہریں ہیں موجِ شراب | کہ کیفی کو اوس کے جگر ہے کباب
دہن کی صفت میں بیاں ہیچ ہے | کہ بس نام ہے اور نشاں ہیچ ہے
زنخدان ہے سیبِ گلزارِ حسن | ہے بخششِ آزارِ بیمارِ حسن
غذا ہے صراحی کی خونِ جگر | کبھی اُس کی دیکھے جو گردن اگر
کہوں کیا وو ساعد کی تعریف میں | زباں لال ہے اسکی توصیف میں
یہ خوبی نہ بلور پاوے کہیں | صفائی ہے لیکن یہ نرمی نہیں
کبھی نیم خوابی میں وو جامہ زیب | اگر کھینچے خمیازۂ دل فریب
تو دل جوششِ شوق سے آب ہوئے | ہم آغوش ہونے کا بے تاب ہوئے

---

۱ ہے نوربار، ا، د، س۔ ۲ ہوے (بہ یک حرکت) ج و س۔ ۳ جیوں۔ س۔ ۴ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۵ دیکھی
ا۔ دیکھے یہ گردن۔ ج۔ ۶ پادیں۔ ج۔ ۷ صفا ہے ولیکن یہ نرمی...... ج۔

کفِ دست لختِ دلِ عاشقاں ہر اونگلی نزاکت میں ہے نبضِ جاں[1]
صفا میں ہے وو سینہ آئینہ ساں کہ ہووے صورتِ حالِ عاشق عیاں
کہ سینہ صافوں کی ہے روحِ پاک ہے اُس پر عبث تہمتِ آب و خاک
لکھوں صافیِ ساقِ سیمیں اگر قلم بھی پھسل جائے کاغذ اوپر
رکھے جب کلیجے میں بلبل کے پاؤں ملے تب خیالِ رگِ گل کی چھاؤں
سراپا قیامت کا سامان تھا محبت کا دل عشق کا جان تھا[2]
کہیں کم ہے معشوق عاشق نواز جیسے ناز عاشق پہ ہووے نیاز
سو اوس میں یہ اوصاف پائے گئی مروت کے اصناف پائے گئی[4]
جسے جانتا تھا کہ بیتاب ہے مرے واسطے بے خور و خواب ہے
تو اوس پر بہوت مہربانی کرے ہر یک بات کی قدردانی کرے
ہر اک آن عاشق کا عاشق تھا وو سبھی خوبرویوں میں فائق تھا وو
اگر عزمِ آہو شکاری کرے کسی سمت حکمِ سواری کرے

۱؎ بیاں۔ ج۔ ۲؎ یہ اور نیچے کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۳؎ عاشق جان تھا۔ س۔ ۴؎ اوصاف۔ ج۔

جو کئی (کوئی) ہوویں[1] آگاہ اس بات پر — تو بے کل ہوئے دیدار کی گھات پر
کھڑے راستے میں[2] کریں انتظار — کہ جس راستے پر ہے اُس کا گزار
ہزاروں کریں اوس کو جھک کر سلام — کرے سب کے لائق سبھوں سے کلام
ہر اک پر بہوت (بہت) اس سی[3] نوازش کرے — ہر اک کے سزاوار سازش (میل ملاقات) کرے
جو کئی (کوئی) گھر طرف آوے مشتاق ہو — اُسی دم بلاوے اُسے روبرو
کہے کس[4] طرف کو کئے ہو کرم — سعادت کہ آئے تمھارے قدم
نپٹ (بے حد) دلبری مہربانی کرے — یہاں لگ (تک) کہ دل اوس کا پانی کرے
منگاوے پھر اُس واسطے پاندان — کھلاوے اوسے اپنے ہاتوں سے پان
لگاوے اُسے عطر ہاتوں سیتی (سے) — دل اوس کا کرے محو باتوں سیتی (سے)
کہے حسن ہے چار دن کی بہار — یہ صورت کو آخر نہیں ہے قرار
غنیمت ہے تم سے نجیبوں کی چاہ — کہ رکھتے ہو ہم پر کرم کی نگاہ
جسے اپنے عاشق پہ نیں (نہیں) ہے نظر — تو معلوم کیجے (جانئے) کہ ہے بے خبر"

---

۱ ہووے ۔ ج ۔ ۲ پر ۔ او ج ۔ ۳ ہی ۔ ا، یہ شعر ج میں نہیں ہے ۔ ۴ کس سبب سے کئے ہو..... ج۔

کروں کیا میں اوس کی صفت کیجے بیاں[1] | کہ طاقت نہیں ہے زباں کو یہاں
جو کچھ خوبیاں[2] چاہئیں تھیں سبھی | غرض یہ کہ تھا سب کی انکھوں کا جی

رفتن بہمراہی سردارزادہ صاحب جمال بامید تسکین بیقراری حال[3]

نظام ممالک امیر کبیر | شہنشاہِ ہندوستاں کا وزیر
کیا بال کنڈے[4] کو تسخیر جب | تب ارکانِ دولت چلے گھر کو سب[5]
ہوا ہر طرف موسم برشگال | ہوے سبز[6] ہر ہر چمن کے نہال
زمیں کو لیا سبزۂ تر نے گھیر | کہیں سبز سیر اور کہیں نیم سیر
ہر یک کوہ و صحرا میں نکلے نبات | جدھر دیکھیے فرش سبزِ نبات
وو سردار نامی سراپا جمال | ہوا جس کا اظہار آتنا[7] کمال
کیا عزم اپنے وطن کی طرف | وو صحرا سے صحنِ[8] چمن کی طرف
کہا مجھ کو اخلاص اور پیار سے | نہاں[9] یہ سخن گوشِ اغیار سے

1. کا۔ ا و س۔ 2. ج میں شعر نہیں۔ 3. احوال۔ ا۔ 4. دکن کا ایک مقام۔ 5. بند۔ ا۔ یہ اور بعد کے دس شعر "ج" میں "مقرر نہیں عاشقوں کا مکاں ..... کے بعد درج ہیں۔ 6. اپنا۔ ا۔ 7. اپنے وطن کی طرف۔ 8. و س۔

کہ کہتا[1] ہوں صاحب سنو ایک بات — جو وہ بات مانو تو میری نجات
ارادہ مرا گھر کے جانے کا[2] ہے — یہ برسات کے بعد آنے کا ہے
کرو تم بھی گر اوس طرف کو کرم — رکھو گے سر و چشم پہ ہر قدم
مقرر نہیں عاشقوں کا مکاں — برابر ہے تم کو یہاں اور وہاں
خصوصاً جو درویش آزاد ہیں — جدھر کو کریں عزم دل شاد ہیں
اگر قصد ہوے تو بہوت خوب ہے — تمھارا کرم دل کو مرغوب ہے
کہ ایام[3] بارش کے یہ چار ماہ — گزر جائیں گے پل میں کرتے نگاہ
جب اوس شخص نے اس طرح کہا — تو میں سن کے خاموش ہو کر رہا
کیا فکر دل میں کہ میں کیا کہوں — چلوں اوس طرف یا ابھی جا رہوں
بھرے پر[4] تو سودے سے سرشار ہے — مرا دل کسی کا گرفتار ہے
مجھے خلق کہتی[5] ہے آزاد ہے — سبھی جانتے ہیں کہ دل شاد ہے
نہ کھانا نہ پینا خوش آوے مجھے — نہ یہ بلکہ جینا خوش آوے مجھے

---

[1] کہتا ہے۔ ا۔ [2] کو۔ ا۔ [3] ج میں یہ شعر غلط درج ہے۔ [4] یہ۔ ج۔ [5] کہتے ہیں۔

۱-۱ ج۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔

نہ یہ بات عالم سے کہنے کی ہے ۔۔۔ کہ[1] یہ چوٹ سینے میں سہنے کی ہے
کیا غور جب خوب میں اپنا حال ۔۔۔ یکایک مرے دل میں آیا خیال
مرے پر جو کچھ بیکلی ہے سو ہے ۔۔۔ کسی بات کی تلملی ہے سو ہے
اگر یہاں رہا میں کیا یہ قبول ۔۔۔ تو جاوے گا یہ درد سو خاک دھول
جو رہنے میں جاتی نہیں یہ بلا ۔۔۔ خوشی اُس کی[2] سُنتے ہوں ہے تو چلنا بھلا
جسے اس طرح کا ہے حسن[3] اور جمال ۔۔۔ کہ اُنکے میں جس[4] سے ہزاروں خیال
سبھی خوبیوں بیچ ممتاز ہے ۔۔۔ صفِ خوش قدوں میں سرافراز ہے
سو مجھ پر اسے پیار ہے اس قدر ۔۔۔ ہر یک وقت غمخوار ہے اس قدر
نہیں قدرتِ حق سے کچھ عجب ۔۔۔ مگر رفعِ غم کو یہی ہوئے[5] سبب
کبھی[6] رفتہ رفتہ مراد رد و غم ۔۔۔ ہے امید شاید کہ ہو جائے کم
دو[7] زلفوں کی بو جی کو خوش آئے تو ۔۔۔ مرے دل کا ناخن اٹک جائے تو
کئی طرح کی بات تجویز کر ۔۔۔ کیا اُس کے ہمراہ عزمِ سفر

۱ نہ اوج۔ ۲ کوں۔ ج۔ ۳ حسن وجمال' ا۔ ۴ کے۔ س۔ ۵ یہی ہے سبب۔ س۔ ٦ کہیں ج۔
۷ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔

ہوا اس کے ہمراہ میں لاعلاج کہ پاوے کہیں چین میرا مزاج
ولیکن وہی درد و غم یار تھا کلیجے میں میرے وہی خار تھا
وہی برق تھا خرمنِ ہوش میں تفاوت نہ تھا اولیں جوش میں
وہی جان کندن مجھے تھا سو تھا کہوں کس زباں سے میں اپنی بتھا[۱] مصیبت کتھا
وہی دمبدم آہ پر آہ تھی نہ وہ آہ تھی بلکہ جاں کاہ تھی
[۲] وہی بیخودی نے کیا تھا ہجوم وہی کشورِ دل میں تھی غم کی دھوم
وہی آہ و زاری مرا کام تھا وہی حال کیا صبح و کیا شام تھا
وہی دل میں تھا نامرادی کا داغ وہی داغ تھا مجکو گلگشتِ باغ
وہی غم کا افراط تھا روز و شب وہی تھا مرے پر خدا کا غضب
[۳] کلیجے میں ہر دم وہی سول بھالا تھا ہر اک دمبدم ہول پر ہول تھا
وہی دل کے شعلوں کا بھڑکاؤ تھا وہی غم کے تیروں کا برساؤ تھا
وہی دمبدم تھا قیامت کا شور وہی زخمِ غم تھا کلیجے کے تور[۴]

۱؎ کتھا۔ ج ۔ ۲؎ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۳؎ کلیجے میں میرے وہی سول تھی ٭ ہر اک دم مجھے ہول پر ہول تھی

ا۔ ۴؎ یہ اور اوپر کے دو شعر ج میں نہیں ہیں ۔

وہی تھا تڑپنا شب و روز کا　　وہی تھا جلن دردِ جاں سوز کا

وہی غم کے طوفان[1] تھے[2] پے بہ پے　　وہی ہچکی تھی جواب لگ کہ[3] ہے

قیامت تھی منزل بمنزل مجھے　　نہ دل بلکہ سینے پہ تھی سِل مجھے

نہ آتا[4] تھا خوش دل کو صحرا کا سیر　　کہ تھا گلشنِ زندگانی سے سیر

ترو تازہ تھا سب طرف سبزہ زار　　ولیکن مرے حق میں تھا نوکِ خار

مرے[5] زخمِ دل پر کہ تھے بے شمار　　ہر یک برگ تھا خنجرِ آب دار

قیامت کا طوفان سہنا تھا میں　　ولیکن کسی سے نہ کہتا تھا میں

کہ عالم کے سب لوگ بیدرد ہیں　　نہیں گرمیٔ عشق دل سرد ہیں

جو کئی آشنا ہووے تو کہنا[6] بھلا　　وگرنہ وہی درد سہنا بھلا

سو[7] عالم میں کئی یار جانی نہیں　　کہیں دوستی کی نشانی نہیں

بہوت آزمایا ہوں تحقیق ہے　　اور اس بات پر مجھ کو تصدیق ہے

محبت[8] سے ہوتا ہے حاصل خدا　　پہ زنہار ملتا نہیں آشنا

---

[1]، [2] و [3] ’کا‘ ’تھا‘ بھی ل، د، س۔ [4] و [5] یہ اشعار ج میں نہیں ہیں۔ [6] ’کہنا‘ ج
[7] ’کو‘ س۔ [8] ’محنت سے‘ ل، د، س۔

تسکین نیافتن دلِ بیقرار باوجود غمخواری آن عزیز غم خوار

خدایا مری عرض کو مان لے — کسی دشمنِ جاں کو یہ دکھ نہ دے
کہ جس[1] سے رہے جان کندن مدام — وہ مرنا بھلا جس سے ہووے تمام
خدا[2] کس کو کس کا نہ کر مبتلا — کہ اول مزا ہے پہ آخر بلا
کسی شوخ قاتل کے پالے نہ ڈال — کہ جس کی محبت میں ہو[3] جی کا کال
اگر ہوے تو ہوویں اس میں دلداریاں — ہر یک وقت عاشق کی غم خواریاں
غرض اوس فسوں گر نے کر مکر و فن — مجھے لے گیا سات اپنے وطن
نہایت ہر یک بات[4] میں دلبری — نہ وہ دلبری بلکہ جادوگری
نپٹ اوس کو تھی میری خاطر عزیز — ادب سے ہر یک بات تھی باتمیز
یہی اوس کو رہتا تھا ہر دم خیال — مبادا یہ درویش آشفتہ حال
کسی بات پر مجھ سے آزردہ ہووے — کنول اوس کے خاطر کا پژمردہ ہووے

۱؎ یہ اور بعد کے تین شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۲؎ کسی کو کسی کا نہ کر مبتلا۔ ا۔ ۳؎ ہووے۔ س۔ ۴؎ آن، ج۔

ہر یک صبح کرتا تھا جھک کر سلام　　ہر یک وقت کہتا تھا میں ہوں غلام

کئی طرح کی نعمتیں[1] وو منگائے　　اگر میں نہ کھاؤں تو وو بھی نہ کھائے

کہے مجھ کو لاچار ہو دمبدم　　جسے مانتے ہو اوسی کی قسم

کہ کھانے سے مت موں[2] پھراتا نہیں　　وگر نیں تو مجھ کو بھی کھانا نہیں

اگرچہ وو کھانا مجھے[3] زہر تھا　　نہ بھاتا ہے ہر چند میں مرے قہر تھا

نہایت جو ہوتا تھا میں لاعلاج　　تو آخر کو رکھتا تھا اوس کا[4] مزاج

اگر رات ساری میں بیٹھا رہوں　　"تجھے نیند آوے تو سو رہ" کہوں

ولیکن مرے پاس بیٹھا رہے　　میں جب لگ نہ سوؤں تو باتیں[5] کہے

کبھی وو عزیزِ فصاحت بیاں　　لگا لے کسی شاہ کی داستاں

کبھی حالِ "مہیار و چندر بدن"[6]　　کبھی خوش ادائی سے وو خوش سخن

کسی وقت فرہاد و شیریں کی بات　　کسی وقت دلچسپ و[7] شیریں نکات

کبھی قصۂ عشقِ شاہ و گدا　　حکایاتِ رنگین[8] و عشرت فزا

---

[1] کے نعمتاں۔ ج۔ [2] موں۔ ا د ج۔ [3] کی۔ ج۔ [4] یا تاں کرے۔ ج۔ [5] چندر بدن و ماہ یار۔ دکن کا مشہور قصہ ہے۔ [6] دلچسپ شیریں۔ مں۔ [7] رنگین عشرت فزا۔ مں۔ ا

کبھی[1] شعر خوانی کرے برمحل کبت[2] دوہرہ و بیت و فرد و غزل
نہایت خبر تھی اوسے راگ میں سنے سو[3] جلے عشق کی آگ میں
کبھی خوش گلوئی سے گانے لگے ستار اور طنبورا بجانے لگے
مرے تئیں[4] کہے لطف اور پیار سے ۲۲۰ کہ جیوں کر کہے یار کُئی یار سے
کہ ہے عالم اک راگ کا شوق مند تمھیں[5] کونسی راگنی ہے پسند
جو کچھ[6] مجکو فرماؤ سو گاؤں میں مزاج آپ کا جس طرف پاؤں میں
غرض کیا؟ کہ یہ بیدلِ دردمند کہ ہے[7] حلقۂ دامِ وحشت میں بند
کسی[8] شکل کر مجھ سے دل شاد ہوئے جو کچھ اس کا غم ہے سو برباد ہوئے
ولیکن میں دل شاد ہوتا نہ تھا مرا غم سو برباد ہوتا نہ تھا
نہ تھا اس قدر کا مرے دل پہ غم کہ سامانِ عشرت ستی ہوے کم
جو کُئی غم کی آتش میں جلتا رہے ہر یک رات جیوں شمع گلتا رہے
اُوسے کب خوش آتے ہیں سامانِ عیش کہ زنداں ہے اس کو گلستانِ عیش

[1] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [2] کبت دوہرہ فرد و بیت و غزل۔ ا۔ [3] جو۔ ج۔ [4] مرے کوں۔ ج۔ [5] تمے۔ س۔ تمیں۔ ج۔ [6] جو کچھ مجکوں فرماو تو گاویں؛ اگر امر ہے تو تو بتلاوں میں۔" ج۔ [7] ہوئے۔ ا۔ [8] کسی شکل سیں کیا بیں دلشاد ہوے جو کچھ اسکا غم ہوے..." ج۔

سدا کام اُسے آہ و زاری سے ہے — اُسے شغل نت اشک جاری سے ہے
خوشی ہے اُسے خاک اور دہول کی — جسے چوٹ ہے عشق کے ہول کی
کسی آن وو غم بسرتا نہیں — مرے تو بھلا پن وو مرتا نہیں
لگا ہے جیسے زخمِ پنہانِ غم — اُوسے بے اجل موت ہے دمبدم
جگر کوہ[1] اور آپ ہے کوہ کن — ہے تیشہ اُوسے دم کا آوا گون
ہمیشہ اُسے جان کندن رہے — پلک اوس کی آنکھوں میں سوزن رہے
نہ اُس کو لگے[2] زخم تلوار کا — نہ اُس کو چڑھے زہر کُئی مار کا
مَرے تو اوسی تیغ کے وار سے — مرے تو اُسی زہرِ خوں خوار سے
کہ جس زہر کی لہر میں ڈنک ہے — اُسے جامۂ زندگی تنگ ہے
اسی بات پر بات آئی ہے یاد — کہ ہے مصرعِ درد کو مستزاد

حکایت بسبیلِ تمثیل

کسی ملک کا ایک تھا بادشاہ — کہ تھا صاحبِ ملک[3] و تخت و کلاہ

---

[1] ج میں شعر نہیں ہے۔ [2] کے۔ س۔ [3] حکم' ا و ج۔

زبس تھا اوسے گنج و زر بے شمار[1]　　نہ تھا شغل اوسے جز شراب و شکار
اوسے (اس کا) خیر خواہ ایک دیوان تھا　　کہ سب[2] بات کا خان ساماں تھا
سو ایک روز تھا سیر میں بادشاہ　　سب ارکانِ دولت طرف کر نگاہ
کیا یاد اوس گھر کے دیوان کو　　وہ سب بات کے خان ساماں کو
ضروری سرانجام کے واسطے　　کسی لازمی کام کے واسطے
محل[3] کی طرف حکم اوس کو ہوا　　کہ تا حسب الارشاد لاوے بجا
بجا لا کے آدابِ تسلیم کے[4]　　ادا کر کے سب رسم تعظیم کے[5]
محل کی طرف کو روانہ ہوا　　اسے واں (وہاں) کا جانا بہانہ ہوا
گیا بے خبر ڈیوڑھی کی طرف　　ہوا جا کے تیرِ بلا کا ہدف
کسی خوبصورت سہیلی کا ہات　　کہ تھے اوس میں کئی سحر جادو کے گھات[6]
نظر بیچ آیا اوسے یک بیک　　نہ وہ (وہ) ہات سب (پورا) بلکہ پہونچے تک[7]
اسی (میں) ہات کو دیکھ بے خود ہوا　　اسی بے خودی سے زمیں پر گرا

۱؎ ج میں شعر نہیں ہے۔ ۲؎ یہ گویا "میر جملہ" کی تشریح ہے۔ ۳؎ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔ ۴؎ و ۵؎ و ۶؎ کی، ا۔ ۷؎ بلکہ پہنچے" ا د س۔

نہ ہلنے نہ چلنے کی طاقت رہی — نہ کچھ بات کرنے کی جرأت رہی

کیا جذبۂ عشق نے محو اوسے — ہوا ماسوا[1] عشق سب محو اوسے

محل کی اصیلوں نے یہ حال دیکھ — وو بیحال کے[2] جان پر کال دیکھ

کسی نے تو سائے کا پوچھا خیال — کسی نے کہا دھوپ کا ہے زوال[3]

سر و چشم پر اوس کے[4] چھڑکا گلاب — کہ کم ہووے گر گرمیِ آفتاب

فاتانہ پوچھا کسی نے وو راز — کہ اوس شخص پر کیا ہے سوز و گداز

جب اس بات کی شاہ کو ہوئی خبر — سنا اوس کے احوال کو سر بسر

جو اس وقت پر اہلِ دربار تھے — جہاں لگ امیر اور سردار تھے

کہا سب کو وو صاحبِ تخت و تاج ۲۷۰ — ہے اس شخص بیخود کا لازم علاج

طبیب اور سیانے جو ہیں شہر کے — نہ اس شہر کے بلکہ سب دہر کے

سبھوں کو دکھاؤ کہ کیا ہے اسے — مرض ہے اسے یا بلا ہے اسے

طبیبوں نے نبض اور سیانوں نے فال — بہوت دیکھے لیکن نہ پائے[5] وو حال

---

[1] ماسوی العشق ۔ او ج ۔ [2] کی ۔ ا ۔ [3] وبال ۔ و ۔ [4] کو ، ج و ا ۔ [5] نہ پائے خیال ۔ ج ۔

نولاچار حیران ہو کر رہے ہوئے لاعلاج اور سبھوں نے کہے[1]
ناچار

مَرَض ہووے تو ہووے دوا کا اثر بلا ہووے تو ہووے دعا کا اثر

سو دونوں کے آثار اوس پر نہیں خدا جانے اوس کو ہوا کیا کہیں

ہمیں غیب کی بات معلوم نیں جو کچھ فہم میں نیں سو مفہوم نیں
نہیں نہیں نہیں

اوسے ایک تھا محرم و[2] آشنا نہ رہتا تھا ایک آن اُس سے جدا

کہا کان میں اوس کے جا یہ سخن کہ اے یارِ جانی مری بات سُن

اگر ہے ترے پر پری کا گزر[3] ۳۸۰ وگر ہے ترے پر بلا کا اثر[4]

پری کو جلاؤں میں شیشے میں لا بلا ہے[5] تو لاؤں بلا پر بلا

اگر دل لگا ہے کسی سے ترا تو کہہ مجھ سے حاضر ہے یہ جی مرا

اگر حور ہے تو بلاؤں اوسے ہر اک وجہ[6] تجھ سے ملاؤں اُسے

سنا اوس نے جب آشنا کی صدا مزاج اوس کا فی الجملہ آیا بجا

یکایک کیا[7] آہ عالم گداز کہ اے[8] یار مت سن مرے دل کا راز

۱۔ فعل مطابق فاعل۔ ۲۔ محرم آشنا۔ س۔ ۳۔ اسر (اثر) ج۔ ۴۔ گذر۔ ج۔ ۵۔ ہوئے تو۔ ج۔
۶۔ طرح۔ ا۔ ۷۔ فعل مطابق فاعل۔ ۸۔ ارے یار۔ س۔

سنے گا تو حیران ہو جائے گا		سنے بعد آخر کو پچھتائے گا
نہایت بجد جب ہوا وو رفیق		رفیقِ موافق انیسِ شفیق
تو آخر کو اپنا کہا حال سب[1]		وو بیہوشی و بیخودی کا سبب
کہا اب تو اے یار بیتاب ہوں		محبت کا دکھ کب تلک میں سہوں
سہیلی ہے[2] یا کئی حرم یا خواص		کہ جس کا ہے وو ہات مقصود خاص
اگر شہ[3] کو یہ راز ہووے برملا		تو ہے جان اور آبرو پر بلا
بہت غور کریں کیا دل میں سیر		یہ سب[4] جائے مقصد ملے سو بخیر
یہی دل میں آتا ہے ہر دم خیال		کہ مرنا بھلا زندگانی ہے کال
کہا یہ سخن اور اٹھا یک بیک		گیا وہاں ستی توشے خانے تلک
وہاں سے[5] لیا تین شیشے بھرے		کہ تھے زہرِ قاتل ستی وو بھرے
ہر یک شیشہ اوس کا ہزاروں[6] کا مال		ہر یک قطرہ اُس کا جو ہے[7] جی کا کال
ہر یک کو بتدریج سب پی گیا		کہ اس[8] دکھ سے بہتر اگر جی گیا

---

[1] تب ۔ ج ۔ [2] تھی ' ج ۔ [3] اگر شہ کوں ہوئے راز پر برملا ۔ ج ۔ [4] یہ سب جائے ' مقصد ملے سوئی (سو ہی) خیر ' ج ۔ [5] ستی ملا ' ج ۔ [6] ہزاروں کا کال ' د ۔ س ۔ [8] اسی دکھ سے بہتر ۔۔۔ ' ج ۔

ہوا منتظر یہ کہ مرتا ہوں میں | دم واپسیں ہے کہ گنتا[1] ہوں میں
ولیکن فلک اور بازی[2] میں تھا | عجب شکل کی کارسازی میں تھا
اوسے زہر نے کچھ اثر نیں کیا | ہلاہل ہوا اوس کے حق میں غذا
زیادہ ہوئی بے قراری اوسے | ہوئی دونی[3] بے اختیاری اوسے
کہ اس زہر نے بھی کیا نیں[4] اثر | نصیبوں میں کیا ہے خدا کوں خبر
اسی بیچ شہ نے بلا روبرو | کہا اوس کو یک بار پُر خشم ہو
بدن کا تجھے ہرگز آزار نیں | بلا اور سائے کا آثار نیں
اگر تجکو خدمت سے[5] انکار ہے | عبث اس بہانے کا اظہار ہے
ترے بن سبھی بند ہیں کاروبار | اگر نوکری نیں قبول اختیار
ہے اشیا حوالے ترے جان[6] تلک | فلانے کے[7] تحویل کر یک بیک
وہی اب سرانجام خدمت کرے | وہی بر میں خدمت کی خلعت کرے
کیا حکم جب اس طرح بادشاہ | ہوا تب تو لاچار وہ بے گناہ

[1] گذرتا ہوں میں۔ اوس۔ [2] بانوں۔ ج۔ [3] دوں۔ ا۔ [4] نے (نی) اثر۔ ج۔ [5] کا۔ ج
سیں۔ س۔ [6] جہاں۔ ا۔ [7] کی۔ ا۔

جو کچھ توشے خانے کا اسباب تھا   دُر[1] و لعل و یاقوت کا باب تھا
وو اشیا حوالے کیا سب اُوسے   مقرر ہوئی تھی وو خدمت جسے
وہی تین شیشے جو تھے زہر کے   نہ تھے زہر کے بلکہ تھے قہر کے
نہ پائے سو پرسش کیا بادشاہ   مقرر ہوا اُس کے ذمے گناہ
کہ[2] اول تو اس سے بہانا ہوا   پھر اس پر ہزاروں کا نقصان ہوا[3]
ہوا[4] حکم اوسے طوق و زنجیر کا   رہا کام وھاں عقل و تدبیر کا
سخن آبرو پر جب آیا اوسے   علاج اُس کا ہرگز نہ پایا اُسے
تب آخر کو شاہِ جہاں دار سے   طبیبِ مریضِ[5] دلِ اُفگار سے
کہا حال اول سے آخر تلک   جو کچھ اُس پہ گزرا تھا ہر ہر پلک
بیاں ہات (ہاتھ) کے دیکھنے کا تمام   اور[6] اُس زہر پینے کا کیا تھا سو کام
کہ جاتی تھی اس وقت پر آبرو   اگر قتل کا حکم ہووے تو ہو
یہ ناچیز جینے سے مرنا بھلا   غمِ زندگانی بسر (ختم ہونا) نا بھلا

---

[1] زر۔ ج۔ [2] تو اول کہ اوسیں۔۔۔ ج۔ [3] کیا۔ د۔ بہانا کو بہانان بھی کہتے تھے۔ [4] کیا۔ د۔
[5] مریض و دلِ اُفگار۔ ج۔ [6] سبب زہر پینے۔۔۔ ج۔

سنا[1] یہ سخن جب شہنشاہ نے　　وو صاحب خرد باطن آگاہ نے
تحیر سے دانتوں میں انگلی لیا　　کہ یہ شخص حیراں ہو کیوں کر جیا
کہ اس زہر کی نیں چڑھی اس کوں لہر　　چڑھا ہے مگر عشق کا اوس کو زہر
تب اوس پر بہوت مہر آئی اوسے　　کیا ہر طرح دلربائی اوسے
کہا اوس محبت کے پیار سے　　وو ملکِ جنوں کے جہاں وار سے
کہ دیکھے[2] وہی ہات اگر تو کہیں　　پچھانے گا اوس ہات کو یا نہیں
ہنسا[3] سن کے یہ بات وو دردمند　　کہ اے خسرد عاقلِ ہوش مند[4]
دوانہ ہوں جس ہات کی بات کا　　تو پھر پوچھنا کیا ہے اُس بات کا
یہی مدعا ہے مرا سر بسر　　کب آویگا[5] وو ہات مجکو نظر
کہا شاہ نے اوس کو اے دردمند　　وہی ہات کو دیکھ کر تو پسند
کسی کا بھی وو ہات ہووے اگر　　حوالے کرونگا ترے بیاہ کر
یہ کہہ کر اٹھا وو[6] محل کی طرف　　کہا ہے جہاں لگ کہ عورت کی صف

---

[1] سنا اوس سے جب یہ ...." س۔ [2] کہ دیکھے اگر ہات وو ہی کہیں۔ س۔ [3] یہ اور بعد کا شعر س میں نہیں۔ [4] عاقل و ہوشمند" ا۔ [5] آتا ہے۔ ا۔ [6] شہ" ا۔

حرم اور سہیلی کنیز[1] اور خواص نہ تنہا یہی بلکہ منکوحِ خاص
ہر ایک ہات پردے سے اپنا دکھا کہ کس ہات کا اوس جگر پر ہے گھا
ہریک ہات اپنا دکھانے[2] لگی جو مقصد تھا اوس کا بتانے[3] لگی
ہریک[4] ہات تھا پنجۂ آفتاب جسے دیکھ کر جائے ہر دل سے تاب
ہریک ہات خورشید تھا دل فروز کہ تھا رشک سے دستِ موسیٰ کو سوز
اگرچہ ہریک ہات تھا دل نواز کہ واں ناز کرنا تھا کارِ نیاز
ولیکن وو بے تیغ بسمل کیے تئیں ۴۴۴ شہیدِ کفِ دستِ قاتل کے تئیں
نہ تھا کچھ توجہ[5] کسی ہات پہ کھڑا تھا اوسی ہات کی گھات پر
اوسے تھا اوسی ہات کا انتظار کہ جس نے کیا تھا اوسے بے قرار
وو ہاتوں کا جس وقت میں تھا گزر یکایک وہی ہات آیا نظر
کہ جس ہات میں اوس کا دل بند تھا محبت کی آتش کا اسپند تھا
اوسی ہات کو دیکھ کر تھج گیا شہِ عشق کو[6] پیش کش جی دیا
غش کر گیا

۱؎ کنیزک خواص۔ س۔ ۲؎ بتانے ل۔ س۔ ۳؎ دکھانے ل۔ س ۴؎ یہ اور بعد کے دو شعر ج میں نہیں۔
۵؎ وہم ہم کو کس ہات پر ہے ج۔ ۶؎ کے۔ ج۔

گیا مضطرب ہو کے شہ اُوسکے پاس — کہ احوال اوس کا کرے کچھ قیاس

سو کیا دیکھتا ہے کہ بے جان[1] ہے — چمن زندگانی کا ویران[2] ہے

اودھر کو وہ معشوقۂ دلفریب — کہ تھا حسن کے ملک کو جس سے زیب

کیا اُن[3] شہ یکدلی نے اثر — برابر موے یہ اِدھر وو اُدھر

شہ اس حال کو دیکھ لرزاں ہوا — ۵۹۰ نہ شہ بلکہ سب خلق حیراں ہوا

زبانِ[4] قلم کو بھی طاقت نہیں — لسانِ سخنور کو جرأت نہیں

کہ تا قصۂ عاشقی ہووے تمام — کرے داستاں عشق کی انصرام

سراج اب عبث قصہ خوانی نہ کر — سخن مختصر کر کہانی نہ کر

کسی اور کے حال سے تجھ کو کیا — وہی سرگزشت[5] اپنی لکھنے میں لیا[6]

کہ پھر تجھ پہ کیا کیا ہوا اب تلک — حقیقت بیاں وار کہہ یک بیک

یکے بعد دیگرے

رفتن بہ سیرِ گلزار بسبب بحد (بضد) شدن ہماں سردار

غرض وو عزیز سراپا شعور — نہ کرتا تھا کچھ دلبری میں قصور

---

[1] و [2] بے حال، پامال، ج۔ [3] زیادہ، ا۔ [4] زبان، ا۔ [5] سرنوشت، س۔ [6] ہا، ج وس۔

جو کچھ دل اٹکنے کے سامان تھے جو کچھ جی لیجانے کے طوفان تھے

نگاہِ تبسم بطرزِ حجاب نظربازیٔ عشوہٗ انتخاب

گرہ زلف کی دم بدم کھولنا ادا سے ہر اک بات کو بولنا

کسی سے کرے بات اگر گاہ گاہ اِدھر بات اُدھر مسکراتی نگاہ

سو سب تھی مرے واسطے یہ طرح[1] کہ ہر وجہ یہ شخص پاوے فرح

مرے پر وہی درد و اندوہ تھا قدیمی قیامت کا انبوہ تھا

یہ طرحیں خوش آتی نہ تھیں مجکو جب سو دل کا اٹکنا تو معلوم تب

ہوا عزم[2] ایکدن اُوسے باغ کا کرے تا کہ مرہم مرے داغ کا

کہ بیشتر چمن بیچ کھلتا ہے دل طرف سبزہ و گل کے ڈھلتا ہے

مگر واں کھلے اُس کے دل کی گرہ نکل جائے غم کی جمی ہے جو تہ

یہی دل میں کر عزم مجھ کو کہا کہ اس وقت کیا دل کشا ہے ہوا

جھکا ہے دیکھو ابر کس رنگ سے رہو کب تلک اس دلِ تنگ سے

چلو باغ کی سیر ہم تم کریں یہ سب[3] غم کا نام و نشاں گم کریں

---

[1] طرح ۔ ج ۔ [2] ہوا ایکدن عزم مجھ باغ کا ۔ ج ۔ [3] کہ اور ۔ ج ۔

اُسی وقت وو[1] حکم جاری ہوا ۔۔ شتابی سے حکمِ سواری ہوا

نقیبوں نے سب کو دئے جا خبر ۔۔ کہ حکمِ سواری ہے اس وقت پر

جہاں لگ سواری کا ساماں تھا ۔۔ نہ سب بلکہ جتنا کہ فرماں تھا

سو حاضر ہوا بات کی بات میں ۔۔ مرا ہات اوس نے لیا ہات میں

کہا اب شتابی اوٹھو اور چلو ۔۔ نہ چلنے کا ہرگز بہانہ نہ لو[2]

مری بات مانو کرو اب کرم ۔۔ نہ مانو تو میرے لہو کی قسم

میں آخر کو راضی ہوا نا ضرور ۔۔ کہ انکار ہے آدمیت سے دور

چلا[3] باغ کو جانِ ناشاد لے ۔۔ جگر میں وہی آہ و فریاد لے

غرض باغ کے بیچ جانا ہوا ۔۔ گلے پر چھری کو چلانا[4] ہوا

نپٹ گرچہ وو باغ تھا دلکشا ۔۔ زمیں سبز اور صحن تھا خوش فضا[5]

ہر یک سمت پانی کی نہروں کی سیر ۔۔ وو نہروں میں پانی کی لہروں کی سیر

میں جب دیکھتا تھا وو نہروں میں لہر ۔۔ زیادہ وو لہروں سے چڑھتا تھا زہر

---

۱ پر۔ س۔ ۲ بہانہ کرو۔ ج۔ ۳ چلا باغ کو جانِ ناشاد سے بہ وہی نالہ و آہ و فریاد سے۔ ل و س۔

۴ پھرانا۔ ل و س۔ ۵ پر فضا۔ ل۔

روان آب کی ہر طرف آبشار　　جدھر دیکھئے ہو رہی تھی بہار
طرب بخش تھا ناچنا مور کا　　تماشا[1] تھا ہر مور کے شور کا
ہر یک سرو پر عشق پیچے کی بیل　　خوشی کے گلے کی[2] تھی گویا جھیل
جھکی ڈالیاں بیدِ مجنوں کی تھیں　　خمِ زلفِ لیلیٰ کے افسوں کی تھیں
ہر اک حوض پانی سے لبریز تھا　　ہر اک قطعۂ باغ گل خیز تھا
سمن[3]، ارغواں، نرگسِ عبہری　　گلِ لالہ و سیوتی جعفری
تھے منڈوے ہر اک قسم انگور کے　　سو خوشے[4] تھے وو طرۂ حور کے
درخت آنب[5] کے سبز اور سایہ دار　　نہالانِ نوخیز رنگیں بہار
اُدھر بلبلوں کی غزل خوانیاں　　اِدھر پھول کی شبنم افشانیاں
اودھر[6] سرو رعنا کے سبزے کی دھوم　　ادھر نغمۂ قمریوں کا ہجوم
ہزار[7] اناروں کے تختوں کی سیر　　نئی کونپلوں کے درختوں کی سیر
نپٹ جھوم آیا تھا ابرِ بہار　　برستی تھی باریک چھم[8] چھم پھوار

---

[1] سمایا تھا۔ ا۔ [2] بیچ گویا۔ ج۔ یہ تھی گویا۔ س۔ [3] ج میں شعر نہیں ہے۔ [4] سو خوشے اوسے طرہ حور کے۔ ا، د، س۔
[5] آنبہ۔ ا۔ [6] ا میں دوسرا مصرعہ پہلے اور پہلا بعد ہے۔ ج میں سرو کو سیر لکھا ہے۔ [7] ہزاروں۔ ج۔ [8] چھم چھم کی دھار۔ ج۔

عجب وقت تھا اور عجب رنگ تھا — ولیکن مرا دل نپٹ تنگ تھا
ہر یک قسم کا میوۂ خوش مذاق — جسے دیکھ کھانے کا ہووے اشتیاق
مجھے دیکھنا تلخ تھا اُس طرف — کہ تھا دل مرا تیرِ غم کا ہدف
پھر اس طرح کا گل بدن گل عذار — کہ کئی شخص تھے جس کے بے اختیار
خط و خال و زلف و نگہ دل پسند — سخن فہم و دانا دل و ہوش مند
نہ محض ابرو و چشم سے خوب تھا — سبھی خوبیوں بیچ محبوب تھا
سو کرتا تھا دل جوئی و دلبری — ۵۰۰ ادا و[1] تبسم سے جاں پروری
ولیکن مرے پر غضب تھا سو تھا — میں جس چوٹ سے جاں بلب تھا سو تھا

بے اختیار شدن از تصویرِ یار در گلستان و رسیدن آں سحر دراز و کیفیتِ رازِ نہاں

کسی[2] کو خبر رازِ پنہاں کی نیں — جگر سوزیِ آہِ سوزاں کی نیں
کسی[3] پر جو ہووے گریۂ بے کسی — تو ہے بے خبر کی سمجھ میں ہنسی

---

[1] ادا اور تبسم۔ [2] کسو۔ ج۔ [3] کسی پر جو ہے یہ اگر بے کسی۔ س۔ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

وہی جانے جس نے گنوایا ہے دل	برہ کی اگن میں جلا[1] ہے دل
وہی[2] جانے یہ جس پہ طوفان ہے	غم و درد و حسرت کا سامان ہے
وہی کان دھر کر سنے گا یہ بات	کہ جی[3] کو دیا ہووے کسی[4] پیو کے ہات
سو عالم میں نایاب ہے[5] درد مند	سبھوں کو ہے لہو و لعب دل پسند
یہ اپنا سخن آپ سنتا ہوں میں	یہ گل اپنے دامن میں چنتا ہوں میں
کہ اس طرح کا باغ عشرت فریب	بھر اس شکل کا دلبر جامہ زیب
سب اسباب مسرور ہونے کا تھا	غم و درد کے دور ہونے کا تھا
یہ طالع میں میرے جو غم تھا سو تھا	وو اول کا درد و الم تھا سو تھا
نپٹ بلکہ اس وقت دونا ہوا	مرے حق میں وو باغ سونا ہوا
زیادہ ہوئی یاد اوس یار کی	ستم کیش[6] و بے رحم و عیار کی
کہ اس وقت پر[7] حیف پیارا نہیں	وو[8] گلشن میں میرا ہزارا نہیں
لیا فوج حسرت نے یکبار گھیر	کیا صبر کے شاہ کو اوس نے زیر

[1] ہوے۔ ا۔ [2] ا و س ا میں یہ شعر نہیں ہے۔ [3] کوئی۔ [4] پی۔ ا۔ [5] ہیں۔ ا و س۔

[6] ستم کیش بے رحم۔ ا۔ [7] میں۔ ا۔ [8] یہ۔ ا و س۔

غم و درد کے زخم کاری ہوے — سو یکبارگی اشک جاری ہوے
ترقی ہوئی دردِ جاں کاہ کی — ہوا گرم ہئی نالہ و آہ کی
ہم آغوشی یار کی یاد میں — وفورِ[1] محبت کی بیداد میں
عنانِ خرد چھوٹ گئی ہات سے — اُوٹھا آہ و فریاد و ہیہات سے
تصور سے اُس کے ہوا یاں تلک — کہ آنکھیں نکل آئیں کھل گئیں پلک
درخت ایک تھا سرو کار و برو — اوسے دیکھتا ہوں کہ ہے آپ وو
جسے دل دیا تھا میں مدت ستی — ہوا یاں تلک جس کی وحشت ستی
سو گویا کھڑا ہے وہی طرز و حال — وہی چشم و ابرو وہی خط و خال
اوسے دیکھ دوڑا میں ہو بیقرار — قدم پر رکھا سر کو بے اختیار
بہوت آہ و زاری سے رونے لگا — میں آنسو سے وو پاؤں دھونے لگا
وہی محفلِ دلبری کا چراغ — کہ جس نے مجھے سانت لایا تھا باغ
ہوا مضطرب اور اوٹھایا مجھے — یکایک وہیں ہوش آیا مجھے
میں اپنی طرح پر[2] ہوا اب خجل — لب خشک اور چہرہ منفعل

---

۱ ودفور۔ س۔ ۲ پھر۔ ا۔

کہ مجھ سے یہ اندازِ[1] بیجا ہوا
عبث سامنے اوس کے رسوا ہوا

جتنے ساتھ آئے تھے خدمت گزار
سو حیراں ہوئے دیکھ میرا شعار

مزا سیرِ گلشن کا پھیکا ہوا
سبھوں کو تحیر[2] اسی کا ہوا

کہ اس طرح[3] کا عاقلِ باحیا
سبب کیا کہ[4] آج اس طرح سے ہوا

خصوصاً وو[5] سرمایۂ عقل و ہوش
مقامِ تحیر میں تھا اور خموش

غرض باغ سے پھر کے[6] آنا ہوا
مکانِ معین کو جانا ہوا

ہوا آدیر کو وقت جب شام کا
خلاصہ ہوا مجمعِ عام کا

سبھی اہلِ مجلس گئے جابجا
وہی تھا یا میں دوسرا کئی[7] نہ تھا

ادب سے دو زانو ہو میں بے حضور
کہا مجھ کو اک عرض ہے بالضرور

اگر حکم کہنے کا ہووے تو کہوں
وگرنیں[8] تو خاموش ہو کر رہوں

کہ مدت سے تم کو اداسی تو تھی
ہر اک دم طبیعت نراسی تو تھی

کسی سے نہ گفتار تھا نہ خطاب
کوئی بات پوچھے تو بس اک جواب

۱۔ اسرار۔ ج۔ ۲۔ سے تحیر سبھوں کو۔ ج۔ ۳۔ طرز۔ س۔ ۴۔ جو۔ س۔ ۵۔ جو۔ س۔ ۶۔ کو۔ ۷۔ کے۔ س۔ ۸۔ یہ شعر س میں نہیں ہے۔

ہر اک وقت رہتے تھے افسردہ دل — کبھی خوش نہ دیکھا تمہیں ایک پل[1]

ہوا سو ہوا آج کیا تھا سبب — کہ تھا باغ میں وقت عیش و طرب

وہاں دل خوشی کے سب اسباب تھے — سبب کیا تم اس طرح بیتاب تھے

وہاں آہ و زاری کا کیا وجہ تھا — وہ بے اختیاری کا کیا وجہ تھا

تحیر سے آنکھیں لئے تم پھرا — وہاں کوئی نہ تھا سرو کا جھاڑ تھا

تم اُس سرو کے پاؤں پڑنے لگے — [2]خیاباں کے کیچڑ میں گڑنے لگے

بھلا میں تو ہوں اک تمہارا غلام — بہوت واں کھڑے تھے سبھی خاص و عام

[3]انہوں کا بھی تم کو نہ آیا حجاب — کدھر تھا خدا جانے یہ صبر و تاب

نہایت میں حیراں ہوا اس بات سے — ۵۵۰ مناسب نہ تھا آپ کی ذات سے

یہ احوال ہے عقل کی حد سے دور — [4]مگر شورشِ عشق کا ہے فتور

مری عقل تو کام کرتی ہے یاں[5] — کہ یہ بے خودی عشق کا ہے نشاں

کسی خوبصورت کے عاشق ہو تم — کئے ہو اوسی عشق میں ہوش گم

---

۱ تے۔ س۔ تمیں۔ و۔ ۲ نپٹ بے قراری میں تہڑنے لگے۔ ج۔ لڑنے لگے۔ س۔ ۳ ج میں یہ شعر نہیں ہے
۴ گر عشق کی بے خودی کا وفور۔ س۔ ۵ اب۔ س۔

کہو کون سا ہے وو ابرو کماں　　　کہ تم کو کیا تیرِ غم کا نشاں
کہو کون ظالم کے مظلوم ہو　　　کہو کون حاکم کے محکوم ہو
کسی طرح کا ہووے[1] گر دل پہ غم　　　تو کہنے سے ہوتا ہے فی الجملہ کم
غلاموں[2] میں اپنے مجھے جان کر　　　کہو مجھ کو یہ مشکل آسان کر
کہ تم پر قیامت ہے اس رنگ کی　　　سو ہے کون سے[3] شوخ آہنگ کی
تمھیں ہے خدا[4] اور نبی کی قسم　　　یہ جس کا سبب ہے اوسی کی قسم
کرو حال اپنے کو اظہار تم　　　حقیقت کہو سب بیاں وار تم
کہ وو کون ہے اوس کا کیا نام ہے　　　ستم کیش ہے یا دلارام ہے
پھر اوس سے تمھارے یہ کیا کیا ہوا　　　کرم یا تغافل کا سودا ہوا

بیانِ سرگزشتِ احوالِ پیشِ آں سردارِ صاحب جمال

قلم[5] جب کرے سوزِ دل کو رقم　　　رقم شعلہ و شمع ہووے قلم
زباں سرمۂ آتشِ طور ہووے[6]　　　اگر حرف دلدار مذکور ہووے

۱؎ ہو اگر، او وس۔ ۲؎ غلامی میں اپنی۔ ج۔ ۳؎ کون سا شوخی آہنگ کی۔ ا۔ ۴؎ خدا و نبی۔ ا۔ ۵؎ ج میں شعر نہیں ہے۔
۶؎ ہے۔ ج۔

نہ پوچھو عبث کئی مرے حال کو — نہ دیو دُکھ یہ دُکھ غم کے پامال کو
کہ یہ بات کہنے میں آنے کی نیں — مجھے مت ستاؤ سنانے کی نیں
ارے بے غمو تم خوشی میں رہو — سخن عشق کا سن دوانے نہ ہو
سنو گے تو بے ہوش ہو جاؤ گے — تحیر سے خاموش ہو جاؤ گے
غرض وو مرے درد کا نبض واں — کہ ہر وقت میرے پہ تھا مہرباں
کہا[1] شرح بے تابیِ غم کرو — سب اپنی حقیقت سے محرم کرو
نہایت بجد جب ہوا بار بار — تو کہنا پڑا مجھ کو بے اختیار
کیا جب شروع اپنے غم کا بیاں — بغیر آگ جلنے لگی تب زباں
بھر آئی مری چشم آنسو ستی — اٹھا شعلۂ درد ہر مو ستی
مرے پر جو گزرا تھا سو ماجرا — مفصل تو معلوم، مجمل کہا
کہ اُے سروِ سبزِ خیابانِ حسن — بہار آفرینِ گلستانِ حسن
گرفتار ہوں ایک صیاد کا — ستم گار و بے رحم و بے داد کا
ہمیشہ گلا کاٹنا اوس کا کام — [2]سنا نیں کبھی اوس نے الفت نام

---

[1] یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ [2] غرض یہ کہ ہے کافروں کا امام۔ ج۔

اگر سر رکھے اوس کے کُئی (کوئی) پاؤں پر — نہ دیکھے کبھی پاؤں کی چھاؤں تک
جہاں سجدۂ عاشقِ زار ہے — اوسے پاؤں رکھنا وہاں عار ہے
عجب نیں (نہیں) اگر وو (وہ) ستم کیش ہے — کہ ہر دم[1] تغافل وہاں پیش ہے
کرے آج فردا کا وعدہ اگر — وو (وہ) فردا قیامت سے ہے بیشتر[2]
جو کُئی[3] (کوئی) اوس کی الفت کا بیمار ہے — خدا کے غضب میں گرفتار ہے
کہ اول تو ملنا بطرزِ وفا — پھر اوس بعد گویا نہ تھا آشنا
جو کچھ بے وفائی کے سامان ہیں — وہاں[4] حاضر الوقت ہر آن ہیں
یہی ہے مرے[5] دل کا چشم و چراغ — وہی ہے مرے مقصدِ دل کا باغ
وہی ہے جگر گوشۂ مدعا — وہی ہے جگر پرورِ دلربا
وہی جانِ مشتاق کا چین ہے — وہی شوق کا قرۃ العین ہے
وہی ہے خلاصہ مری روح کا — ہے[6] مرہم دل و جانِ مجروح کا
کروں کیا پیارا لگا ہے مجھے — مگر اوس نے جادو کیا ہے مجھے

ٹ مرزا"۔ [1] یہ شعر ج میں نہیں ہے۔ [2] پیشتر۔ د۔ [3] ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے۔ [4] سوداں۔ د۔ س۔ [5] جی د۔ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔ [6] وہی ہے روا جانِ مجروح کا۔ ج۔ [7] یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

کہ ان خوبیوں پر گرفتار ہوں | ہر یک آن مشتاقِ دیدار ہوں
ملے خاک اوس کے قدم کی اگر | تو آنکھوں میں اپنی رکھوں سرمہ کر
اگر میری پتلی کا چھانواں[1] کرے | تو پھر اس سے کیا آرزو ہے پرے
یہ قدرت کو جس نے ہویدا کیا | اوسی واسطے مجھ کو پیدا کیا
کہ یکدم بغیر اوس کے آرام نہیں | بجز یاد اور دوسرا کام نہیں
زیادہ ہے ہر دم مجھے اشتیاق | نہ تابِ وصال و نہ صبرِ فراق
جدائی[2] میں اوس کی پریشان ہوں | اگر وصل ہووے تو حیران ہوں
میں کہتا ہوں دل سے سب ماجرا | جو کچھ مجھ پہ گزرا ہے تا انتہا
مجھے تو خطی تھی جس ایام میں | مقید نہ تھا میں کسی دام میں
نیا[3] اون دنوں شعر کا شوق تھا | گل و باغ کی سیر کا ذوق تھا
جدھر جاؤں میں کیا غنی کیا غریب | مرے ساتھ رہتے تھے اکثر نجیب
وہی پیشوا اے سہی قامتاں | وہی مرجعِ فوجِ خوش طلعتاں

---

۱ "چھاؤں"۔ س۔ یہ اور بعد کا شعر بھی ج میں نہیں ہے۔ ۲ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔ ۳ ہے۔ د و س۔

کہ تھا اُن دنوں میں برس سات کا
نہ تھا آشنا ظلم کی بات کا

نظر[1] مجکو آتا تھا وو گاہ گاہ
ولیکن نہ تھی مجکو الفت کی راہ

کبھی ہووے مرا اوس گلی میں گزر
تو اوس وقت بر مجہ کو آوے نظر

سنا تھا مری قابلیت کا نام
ادب سے کرتے[2] مجہ کو جھک کر سلام

فاما مرے تئیں نہ تھا کچھ خیال
کہ آخر کو ہوئیگا مرے جی کا کال

برس سات گزرے جب اس بات پر
کیا یاد سب دلبری کے ہنر

جو کچھ[3] دل کے لینے کا اسباب ہے
جو کچھ آفتِ جانِ بیتاب ہے

لبِ شکریں پر تبسم کی موج
اُسی موج پر پھیر تغافل کی فوج

فنِ دلربائی میں کامل ہوا
دبستانِ خوبی میں قابل ہوا

اوسے چودھویں سال کی تھی گرہ
ہوا ماہِ نو کا مہہ چاردہ

جو کئی اوس کو دیکھے[4] سو[5] بیتاب ہو
نہ دیکھے تو پھر بیخور و خواب ہو

ہوا[6] اس کی شہرت کا بازار گرم
اگر سنگ دیکھے تو ہو جائے نرم

---

۱ اوس میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۲ کریں۔ اوس۔ ۳ س میں یہ شعر نہیں ہے۔ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے
۴ سے۔ س۔ ۵ سو۔ اوس۔ ۶ ج میں یہ شعر نہیں ہے۔

ہر یک کوئے و برزن میں شہرا ہوا
کہ یک شوخ بیداد پیدا ہوا

پڑی شہر میں اسکی خوبی کی دھوم
ہوا سب طرف عاشقوں کا ہجوم

بیانِ ابتدائے عشقِ دل آزار و اظہارِ ہم رنگی[1] یار با الفتِ بسیار

جہاں حسن ہے آتش افروزِ عشق
وہاں گرم جوشی میں ہے سوزِ عشق

جہاں[2] حُسن کا باغ سیراب ہے
وہاں بلبلِ عشق بیتاب ہے

جہاں حُسن کی شمع ہے نور بار
وہاں عشق قرباں ہے پروانہ وار

جہاں حُسن کا گرم بازار ہے
وہاں جوششِ دل خریدار ہے

مگر حسن ہے خسروِ محتشم
کہ ہے عالم ایک بندۂ بے درم

جو کئی دل کسی کو دیا ہوئے گا
شراب محبت پیا ہوئے گا

وہی جانے اس حسن کی خوبیاں
کہ کیا کیا ہیں اس بیچ محبوبیاں

جہاں صورتِ خوب ہی[3] جلوہ گر
فرشتہ بھی دیکھے تو ہوئے بے خبر

نہیں خوبصورت کا طالب سو کون
جسے نیں ہے[4] یہ شوقِ غالب سو کون

۱؎ الفت، ویکرنگی یار — ا۔ ۲؎ یہ اور بعد کے دو شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۳؎ ہے۔ س۔ ۴؎ کیوں۔ ج۔
۵؎ عشق طالب۔ س۔

غرض میں بھی صورت کا مشتاق تھا　　یہاں تک کہ مشہورِ آفاق تھا

ولیکن کسی کا نہ تھا بے قرار　　کہ دل جس پہ ہو جائے بے اختیار

بغیر اوس کے دل خوش نہ ہوے ایک آن　　نہ پاوے کسی وجہ آرام جاں

یہی محض ایک دید کا شوق تھا　　ہر ایک مجمعِ حسن کا ذوق تھا

سو ایک دن ہوا چوک کا اتفاق　　سبھی تھے مرے ساتھ اہلِ وفاق

۶۳۰ وہی شمع کاشانۂ دلبری　　چراغِ شبستانِ جادوگری

یکایک ہوا سامنے جلوہ گر　　نگہ تشنۂ خون ہر بے جگر

بدستورِ اول کے مدت سے تھا　　کیا مجھ کو جھک کر سلام ادا

نپٹ مجھ کو پیارا لگا وو سلام　　مگر رخصتِ ہوش کا تھا پیام

۱؎ نہ تھا وو سلام آفتِ ہوش تھا　　جو کچھ تھا سو طوفان کا جوش تھا

۲؎ وو ناز و تبسم وو طرز و نمط　　وو زلف و نگہ چشم و لب خال و خط

مجھے ایک سے ایک مرغوب تھا　　سراپا قیامت کا اسلوب تھا

زباں کو بیاں کی لیاقت نہیں　　لیاقت تو کیا بلکہ طاقت نہیں

۱؎ نہ تھا ۔ ا۔ ۲؎ یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

کہ اوس وقت کیا مجھ پہ گزرا ہے حال   نہ تھی اوس[1] طرف دیکھنے کی مجال

حجابِ محبت نے گھیرا مجھے   نہ تھا اوس گھڑی ہوش میرا مجھے

بہوت دل مرا اوس پہ مائل ہوا   محبت کے زخموں سے گھائل ہوا

نہایت ہوا شوق بے اختیار   کہ میں کیوں کہ ہوں ہمکلام ایک بار

تحمل سے میں جمع کر کر حواس   سخن کو بہوت غور سے کر قیاس

نہ آوے خلل جس سے تمکین میں   میں پوچھا اوسے رسم و آئین میں

کہ لالا تمھارا کہو نام کیا   کدھر آئے ہو یہاں تمھیں کام کیا

تمھے[2] راہ میں دیکھتے ہیں کہیں   ہماری طرف گاہ آتے نہیں

کبھی اوس طرف کو بھی آیا کرو   کتاب اپنے ہمراہ لایا کرو

جو کچھ ہم کو آتے ہیں دو چار حرف   تمھارے سے کرنے کے ہیں نحو صرف

بتایا ادب سے مجھے اپنا نام   کہ مدت سے ہوں آپ کا میں غلام

سلام ابتدا سے تو کرتا تھا میں   پہ یہ آرزو دل میں دھرتا تھا میں

کہ آپ اس طرح مہربانی کریں   زبانِ مبارک سے[3] مجھ کو کہیں

۱؎ اس طرح۔ ج۔ ۲؎ تمہیں۔ ا۔ تمیں۔ ج۔ ۳؎ اپنی، ا و ج۔

کہ ہم نے کئے بندگی میں قبول ہمارے سے توفیض کا کر حصول

مبارک عجب روز تھا آج کا مری قیض مندی کی معراج کا

کہ صاحب مرے پر ہوئے مہرباں مگر اوجِ طالع کا ہے یہ نشاں

مجھے بوجھئے کمتر اپنا غلام میں خدمت میں پہونچا کرونگا مدام

سخن مختصر اکثر آنے لگا مرا دن بدن دل جلانے لگا

کہوں کیا میں تفصیل[1] آنے کی سب کہ آخر کو رہنے لگا روز و شب

مرے[2] بن اُسے چین ہوتا نہ تھا اگر گھر کو جاوے تو سوتا نہ تھا

کبھی دوسرے تیسرے گھر کو جائے وہاں سے اوسی وقت پھر جلد آئے

نہایت ہوا مجھ سے یار و ندیم ہوئی دوستی کی گرہ مستقیم

ہر یک وقت تھا (میرا) یکدل و یک زباں جو کچھ میں کہوں سو بچشم و بجاں

محبت کے دریا ابلنے لگے رقیب آتشِ غم میں[3] جلنے لگے

ہوا شہر میں سارے یکبار شور فلانے فلانے کی الفت ہے زور

پڑی سب قبیلے میں اوسکے یہ دھوم نہایت (خوب) کئے سب تلے[4] اوس پر ہجوم

---

[1] آنے کی تفصیل سب۔ [2] اوج۔ [3] ج میں شعر نہیں ہے۔ [3] سیں۔ [4] د: سے، س۔

کہ ہندو پسر کو مناسب نہیں　　　مسلمان[1] سے دوستی یہاں تئیں

کہ رہنا انسی پاس ہر صبح و شام　　　کبھی گھر کو آئے تو آنے کا نام

تجھے قوم سے سب نکالیں گے ہم　　　کہ یہ نیں ہے[2] آئین ہندو دھرم

سبھوں[3] کو کہا مت کرو دردِ سر　　　نہیں ہے مجھے قوم کی کچھ خبر

تمھارے سے ہرگز نہیں مجھ کو کام　　　بہوت یہ کہ جاوے گا ننگ و نام

سلامت رہے وو مرے سر کا تاج　　　جسے نام روشن ہے سید سراج

میرا ایک جینا[4] رہے وو رفیق　　　کہ اس بن مجھے دوسرا نیں شفیق

جو کچھ ہے سو مجھ کو وہی ہے وہی　　　محبت پہ اوس کی تصدق ہے جی

مرے سے تب[5] آکر کہا اپنا حال　　　کہ یوں سب نے لائیں ہیں مجھ پر بال[6]

نہ تھی مجھ کو غصے کی اوس وقت تاب[7]　　　میں آخر دیا ان کو یوں کر جواب

میں اس بات کو سن پریشاں ہوا　　　پریشاں تو کیا بلکہ حیراں ہوا

۱؎ مسلماں ستی دوست ہوے یہاں تئیں۔ ج۔ ۲؎ ہیں۔ ا۔ ۳؎ سیں۔ ا و ج۔ ۴؎ جیتے۔ س۔
۵؎ جب، ا و س۔ ۶؎ زوال۔ س۔ ۷؎ نہ ہوئی مجکو اس وقت غصے کی تاب۔
میں ان کو دیا آخرش یہ جواب۔ ا و س۔

مجھے ناامیدی نے آکر لیا　　کہ اے رب مرے حق میں تو کیا کیا
کیا عقل کی راہ سے غور جب　　کہا اوس کو غصے سے یہ بات تب
کہ "وو وقت خاموش رہنے کا تھا　　جو تم نے کہا سو نہ کہنے کا تھا
یہی کچھ نہیں دوستی کے نشاں　　کہ رہنا ہر یک روز و شب ہم مکاں
یہاں دن میں اک بار آیا کرو　　انو کا بھی دل مت کڑھایا کرو
کہ[1] سبھنے کی نیں تم سے آخر یہ بات　　بھلا ہے کہ رسوا نہ ہو اُن کے ہات
رکھو وو طرح جو ہمیشہ رہے　　نہ[2] ہو ویگا زباں سے جو تم نے کہے
یہ سب سن کہ آنکھوں میں لا پانی　　کہا دوستی کی ہے تم میں کمی
کہ کہتے ہو تم اس طرح کا سخن　　میں بیچارہ ہوں تم پاس یہ جان
دم[3] زندگی تیں وفادار ہوں　　سخن مختصر عمر یک یار ہوں
غرض عہد و پیمانِ الفت ہوا　　سبھوں پر یقینِ محبت ہوا
ہوے اُس کے ہم قوم لاچار سب　　زباں کو کئے بند یکبار سب

---

[1] ج میں شعر نہیں ہے۔ [2] نہوگا۔ س۔ [3] کے۔ د۔ ج میں شعر اس طرح ہے۔ "یہ سنکر جو آنکھوں میں لا پانی۔ کہا دوستی کی ہے تم نے کہیں"۔ [4] ج میں شعر نہیں ہے۔

کہ یہ رشتہ اب ٹوٹنے کا نہیں لگا ہے سو دل چھوٹنے کا نہیں
بجھی سب طرف سے عداوت کی آگ ہوئی دوستوں کے نصیبوں کی جا[1] آگ
ہوا بخت کے مشتری کا طلوع کیا اوجِ طالع نے مجھ سے رجوع
مرا دل خوشی سے یہاں لگ کھلا کہ گویا مجھے تختِ شاہی ملا
دل ازبس ہوا خوش دلی کا وطن سماتا نہ تھا پیرہن میں بدن
کہ ہووے[2] دیکھنا جس کا عین مراد اُسے مجھ سے ہے اس قدر اتحاد
دیا حق نے معشوقِ عاشق مزاج ہوا کوکبِ سعد کا مجھ کو راج
میں اپنی تمنا کو واصل ہوا شہنشاہِ جمعیتِ دل ہوا
نہ تھی مجھ کو تقدیر کی کچھ خبر کہ قسمت میں ہوتا[3] ہے کیا پیشتر
خوشی کے بدل ہوگی[4] جاں کندنی کرے گی یہی دوستی، دشمنی
میں کیا جانو[5] اس چرخ کجرو کے کام کہ اس[6] عیش کا ہووے گا انتقام

---

[1] میں، اوج۔ [2] ج میں شعر نہیں ہے۔ [3] ہوتا ہے یہ پیشتر۔ ج۔ [4] ہوئے گی، س۔ [5] جانوں، ا۔ [6] کہ اوس عیش کا ہو (ے) کیا انتقام۔ ج۔

بے وفائی آں شوخ سراپا ناز بغمازی آتشِ در انداز

فلک دشمنِ جانِ عشاق ہے — ہر ایک دم ستانے کا مشتاق ہے
دل آزار ہے[1] گردشِ آسماں — خوشی کا نہ پایا میں ہرگز نشاں
جو کئی خواب میں دیکھے راحت کا — ہے اپنے زمانے کا بیدار بخت
یونہیں میں بھی دیکھا کچھ اک خواب سا — کہ جوں خواب میں[2] تشنہ لب آب سا
یہ جانا[3] تھا یہ خواب نیں اصل ہے — قیامت تلک فصل نیں وصل ہے
ولیکن یہ[4] سچ خواب تھا چند روز — کہ جس کے خیالوں کا اب لگ ہے سوز
بہت[5] دن تلک تو وہی تھا قرار — کہ دونو طرف سے ابلتا تھا پیار
مرے[6] پر تو الفت کا طوفان تھا — اُسے بھی محبت کا طغیان تھا
اُسی بیچ کسی شخص غماز نے — بلا اور آتش در انداز نے

---

[1] "دل آزار ئے" ۔ ل ۔ ج میں یہ اور بعد کا شعر نہیں ہے ۔ [2] ہوئے ۔ ج ۔ [3] میں یہ خواب جانا تھا میں وصل ہے قیامت تلک ہی یہی وصل ہے ج ۔ [4] دو ۔ ل [5] برس چار تک تو وہی تھا قرار ۔ ج ۔ [6] یہ شعر س میں نہیں ہے ۔ ج میں یہ اور اوپر کا شعر نہیں ہے۔

نہ آیا اوسے خوف کچھ حشر کا
نہ ہنگامۂ بعث اور نشر کا

بحقِ محمد و آلِ نبی[1]
نہ دیکھے گا وو[2] روئے فرحت کبھی

خدا جانے کیا کیا کہا اوس کے پاس
کہ مجھ سے کیا اوس کے جی کو اداس

جو تھا شیوۂ خانہ برہم زنی
ادا کر دیا سب حقِ دشمنی

مرے سے پھرایا دل اُس کا تمام
کیا صبحِ عشرت پہ ماتم کی شام

وو ہر وقت ملنا بشکلِ وفا
وو ہر آن ہنسنا بطرزِ ادا

کیا مجھ سے[3] آہستہ آہستہ کم
نہ کم بلکہ آہستہ آہستہ رم

خدا نے غضب مجھ پہ نازل کیا
کہ تیغِ تغافل سے بسمل کیا

وو الفت پہ یہ قہرِ طوفاں ہوا
بلائے دل و آفتِ جاں ہوا

دل و صبر و طاقت، دم و عقل و ہوش
ہوا سب پہ یکبار حسرت[4] کا جوش

کہ دل یار کا پھر گیا مجھ سے ہائے
کسی کو خدا اس بلا میں نہ لائے

غمِ عاشقی ہے نپٹ سخت غم
خصوصاً تغافل کے خنجر کا دم

---

[1] رسولِ نبی۔ س۔ [2] ا میں یہ مصرع یوں ہے۔ "نہ دیکھے وو روئے ملامت کبھی"۔ [3] کوں، ج۔
[4] حیرت، س۔ ج میں یہ شعر مہمل ہے۔

بِرہ کا انگارا دَھکنے لگا — دل آنکھوں سے خوں ہو ٹپکنے لگا
لگے چھوٹنے پے بہ پے تیرِ آہ — فلک پر کیا ہے کسی کی نگاہ
کہ اے خالقِ آسمان و زمیں — ترا نام ہے ارحم الراحمیں
یہ[1] عاصی سے کیا ایسی تقصیر ہے — کہ جس کے عیوض میں یہ تعزیر ہے
اگر میں سراپا گنہگار ہوں — عذابوں کا تیرے سزاوار ہوں
مِرے پر غضب بھیج بجلی کو ڈال — پَن[2] ایسے جہنم سے مجھ کو نکال
سہی جائے گی مجھ سے دوزخ کی آنچ[3] — پہ یہ تاب نیں عرض کرتا[4] ہوں سانچ[5]
تصدق سنی اپنے محبوب کے — برکت سنی اپنے مطلوب کے
کہ ہے سب کو جن کی شفا کی آس — مجھے بھی نہ رکھ اس طرح سے اُداس
پھرا دے دل اوس کا بطرزِ قدیم — کہ پھر مجھ سے ہو جائے یار ندیم[6]
ولیکن نہ تھا کچھ دعا کو اثر — وہی تھا مجھے قوتِ خونِ جگر
دعا نے مری بلکہ رجعت کیا — کہ دونی مرے پر قیامت کیا

---

[1] یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔ [2] پر۔ ل۔ [3] آنچہ۔ [4] رکھتا ہوں۔ س۔ [5] سانچہ۔ ج۔
[6] یار و ندیم۔ ل۔

اگر اوس گلی کی طرف ہو[1] گزر — یکایک جو آجائے مجھ کو نظر
مجھے دیکھ کر گھر میں جاتا رہے — برو کی اگن میں تپاتا رہے
وہیں منتظر ہو رہوں[2] میں کھڑا — کہ شاید نکل آئے وو دلربا
یکایک[3] اگر چھپ کر نکل آئے وو — تو بے اختیاری سے بے صبر ہو
پکڑ اوس کا دامن کہوں اے صنم — وہی ہوں ترا بندۂ بے درم
مرے پر تجھے کس طرح پیار تھا — کہ ہر آن میرا تو غمخوار تھا
مرے بن نہ ہوتا تھا تجکو قرار — دیا تھا مرے ہاتھ سب اختیار
سو کیا ان دنوں میں سبب ہو گیا — کہ مجھ پر سراپا غضب ہو گیا
گیا بھول وو عہد و پیماں سو کیوں — ہوا اس طرح دشمنِ جاں تو کیوں
یہ کہہ کر نپٹ بے قراری ستی — محبت کی بے اختیاری ستی
سر اپنا رکھوں اوس کے میں پاؤں پہ — نہ اوس پاؤں پر پاؤں کی چھاؤں[4] پہ
غضب ناک ہو سنگ باری[5] کرے — زباں سے بھی دشنام جاری کرے

۱؎ ہوئے۔ ا۔ ۲؎ کب کا کہتا کھڑا۔ ج۔ ۳؎ یہاں سے (۴۲) شعر ج میں نہیں ہیں۔ ۴؎ سو۔ ا۔
۵؎ جنگ باری۔ ا۔

کہ کب تجھ سے الفت کے پیماں ہیں — مرے پر یہ ناحق کے طوفاں[1] ہیں
ترے نام کا آشنا میں نہیں — تجھے خوب دیکھا[2] نہیں میں کہیں
جو کُئی اُوس سے میری سفارش کرے — میرے دردِ دل کی گزارش کرے
تو پھر اُس سے صفا سلامت نہیں — مروت کی اوس سے علامت نہیں
غرض نام کا میرے دشمن ہوا — مجھے دم بدم جان کندن ہوا
کہ یہ دلبرِ ہمدمِ غمگسار — کہ تھا کس طرح مجھ سے ہم رنگ یار
سو اس طرح بیزار کیوں ہو گیا — یکایک دل آزار کیوں ہو گیا
برس سات گزرے اسی ننگ سے — کہ نیں کچھ علاج اوس دل سنگ سے
وہی شیوۂ ظلم ہے پے بہ پے — وہی طرزِ بیگانگی ہے سو ہے
وہی شکل ہے اوس ستمگار کی — زباں کو نہیں تاب اظہار کی
کہ تفصیل کیا[3] ان دنوں کی کہوں — یہی بس کہ خاموش ہو کر رہوں

حکایت سنگ دلی یار بپیش آں سردار

نہ کھینچے سو کیوں بلبلِ دل جفا — کہ نیں گل عذاروں میں[4] بوئے وفا

[1] بہتان۔ ا۔ [2] دیکھا ہی تمیں۔ ا۔ [3] ان مدتوں۔ ا۔ [4] ہماں۔ ا۔

نہ دیکھا کسی گل کو بلبل نواز — یہی عاشقوں پر ہے سوز و گداز

جسے حسن کے ملک کا ہو راج — سنا نہیں اُسے ہم نے الفت مزاج

جہاں[1] میں نہاں شوخِ بیداد ہیں — شہیدِ محبت کے جلّاد ہیں

سرشت اُن کی مشہور ہے بے وفا — محبت میں اون کی بلا ہے بلا

جو ان ظالموں کو دیا اپنا دل — رکھا جان پو جر اپنے سینے پہ سل

مجھے بھی ملا ایک خانہ خراب — کہ ہے ظالموں کا ہدایت مآب

ہوئی اتنی[2] مدت وہی[3] رنگ ہے — مرے حق میں اب لگ وہی ننگ ہے

مرے پر اُسے رحم آتا نہیں — کبھی پیار سے مسکراتا نہیں

تغافل نہیں ہے، خدا کا غضب — کہ اب لگ ہوں جیسے دکھوں جاں بلب

اگر موت آوے تو دل شاد ہوں — یہ درد و مصیبت سے آزاد ہوں

اجل کو ہوا کیا کہ آتی نہیں — مجھے اس بلا سے چھڑاتی نہیں

کہ بس کٹ گیا رشتۂ آرزو — نہیں دیکھنا[4] مجھ کو راحت کا رو

گزر گئے اسی[5] طور سے چند روز — نہ آنا ہے اون کو نہ آئے ہنوز

۱؎ جہاں ہیں تہاں۔ ا۔ ۲؎ اپنی۔ ا۔ ۳؎ یہی۔ ا۔ ۴؎ دیکھتا۔ ا۔ ۵؎ کچھ اک خواب۔ ا۔

جو کچھ جان کندن کے باقی ہیں دم — بھرا چاہئے تا بوقتِ عدم
حقیقت کہوں سب بیاں و اراگر — تو یہ عمر[1] جاوے گی کہتے گزر
کہوں کیا میں اول سے تا انتہا — کہ ہر آن سو سو برس کا ہوا
گزر جائے گی عمر تفصیل[2] سے — کہا[3] مجمل اک حال تعجیل سے
سو کب تو سچ جب ہوا اس قدر — وگرنہ نہیں تو اظہار اس کا کدھر
میں جب بال کنڈے پہ تھا اور تو — مجھے اون دنوں تھا قیامت جنوں
وو خونریز جلاّد بھی تھا وہاں — کہ جس کا کیا[4] آب تک ہیں بیاں
میں ہر روز کے جان کندن کی تاب — نہ لایا مجھے بسکہ تھا اضطراب
کہا اپنے دل میں کدھر جاؤں میں — کہ فی الجملہ تسکینِ دل پاؤں میں
تو گزرے مجھے کئی طرح کے خیال — کہ حق نے تجھے بھی دیا ہے جمال
پھر اس طرح کا لطف اور دلبری — کہ حق میں ہے طالب کے جادوگری
یہ سب دیکھ کر دل میں آیا مرے — کہ بہتر ہے ہمراہ چلنا ترے

[1] پھر۔ ل۔ [2] تفصیل۔ س۔ [3] کہا و۔ [4] س میں دوسرا مصرعہ یوں ہے۔ "ہوا اتفاقاً ترے ساتھ خوش حال" درمیان کے تین شعر نہیں ہیں۔ [5] یہ اور بعد کا شعر ج میں نہیں ہے۔

خدا مہربانی پہ اپنی جو آئے ترے ساتھ شاید وہ غم بھول جائے

کئی طرح کے باندھ دل میں خیال ہوا تھا ترے ساتھ اے خوش خصال

محبت میں تیری نہیں ہے کمی تجھے اس قدر مجھ سے ہے ہمدمی

و لیکن وہی ہے مجھے اضطراب کروں کیا، کیا دل نے خانہ خراب

ترے[1] ساتھ بھی دل کو آرام نیں یہ وحشی کسی طرح سے رام نیں

وہی جان کندن مجھے ہے قدیم گرہ دل کی وہاں ہو گئی مستقیم

تجھے حق تعالےٰ سلامت رکھے سلامت تجھے تا قیامت رکھے

تری دوستی میں نہیں کچھ[3] قصور پہ ہے مجھ کو بے طاقتی کا وفور

کسی طرح ہوتا نہیں ہے قرار کہ ہوں ایک ظالم کا بے اختیار

ہر اک کُئی ہر اک طرح خورسند ہے مرا دل عجب دام میں بند ہے

کہ اُمید آزاد ہونے کی نیں کوئی شکل دل شاد ہونے کی نیں

نہ رونے میں جاتا ہے غم کا بخار نہ فریاد کرنے سے دل کو قرار

اگر چپ رہوں صبر آتا نہیں علاج اس خرابی کا پاتا نہیں

---

۱ کا۔ ا د س۔ ۲ س اور ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ ۳ ہے۔ ج۔

جدائی میں ہوتا ہوں بے اختیار اگر سامنے جاؤں تو بے قرار

اگر اوس طرف سے کہوں دل پھرے سو دونی قیامت ہے جی پر مرے

ہر اک دم اوسی شوخ کی یاد ہے یہی بے وفائی کی فریاد ہے

کہ مجھ سے نہ کرنے کا تھا سو کیا عبث اس بلا میں مجھے کیوں دیا

جنوں کا مجھے دم بدم جوش ہے خیال اوس کا میرا دم و ہوش ہے

مجھے سیر گلشن کا کب شوق تھا گل و باغ کا مجکو کب ذوق تھا

عبث تو نے رسوا مرے تیں کیا بجد ہو مجھے باغ کو لے گیا

مجھے یاد آئے وو عشرت کے دن کہ یک دم نہ رہتا تھا اوس یار بن

اگر عزم ہو سیر گلزار کا تو تھا اتفاق اوس ستمگار کا

گزر گئے مرے پر عجب حظ کے روز کہ وو خواب میں دیکھتا ہیں ہنوز

عجب بے حجابی کے ایام تھے مرے سے مرے بخت بھی رام تھے

وہی بے حجابی کے دن آئے یاد مجھے شوق کی بیخودی ہی زیاد

۱؎ بار بار ۔ ر د ج ۔ ۲؎ ذوق ۔ و د س ۔ ۳؎ کب مجھے شوق تھا ۔ س ۔ ۴؎ عبث تو نے رسوا اپنوں کو کیا ۔ ج ۔ ۵؎ ہوئے ۔ ج ۔

تصور اُسی شوخ خوں ریز کا — بلا اور آفت بَرانگیز کا
پکڑ صورت آیا مرے روبرو — میں دوڑا اُسے دیکھ بیتاب ہو
پھر آ گئے[1] مجھے ہوش میرا نہ تھا — خبر کچھ نہیں مجھ سے کیا کیا ہوا
سو تو نے[2] اٹھایا سو پھر ہُئی خبر — ہوا منفعل اپنے احوال پر

رحم آوردن آں سرِ دلدار زادہ از شنیدن حال و حرف دلربائی گفتن من بے چارہ[3] بدرجۂ کمال

چھپے رازِ دل[4] جس قدر خوب ہے — کہ محبوب کی بات محبوب ہے
سو محبوب ہے[5] کُئی چھپاتا نہیں — کسی دوسرے کو بتاتا نہیں
کہ ہوتا ہے محرم ہزاروں میں ایک — ہزاروں میں کیا لاکھ[6] یاروں میں ایک
نہ نکلے[7] تو بہتر زباں سے وہ بات — نہ نکلے تو آتی نہیں پھر کے ہات

---

[1] آ نگے۔ ج۔ [2] یہی توں اٹھایا۔ ا و س۔ [3] من بے چارا را۔ ا میں نہیں ہے۔ [4] جس قدر راز دل۔ ا۔ [5] محبوب کو کوئی دکھاتا نہیں۔ ا۔ [6] بلکہ لاکھوں میں ایک۔ ا۔ [7] ج میں شعر نہیں ہے۔

ولیکن جہاں عشق کا جوش ہوئے کہاں لگ خموشی کا سرپوش ہوئے
مرے[1] سے بھی وو جوش باہر ہوا چھپا تھا سو آخر کو ظاہر ہوا
ہے[2] آخر یہی جوشِ وحشت کا کام حقیقت کہا اُس کو اپنی تمام
وو مجموعۂ حسن و ہوش و ادب کہ پوچھا تھا وحشت کا میری سبب
سنا جب مرے غم کے احوال کو وو در دو مصیبت کے خنجال کو
مرے مونہہ طرف دیکھ حیراں ہوا اڑا رنگِ رو اور پریشاں ہوا
کیا اشکِ رقت[3] سے دامن کو نم نپٹ اُس پہ گزرا مرے غم کا غم
کہا حیف تم پر یہ احوال ہے یہ احوال میں جان کا کال ہے
ہے افسوس تم سا عزیز جہاں خدا نے کیا اُس[4] و کھو نیم جاں
تعجب میں ہوں کیوں ہوئے نئیں ہلاک جو کئی اور ہوئے تو ہو جائے خاک
اس آفت سے کیوں کر جیئے ہو ہنوز مگر دم کے باقی ہیں کئی چند روز
عجب شکل کا شوخ دل تنگ ہے کہ جس کے سبب تم پہ یہ رنگ ہے

[1] میرے سیتی وو جوش ظاہر ہوا۔ ج۔ [2] یہ اور بعد کے تین شعر ج میں نہیں ہیں۔ [3] حسرت۔ ج۔
[4] ج میں یہ شعر نہیں ہے۔ [5] ان دنوں۔ ج۔

سنا نیں میں اس طرح کا سنگ دل　　　نہ دل اوس کو کہئے کہ پتھر کی سل

جسے کُئی کہے تو[1] ہے پیارا مرا　　　تو جانے کہ جاگا ستارا مرا

ہر یک وقت اوس کی کرے لبری　　　نہ اس طرح کا ظلم اور زرگری

کہ دل لوٹنا اول اس پیار سے　　　جلانا پھر اوس بعد آزار سے

سو اوس ظلم کو بھی نہیں انتہا　　　تعجب میں ہوں سن کے یہ ماجرا

سنا[2] ہوں بہوت عشق کی داستاں　　　یہ اس طرز[3] کا شوخ قاتل کہاں

کہ سننے سے آتا ہے دل کو ابال　　　۴۳۰ تو جس پر ہوا پوچھئے اوس کا حال

میں اک عرض رکھتا ہوں مانو جو تم　　　کئے ہو عبث ہوش اپنے کو گم

جو کُئی اس طرح کا دل آزار ہوئے　　　تو یوں چاہئے اوس سے انکار ہوئے

نہ ہر دم اُسی بے وفا کا خیال　　　نگر، سراسر جفا کا خیال

کہ ہے ہے مرے پر کیا یوں[4] ستم　　　کبھی تو کرے گا مرے پر کرم

سو وو سنگ جس کا کہا[5] تم نے رنگ　　　میں یوں مانتا ہوں کہ ہے[6] سخت سنگ

---

1. ج میں "تو" نہیں ہے۔ 2. یہاں سے (۱۰) شعر ج میں حذف ہیں۔ 3. طرح / اس۔ 4. کیوں۔ ا۔ 5. کہے۔ س۔ 6. محض۔ ا۔

مری بات مانو تمھیں ہے ضرور
کیا چاہیئے اس قیامت کو دور

تم اب ہوش اپنا سنبھالو[1] تو خوب
خیال اوس کا دل سے نکالو تو خوب

ابھی سے اگر رفع ہوئے تو بھلا
نہیں تو تمھارے ہے جی پر بلا

کہ یہ بات آخر کو کچھ خوب نیں
جسے عقل ہے اوس کو مرغوب نیں

نہ آرام[2] دل ہے نہ ہے حظِ روح
بھلا اس قیامت ہے طوفانِ نوح

کہ یکبارگی جان جاتا رہے
نہ یہ غم ہمیشہ ستاتا[3] رہے

میں ہوتا ہو یہ بات کرتے[4] خجل
کروں کیا تمھارے پہ جلتا ہے دل

خدا نے مجھے[5] بھی دیا ہے جمال
قد و چشم و ابرو لب و خط و خال

تمھاری اگر چاہ آوے ادھر
تو عشرت سے[6] یہ عمر جاوے گزر

دل و جاں سے تابع رہوں گا مدام
خوشی جس میں ہووے[7] ہر صبح و شام

جہاں ایک محبت کے قانون ہیں
فن دلربائی کے افسون ہیں

وو قانون و افسوں جو ہیں منتخب
ہر یک وقت کے ہیں مجھے یاد سب

---

[1] سالو - س - [2] یہ شعر ج میں نہیں ہے - [3] جلاتا - ج - [4] کہتے " ا - [5] خدا نے دیا ہے مجھے بھی جمال - " ا - [6] تو عشرت میں یہ عمر..... " ا و س - [7] ہووے ہر اک - ا و ج -

توجہ تمھارا اگر مجھ پہ ہوئے | تو جاتی رہے تم سے اس غم کی بوئے
مزہ زندگانی کا پاؤ گے تم | غم و درد سب بھول جاؤ گے تم
مجھے اپنے مقصود کی ہے قسم | مجھے اپنے معبود کی ہے قسم
نہ کہتا ہوں[1] اپنی غرض کو کبھی | تمھاری مصیبت پہ جلتا ہے جی
کہ تم سے[2] یہ درد و الم دور ہوئے | جو خاطر کہ غمگیں ہے مسرور ہوئے
تمھاری طبیعت جدھر پاؤں گا | حقِ آشنائی بجا لاؤں گا
اگر جان چاہو تو موجود ہے | وگر سر منگو[3] عین مقصود ہے
جہاں دوست کی دوستی ہو عزیز | یہ سب مال و دولت تو پھر کیا[4] ہے چیز
اگر صبح کو تم کہو شام ہے | تو پھر شام[5] اوس صبح کا نام ہے
زمیں کو اگر تم کہو آسماں | تو ہے وو زمیں آسماں بے گماں
بجا لاؤں گا دل سے شرطِ وفا | تمھاری خوشی میں ہے میری رضا
نہ بوجھو یہی محض کہنا مرا | کہ آخر کو دیکھوگے رہنا مرا

[1] میں کہتا ہوں۔ ا و ج۔ [2] کہ تم پر سے درد والم.... ' ج۔ [3] منگو گے تو مقصود ہے۔ ج۔ [4] ہے۔ ا
[5] کہیں کیوں نہیں شام اب عام ہے۔ ج۔ آگے ج میں اکثر اشعار مہمل ہیں۔ اور اسی طرح کے ۲۴ اشعار کے بعد مثنوی ختم ہو جاتی ہے

زباں سے جو کچھ میں کہا نیں غلط — کہو تو میں لکھدوں غلامی کا خط
مری بات کو راست مانوگے تم — وہ ظالم سا مجکو نہ جانوگے تم
غرض یہ نہیں دل مرے سے لگاؤ — پر اوس سنگ دل کی طرف سے اٹھاؤ
کہ جن نے کیا تم پہ یہ یہ جفا — نہ کہیے جفا، آسمانی بلا
خلاصہ مرا یہ کہ دل شاد ہو — یہ زنجیرِ وحشت سے آزاد ہو
تمھارے ہمارے جو باقی ہیں دم — ہے دل میں کہ عشرت سے گزریں ہم

بجوش آمدن غیرت عشق یار و برآمدن از مسکن آں دلدار[1]

جسے زخم ہے خنجرِ یار سے — بتر ہے اوسے مرہم آزار سے
یہ زخمِ محبت کو ٹانکا نہ دو[2] — وبال اس کا گردن پہ اپنی نہ لو
غمِ عشق سے یار کے جو مرے — علاج اوس کا کئی غبر کیوں کر کرے
عبث اس مرض پر دوامت کرو — دوا سے امیدِ شفاعت کرو
مرض عشق کا دور ہونے کا نیں — یہ رنجور مسرور ہونے کا نیں

[1] یہ عنوان نسخہ س میں درج نہیں ہے۔ [2] دیو۔ د۔

کہ ممکن نہیں دردِ دل کا علاج طبیبوں کو معلوم کیا یہ مزاج
نہیں اس مرض کو حصولِ شفا مضرت ہے ایسے مرض پر دوا
اسی طرح سے دو عزیز شفیق کہ تھا دم بدم میرے دکھ کا رفیق
مرے دردِ دل کی دوا واسطے مرے زخمِ جاں کی شفا واسطے
دیا نسخہ تشخیص کر کر مرض یہ نسخے میں میری شفا تھی غرض
ولیکن شفا کب ہے اس درد کو دمِ سرد کو اور رخِ زرد کو
کسی طرح یہ درد جاتا نہیں کوئی غیر یہ نبض پاتا نہیں
مگر تب کہ جس نے مرض یہ دیا وہی اس مرض کی کرے کچھ دوا
رہے فکرِ بیمار اوس کو مدام محبت کی دیوے دوا صبح و شام
پلاوے توجہ کی تبرید اوسے ۱؎ چکھاوے سدا شربتِ دید اسے
تبسم کی معجونِ یاقوت سے غذائے فرح بخش کی قوت سے
موافق طبیعت کے دیتا رہے دل اوس کا ہر ایک وجہ لیتا رہے
کرے گرمیٔ دل پر اوس کی نظر کہ تا دور ہو جائے ضعفِ جگر

۱؎ یہ شعر ۔ س میں نہیں ہے ۔

یہی فکر اوس کو ہے رات دن — نہ ہووے اُسے چین بیمار بن
تو شاید کہ ہووے شفا اُسکے ہاتھ — نقاہت بھی جاتی رہے اوسکے ساتھ
ولیکن یہ قصہ سنے ہم نہیں — کہ بیمار کس کا شفا ہو کہیں
جو کئی حسنِ لیلیٰ کا مجنوں ہوا — او سے کس طرح ہوئے شیریں دوا
ہے شیریں جو فرہاد کی نورِ عین — او سے کس طرح ہوئے لیلیٰ سے چین
دیا ہیر کے ہاتھ رانجھانے دل — وہ عذرا سیتی خوش نہ ہوئے ایک پل
جو عذرا سے اٹکا ہے وامق کا جی — نہووے ہیر سے اوس کو رغبت کبھی
ہوا اٹل جو بے اختیارِ دمن — او سے کب خوش آوئے ہے چندر بدن
ہے مہیار چندر بدن کا غلام — دل اوس کا دمن سات کیوں ہوئے رام
زلیخا جو یوسف کی ہے مبتلا — عزیز اوس کے دل کو لگے کب بھلا
ہوا چاند پر مبتلا جب چکور — نہ جاوے گا خورشید سے اُسکا شور
ہے ذرہ فدا حسنِ خورشید پر — کہو چاند پر اوس کی کب ہوئے نظر
ہے بلبل کو مرغوبِ گل کا جمال — کہاں شمع پر آوے اوس کا خیال

لہ اُسے ہو سکے کیوں کر۔ ا۔ لہ آئی۔ ا۔ لہ نقش۔ س۔

جو پروانہ ہے شمع اوپر نثار — پسند اوس کو کب آوے گل کی بہار
یوہیں میں بھی مائل ہوا اک شوخ کا — گرفتار و بسمل ہوں ایک شوخ کا
(یونہیں) غرض اوس عزیزِ دوا ساز نے — محبت کے نا آشنا راز نے
جہاں تک کہ قانونِ محبت کے تھے — ۹۰۰ جو کچھ قاعدے مہر و الفت کے تھے
جو کچھ اوس کو آتی تھی جادوگری — جو کچھ اوس میں تھا شیوۂ دلبری
جو کچھ دل لبھانے کا تھا انتہا — جو کچھ عہد و پیماں کا انجام تھا
ادا کر چکا سب حقوقِ وفا — سخن دل کے لینے کے تھے سو کہا
میں سب کان دھر کر سنا وہ سخن — کہ دیکھوں کہاں تک سخن کا ہے فن
یہاں تک کہ آخر کیا سب کلام — سخن اوس کا پایا سبھی اختتام
ہوا منتظر یہ کہ دیویں جواب — گزشتہ دنوں سے کریں اجتناب
یکایک (اتنا کہ) خموشی کا پردہ اٹھا — حروفِ مروت کو دل سے مٹا
شرابِ غضب سے ہیں لبریز ہو — جواب اُس کو یوں کر دیا تیز ہو
کہ اے ساقیِ بادۂ احمقی — تری بات میں (اس طرح) سب ہے بے رونقی

۱؎ جو کام تھا۔ س ۔

مرا دل جو کئی اور کے ہات ہوئے
تو کہہ کس طرح سے ترے سات ہوئے

ہوا ہوں میں اِک شمع رو کا پتنگ
پسند آئے کیونکر ترا مجھ کو رنگ

میں دیوانۂ زلفِ دلدار ہوں
اٹک تارِ سنبل میں کیونکر رہوں

میں اک گلبدن کا گرفتار ہوں
بہارِ جدائی سے بیزار ہوں

کہ اُس بن مجھے کئی خوش آتا نہیں
کسی سے دل آرام پاتا نہیں

یہ دل ہے جدھر آ چکا آ چکا
محبت کی بو پا چکا پا چکا

میں تیری طرف کیونکہ لاؤں اُسے
قدیمی طرف سے پھراؤں اُسے

مجھے دور رکھ ان وبالوں ستی
اوٹھا ہات اپنے خیالوں ستی

یہ کہہ کر یکایک وہیں میں اوٹھا
رہِ منزلِ یار کو میں لیا

جتی اوس کی تھیں مہر و غمخواریاں
کھڑی تھیں مجھے سب سے بیزاریاں

برستا تھا شدت سے برسات بھی
وو برسات کے سات تھی رات بھی

میں اُس رات میں ایسی برسات میں
پھڑی ہات کی تھی سو لی ہات میں

چلا اوس کے مسکن سے صحرا طرف
مرے مونہہ میں بھر آئے غصے سے کف

۱ سے۔ س۔ ۲ جتے اوسکے تھے مہر.... م ا س۔ ۳ پیدا ہوئیں۔ ج۔

کہا میری تقصیر ہوئے معاف / ہوا مجھ سے جو کچھ سو تھا سب خلاف
ہر ایک وجہ سے میں گنہگار ہوں / تمھارے غضب کا سزاوار ہوں
اگر واقعی تم ہوئے ہو غضب / اندھارا ہے[1] اور مینہ برستا ہے اب[2]

توقف کرو جتنی باقی ہے رات / فجر آدمی اور سواری ہے سات
بہت سا رکھا سر مرے پاؤں پر / ہیں لیکن نہ دیکھا پھر اُس چھاؤں
لیا راہ میں حیدرآباد کی / ہوئی یاد اُس شوخ جلّاد کی

کہ جس کی محبت کا بیمار ہوں / دل و جاں سے اُس کا گرفتار ہوں
اٹک دل کی ہے ہے بری ہی بری / جگر پر ہے گویا کہ زہری چھری
وہی اس چھری کی حلاوت کو پائے / کہ بارِ قیامت کو سر پر اوٹھائے

بلا ہے دمِ خنجرِ تیزِ عشق / ہے زہرِ ستم جامِ لبریزِ عشق
ثمر عاشقی کا یہی ہے یہی / کہ دینا محبت میں دلبر کو جی
جو کئی لذتِ زہرِ قاتل چکھے / رہِ عشق میں[3] آ قدم وو رکھے
ہر ایک بوالہوس کا یہاں کام نیں / مئے عشق ہے شربتی جام نیں

۱؎ بھی۔ س ۔ ۲؎ سب۔ ا۔ ۳؎ رہ عاشقی میں قدم دور رکھے۔ ا

محبت کی منزل کی ہے سخت راہ
کہ وہاں دیکھ کر کانپتی ہے نگاہ

اظہار[1] کیفیت شب جانکاہ و سختی کفر تا رسیدن بہ شہر دلخواہ

سنو کان دھر کر وہی داستان
مری داستاں پر رکھو گوش جاں

کہ تنہا میں باہر ہوا واں ستی
میں جنگل میں ویسے گلستاں ستی

لیا غیرتِ عشق نے مجھ کو گھیر
ہوا زندگانی سے میں اپنی سیر

اندھیرا[2] اوجالا برابر ہوا
پکڑ دامنِ دشت کو میں چلا

وہ صحرا لئے وحشت افزا و دق
کہ اڑتے تھے شیروں[3] کے دل کے ورق

ولیکن مجھے سیر گلزار تھا
کہ جوشِ غمِ لالہ رخسار تھا

کہوں کیا میں اوس بینہ کی شدّتاں
کٹاری تھی بوندی کی ہر بوند ساں

پھر اس پر سنو تم اندھیرے کا حال
نہ تھی شمع وہاں غیر چشمِ غزال

وہ تنہائی و وحشت و بیکسی
مجھے اپنے احوال پر تھی ہنسی

کہ اے عشق تیرے عجب رنگ ہیں
عجب رنگ ہیں اور عجب ڈھنگ ہیں

---

[1] و میں یہ عنوان (،) شعر پہلے ہے۔ [2] اندھارا۔ ل۔ [3] شیراں ۔ س۔

[1]مزہ عشق کا جو کہ سنتے تھے ہم — چکھے ہو کے یکجا ہم اور دل ہم
میں واقف نہ تھا ان مزوں سے کبھی — تصدق سے دل کے چکھا میں ابھی
ہوا ہے جو مہمانِ بزمِ جنوں — غذا ہے جگر اُس کو پانی ہے خوں
سو میں بھی وو مجلس کا مہماں ہوا — محبت سے ہم جام و ہم خواں ہوا
بظاہر میں تنہا تھا اُس دشت میں — ولیکن وو صحرا کے گلگشت میں
عجب قافلہ میرے ہمراہ تھا — ہجوم غم و نالہ[2] و آہ تھا
وو جنگل میں تھا جوشِ وحشت رفیق — جنوں تھا مری بیکسی پر شفیق
بگل ولا کے میں کیا کہوں ماجرا — کہ ہر ہر قدم دشمنِ جاں ہوا
وہاں سے قدم کا اٹھانا تھا یوں — کہ دلبر سے دل کا اوٹھانا ہے جیوں
صدا رعد کی شدت گرد و بار — قیامت کے دن کو ولاتی[3] تھی یاد
گزرتا تھا ہر آن دل پر یقیں — مگر صور کا حکم ہے آج ہیں
زبس شورش و شدت باد تھا — نہ بارش کے پتھروں کا برساو تھا
نہ کئی آشنا نا رفاقت کرے — نہ کئی دوست تا مہر و الفت کرے

[1] مزہ عاشقی کا جو سنتے تھے۔ ل۔ [2] اور۔ س۔ [3] ولاتے تھے یاد۔ س۔

پھر آخر کو ہوتی تھی خاطر نشاں — مری استقامت کا ہے امتحاں

جہاں یک خدائی کی ہیں آفتیں — غم و درد و محنت کی ہیں شدتیں

سو مجھ پر اوسی رات میں جمع تھیں — مگر اوس اندھارے میں وو شمع تھیں

کہوں کیونکر اوس رات کا میں بیاں — کہ جیوں شمع جلتی ہے میری زباں

کہوں شب اوسے یا بلائے سیاہ — نظر کو بھی ہرگز نہ پاتی تھی راہ

نہ اُس[1] شب میں تھا روشنی کا نشاں — نہ کچھ تھا ستاروں کا وہم و گماں

ہوا جمع یکجا خدا کا غضب — کہ صورت پکڑ نام[2] پایا تھا شب

چراغ اوس اندھارے میں پاوے کہاں — چمکنا یہی برق کا تھا وہاں

سیہ شب میں بجلی چمکتی تھی یوں — نظر چشم دلبر میں چمکے ہے جیوں

جیسے سب قیامت کے آثار تھے — سو اُس رات بیشک سب اظہار تھے

کہاں یک کروں ذکر اُس رات کا — پھر اوس برق اور باد و برسات کا

شب مرگ یا جان کا کال[3] تھی — درازی میں ہر ہر گھڑی سال تھی

اوسی حال سے رات گزری تمام — پھر اوس رات کا تھی سنا و نہ نام

[1] یہ شعر س میں نہیں ہے۔ [2] ناؤں۔ س۔ [3] کے کال تھے۔ س۔

دمِ صبح کا جب اوجالا ہوا ۔۔۔ تو مونہہ بارے اوس شب کا کالا ہوا
نکلتے ہی دن چھپ گئی شب کی گرد ۔۔۔ ہرن کو مگر کھا گیا شیرِ زرد
ہوا منقطع زلفِ شب کا خیال ۔۔۔ شہِ روز نے آ دکھایا جمال
نظر آیا آثار تالاب کا ۔۔۔ غنیمت ہوا دیکھنا آب کا
گِل و لا سے آلودہ تھا پیرہن ۔۔۔ میں دھویا وو سب پیرہن اور بدن
جو کانٹے کہ تھے پاؤں میں سر بسر ۔۔۔ نکالا اوسے دھوپ میں بیٹھکر
لیا راہ پھر منزلِ یار کی ۔۔۔ وہی دلبرِ شوخ خوں خوار کی
خیالِ صنم تھا مجھے زادِ راہ ۔۔۔ نہ تھا اور زادِ سفر، حق گواہ
بیاں کیا کروں اوس سفر کا غضب ۔۔۔ مرے پر قیامت تھی ہر روز شب
نہ تھا میرے ہمراہ کئی ہم سفر ۔۔۔ یہی دل سے کرتا تھا باتیں مگر
کہ اے دل تری عاشقی کا حاصل ۔۔۔ یہی ہے تری آشنائی کا پھل
ترے سات مجھ پر عجب ہے بلا ۔۔۔ بلا یا قیامت کا ہے زلزلہ
ترے سے مجھے ہو جس دن نجات ۔۔۔ وو دن ہے مرے حق میں عیدِ برات[1]

[1] عید اور برات ۔ ا۔

محبت کا تیری یہی ہے ثمر — کہ مرنے سے ہے زندگانی بتر

ارے دل کہاں ہوش میرا گیا — کہ تجھ سے دِوانے سے الفت "کیا"

یوہیں دل سے کہتا تھا حرفِ غضب — یہی تھا مجھے شغل ہر روز و شب

زیادہ جو ہوتا تھا دل سے بہ تنگ — فراقِ صنم ساتھ کرتا تھا جنگ

کہ "اے ہجر مجھ پر ہے تیرا عذاب — ۹۹۰ کیا تو نے اس دل کا خانہ خراب

اگر تو نہ ہوتا تو آرام تھا — مجھے اس ملامت سے کیا کام تھا

اگر تو نہ ہوتا تو سب وصل تھا — وہ دلدار سے مجھ کو کب فصل تھا

ترا ہی سبب ہے کہ ہر صبح و شام — مرے پر گزرتی ہے یوں کر (اس طرح) مدام

ترا ہی سبب ہے کہ بیتاب ہوں — غم و درد سے بےخور و خواب ہوں

تو ہی[1] نے بلائیں پھنسایا مجھے — جو دیکھا نہ تھا سو دکھایا مجھے

تو ہی نے مجھے اشکِ رقت دیا — مئے وصل سے جامِ حسرت دیا

تو ہی نے مرے سر پہ طوفاں کیا — دلِ جمع میرا پریشاں کیا

تو ہی نے چکھایا بِرہ[2] کا مزہ — غم و درد و جور و جفا کا مزہ

---

[1] "ل" میں ہر جگہ "تو ہیں" ہے۔ [2] بلا۔ ل۔

تو ہی نے لیا سب مرے دل کا چین	تو ہی نے گنوایا مرا نورِ عین
تو ہی نے مرا دل کیا غم سے شق	کتابِ جگر کے اُڑایا ورق
تو ہی[1] نے مجھے اِس مصیبت میں لا	مرے سر پہ لایا ہے کیا کیا بلا
تو ہی نے کیا ہے جدا یار سے	کہ محروم ہوں بزمِ دلدار سے
تو ہی نے مجھے زیست مشکل کیا	مصیبت کی آفت[2] کو نازل کیا
تو ہی نے لیا مجھ سے ہوش و خرد	مرے سر[3] دیا بارِ غم بے عدد (بے حساب)
تو ہی نے کیا عشق کا عندلیب	کیا گلشنِ وصل سے بے نصیب
تو ہی نے دیا داغِ حسرت مجھے	کیا بسملِ تیغِ الفت مجھے
تو ہی نے مجھے خوار و بیکس کیا	متاعِ دل و دیں مرے سے لیا
تو ہی نے کیا مجکو آخر فقیر	پنھایا کلیجے[4] کی کفنی کو (مجھ) چیر" (پہنایا)
یہی مجہ کو منزل بمنزل تمام	غمِ ہجر سے گفتگو تھی مدام

---

[1] یہ شعر، ا - میں نہیں ہے۔ [2] آیت، ا - [3] پر - ا - [4] گلے جی، ا -

فائز شدن بحصول دولتِ دیدار و بتازگی عہد بستن[1] آن شوخ مکار

کہو عندلیبوں سے جا کر پیام ۱۰۱۰ محبت سے پہنچاؤ گل کا سلام

کہ آئی ہے صحنِ چمن میں بہار — کرو بلبلو اب خوشی کی پکار

کدورت کا اب نام کھویا گیا — دلِ لالہ سے داغ دھویا گیا

زبس باغ کی معتدل ہے ہوا — ادب سے رکھے ہے قدم کو صبا

زمیں بیچ گرتا نہیں برگِ گل — رہے ساغرِ گل میں شبنم کی مل

کھلا بلبلوں کی تمنا کا پھول — خزاں کے سر اوپر ہے حسرت کی دھول

ہوا قمریوں کو حصولِ مراد — کہ شمشاد سے دل کو کرتی ہیں[2] شاد

خدایا مجھے بھی یوہیں شاد کر — یہ ویرانہ دل کو آباد کر

کہ جاتی رہے باغِ دل سے خزاں — خوشی کی کہوں پھر وہی داستاں

غرض مدتِ ہجر تھی جب تلک — مرا دل تھا اون آفتوں کا محک

ہوئی قطع جب غم کی راہِ دراز ۱۰۲۰ ہوا ایک بیک دل کا دروازہ باز[3]

---

[1] عہدِ محبت بستن ۔ ا ۔ [2] کرتی ہے شاد ۔ س ۔ [3] واز ۔ س ۔

گیا طے مصیبت جب اُس راہ کی　　لگی آنے بو شہرِ دلخواہ کی

ہوا خوش میں نزدیک شہر دیکھ　　رواں آب اور سبزہ و نہر دیکھ

گیا نا امیدی کی شب کا خیال　　ہوئی مجھ کو اُمیدِ صبحِ وصال

خوشی نے مرے دل کو دی تہنیت　　مرے ضعفِ جاں کو ہوئی تقویت

خوشی[۱] سے ہوا باب دل پر فتوح　　جسد سے قدم پیش رکھنی تھی رُوح

رکھا شہر میں جس گھڑی میں قدم　　ملی مجھ کو بے شک بہشتِ ارم

بہشتِ ارم بلکہ کس کام کی　　یہی محض اک تن کے آرام کی

سو حاصل ہوا مجھ کو آرامِ جاں　　ہر یک دم امیدِ وصل کا تھا نشاں

خوشی سے زیادہ ہوا اضطراب　　کہ جی تن سے جانا رہے گر شتاب

زبس آنکھ کو شوقِ دیدار تھا　　تمنائے عیدِ رخِ یار تھا

خوشی کا مجھے تاب آتا نہ تھا　　مرا جی بدن میں سماتا نہ تھا

کہ کئی (کوئی) دم میں اب یار کی دید ہے　　مری چشمِ مشتاق کی عید ہے

ہوا اس قدر خوش دلی کا ہجوم　　کہ ہر مو میں تھی جوشِ عشرت کی دھوم

۱؎ یہ اور نیچے کے تین شعر د میں نہیں ہیں۔

کہوں کس طرح بیقراری کا حال　　　کہ جینے کا ہرگز نہ تھا احتمال
خوشی سے مرے دل کی تھا عنقریب　　　کہ ہووے مجھے مرگ شادی نصیب
ہوا پر قدم تھا مرے شوق کا　　　کہ جلدی سے دیکھوں گلِ مدعا
لیا کوچہ یار کی راہ کو　　　کہ بلبل چلی باغِ دل خواہ کو
میں دیکھا جب اس گلبدن کی گلی　　　کھلی آرزو کے چمن کی کلی
رکھا کانپتا اوس گلی میں قدم　　　کہ آیا نکل گھر سے باہر صنم
گلابی تھا پٹکا سر اوپر سجا　　　کھلے بند اور نیمہ تھا ملگجا
غرور ادا سے لٹکتا ہوا　　　کٹاری کو ہر دم جھٹکتا ہوا
مئے ساغرِ حسن سے مست تھا　　　بجائے حنا خوں سے ہم دست تھا
نپٹ ناز سے مسکراتا ہوا　　　کچھ اک دیکھتا کچھ دکھاتا ہوا
بھنووں کی کمانوں کی رہ کو چڑھا　　　خدنگِ نگہ سب طرف سے اوٹھا
چلا آیا سیدھا ہی میری طرف　　　سمجھ مجھ کو تیرِ بلا کا ہدف
سرک گئے مری استقامت کے پاؤں　　　نہ ہرگز رہا ہوش میرے کا ناؤں
نہ کچھ عرضِ مطلب کی طاقت رہی　　　نہ کچھ چار چشمی کی جرأت رہی
محبت کی بے اختیاری سے میں　　　زمیں پر گرا بے قراری سے میں

اوسی دم لیا سر کو میرے اوٹھا ۔۔۔ لیا جلد مجھ کو گلے سے لگا
کہا کس طرف کو تمھارا ہے ہوش ۔۔۔ کرو ضبط اپنی محبت کا جوش
نہیں[1] تو مرا ابھی یہی رنگ ہے ۔۔۔ مرے پر بھی حال اب نپٹ[2] تنگ ہے
سجا تو تجھیں کو ہے میرے سے چاہ ۔۔۔ زیادہ مرے دل کو ہے تم سے راہ
دہی ہوں قدیمی تمھارا غلام ۔۔۔ کہ سمرن ہے مجھ کو تمھارا ہی نام
ہوا ہے اگر مجھ سے چندیں قصور ۔۔۔ سو وو ایک بد ذات کا تھا فتور
گزشتہ سے انکار کرتا ہوں میں ۔۔۔ نیا اب تئیں کے اقرار کرتا ہوں میں
کہ پھر مجھ سے تقصیر ہووے کی نیں ۔۔۔ تفاوت یہ تقریر ہووے کی نیں
مرے واسطے تم پہ کیا کیا ہوا ۔۔۔ سو سب مجھ کو معلوم ہے ماجرا
مزاج اپنا اس وقت لاؤ بجا ۔۔۔ کہ عالم میں یہ بات ہے بدنما
یہ کہہ کر مجھے جلد رخصت کیا ۔۔۔ مرے سات عہد محبت کیا
کہ ہے ماندگی راہ[3] کی تم کو اب ۔۔۔ گزر جائے گی آن[4] ہیں کی شب

---

[1] "یہاں"۔ ا۔ [2] س' میں یہ لفظ نہیں ہے۔ [3] آج' ا۔ [4] "رات"۔ س۔

دلِ جمع سے صبح کو آئیے — مرے سر پہ ہر ہر قدم لائیے"
یہ باتوں سے تسکینِ دل ہی تمام — کہ نیں اب وہ جور و تغافل کا نام
مجھ کو یہی صحبتِ یار ہے — محبت ہے اور لطف ہے پیار ہے

تلخ شدن زندگانی از بیان سبب[1] بدعہدی آں[2] یار بے وفائی اساس

عجب خوب رولوں کا کچھ رنگ[3] ہے — ابھی صلح ہے اور ابھی جنگ ہے
نہ کچھ صلح میں دوستی ہے بجا — نہ کچھ جنگ میں دشمنی ہے عیاں
مخالف ہے اون کی ہر اک بات — نہیں تا میں اون کی ہرگز ثبات
وفا اون کی خلقت ستی دور ہے — مگر بے وفائی کا یہاں پور ہے
[4] نہیں ان گلوں میں محبت کی بو[5] — نہیں ان بتوں میں مروت کی خو
میں اس بات کو خوب تحقیق کر — رکھا ہوں دل اپنے میں تصدیق کر
کہ زنہار قول اون کا صادق نہیں — ۱۰۷۰ — زبان و دل اون کا موافق نہیں

[1] بہ سبب۔ 'ا'۔ [2] آن 'ا' میں نہیں ہے۔ [3] نیرنگ 'ا'۔ [4] س میں یہ شعر نہیں ہے۔ [5] بو۔ ا۔

اگر تم کو اس بات میں ہول ہے   یہی داستاں شاہد القول ہے
کہ اس ظالم رند مکار نے   وو شوخِ فسوں گر ستمگار نے
کیا مجھ سے کس کس طرح دلبری   کہ تحقیق تھی عین افسوں گری
محبت کی کیا کیا ادا میں کیا   فرشتہ بھی ہووے تو کھائے دغا
سو[1] بات اوس کی دو میں نے تحقیق جاں   سمجھ کر اوسے سچ لیا دل میں مان[2]
مجھے اپنے طالع پر آیا عجب   کہ یہ سنگ پانی ہوا کیا سبب
خوشی سے مراجی نکلنے لگا   دل آنکھوں کی رہ[3] سے پگھلنے لگا
کہ جس کو مرے سے یہ انکار تھا   اوسے دیکھنا مجھ طرف عار تھا
سو کیا آج کے آج میں ہو گیا   کہ اس اس طرح عہد پیماں کیا
مگر دل نے میرے کیا یہاں اثر   ۱۰۸۰   و لیکن نہ تھی اس کی دل کو خبر
کہ یہ تھیں مرے ساتھ سب بازیاں   فریب و دغا کی فسوں سازیاں
میں دل میں دو باتوں کا رکھ اعتماد   کہ محکم ہوا رشتۂ اتحاد
گیا صبح کو شوقِ دیدار سے   تمنا و مشتاقیٔ یار سے

[1] اسے سادگی ہیں۔ ا۔ [2] جان۔ س۔ [3] راہوں۔ ا۔

سو کیا دیکھتا ہوں کہ ہے[1] بد دماغ — نہ تھا کل کا کچھ بھی نشان و سراغ
وہی بے مروت وہی بے وفا — کہ گویا کبھی کچھ نہ تھا آشنا
غضب ہو کے پتھر لیا ہات میں — پھرا مجھ سے پھر رات کی رات میں
زباں پر وہی حرف دشنام تھا — جو تھا حرف بد سو مرا نام تھا
ابھی کل جو تھا شربتِ پُر گلاب — ہوا آج پھر تلخ مثلِ شراب
زیادہ ہوا بلکہ اول سیتی — ہوا تلخ زہرِ ہلاہل سیتی
قدیمی وہی طور بیداد تھا — ۱۰۹۰ کہ مدت سے خوں خوار جلاد تھا
میں ہر چند فریاد و زاری کیا — زیادہ مجھے سنگ ساری[2] کیا
میں اس طرز کو دیکھ حیراں ہوا — نپٹ ناامیدی سے لرزاں ہوا
لگی آگ پھر جانِ ناشاد میں — ہوا زلزلا دل کی بنیاد میں
کلیجے میں پھر کر چبھی غم کی بھال — ہوئی زندگانی مرے جی کی کال
اندھارا ہوا آسمان و زمیں — ہوا ناامیدی کا مجھ پر یقیں
کبھی سر پٹکتا ہوں[3] پتھر ویں جا — کبھی جان دیتا ہو دم[4] کو روکا

---

۱ بے ۔ ل ۔ ۲ سنگ باری ۔ ا ۔ ۳ تھا ۔ س ۔ ۴ دم گو رکا ۔ ا ۔

کبھی کوہ و صحرا میں جاتا ہوں میں | کبھی خاک سر پر اوڑاتا ہوں میں
[1]یہ سر اب بدن [2]پہ مرے بار ہے | مری زندگی موت کو عار ہے
کروں کیا کہ یہ جان جاتا نہیں | مری موت کا وقت آتا نہیں
کیا بسکہ دیوانگی نے وفور | رہا نہیں ہے اب مجھ میں ہوش و شعور
کناری سے کرتا ہوں عزم ہلاک | گریباں کو کرتا ہوں شوق رشک سے چاک
کہوں کس سے جا اپنی حسرت کی بات | اگر جان جاوے تو پاؤں نجات
تڑپتا ہوں پن جی نکلتا نہیں | مرا کچھ خدا سات چلتا نہیں
تامل کیا میں بہت غور سے | [3]رہا نہیں وو دل اب کسی طور سے
مگر یہ کہ جاتا رہے تن سے جی | تو آرام ہوتا ہے مجھ کو ابھی
سو مرنا بھی ہرگز نہیں میرے ہات | مرے دل میں آئی ہے اب ایک بات
خموشی کروں میں اگر اختیار | اسی بات پر میں رہوں استوار
خدا کی طرف کو کروں میں رجوع | تو ہووے کوکب سعد میرا طلوع
کہ چھوٹوں میں اس رنج و [4]محنت ستی | بت بے وفا کی محبت ستی

---

[1] سو۔ س۔ [2] میں۔ ا۔ [3] رہائی نہیں اب کسی طور سے۔ ا۔ [4] زحمت۔ ' ا۔

سراج اب عنانِ زباں ہات لے
قلم کو روانی کی رخصت نہ دے

دعا کو یہی ہات اٹھا حق کے پاس
کہ جاوے ترے پاس سے غم کی باس

کسی سے نہ اب غیرِ حق بات کر
نپٹ التجا سے مناجات کر

مناجات بہ حضرتِ ذوالجلال و ختم[1] بوستانِ خیال

الٰہی بتوں سے مرا دل پھرا
کہ ہرگز نہیں اون میں نامِ وفا

مجھے ان کی زلفوں کے خم سے نکال
کہ آوے گا ایماں پہ[2] آخر وبال

چھڑا دامِ گیسوئے خوباں سے دل
بچا خنجرِ نوکِ مژگاں سے دل

مجھے دور رکھ اُن کے ابرو سیتی
بچا رکھ مجھے چشمِ جادو سیتی

مت ان جامہ زیبوں سے اٹکا مجھے
نہ دے ان کے دامن کا جھٹکا مجھے

نہ رکھ اون کی الفت کی زنجیر میں
نہ دے مجکو زندانِ تعزیر میں

نہ لا دل مرا اُن کی باتوں[3] طرف
وو شیریں و رنگیں نکاتوں طرف

چکھا مت[4] انہوں کا مجھے شہدِ لب
ہے اُس شہد کے بیچ نیشِ غضب

---

[1] اختتام۔ [2] ا۔ پر۔ [3] ا۔ ان بتوں کی طرف۔ [4] یہ اور اسکے بعد کا شعر اس میں نہیں ہے۔

تبسم انہوں کا مجھے مت دکھا — تکلم انہوں کا مجھے مت سنا
اوٹھا اوس قامت کا دل سے خیال — کہ ہے یہ قیامت کے دن کا وبال
پھر احسن حادث سے دل یک بیک — کہ نورِ قدیمی کی دیکھوں جھلک
بحقِ جنابِ رسولِ کریم — کہ بر حق ہے محبوب تیرا قدیم
بحقِ علی شاہِ دلدل سوار — وصی نبی صاحبِ ذوالفقار
بحقِ دلِ غم کشِ فاطمہ — کہ جس پر ہے ایمان کا خاتمہ
بحقِ حسن سرو سرسبزِ دیں — کہ ہے نونہالِ بہشتِ بریں
بحقِ حسینِ شہِ کربلا — شہیدِ سرِ خنجرِ اشقیا
بحقِ دلِ پاکِ زین العباد — کہ نیں ماسوا اللہ کے جس۱؎ کو یاد
بحقِ سرِ سرورِ خاص و عام — کہ حق پاس سے جس کو باقر ہے نام
بحقِ بہارِ گلِ جعفری — کہ ہے گلبنِ گلشنِ سروری
بحقِ شہِ کاظمِ باصفا — جماعت میں ایماں کی ہے مقتدا
بحقِ رضا شاہِ محشر پناہ — خراسانِ قدرت کا ہے کج کلاہ

۱؎ کی جن کو یاد۔ ا د۔

بحقِ تقیؔ اخترِ برجِ دیں — کہ ہے آفتابِ سپہرِ یقیں
بحقِ[1] نقی کانِ برجِ کمال — نمایاں نبی کا ہے جس میں جمال
بحقِ امامِ حسن عسکری — چراغِ شبستانِ نیک اختری
بحقِ شہ مہدیِ نیک نام — کہ ہے قائمِ آلِ محمدؐ مدام
کہ مجھ کو تری دولتِ خاص دے — اسی چاردہ تن سے اخلاص دے
یہی وِردِ میرا رہے صبح و شام — غلامی میں اون کی رہوں میں مدام
پھرا دل مرا صحبتِ غیر سے ۱۱۴۰ کہ کعبے طرف جاؤں اب دیر سے
میں لایا ہوں تیری طرف التجا — طریقِ ہدایت مجھے اب بتا
تغافل نہ کر ورنہ ابتر ہے کام — توجہ سے مقصود بر لا تمام
کہ میں سب[2] طرف سے ہوا ہوں نراس — لے آیا ہوں روسیہ تیرے پاس
کہ تو اس مری روسیاہی کو دھو — زلالِ عنایت سے دے شست و شو
گزر گئی مری بت پرستی میں عمر — کٹی غفلت و جہل و مستی میں عمر

---

[1] بحقِ امامِ نقی پاک دل ٭ کہ جس کا بنا نور سیں آب و گل ۔ ا ۔ [2] سب طرف سنی اب ہوا ہوں ۔ س ۔

میں اب چاہتا ہوں کہ ہوشیار ہوں اب اِس خوابِ غفلت[1] سے بیدار ہوں
ولیکن ترا فضل درکار ہے وگرنہ مرے پر تو دشوار ہے
ہیں ہر چند رحمت کے قابل نہیں عنایت کے نزدیک مشکل نہیں
کہ مجھ سا گنہگار پاوے نجات یہ زنگار ہووے قابلِ عکسِ ذات
مرا عکس وہی ہے دشمن مرا کیا ہے سیہ دل کا درپن مرا
اگر ہووے نوازش کی صیقل گری تو اس آئینے کی ہے نیک اختری
گرا دے مجھے چشمِ پندار سے کہ تا صاف ہو جاؤں زنگار سے
تری قادریت سے کیا ہے عجب کہ ہو جائے یہ زنگ ابھی نور سب
سراج اب طلب مدعا کی نہ کر کہ خاصوں میں یہ بات نہیں معتبر
اسی بیت کو ورد کر صبح و شام جنابِ الٰہی میں کہہ توں مدام
سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حسابِ کم و بیش را
کیا میں جب اس مثنوی کا خیال تھے ہجری ہزار و صد و شصت سال
شمار اس کی ابیات کا جب کیا تو ہجری کے سن سے موافق ہوا
زبس اس میں ہے سیرِ گلشن مدام[2] رکھا بوستانِ خیال اوسکا نام

[1] رگِ خوابِ غفلت ۔ ا ۔ [2] تمام ۔ ا ۔

عدو جب کہ اس نام کے آئے ہات ۱۱۶۰ مطابق ہوئے سال و ابیات سات
یہ دو دن کی تصنیف ہے حسبِ حال زباں پر نکل آیا دل کا اُبال[1]
نظر میں نہ لاؤ تم اوس کا قصور کہ ہے دردمندی سے یہ بات دور

---

[1] وبال - س -

۲

سوز و گداز

اے صبا ہے وطن ترا گلزار　　نام تیرا ہے پیکِ خوش رفتار
تجھ سیں[1] اک التماس رکھتا ہوں　　میں ترا اسی ہوں آس رکھتا ہوں
دردِ دل یار کوں گزارش کر　　غم کے مظلوم کی سفارش کر
نشۂ غم مجھے دوبالا ہے　　نور کا وقت ہے، اجالا ہے
دیکھ کر مجھ کوں اس قدر غمناک　　صبح نے بھی کیا گریباں چاک
پن تجھے درد کا اثر نئیں ہے　　حال میرے کی کچھ خبر نئیں ہے
کیوں مرے پر تو رحم لاتی نئیں　　حال میرا اُسے سناتی نئیں
جو برہ دکھ سہے وہی بوجھے　　پن تجھے آنکھ نئیں تو کیا سوجھے

[1] یہ مثنویاں جس نسخے سے نقل کی گئی ہیں، اسکے رسم الخط اور املا میں "بوستانِ خیال" کے رسم الخط سے بعض الفاظ میں اختلاف ہے مثلاً "کو" کی جگہ "کوں"، "سے" کو "سیں"، "تو" کو "توں" لکھا ہے۔

تجھ کوں کب درد کی اداسی ہے
توں ہمیشہ چمن کی باسی ہے

سن غزلخوانی آہِ بلبل کی
باس لیتی ہے سنبل و گل کی

حق تجھے عشق سیں قریب کرے
تجھ کوں درد و الم نصیب کرے

مجھ سری کی اگر پریشاں ہوئے
تب مرے درد کی قدرداں ہوئے

غم سیتیں خالی نہیں ہے ہر ذرہ
سب پہ آیا ہے عشق کا غرّا

تجھ پہ آیا نہیں تو آویگا
غم غزاں ہو کہ رنج دکھاوے گا

خوف کر دیکھ حال میرے کوں
اس جدائی کے کال میرے کوں

مہرباں ہو کے یار کوں جا بول
دلبرِ غمگسار کوں جا بول

کہ ترے بن ہوا ہوں سرگرداں
آرسی کی مثال ہوں حیراں

دل کوں حسرت سیں آشنائی ہے
بسمل خنجرِ جدائی ہے

صبر و آرام سیں نہیں خورسند
صبر و آرام کی مجھے سوگند

زندگانی محال ہے مجھ کوں
خواب گویا خیال ہے مجھ کوں

نیشِ غم دل میں جیو کٹاری ہے
زخم کاری ہے اشک جاری ہے

ہے نپٹ دلخراش غم کی چھری
آزمایا ہوں میں بلا ہے بری

کیا قیامت ہے اس چھری کی انی
جیوں کہ ہیرے کی آبدار کنی
جس طرح

غم کی برچھی لگی ہے سینے میں
زخم جیوں حرف ہے نگینے میں

سنگِ غم نے کیا ہے بسکہ وفور
شیشۂ دل ہوا ہے چکنا چور

ہوں نپٹ مضطرب تری سوگند
جیوں انگیٹھی میں آگ پر اسپند

جان جاتا ہے پیاس سیں جانی
اپنے دیدار کا پلا پانی

بے طرح پیاس ہے صنم تجھ کوں
حوض کوثر کی ہے قسم تجھ کوں

دل مرا تیرے بن ہے رات اور دن
جیوں کہ مچھلی کا حال پانی بن

مجھ پہ ہر روز زور ماتم ہے
غم کی شمشیر کی جھما جھم ہے

پار گذرا جگر سیں غم کا تیر
آ لگا جان میں کلیجا چیر

عاشقی جب قرار کھوتی ہے
باغ، کانٹوں کی باڑ ہوتی ہے

عشق جب غم کے بیج بوتا ہے
پھول پھولے سرنگا ہوتا ہے

سیرِ گلزار دل کوں بھاتی نیں
جب تلک باس تیری آتی نیں

سختیِ غم سنی نہ کر توں فرش
ہے دلِ عاشقاں خدا کا عرش

توں تغافل روا نہ رکھ مجھ پر
بے خطا ہوں خطا نہ رکھ مجھ پر

لاابالی نہ ہو مرے سیں صنم
لاابالی پنے کی تجھ کوں قسم

جو گنہ گار ہوں تو تیرا ہوں
اور گرفتار ہوں تو تیرا ہوں

اے صنم جو ترا کہاتا ہے
عشق تیرے میں دل جلاتا ہے

اس پہ لازم نہیں ہے جور و ستم
بلکہ واجب ہے اس پہ چشمِ کرم

مجکوں ہر وجہ سیں غلامی ہے
بندگی میں تری مدامی ہے

گر تغافل کرے تو کیا چارا
اور نوازش کرے تو ہے پیارا

ہر طرح سیں ہوں بندۂ بے زر
جاں نثاری کی شرط ہے جیوں گر

میں ترے درس کا بھکاری ہوں
بلبلِ باغِ بیقراری ہوں

حالِ دل پوچھ مہربانی سیں
یار جانی ہو یار جانی سیں

سن کہ میرا یہ نالۂ جاں سوز
رحم لا اے مہِ جہاں افروز

ایک دن بے خودی کے عالم میں
پی مئے شوق مجلسِ غم میں

خبرِ دل سیں بے خبر ہو کر
غم سیں بے جان و جگر ہو کر

خوش طرف عجز کا اٹھا کر ہات
یوں کہا میں زبانِ شوق سیں بات

کہ نپٹ بے قرار ہوں یارب
روز و شب اشکبار ہوں یارب

لبِ حسرت کوں میں چباتا ہوں
زخمِ غم کھا کہ تلملاتا ہوں

کب تلک قیدِ غم سیں چھوٹونگا
اپنے مطلب کا گنج لوٹونگا

کب تلک یار رخ دکھاویگا
مجھ طرف مہرباں ہو آویگا

کب کھلے گی مرادِ دل کی کلی
کب نظر آئے گی صنم کی گلی

اب نہیں مجکوں تابِ دوری کی
دل کوں برداشت نیں صبوری کی

دور جب سیں وو سروِ دلجو ہے
قمریِ دل کوں درد کو کو ہے

اس نراسی کی آس کوں برلا
صورتِ مدعا مجھے دکھلا"

جب کہا یوں جنابِ قدسی میں
مثلِ پروانہ سوزشِ دل سیں

ہاتفِ غیب سیں ندا آئی
کہ نہو اس قدر توں سودائی

حق کی درگاہ لاابالی ہے
بندگی کب کسی کی خالی ہے

جس کوں جس بات کی طلب ہووے
ذاتِ حق کے طفیل سب ہووے

سلطنت کی جسے تمنا ہے
تخت و افسر اوسے مہیا ہے

ہے جسے آرزوئے خلدِ نعیم
اس نے پایا ہے کوثر و تسنیم

دوست کے بن جسے ہے غم کا خار
اس کوں حاصل ہے نعمتِ دیدار

پھول پاویگا جس نے خار سہا
کہ "مع العسر یسر" حق نے کہا

ہے جدائی کے بعد عیشِ وصال
آخرش ہر زوال کوں ہے کمال

اس قدر بے قرار توں مت ہو
غم سیں اشکبار توں مت ہو

حق ترے یار کوں ملا دیگا
اس کے دیدار کوں دکھاویگا

جب سیں آئی ہے یہ ندا مجکوں
نوبتِ عیش کی صدا مجکوں

تب سیں پھولوں میں نیں سماتا ہوں
پیرہن میں تو کب اماتا ہوں

دل خوشی نے کیا ہے گرچہ دور
لیکن اب لگ ہے وو پیارا دور

گرچہ امید وصل ہے نزدیک
لیکن اب لگ ہے گھر مرا تاریک

شام کے وقت ہے امید چراغ
نہ ملے جب چراغ تب ہے داغ

کیا کروں فکر اس کے ملنے کی
اپنے مقصد کے پھول کھلنے کی

میں تمھارا غلام ہوں یارو
مجکوں موہن کے پاؤں پر وارو

آرزو ہے سجن ملا وا ہوئے
اس پری رو کا نک چھلاوا ہوئے

مئے دیدار یار جب پاوے
چشمِ دل کا خمار تب جاوے

کب تلک شرحِ اشتیاق کہوں
قصۂ سوزشِ فراق کہوں

حال میرا بیاں میں نیں آتا
حرف دوری کہا نہیں جاتا

دردِ دل مثنوی میں لایا ہوں
غم کے طومار کوں سنایا ہوں

پردۂ رازِ دل کیا ہوں واز
نام اس کا رکھا ہوں "سوز و گداز"

خوب ہے اے سراج خاموشی
مست رہ پی کے جام بے ہوشی

— ۳ —

مناجات

الٰہی مجھ کوں دردِ لا دوا دے
مجھے توفیقِ عشقِ بے ریا دے

الٰہی شوق کی آتش عطا کر
جلا کر خاک کر لا کر فنا کر

الٰہی عشق کی مے کا پلا جام
مجھے بے ہوش رکھ ہر صبح و ہر شام

الٰہی دے جگر پر عشق کا گُل
مجھے کر شوق کے گلشن کا بلبل

الٰہی آہ کوں آتش فشاں کر
مرے آنسو کے پانی کوں رواں کر

الٰہی مجلسِ کثرت سیں رکھ دور
مئے وحدت پلا مانند منصور

الٰہی کر مجھے تو خسروِ غم
رواں کر جوئے شیر انکھوں سیں ہر دم

الٰہی شربتِ شیرینِ غم دے
طپش دے، داغ دے، دردِ الم دے

الٰہی کر مجھے فرہادِ جاں کاہ
لگا میرے جگر پر تیشۂ آہ

الٰہی توں مجھے مانند مجنوں
کر اپنی حسن کی لیلیٰ کا مفتوں

الٰہی جلوۂ دیدار دکھلا
جمالِ مطلعِ الانوار دکھلا

الٰہی دل کوں میرے ہے تمنا
جمالِ یوسفی پر کر زلیخا

الٰہی دے لبالب جامِ الفت
مجھے کر وحشیِ وحشتِ محبت

الٰہی عشق میں رکھ مجھ کوں بیتاب
مجھے کر عشق کی آتش میں سیماب

الٰہی کر مرے آنسو کوں جاری
مجھے دے بیقراری آہ و زاری

الٰہی لختِ دل کا دے مجھے قوت
ہر اک آنسو مرا کر لعل و یاقوت

الٰہی کر دعا میری کوں مقبول
کہ میں سائل ہوں تیرا اور تو مسئول

الٰہی دے مرا مقصودِ دلخواہ
کہ ہے لاتقنطوا من رحمت اللہ

الٰہی مدعا میرے کوں بر لا
دکھا مجھ کوں حقیقت کا تماشا

الٰہی چشمِ دل پر کھول یکبار
جلی روحی خفی سری کے گلزار

الٰہی کر لبالب جامِ خالی
دکھا مجھ کوں جمالِ لایزالی

الٰہی بحرِ غم میں آشنا کر
مرے آنسو کوں دُرِّ بے بہا کر

الٰہی چاہتا ہوں چہرۂ زرد
بہارِ غم، دلِ گرم و دمِ سرد

الٰہی لذتِ درد و بلا دے
مرے پر عشق کی نوبت بجا دے

الٰہی سوزِ عشقِ بے کراں دے
بہارِ گلشنِ آہ و فغاں دے

الٰہی بے خودِ بزمِ جنوں کر
مرا دل گوہرِ دریائے خوں کر

الٰہی دے مجھے رنگیں خیالی سخن کے باغ کا کر مجھ کوں مالی
الٰہی شعر میرا درفشاں کر اوسے صافی میں جیوں آبِ رواں کر
الٰہی تجھ ثنا میں ہوں غزلخواں ہر اک مصرع کوں کر لعلِ بدخشاں
الٰہی کر عطا روشن بیانی مرے اشعار کوں توں دے روانی
الٰہی دے سخن کی پادشاہی خیال آباد کی دے کج کلاہی
الٰہی مجھ کوں توں فکرِ رسا دے مرے آئینۂ دل کوں جلا دے
الٰہی بخش مجھ کوں نکتہ دانی توں کر غواصِ دریائے معانی
الٰہی مجھ سخن میں دے لطافت گلِ معنی میں دے رنگِ نزاکت
الٰہی حمد تیری کا ہے مذکور مری ہر بیت کر عالم میں مشہور
الٰہی شعر میرا دل نشیں ہوئے نہالِ بوستانِ آفریں ہوئے
الٰہی ہر غزل مقبولِ جاں ہوئے وظیفہ دل کا اور وردِ زباں ہوئے
الٰہی کر مرے دیواں کو مشہور ہر اک صاحب نظر کا ہوئے منظور
الٰہی سوزِ دل کا تشنہ لب ہوں جنابِ کبریا میں بے ادب ہوں
الٰہی من عرف کے باب سب کھول مرے پر عشق کے آداب سب کھول
الٰہی پردۂ کثرت اوٹھا دے شرابِ ساغرِ وحدت پلا دے

الٰہی لطف کر مت دربدر کر — گناہوں پر مرے مت تو نظر کر
الٰہی بھیج توں بارانِ رحمت — گنہ گاروں پر اپنی کر شفقت
الٰہی مجھ کوں ہے امیدواری — کہ بخشے گا مجھے غفار باری
الٰہی عجز پر میرے کرم کر — نگاہِ لطف مجھ پر دم بدم کر
الٰہی طالبِ حسنِ ازل ہوں — طلبگارِ جمال بے بدل ہوں
الٰہی غرق دریائے بقا کر — صفائے سینۂ روشن عطا کر
الٰہی مجھ کوں دکھلا جلوۂ نور — مرا دل کر بہارِ شعلۂ طور
الٰہی غم میں جلتا ہے سراج آج — زلالِ وصل کا ہے نیز محتاج

۴۴

نالۂ ہجر

طرف اس گلبدن کے اے صبا جا — ہمارے درد کا پیغام پہنچا
ترے بن بیقراری ہے جگر پر — برہ کا زخم کاری ہے جگر پر
جدائی میں تری اے جان جاناں — پریشاں ہوں پریشاں ہوں پریشاں
جدائی میں ہوا ہے ہوش سب گم — ترحم کر ترحم کر ترحم
جدائی کی طرح سب سیں بری ہے — کلیجے میں کھٹکتی جیوں چھری ہے
جدائی ہے قیامت ہے بلا ہے — مری آنکھوں سیں آنسو بہ چلا ہے
جدائی میں تری ہے بیقراری — طپش ہے درد و غم ہے آہ و زاری
جدائی کی لگی ہے ہول ظالم — جگر میں ہے برہ کی سول ظالم
جدائی میں تری ہے اب خرابی — شتابی آ شتابی آ شتابی
جدائی میں تری مجھ پر بلا ہے — جگر میں درد کا کانٹا سلا ہے
جدائی کی اگن میں کیا جلن ہے — مرے سینہ میں ہر دم شعلہ زن ہے

جدائی میں تری کب لگ پکاروں
شتابی آ کہ دل تجھ پر سیں واروں

جدائی میں تری اے یار جانی
ہوا ہے دل کا لوہو گل کے پانی

جدائی میں تری اے سرو گلفام
نہیں ہے باغ کی گلگشت سیں کام

شتاب آ دیکھ داغ دل کوں میرے
چراغاں ہو رہے ہیں غم کے تیرے

محبت میں تری شیدا ہوا ہوں
شکیب و عقل کھو رسوا ہوا ہوں

توں کہہ زخم جگر کب لگ سہوں میں
گریباں چاک کر کس سیں کہوں میں

ہوا ہے آہ نیں باد خزاں ہے
کہ دل کے پھول پر آتش فشاں ہے

نہیں ہے تاب اب بیتاب ہوں میں
برہ کی آگ میں سیماب ہوں میں

ہے جاری اشک گلناری غم جگر چاک
پڑے اس بخت نافرجام پر خاک

شراب شوق نے از بس کیا جوش
ہوا ہوں ساغر حسرت سیں بیہوش

وہی جانے جو کوئی مارا ہوا ہے
کلیجہ جل کے انگارا ہوا ہے

مری آنکھوں ستی جاری ہے پانی
ہوا ہے رنگ میرا زعفرانی

جگر پر تشنگی سیں ہے خرابی
پلا دیدار کا شربت شتابی

برہ زنجیر کا ہوں میں گرفتار
نہیں اس وقت میرا کوئی غمخوار

کہا کس نے تجھے اتنا ستم کر
تلطف کر، نوازش کر، کرم کر

ہوا ہوں ہجر کے خنجر سیں بسمل — خبر لے لطف سیں اے شوخ قاتل
ہوئیں آنکھیں مری رونے سیں گلگوں — پلک میری ہوئی فوارۂ خوں
ہزار افسوس یار آتا نہیں ہے — عجب ہے سخت جی جاتا نہیں ہے
تغافل کوں نہ فرما کام ظالم — رہوں کب لگ بِن آرام ظالم
جگر کا داغ جا کس کوں دکھاؤں — یہ اپنا حال جا کس کوں سناؤں
اے شیریں لب نہیں فریاد دل پر — لگا ہے تیشۂ فرہاد دل پر
برہ خنجر مرے دل میں لگا ہے — کلیجا ٹوٹ کر ٹکڑے ہوا ہے
مرا دل مضطرب ہے مثلِ سیماب — ہوا ہے برق کی مانند بےتاب
خدا کے واسطے بے رحم مت ہو — نپٹ ہوں آج بیتاب اے جفاجو
پریشانی پہ میری مہرباں ہو — مری بے طاقتی کا قدرداں ہو
ہوا ہوں جل کہ خاک اے سرو قامت — بھبوکا ہے برہ کا یا قیامت
چلا ہے اب نکل تن سیں مرا جی — تسلی دے تسلی دے تسلی
مری آنکھوں ستی نالا بہا ہے — وفورِ اشک سیں طوفاں ہوا ہے
تڑپتا ہوں برہ کا زخم کھا کر — جدائی کی لگی شمشیر آ کر
یہ بے تابی رہے باقی کہاں لگ — گئی ہے آہ میری آسماں لگ

برکت سیں رسولِ مصطفےٰ کے طفیلِ انبیا و اولیا کے
الٰہی کر دعا میری کوں منظور محبت سیں مجازی توں رکھ دور
محبت سیں توں اپنا آشنا کر مرے آنسو کوں دُرِّ بے بہا کر
عطا کر خشک چشموں کوں روانی کہ تا جاری رہے آنسو کے پانی
سراجؔ اب مے پرستی کا ہے محتاج شرابِ شوق سیں بیہوش کر آج

(۵)

نامۂ شوق

اے سجن شیریں سخن جادو نین
مصرِ دل کا یوسفِ گل پیرہن

کئی ترے بن محرمِ جانی نہیں
قدر دانِ رازِ پنہانی نہیں

خلق میں مشہور ہوں تیرا غلام
مجھ کوں تیرا جانتے ہیں خاص و عام

جب تلک میرے بدن میں جان ہے
دردِ دل میرے کا توں درمان ہے

حشر لگ بندہ ترا کہلاؤں گا
چھوڑ کر دامن ترا کاں جاؤں گا

عاشقوں میں شہرۂ آفاق ہوں
شربتِ دیدار کا مشتاق ہوں

ہر گھڑی ہر آن تیری یاد ہے
صبر اور آرام سب برباد ہے

غم کی فوجوں نے کیا مجھ پر ہجوم
ہے ترے بن ملکِ جمعیت میں بوم

شوقِ دل کے یک بیک اُمڈے ہیں سیل
وقت آیا ہے مرے پر اب کُبیل

ہجر کی سختی سہی اے من ہرن
دل کے شیشے پر لگا ہے غم کا گھن

تجھ جدائی سیں ہوا دل داغ داغ
خوش نہیں آتا اسے گلگشتِ باغ

ہے مرے طالع میں غم کی سرنوشت — دل خوشی کی کب میسر ہوئی بہشت
غم کی آتش کی اگن سہتا ہوں میں — جیوں سمندر کر وطن رہتا ہوں میں
ایک ساعت نیں خبر مجکوں مری — سامنے آنکھوں کے ہے صورت تری
اس قد و قامت کا ہے مجکوں خیال — دل ہے فانوسِ خیالی کے مثال
مضطرب ہوں بے قراری کی قسم — جاں بلب ہوں جاں نثاری کی قسم
باس تیری جب تلک آتی نہیں — سیر گلشن کی مجھے بھاتی نہیں
سوز دل کا حال لکھتے اے صنم — شمع کی مانند جلتا ہے قلم
کیا لکھیں لکھنے میں کچھ آتا نہیں — اور زباں سیں کچھ کہا جاتا نہیں
کیا کروں ہے شوق دل بے اختیار — بے قراری نے کیا مجھ سیں قرار
عالم بے اختیاری ہے مجھے — اس سبب یہ آہ و زاری ہے مجھے
شوق میں مجھ سیں ہوا ترکِ ادب — ورنہ عقل و ہوش ہیں جا ہی سب
اے سراج اب گفتگو کا کام نیں — ہجر کے طومار کوں انجام نیں

احوالِ فراق

اے قاصد آہ کان دھر سُن — مجھ دردِ جگر کی سب خبر سُن
میں تجھ کوں رفیق بوجھتا ہوں — غم خوار و شفیق بوجھتا ہوں
کہتا ہوں میں آج تجکوں دل کھول — جانی کوں مرا سلام جا بول
جا بول وو یار مہرباں کوں — جا بول وو یار رمز داں کوں
ہر دم ہے زباں پہ ذکر تیری — دن رات مجھے ہے فکر تیری
بے خواب ہوں خواب کی قسم ہے — بے تاب ہوں تاب کی قسم ہے
آبادی دل میں ہے خرابی — اس وقت میں لے خبر شتابی
تجھ غم میں گیا مثالِ سیماب — انکھوں ستی خواب دل ستی تاب
مسکین و غریب و بے نوا ہوں — دیدار کی بھیک کا گدا ہوں
گر دردِ جگر کوں آکے کھووے — کچھ تیری گرہ سیں کم نہ ہووے
دریائے غضب میں یا الٰہی — ہے کشتی صبر کوں تباہی

اس آہ و فغاں کی داد دیجو — ظالم کوں ہماری یاد دیجو
تا دل کی خبر شتاب لیوے — بے تاب کا آنو آب[1] لیوے
غنچے کی طرح ہوا ہو دل تنگ — آنکھیں ہیں سفید و اشک گلرنگ
اب صبر کا چاک ہے گریباں — جمعیتِ دل ہوئی پریشاں
جس دن سیں تو اے صنم جدا ہے — ہر آن مرنے پہ سو بلا ہے
کر یاد تری شکر نشانی — بنی ہے مجھے تلخ زندگانی
دے شربتِ وصل مجکوں ساقی — اب ایک رمق رہا ہے باقی
منگتا ہے مرے سیں جانِ رخصت — آتی نہیں اس کوں تو الفت
جب لگ مرے پاس تو نہ آوے — بر جا ہے اگر یہ جان جاوے
دل شعلۂ آتشیں ہوا ہے — ہر دم دمِ واپسیں ہوا ہے
عمرِ ابدی ہے مجکوں درکار — دے آبِ حیات وصل یکبار
تا از سرِ نو میں جان پاؤں — اس مرگ ستی امان پاؤں
تجھ ہجر میں اے گل خوش آئیں — بھولا ہوں میں طرح شعر رنگیں

[1] صو آب ۔ اصل نسخہ میں ۔

یہ شعر نہیں کہ اب کہا ہوں　　　　احوال فراق سب لکھا ہوں
پی عشق کی مے ہوا ہوں بے ہوش　　　　نیں قافیہ و ردیف کا ہوش
دیوانہ جو کچھ کرے بجا ہے　　　　بے ہوش کوں بے خودی روا ہے
اے جانِ سراج آج جاں لب ہوں　　　　اس واسطے آج بے ادب ہوں

۷

خط بندگی

عرض احوال کیا کروں جانی　　ہے زبانِ قلم کوں حیرانی
کہ لکھے حرفِ درد کوں کیا کیا　　قصۂ رنگ زرد کوں کیا کیا
اس سبب شرحِ غم کوں کر موقوف　　عرض کرتا ہوں مطلب معروف
بھیج خط مجھ کوں سرفراز کیے　　پردۂ دوستی کوں واز کیے
شعلۂ شوق دل میں جلتا تھا　　خارِ غم کا جگر میں سلتا تھا
نامۂ لطف بھیج کر یک سر　　تیل ڈالے ہو آگ جلتی پر
زندگی سیں یہ تنگ ہو یارب　　جان جانا ہے یار بن اب تب
ماہِ رمضان مجکوں بھاری ہے　　اسکے وعدے کی انتظاری ہے
عید کے چاند کا درس پانے　　عید کب ہوئے گی خدا جانے
کب تلک حرفِ اضطراب کہوں　　قصۂ دیدۂ پر آب کہوں
بندگی کا دیا ہوں خط لکھ کر　　روزِ اول سیں تجھ کوں اے دلبر

آرزو ہے مجھے ترا دیدار		نظرِ التفات ہے درکار
دل ہوا دل ہوا کباب کباب		لے خبر لے خبر شتاب شتاب

(۸)

مطلبِ دل

شب ہجراں کی ہے نپٹ کالی — دل میرا روشنی سیں ہے خالی
مجھ کوں یکدم ہے سو قرن تجھ بن — غم سیں گریاں ہوں اے سجن تجھ بن
لطف کر نیں تو جان جاتا ہے — آتش غم میں کیوں جلاتا ہے
مکھ دکھا مجھ پہ مہربانی کر — جانِ عاشق کی قدر دانی کر
نین سیں آب اشک جاری ہے — اب جدائی کا وار کاری ہے
بندگی کا دیا ہوں خط لکھ کر — روزِ اوّل سیں تجھ کوں اے دلبر
سختیٔ ہجر دل پہ دھرتا ہوں — وردِ تجھ نام کا میں کرتا ہوں
لاعلاجی سیں سینہ جلتا ہے — خارِ غم کا جگر میں سلتا ہے

ھ یہ مثنوی بظاہر اوپر کی مثنوی کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن نسخہ ع۳۹۱ (کتب خانہ آصفیہ) میں علحدہ لکھی ہوئی ہے۔ یہ اور ابعد کی مثنویاں کسی اور نسخے میں نہیں ہیں۔

صبر کی فوج میں پڑی ہلچل
اب انجھو نین کے چلے ڈھل ڈھل

حال میرے کی لے خبر یک دم
بن ترے کون ہے مرا محرم

سرِ مصرع میں حرف لیکر آج
لاالیس دلمیں مدعائے سراج

(۹)

حمد باری تعالےٰ

عجب قادر پاک کی ذات ہے ۔۔۔ کہ سب ہے نفی اور وو اثبات ہے
آپس کی صفت آپ وو بے نظر ۔۔۔ کیا ہے علیٰ کلِ شیٔ قدیر
بلندی و پستی کوں پیدا کیا ۔۔۔ ظہور تجلّی ہویدا کیا
بنایا زمیں آسماں بے مثال ۔۔۔ کیا غرب و شرق اور جنوب و شمال
دیا چاند سورج کوں نور و ضیا ۔۔۔ فلک پر ستارے کیا خوشنما
عجب واقف عالم غیب ہے ۔۔۔ جسے عیب ہیں سب سے بے عیب ہے
عجب صاحبی ہے خداوند کی ۔۔۔ نہیں یہاں رسائی خردمند کی
علیم اور بصیر اس کی ہے شان میں ۔۔۔ قضا اور قدر اس کے فرمان میں
جو چاہا سو یک پل میں پیدا کیا ۔۔۔ جو پیدا نہیں سو ہویدا کیا
کیا جنّت ابرار کے واسطے ۔۔۔ جہنم گنہ گار کے واسطے
ہر ایک کوں ہر ایک کے موافق کیا ۔۔۔ عدم سیں وجود آشکارا کیا

خداوند بے عیب ہے کارساز نیا ہر دو عالم سیں ہے بے نیاز
دو جگ کا وو پیدا کرنہار ہے اسی کو بزرگی سزاوار ہے
بجز ذات حق نہیں کسی کون بقا وو ہی ہے بقا ماسوا سب فنا
جو واقف نہیں علم تجرید سیں اوسے کیا خبر حق کی توحید سیں
ادب کے سبب بول سکتا نہیں چھپے رمز کوں کھول سکتا نہیں
وگرنہ حقیقت میں سب ایک ہے جو دستا ہے اس ایک کا بھیک ہے؛
ہو پنہاں اپس کون دیکھایا نہیں ہو ظاہر اپس کون چھپایا نہیں
کہیں آپ دستا ہے محبوب ہو کہیں آپ چھپتا ہے محجوب ہو
کہیں آپ معشوق ہو گل ہوا کہیں آپ عاشق ہو بلبل ہوا
کہیں ہے کتاں اور کہیں چند ہے کہیں بے غرض کہیں غرضمند ہے
کہیں ہیں پری اور کہیں حور ہے کہیں ہے تجلی کہیں طور ہے
کہیں یوسف شہر کنعان ہے کہیں ہو زلیخا پریشان ہے
کہیں ہو کے لیلیٰ ہوا جلوہ گر کہیں آپ آیا ہے مجنوں ہو کر
کہیں آپ شیریں ہو پیدا ہوا کہیں ہو کے فرہاد شیدا ہوا
کہیں جا ہوا آپ چندر بدن کہیں ہو کے مہیار بدلا برن

کہیں پھول ہے اور کہیں خار ہے　　کہیں گنج ہے اور کہیں مار ہے
کہیں چندر ہے اور کہیں سور ہے　　کہیں نار ہے اور کہیں نور ہے
کہیں روح ہو کر دکھایا جمال　　کہیں ہو کے پتلی بتایا مثال
کہیں گنج مخفی ہو پنہاں ہوا　　کہیں ہو کہ ظاہر درخشاں ہوا
اگرچہ دو جا نہیں کوئی اس کے باج　　نہیں غیر کوں یہاں محل اے سراج
ولیکن یہ سب کچھ ہے ذات خدا　　بقا کون بقا ہے فنا کوں فنا
ازل میں کیا نیست جس رو ہست　　پلایا ہے ہم کوں شراب الست
کہ تا اوس کوں بوجھیں کہ کیا ذات ہے　　جو ہے بات کی بات کیا بات ہے
ولیکن عقل کوں نہیں ہے مجال　　کہ پاوے رسائی سین اوس کا کمال
کہ احمد حقیقت کے میدان میں　　کہا ماعرفناک اس شان میں
وو ذاتِ مبارک نے یوں جب کہے　　کسے ہے مجال اہمیں کچھ اب کہے
عجب عشق کی راہ پر پیچ ہے　　کہ جس پیچ میں پیچ در پیچ ہے
جو عاشق ہمہ رمز پاوے سو ہی　　وو ہی ہے وو ہی ہے وو ہی ہے، وو ہی

سراج اب نہ کر گفتگو کا بیاں
بغیر از خموشی نہیں یہاں اماں

(۱۰)

مناجات

الٰہی مجھے درد بے داغ دے — مرے چشم میں کحل مازاغ دے
صف عاشقاں میں بکر منفعل — رواں کر مرے چشم سیں خون دل
عطا کر مجھے اشک گرم آہ سرد — غم عشق میں مجھ کوں دے رنگ زرد
توہی ہے مرے درد کا آشنا — اپس مرہم لطف سیں کر دوا
مرے دل کی امید بر لا شتاب — کہ ذرے کا ہے مدعا آفتاب
شراب محبت سیں سرشار کر — اپس درد کا مجھ کوں بیمار کر
مجھے شمع مانند غم میں گلا — پرت آگ میں جیوں سمندر جلا
چکھا مجھ کوں لذت اپس درد کی — دے نعمت مجھے چہرۂ زرد کی
محبت میں اپنی مرے دل کوں کھینچ — اپس عشق کے جام میں مجھ کوں اینچ
ہمیشہ مری چشم خونبار رکھ — لگن میں اپس کی سدا زار رکھ
اپس دوستی میں جلا خاک کر — یہ آلودگی سیں مجھے پاک کر
اگرچہ گناہ گار ہوں رحم کر — گناہوں پہ میرے نکر توں نظر

کہ بولا ہے توں آپ لا تقنطو　　بجز وصل تیرے نہیں آرزو
مرے دل پہ ہے زنگ غفلت کا لال　　او سے صاف کر آرسی کی مثال
الٰہی مجھے محرم راز کر　　خزانے حقیقت کے سب باز کر
عطا کر مجھے قفل دل کی کلید　　جتنے گنج مخفی ہیں سب کر پدید
شریعت کے مذہب کی منزل دکھا　　طریقت کے مشرب کی محفل دکھا
حقیقت کے دریا میں غواص کر　　اپس معرفت میں مجھے خاص کر
تماشا دکھا باغِ عرفان کا　　کروں سیر وحدت کے میدان کا
اپس راہِ وحدت سیں آگاہ کر　　مجھے کشور عشق کا شاہ کر
طلب مثل موسیٰ ہے تجھ نور کی　　تجلّی دکھا شعلۂ طور کی
سراج آرزو میں تری ہے سدا　　دکھا خلوت معنیٔ بے فنا
جمالِ حقیقی دکھا یک بیک　　کہ یکبارگی دل سیں اٹھ جائے شک
قیامت کا وعدہ مجھے دور ہے　　مرا دل ترے غم سیں رنجور ہے
مجھے یہاں ہیچ درس دکھاوے تو خوب　　یہ بے تاب دیدار پاوے تو خوب
دکھا مجھ کو دیدار بے ہوش کر　　یہ بیہودہ گوئی سیں خاموش کر
تمنا میں اپنی مجھے رکھ مدام　　بحق محمدؐ علیہ السلام

(۱۱)

در نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسولِ خدا سیّد المرسلین قیامت کے دن شافع المذنبین

نبوت کی مسند کا ہے جانشین کیا جس کی تعظیم روح الامیں

عجب روزِ محشر کا سردار ہے صفِ اصفیا میں وو سالار ہے

جگت میں او سے سلطنت ہی مدام جماعت میں ہے انبیا کی امام

رہِ شرع کا ہادیٔ مستقیم شریعت کے دریا کا دُرِّ یتیم

حبیبِ خدا والیِ روزگار دو عالم کی اقلیم کا تاجدار

شہِ انس و جاں سب کا مقبول ہے نبوت کے گلزار کا پھول ہے

کہ جس واسطے خلق پیدا کیا زمیں آسماں سب ہویدا کیا

کہا حق نے لولاک جس شان میں شہنشاہ ہے ملکِ عرفان میں

سدا کم رہوں کا وو ہی رہنما ہے خیر الوریٰ احمدِ مجتبیٰ

عجب ذات مقبولِ کونین ہے کہ کونین کا قرۃ العین ہے

بنایا ہے عالم کوں اوستاد وو ہے علمِ لدنی کا استاد وو

عجب ذاتِ احمد بلا میم ہے　　کہ قرآں میں جس کی تعظیم ہے

نہ لاتے تھے کافر اوّل اپہ دیں　　پچھے معجزے دیکھ لائے یقیں

شہادت کی انگلی دیکھا ایک بیک　　کیا چاند جب شق گیا اون کا شک

زباں کوں کہاں تابِ گفت و شنید　　ہے جس کی صفت میں کلامِ مجید

ہے سب سروراں میں اسے سروری　　اسی پر ہوا ختم پیغمبری

نہ ویسا ہوا کوئی بھی ابتدا　　نہ اس باج ہو ویگا اب کوئی دوجا

اوّل بھی وہی تھا اور آخر وہی　　ہے باطن وہی اور ظاہر وہی

سراج اب نہ کر گفتگو بیشتر　　ادب کے محل سیں نہ جا پیشتر

کہ دم مارنے کی یہاں نہیں ہے بات　　اگرچہ وہی ذات یہاں ہوئی صفات

وہی نور یہاں آ کہ ظاہر ہوا　　آپس آپ قدرت پو قادر ہوا

ولیکن ادب تجھ کوں درکار ہے　　شریعت کی یہ راہ دشوار ہے

(۱۲)

در صفت چار یار

پس از نعتِ ذات رسولِ خدا کروں چار اصحاب کی میں ثنا
تھے اول ابا بکر صدیق یار رفیقِ وفا کیش تھے غمگسار
عجب گلشنِ صدق کے پھول تھے صداقت میں سب جگ کے مقبول تھے
دو جے تھے عمر صاحب عدل و داد کہ احمد سیں رکھتے تھے لئی بہت اتحاد
شہنشاہ عادل عدالت پناہ دو عالم میں منظورِ لطف الہ
تیجے دوست حضرت کے عثمان تھے کہ وو جامع جملہ قرآن تھے
انھے صاحب حلم و مہر و وفا منور مہ آسمان حیا
تھے چوتھے علی صاحبِ ذوالفقار گلِ باغ دیں شاہِ دلدل سوار
شجاعت کے میدان میں جگ کدھن ہوئے لشکر کفر پر صف شکن
جو شک لاوے کوئی حق میں ان چار کے وو لایق ہے بے شبہ سنگسار کے
پیچھے دختر احمد پاک ذات کروں کیا میں اس ذات کی کچھ صفات

مجھے کیا لیاقت کہ کھولوں زبان میں اون کی صفت کا کروں کچھ بیاں
تھی عصمت کے گلزار کی نونہال حیا کے چمن کی گلی بے مثال
وو ہیں قرۃ العین عین رسول ہیں بر حق وو خاتون جنت بتول
حسین و حسن ان کے فرزند تھے نہ فرزند تھے بلکہ دلبند تھے
جگت کوں شفاعت کی ہے اس سیں آس عجب پھول تھے باغ دین کے سو باس
امام وو عالم حسین و حسن شہادت کے دریا کے در عدن
عجب نور چشم محمد ا تھے شہیدوں کی صف میں وو شہدا تھے
ستمگر کیا ان پو کیا کیا ستم گنوایا حرامی سوں اپنا جنم
انگے بولنے کا یہاں نہیں ہے کام زباں کو مری نہیں مجال کلام

غزلیات



سراج اورنگ آبادی کے قدیم ترین دیوان کا پہلا صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

ا

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا
ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا

جی سیں بتقی وجہ ربکؐ کی سدا سمرن کوں پھیر
دور کر من[۱] سیں خیال من علیہا فان کا

یا محمدؐ تجہ کرم سیں ہوں سدا امیدوار
جلوہ ایمان دے[۲] اور بھید کہہ انسان کا

توں احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پایا تجہ صفت سیں ہر ورق قرآن کا

کر شراب شوق سیں بے ہوش مجہ کوں یا حبیب
دے مجھے بھر کر پیالہ نشۂ عرفان کا

جان جانے بن نہیں ہے جانِ جاناں کا وصال
سر کوں دے[۳] پایا جو سر غازی ہے اس میدان کا

اے سراج اپنی خودی کوں بیخودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہر ایک دم میں ہو الرحمٰن کا

۱؎ دل ۹۹ ا   ۲؎ مکھ دیکھا ایسان ۔ س و ۳۹۱ ا
۳؎ دی لایا سر ۔ ۹۹ ا

۲

یارب[1] کہاں گیا ہے وو سرو شوخ رعنا　　ہے چوب خشک جس بن میری نظر میں طوبا
دیدار[2] دے شتابی جلنے کی تاب نیں ہے　　اس ہجر کی اگن سیں دوزخ کی آگ اولا
طوقِ گلوئے دل ہے زلفِ[3] صنم کا ہر خم　　مشہور یہ مثل[4] ہے یک سر ہزار سودا
ہے ختم یار[5] جانی تیرے دہن کی تنگی　　کہنے کی بات نہیں[6] ہے باریک ہے معمّا
اے گلبدن نظر کر داغِ جگر کوں میرے　　گر آرزو ہے تجھ[7] کوں گلزار کا تماشا
مسکن[8] ہوا ہے میرا جب سیں تری گلی میں　　اے گلعذار تب سیں جنت کی نہیں تمنا

ہے اے سراج ہر شب مہتابِ رو کے غم میں[9]
آنسو[10] کا میرے جھمکا جیوں خوشۂ ثریا

۳

کہاں ہے گلبدن[11] موہن پیارا　　کہ جیوں[12] بلبل ہے نالاں دل ہمارا
بساطِ عشق بازی میں مرا دل　　متاعِ صبر و نقد و ہوش ہارا

---

[1] گلزار دلبری کا کاں۔ س و ۱۳۹۱ ل۔ وو سرو خوب رعنا۔ ۱۹۹ ل۔ [2] دکھلا درس۔ س
[3] تجھ زلف کا ہر یک۔ س [4] یو۔ س [5] اے سریجن۔ س [6] نیں۔ س [7] مجکوں ۱۹۹ ل
[8] مشتاق ہوکے آیا جب سے۔ ۱۹۹ ل [9] سوں۔ س۔ سیں۔ ک و ۱۹۹ ل [10] جھمکا میرے انجھو کا۔ س
[11] من ہرن پیارا ہمارا۔ س۔ [12] کہ دل بے تاب ہے جس بن۔ س و ۱۳۹۱ ل۔

تغافل ترک کر اے شوخ بے باک
تلطف کر، نوازش کر، مدارا

ہزارے کا نہیں ہے ذوق[1] مجکوں
کیا ہوں جب سیں تجھ[2] مکھ کا نظارا

سنا ہے جب سیں تیرے حسن کا شور[3]
لیا زاہد نے مسجد کا کنارا

شب ہجرت میں اس مہتاب رو کی
ہر ایک آنسو[4] ہوا روشن ستارا

سراج[5] اس شمع[6] رو نے ان دنوں میں
لیا ہے سب پتنگوں کا اجارا

۴

تجھ قبا پر ہے نرگسی بوٹا
گویا نرگس کا پھول ابھی[7] ٹوٹا

لعل تیرے لبوں[8] کے سچے ہیں
کیوں[9] نہ یاقوت کوں کہوں جھوٹا

نیزہ آہ سیں غنیم جنوں
گلشن آباد عقل کوں[10] لوٹا

اب تقید نہیں صنم[11] پر شکر
چاند میرا گہن ستی چھوٹا

---

[1] شوق۔ س و ۵۸۴/۱۴۴ ا۔ [2] گلرو کا۔ ک و ۹۹/۱ و ۵۸۴/۱۴۴ ا [3] وصف۔ س۔ نور۔ ۹۹ ا۔ پور۔ ح و ۵۸۴/۱۴۴ ا

[4] انجھو۔ س۔ [5] س میں مقطع یہ ہے۔ اسے وارا ہے اس سوداگری میں / سراج اس واسطے جیو پیو پہ وارا [6] شعلہ۔ ح

[7] ابی۔ ح [8] لباں۔ س [9] در مکنوں ہے جس انگے جھوٹا۔ س و ۹۹/۱ ا [10] کا۔ س [11] سجن۔ س۔

عشق میں شوخ سنگ دل کے سراج
شیشۂ ناموس و ننگ کا پھوٹا

۵

چیرہ بل دار اُس[1] خوں خوار نے سر پر سجا　　کیوں[2] نہ پیچ و تاب ہوں میرے جگر میں جا بجا
باغ کی گلگشت کا گر ذوق ہے اُسے[3] سرو قد　　آرسی نے دیکھ صورت سیر گلشن کوں نہ جا
خطرہ شبنم نہیں شرمندگی کا[4] ہے عرق　　دیکھ[5] تجھ چہرے کی خوبی پھول گلشن میں لجا
دست[6] بستہ ہو کھڑا ہے سرو تجھ قد کے حضور　　گر غلامی خط تجھے دیوے تو ہے اس کوں بجا
بوالہوس کا کام نہیں ہے عشق کا دعویٰ[7] سراج
عشق کی[8] لذت اسے ہے جس نے عالم کوں تجا

۶

میرے جگر کے درد کا چارا کب آئیگا　　یک بار ہو گیا ہے دو بارا کب آئیگا
پُتلی[9] ہماری نین کے جھروکے میں بیٹھ کر　　بیکل ہو جھانکتی ہے پیارا کب آئیگا

---

[1] جب سوں سر پہ ساجن نے سجا۔ س [2] تب سوں پیچ و تاب ہیں۔ س [3] تجھ کوں سجن۔ س
[4] یو ہے خجالت کا۔ س [5] دیکھ کر تجھ مکھ۔ س [6] ایک پگ، اوپر۔ س
[7] کا دعویٰ کرے دو۔ س [8] پتلیاں میرے۔ س

اس مشتری جبیں کا مجھے غم ہوا زحل — طالع میرے کا نیک ستارا کب آئیگا
مرجھا رہی ہے دل کی کلی غم کی دھوپ میں — گلزار دلبری کا ہزارا کب آئیگا

ہے شاد اپنے پھول سیں[1] ہر بلبل اے سراج
وو[2] یار نو بہار ہمارا کب آئیگا

۷

گر آرزو ہے تجکوں تالاب کا تماشا — کشتی میں چشم[3] کی آ دیکھ آب کا تماشا
ہر شب ترا تصور آرام جان دل ہے — آنکھوں[4] کوں خوش لگے ہے جیوں خواب کا تماشا
اے[5] قبلۂ دل و جاں تیری بھنووں کے دیکھے — زاہد کوں خوش نہ آوے محراب کا تماشا
ہر قطرۂ[6] اشک میں ہے ظاہر پیو کی صورت — پانی میں جیوں عیاں ہے مہتاب کا تماشا

تجھ ہجر کی اگن میں ہے اب سراج بے کل
آتش میں دیکھ آ کر سیماب کا تماشا

۸

بسکہ دل ہجر کی آتش ستی بے تاب ہوا — اشک[7] آنکھوں ستی فوارۂ سیماب ہوا

---

[1] سوں۔ س۔ سیتی بلبل۔ ک [2] وہ رشک۔ ۵۸۴ ا۔ [3] چشم کی دیکھ آ آب کا ۹۹ ا۔ مجھ نین کی۔ س
[4] لگتا ہے خوش انکھاں مں جوں۔ س [5] اے قبلہ گاہِ عاشق دیکھے سیں تجھ بھنووں کے۔ س [6] ہر یک انجھو میں میرے۔ س
[7] ہر انجھو چشم سوں۔ س

دیکھ کر چشم گہر ریز میری کی بارش ابر نیساں عرق شرم[1] میں گل آب ہوا

صورت خواب سیں بیزار ہے تصویر[2] مثال جو تیرے ہجر[3] میں جیوں آئینہ بے خواب ہوا

مست دیدار کوں درکار نہیں شیشۂ و جام گردش چشم صنم جائے مئے ناب ہوا

دل میرا زلف سیتی چھوٹ پھنسا ابرو میں کفر کوں ترک کیا مائل محراب ہوا

شعلۂ[4] خو ظالم خوں خوار تن تنہا سیں لشکر قلب یہ عاشق کے ظفریاب ہوا

وصل[5] کی رات میں درکار نہیں شمع سراج

جلوۂ حسن صنم ماہ جہاں تاب ہوا

۹

جس کوں مزا لگا ہے تیرے لب کی بات کا ہرگز نہیں ہے ذوق اُسے پھر نبات کا

دیکھے سے اون[6] لبوں کے جیسے عمر خضر ہے پیاسا نہیں ہے چشمۂ آب حیات کا

اے شوخ بزم[7] ہجر میں روشن ہے شمع آہ قصّہ نہ پوچھ مجھ سیں جدائی کی رات کا

یارب[8] طلب ہے داغ محبت کی مُہر کی مدت سے کام بند ہے دل کی برات کا

---

[1] کوں لا۔ س [2] تن۔ س۔ [3] شوق۔ س

[4] "س" میں یہ مقطع ہے اور اس طرح درج ہے۔ اے سراج آج صنم فوج ادا لا کے سنگات ؛ لشکر قلب یہ عاشق کے ظفر یاب ہوا۔

[5] "س" میں یہ غزل کا تیسرا شعر ہے اور اس طرح درج ہے۔ ہجر کی رات میں درکار نہیں نور چراغ ؛ قطرۂ اشک میرا ماہ جہاں تاب ہوا۔

[6] تجھ لباں۔ س [7] تجھ فراق میں۔ س [8] س۔ ندارد۔

جو ہے شہید یار[1] وو ہے زندہ مدام ہر زخم روح بخش ہے ظالم کے ہات کا

آبِ رواں ہے حاصلِ عمرِ شتاب رو لوحِ[2] فنا میں نقش نہیں ہے ثبات کا

اے بت پرست دیدۂ بینا سیں دیکھ توں یک ذات میں ظہور ہوا کئی صفات کا

میرے[3] بغل میں خواہشِ دنیا کا بت نہیں کچلا ہوں میں نے لات سے سر اس منات کا

رخسارِ[4] یار حلقۂ کاکل میں ہے عیاں
یا[5] چاند ہے سراج اماوس کی رات کا

۱۰

جاناں[6] پہ جی نثار ہوا کیا بجا ہوا اُس راہ میں غبار ہوا کیا بجا ہوا

مدت سے رازِ عشق میرے[7] پہ عیاں نہ تھا یہ بھید آشکار ہوا کیا بجا ہوا

تازے کھلے ہیں داغ کے گُل دل کے باغ میں پھر موسمِ بہار ہوا کیا بجا ہوا

دل تجھ پری کی آگ میں سیماب کی مثال[8] آخر کوں بیقرار ہوا کیا بجا ہوا

---

[1] ناز۔ک [2] جگ کے صفحے پہ۔س۔ [3] ح دس۔ندار

[4] س میں یہ مقطع یوں ہے۔ ظاہر میں گرچہ سبز ہوں پُر خوں ہے دل مرا ؛ ہم رنگ ہوں سراج میں ھندی کے پات کا

[5] ہے چاند اے۔ک [6] جیو پیو اوپر۔س [7] نہ تھا مجھ اوپر عیاں۔س [8] بارے اب۔ک [9] تمن۔س۔

کشور[1] میں دل کے تھا عملِ صوبہ دار عیش   اب[2] غم کا اختیار ہوا کیا عجب ہوا
آہوے[3] دل کہ وحشی صحرائے عقل تھا[4]   تجھ زلف کا شکار ہوا کیا عجب ہوا

وو آفتاب آج میرے قتل پر سراج
شب دیز پر سوار ہوا کیا عجب ہوا

۱۱

اُس پھول سے چہرے کوں جو کوئی یاد کریگا   ہر آن میں سو سو چمن ایجاد کریگا
جس بیت میں تعریف لکھوں سکی بہنوؤں[5] کی   البتہ ہلالی بھی[6] اُسے صاد کریگا
ہیں صف[7] میں شہیدوں کی اُسے نامِ شہادت   جو کوئی[8] گلۂ خنجر جلاد کریگا
ہے بسمل شمشیر نگہ ذوق سیں اپنے   دل حشر میں کس مُنہ ستی فریاد کریگا
ہے جس کوں خراشِ[9] جگری شربتِ شیریں   ناخن کوں دم تیشۂ فرہاد کریگا
مغرور نہ ہو صافی رخسار پر اپنے   پھر نہیں تو میری بات کوں توں یاد کریگا
البتہ سر آنکھوں سے کرونگا[10] اسے منظور   جو عشق کا ہادی مجھے ارشاد کریگا

[1] دل کے نگر میں۔ س [2] تجہ ۔ س [3] ح۔ نذار [4] ہے ۹۹ ا [5] بہنوں ۹۹ ا [6] بی۔ک
[7] حیف۔ ۹۹ ا [8] جوکوئی کہ ۹۹ ا [9] خراش جگر شربت شیریں ۹۹ ا و ک۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔
[10] قبول اس کو کرونگا۔ ۹۹

معلوم[1] ہوا عشق کے اطوار سیں یوں کر مجھ عقل کی بنیاد کوں برباد کریگا

جلتا ہے سراج آتش ہجراں میں صنم کی
کس دن دل غمگیں کوں میرے شاد کریگا

۱۲

کیا خوب ہوا آج کہ دو مو کمر آیا ۔ تھا جس کے بنا شور وو ہی[2] لب شکر آیا

رو نے[3] میں تجھے دیکھ کے حیران ہوا ہوں ۔ کیا وجہ کہ اس ابر میں سوج نظر آیا

جوشش سیں ترے شوق کی جاتا ہے میرا ہوش ۔ پرواز کوں اس مرغ کے شاید کہ پر آیا

ہیں عقل کی فریاد کیا حاکم غم پاس ۔ دروازۂ دل سیں اسے حکم بدر آیا

مئے خانۂ وحدت کا جو کوئی جام پیا ہے ۔ آرام کے کوچے سے نکل بے خبر آیا

بے خطرہ اسے روضۂ رضواں ہے میسّر ۔ تجھ عشق کی آتش میں جو کوئی بے خطر آیا

تھا[4] ذوق سراج آتش دیدار میں جلنا
صد شکر کہ پروانہ کا مقصود بر آیا

---

[1] ح۔ ندارد [2] وہی۔ س [3] روتے۔ ح دک ۔ س میں یہ شعر یوں ہے:۔ بیٹھا تھا اوسی یاد میں میں باندتصور ؛ آنکھیاں کوں دیا کھول اچانک نظر آیا۔
[4] س میں مقطع اس طرح ہے :۔ بے خود ہو سراج اس کی گلی بیچ کہا تھا ؛ صد شکر کہ دیدار کوں پا بہرہ ور آیا۔

۱۳

خانۂ[1] زیں میں جب سوار ہوا — صیدِ[2] دل خود بخود شکار ہوا
جس کوں ہے آرزوئے دامنِ یار — غم[3] کی آتش میں جل غبار ہوا
دامِ زلفِ ستمگرِ صیاد — عاشقوں[4] کے گلے کا ہار ہوا
لذتِ[5] ہجر گلبدن ہے جسے — رگِ گل اس کے دل[6] میں خار ہوا
دیکھ کر حسنِ گل فریب ترا — عندلیبِ چمن نثار ہوا
اس[7] کوں ہے نوکِ خار تارِ کفن — جو شہیدِ نگاہِ یار ہوا
دل[8] کوں لازم ہے مرہم دیدار — زخمیٔ تیغ انتظار ہوا
سیر[9] ہے ہم کوں باغِ حسرت کا — داغ دل رشکِ لالہ زار ہوا

کیوں[10] نہ جل جائے گھر خرد کا سراج
عشق و دل پنبہ[11] و شرار ہوا

---

[1] یار جب ناز سوں ۔ س ۔ زیں میں وہ ۔ بھ۹۹ ل [2] دلِ خشاق تب ۔ س ۔ [3] غم سے ۔ بھ۹۹ و جل کر اس شوق میں ۔ س
[4] گردنِ عاشقاں میں تار ۔ س [5] بس کہ نازک ہے گلبدن میرا ۔ س ۔ [6] پگ ۔ س ۔ [7] صرف ح
[8] صد چاک کیوں نہ ہوئے حیراں س [9] اشکِ رنگیں کی آب بازی سوں ۔ س اشکِ رنگیں کی آب داری میں ۱۳۹۱
[10] س و م۱۳۹۱ و میں مقطع یہ ہے :۔ کیوں نہ تڑپے گا خاک و خوں میں سراج ؛ زخمِ الفت سوں دل فگار ہوا ۔
[11] ۔ شیشہ ۔ ک ۔

۱۴

جان و دل سیں میں گرفتار ہوں کن کا، اُن کا
بندۂ بے زر و دینار ہوں، کن کا، اُن کا

صبر کے باغ کے منڈوے سے جھڑا ہوں جیوں پھول
اب تو لاچار گلے ہار ہوں، کن کا، اُن کا

حوضِ کوثر کی نہیں، چاہ زنخداں کی قسم
تشنۂ شربتِ دیدار ہوں، کن کا، اُن کا

لب و رخسار کے گل قند سیں لازم ہے علاج
دل کے آزار سیں بیمار ہوں، کن کا، اُن کا

مدتیں ہوئیں کہ ہوا خانۂ زنجیر خراب
بستۂ زلفِ گرہ دار ہوں، کن کا، اُن کا

تشنۂ مرگ کوں ہے آبِ صُراحی دمِ تیغ
بسملِ ابروئے خمدار ہوں، کن کا، اُن کا

ناحق اس سنگدلی سیں مجھے دیتے ہیں[1] شکست
میں تو آئینۂ سرکار ہوں، کن کا، اُن کا

[1] ہو۔ ک۔

گلشنِ وصلؔ میں رہتا ہوں غزل خوانِ فراق
عندلیبِ گُل رخسار ہوں، کن کا، اُن کا
میں کہا رحم پتنگوں پہ کرے جانِ تاراج
تب کہا، شمعِ شبِ تار ہوں، کن کا، اُن کا

۱۵

ہے دل میں خیالِ گُل رخسار کسی کا　　داغوں سیںؔ محبت کے ہے گلزار کسی کا
جاتا ہے مرا جان، نپٹ پیاس لگی ہے　　منگتا ہوں ذرہ شربتِ دیدار کسی کا
سب پر ہے کرم، مجھ پہ ستم کیا ہے دورنگی　　دلدار کسی کا ہے دل آزار کسی کا
زنجیر بھلی، قید بھلی، موت بھی جیوں تیوں　　پن حق نہ کرے کس کوں گرفتار کسی کا
میںؔ ہوں تو دیوانہ پہ کسی زلف کا نہیں ہوں　　واللہ کہ رکھتا نہیں یک تار کسی کا
یک دم تو ہم آغوش کرو اے گُل خوبی　　ہو جاؤنگا اب نہیں تو گلے ہار کسی کا
جھکتا ہے ذرا باو کے چلنےؔ ہیں، زمیں پر　　نرگس ہے مگر باغ ہے بیمار کسی کا
لاتی ہے خبر یار کی موجِ دمِ شمشیر　　کاری ہے مگر دل میں مرے وار کسی کا

۱؎ عشق۔ ک۔ ۲؎ سے۔ ک۔ ۳؎ ک وص۔ ندارد۔ میں ہوں تو یہ کسی۔ عـ۵۸۴۔ ر۔ ۴؎ لگنے۔ عـ۵۸۴ و

ہر رات سراج آتشِ غم میں جلے کیوں
پروانۂ جاں سوز ہے بلہار کسی کا

۱۶

کل سیں بے کل ہے میرا جی[1] یار کوں دیکھا نہ تھا
کیوں نہ ہوئے بیتاب دل[2] دلدار کوں دیکھا نہ تھا

ہے بجا گر ہوئے غزل خواں مثل بلبل دل مرا
نو بہار گلشنِ دیدار کوں دیکھا نہ تھا

کیونکہ ہووے زاہد خود بیں مرید زلفِ یار
اس نے ساری عمر میں زنار کوں دیکھا نہ تھا

اب[3] مشبک ہو گیا اس تیر مژگاں کے طفیل
جس دل نازک نے نوکِ خار کوں دیکھا نہ تھا

ابروئے پرچیں کوں تیرے دیکھ دل حیراں ہوا
کیا مگر شمشیر جوہر دار کوں دیکھا نہ تھا

---

[1] دل ۔ س [2] غم ۔ س ۔ [3] ک میں ذیل کے چار شعر نہیں ہیں ۔

سینۂ گلؔ دار میرا اس کوں آیا ہے پسند
یار نے شاید کبھی گلزار کوں دیکھا نہ تھا
دیکھ اشک گرم کوںؔ میرے کہا اس نے سراج
میں کبھی اس ابر آتش بار کوں دیکھا نہ تھا

۱۷

چراغ مہ سیں روشن تر ہے حُسنِ بے مثال اس کا
کہ چوتھے چرخ پر خورشید ہے عکس جمال اس کا
صنم کی زلف کے حلقے میں ہے جیوں جیم کا نقطہ
عجب ہے خوشنما اس عارض گلگوں پہ خال اس کا
عیاں ہوتا ہے جیوں کر سرو پانی کے کنارے پر
ہوا یوں جلوہ گر آنکھوں میں قدِ نو نہال اس کا
جُدا جب سیں ہوا وو دلبر جادو نظر مجھ سیں
جدا ہوتا نہیں یک آن خاطر سیں خیال اس کا

۱؎ گلزار ۔ س و ۳۵۳ھ ر ۲؎ میرا پیو نے بولا اسے ۔ س ۔

مجھے ہے آرزو دل میں تری چاہِ زنخداں کی
نہیں درکار حوضِ کوثر و آبِ زلال اُس کا

گرفتارِ ہوس کیا لذتِ دیدار کوں پاوے
جدا جو کوئی ہوا ہے آپ سیں پایا وصال اُس کا

سراجؔ اے شعلہ رُو ہے کونسا سو میں نہیں واقف
مجھے کیا پوچھتا ہے، پوچھ پروانے سیں حال اُس کا

۱۸

۱۲۲ تھا بہانہ مجھے زنجیر کے ہل جانے کا
چھوڑ دیو اب تو ہوا شوق نکل جانے کا

سنگ دل نے دلِ نازک کوں میرے چور کیا
کیا ارادہ تھا اُسے شیشہ محل جانے کا

مت کرو شمع کوں بدنام جلاتی وو نہیں
آپ سیں شوق پتنگوں کوں ہے جل جانے کا

آفریں دل کوں میرے خوب بجا کام آیا
سچ سپاہی کو بڑا ننگ ہے ٹل جانے کا

شعلہ رُو جام بکف بزم میں آتا ہے سراجؔ
گردنِ شمع کوں کیا باک ہے ڈھل جانے کا

ا آیا - ۲۸۸ - ا

۲۹

۱۲۷ جو دیکھے اس کے کاکل کا تماشا ۔ نہ دیکھے پھر وو سنبل کا تماشا

ہوا ہے جان بوجھ انجان مجھ سیں ۔ توں دیکھ اس کے تغافل کا تماشا

جو دیکھے یک نظر بلبل ترا رُخ ۔ نہ آوے خوش اُسے گل کا تماشا

نہیں ہے اور خوباں میں جہاں کے ۔ ترے ناز و تجمل کا تماشا

سراج اس چشم کا مائل جو کوئی ہے
نہ دیکھے شیشۂ مُل کا تماشا

۳۰

۱۳۲ جو کچھ کہ تم سیں مجھے بولناں تھا بول چکا ۔ بیان عشق کے طومار کوں میں کھول چکا

ازل سیں مجھ کوں دیا درد صانع تقدیر ۔ میرے نصیب کے شربت میں زہر گھول چکا

جنوں کے شہر میں نہیں کم عیار کوں حرمت ۔ میں نقدِ قلب کوں کا نٹے میں لے کے تول چکا

مجھے خرید کیے تم نے کم نگاہی سیں ۔ کمینہ بندہ بے زر کا آج مول چکا

۱ شہید گوشۂ ابرو کیا مجھ ۔س ۲ مکھ ۔س ۳ خوبوں ۔ک ۴ جام پر مل ۔س ۵ پیو سیں ۔س
۶ شوق ۔س ۷ پرت نگر ۔س ۸ ہے یک نگاہ کا سودا ۔ک ۹ ک میں اس کی بجائے نیچے کے شعر کا
دوسرا مصرع درج ہے ۔ ۱۰ پیو ۔س ۔

نہیں رہا[1] سخنِ آبدار کا موتی
سراج طبع کے سب جوہروں کوں رول چکا

۲۱

ہوا ہوں ان دنوں مائل کسی کا — نہ تھا میں اس قدر گھائل کسی کا ۱۳۷
دیوانے دل کوں سمجھاتا ہوں لیکن — کہاں لگ ہوئے کوئی حائل کسی کا
ہوا ہے دل دہی کا تم پہ تاوان — نہیں آسان لینا دل کسی کا
خمِ گیسو[2] سیں اپنے تو گرہ کھول — کھلے تا عقدۂ مشکل کسی کا
کیا یک وار میں کئی دل کی پھانکیں[3] — لگا ہے ہات کیا کامل کسی کا
حنا سیں تم نے[4] نہیں باندھے ہو موٹھی — لیئے ہو ہات شاید دل کسی کا
گلی میں جس کی شورِ کربلا ہے — سلونا شوخ ہے قاتل کسی کا
کہو اس لالۂ گلزار جاں کوں — کبھی تو دیکھ داغِ دل کسی کا

سراج اب سوزِ دل میرا[5] وو جانے
جو ہے پروانۂ محفل کسی کا

---

۱ رہا ہے۔ ک ۲ اپس گیسو کی لٹ کی نکہ۔ س ۳ پھاکیں۔ ک ۴ تم نہیں۔ ۹۹ ر ۵ تیرا۔ س۔

۲۲

۱۴۶ جو برہ کا وار کھا بسمل ہوا — تشنۂ زخمِ کفِ قاتل ہوا
ماہ رو کا درس دیکھا ہے جو کوئی — عقل کھو کر عشق کا عاقل ہوا
پردۂ ستری کھلا ہے جس اوپر — عالمِ ظاہر کا وو غافل ہوا
مصرعہ ابرو کسی[1] کا یاد کر — رفتہ رفتہ ماہِ نو کامل ہوا
جب ہوا جل کر جگر سب کیمیا — نقدِ خالص عشق کا حاصل ہوا
اس[2] کے چہرہ پر سویدائے جگر — نقطۂ مشکِ ختن ہو تل ہوا

یار کا دیدار پا کر اے سراج
شکر رحمٰن کر کہ توں واصل ہوا

۲۳

۱۵۳ تری نگاہ تلطف نے فیضِ عام کیا — خرد کے شہر کے سب وحشیوں کوں رام کیا
اگرچہ تیرِ پلک نے کیا تھا دل[4] برما — ولے نگاہ کے خنجر نے خوب کام کیا
تیرے سلام کے وجہ دیکھ کر میرے دل نے — شتاب آ کے مجھے رخصتی سلام کیا

۱؎ پیا۔ س ۲؎ جا کے پیو کے مکھ اوپر یہ دل مرا۔ ک ۳؎ ہر خاص و عام کوں احسان کا غلام کیا۔ س
۴؎ دل پر نقش۔ ک۔ دل بریاں۔ س۔

نجانوں عشق کی بجلی کدھر سٹیں[1] آئی ہے — کہ مجھ جگر کے کھلے کوں جلا تمام کیا
اسی کے ہاتھ میں ہے خاتمِ سلیمانی — نگینِ دل پہ جو نقش[2] اس صنم کا نام کیا
مجھے نگاہِ تغافل رقیب پر الطاف — ادائے مصلحت آمیز[3] نے غلام کیا

اے آفتاب تیری ظلمتِ جدائی میں
سراج آہِ سحر کوں چراغِ شام کیا

۲۴

۱۶۰ ہماری آنکھوں کی پتلیوں میں ترا مبارک مقام[4] ہیگا
پلک کے پٹ ہم نے کھول دیکھے تو عین ماہِ تمام ہیگا
ارے شرابِ خرد کے کیفی، نہ کر توں دعوائے پختہ مغزی
مے محبت کا جام پی توں کہ اب تلک ظرف خام ہیگا
خیال ابروئے قبلہ رویاں، ہوا ہے محراب سجدہ دل
نماز شرطِ نیاز کی پڑھ[5]، صفِ جنوں کا امام ہیگا
اگرچہ ہر سرو راست قامت چمن میں مغرور سرکشی ہے
مقابل اس قد خوش ادا کے میری نظر میں غلام ہیگا

۱۔ سوں۔ک ۲۔ منقش۔س ۳۔ جیوکا دام ہیں ۴۔ ۲۔۵ کے ردیف "ہونیگا" ہے ۵۔ پہڑ۔ک ۔

سراج اس شعلہ روسیں ہرگز گلہ روا نہیں ہے عاشقوں کوں
تمام جلتی ہے شمع ہر شب عبث پتنگوں کا نام ہیگا

۲۵

اگرچہ بار ہے میرے[1] سلام ہونے کا — کہاں ہے تاب[2] مجھے ہم کلام ہونے کا
ہوا[3] ہے حلقہ بگوش اسکا طوق[4] قمری سیں — کیا ہے سرو نے دعوی غلام ہونے کا
نگہ کی سیف کوں کیوں پھینکتے[5] ہو بے دسواس — نہیں ہے خوف مگر قتل عام ہونے کا
نگینِ دل پہ جسے نقش خاکساری ہے — کہاں ہے ذوق[6] اسے اپنے نام ہونے کا
بیان عشق کی بیہودہ گفتگو مت کر
نہیں سراج یہ[7] قصہ تمام ہونے کا

۲۶

تجھ زلف کی شکن ہے مانند دام گویا — یا صبح[8] پر ہماری آئی ہے شام گویا
ہیں صاد اسکی آنکھیں[9] اور قد الف کے مانند — ابرو[10] ہے نونِ نادر گیسو ہے لام گویا
مسجد میں تجھ بھنووں کی اے قبلۂ دل و جاں — پلکیں[11] ہیں مقتدی اور پتلی امام گویا

[1] پیوسیں۔س [2] رش۔س [3] ہے پیو کا حلقہ بگوش۔س [4] طوف۔ ح [5] اپنچتے۔س [6] شوق۔س
[7] یو۔س [8] روز عاشقاں پر۔س [9] پیو کی انکھیاں۔س [10] کھے میم زن ابرو کا کل ہے لام گویا [291] اوس
[11] پلکھاں ہیں مقتدیاں ہور۔س ـ

رنگیں بہارِ جنت دوزخ ہے مجھ کوں اُس بن — دوزخ ہے اسکے ہوتے دارالسلام گویا
ٹک ماہِ نو کی جانب اے ماہ رو نظر کر — خم ہو تیری بھنوؤں کوں کرتا سلام گویا
گل رُو کے قد مقابل ہو با ادب کھڑا ہے — شمشاد ہے چمن میں اُس کا غلام گویا

شعرِ سراج از بس عالم میں ہیں زباں زد
دیوان کی زمیں ہے دیوانِ عام گویا

۳۷

ہمارا دل بر گلفام آیا — قرار جان بے آرام آیا ۱۷۷
کمند پیچ و تاب زلف کوں کھول — شکار دل کوں لیکر دام آیا
شتابی ہوش کوں سر سیں بدر کر — جنوں کا مجھ طرف پیغام آیا
کرشمے نا بلبل دل کوں غزل خواں — بہارِ عشق کا ہنگام آیا
اے زاہد بھاگ اس زلف سیں — یہ کافر دشمنِ اسلام آیا
برہ کے محکمے سیں قتل دل پر — پیا داغ غم کا لے اعلام آیا
ہوئی جوشِ محبت سیں زباں بند — صنم کا درمیاں جب نام آیا

۱؎ ہو۔ س ۲؎ ہیو۔ س ۳؎ بہنواں۔ س ۴؎ گلشن میں تجھ قداں کے ہے سرنگوں ہمیشہ۔ س
۵؎ تیرا۔ س ۶؎ اب ہے سراج بے خود دیکھے سوں تجھ نگہ کے / کھونے کوں ہوش عاشق انکھیاں ہیں جام گویا۔ س
۷؎ ہے۔ ک ۸؎ ہزاراں شکر د، گلفام آیا۔ ع ۳۹۱ ۔ ۹؎ کا۔ ک ۱۰؎ کرے گا۔ ک۔

بلا ہے تجہ نگہ کی سیف کا وار دلِ بےتاب آخر کام آیا

سراج[1] آنے میں اس جادو نظر کے

شکیب و طاقت و آرام آیا

۲۸

دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا ۱۸۶

یا تو تھا ویسا کرم یا یہ[2] ستم ہونے لگا

سچ[3] کہو تقصیر کیا ہے عاشقِ مظلوم کی

نیمچا ترچھی نگہ کا کیوں علم ہونے لگا

تیغ ابرو کوں نپٹ کسنتے ہوپن حیراں ہوں میں

کون سے ہنیار پر یہ آبِ دم ہونے لگا

شکر للہ سرو رعنا کے تصور کے طفیل

رفتہ رفتہ دل مرا باغِ ارم ہونے لگا

بس کروا اے شاہ فوجِ حسن؛ قتلِ عام کوں

عاشقوں[4] کی آہ کا نیزہ علم ہونے لگا

---

۱ پھر۔ س۔ ۲ اب۔ ک ۳ اس شعر کے بعد "س" میں بعد کی غزل کا چھٹا شعر درج ہے۔

۴ عاشقاں۔ س۔

تجھ کوں اے آہو نگہ کس نے سکھایا[1] یہ طرح
یا تو تھا اوروں سیں رم یا ہم سیں رم ہونے لگا

ہجر کی[2] راتوں میں یہ مصرع ہوا ورد سراج
دن بہ دن اب لطف تیرا ہم پہ[3] کم ہونے لگا

۲۹

شکر اللہ ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا — شیوۂ جور و ستم فی الجملہ کم ہونے لگا ۱۹۳
کیا مگر قمری نے تجھ قد کی صفت جا کر کہی — باغ میں شرمندگی سیں سرو خم ہونے لگا
صلح کا پیغام بھیجا اب غنیم ہجر نے — لشکر غم ہر طرف سب یک قلم ہونے لگا
جب گیا توں سیر کوں بے خود ہوئے اہل چمن — سب طرف سیں سجدۂ نقش قدم ہونے لگا
قطرۂ شبنم نہیں اس[4] عارض گلگوں کوں دیکھ — گل عرق شرمندگی کا لا کے نم ہونے لگا
شاید اب کے سال ہوئے وصلِ گل بامراد — آہ کے آرے سیں نخلِ دل قلم ہونے لگا

کیوں سراج اوپر نوازش کی نظر کرتے نہیں
دن بدن اب خانہ زاد بے درم ہونے لگا

---

[1] سکھائی ۔ س [2] ہجر ہر رات ۔ ص [3] سوں ۔ س [4] دیکھ تجھ مکھ کی بہار ۔ س

۳۰

۲۰۰ غم کی جب سوزش سیں محرم ہویگا — چشمۂ خورشید شبنم ہویگا

یاد لاوے گا کبھی تو مجہ کوں یار[1] — شمع بن پروانہ پر کم ہویگا

عاشق و معشوق ہیں ثالث ہے عشق — صلح کا پیغام باہم ہویگا

کفر و ایماں دونوں ہیں عشق کہیں[2] — آخرش دونو کا سنگم ہویگا

سرو قد کے بن عبث ہے سیر باغ — بار غم سیں سرو بھی خم ہویگا

گر کرے احوالِ شبنم پر نظر — رتبۂ[3] خورشید کیا[4] کم ہویگا

کعبۂ کوئے صنم ہیں لے سراج
اشک میرا آبِ زمزم ہویگا

۳۱

۲۰۷ گل تیرے رشک سیں دو نیم ہوا — بسمل خنجر نسیم ہوا

غارتِ دل کوں وو صفِ مژگاں — نیزۂ[5] لشکرِ غنیم ہوا

ہے علاج اس کوں شربت دیدار — جو تیرے ہجر کا سقیم ہوا

---

[1] کوں ۔ س ۔ کی ۔ م ۲/۵۸۲ ۔ ا [2] آئینہ ۔ ک [3] کب ۔ ک [4] پردہ ۔ ح ۔

عاشقوں[۱] کے جگر سے کیونکہ کھلے　　عقدۂ عشق مستقیم ہوا
بے[۲] گناہوں کے حق میں اے ظالم　　غم ترا آتشِ جحیم ہوا
خلوتِ ہجر میں تری مجھ کوں　　ہم نشیں درد و غم ندیم ہوا
تجھ[۳] جدائی میں طفلِ اشک سراج
ناز پرور جو تھا یتیم ہوا

۳۲

تیرے[۴] آنے میں میرے ہوش نے تعظیم کیا　　یک بیک عشق کے آداب کوں تقدیم کیا ۲۱۴
دیکھ کر ناز و تجمل کوں ترے قامت کے　　صحنِ گلزار میں ہر سرو نے تسلیم کیا
عاشقِ زار کوں بس[۵] چاہ زنخداں تیرا　　بوالہوس آرزوئے چشمۂ تسنیم[۶] کیا
ایک پل[۷] چین نہیں تیری گلی بن اس کوں　　اشک کے طفل کوں ہرچند[۸] میں تعلیم کیا
اپنی قسمت کے غم و عیش میں شاکر ہوں سراج
جو منجم نے ازل کے میری تقویم کیا

۱ عاشقاں۔ بر۱۹۹ ۲ اے سجن حق میں بے گناہاں کے۔س ۳ مجھ۔ک ۴ پیو کے س
۵ جنت کی نہیں ہے پروا۔س ۶ تسلیم۔س ۷ گھڑی۔س ۸ ہے۔س

۳۳

قد تیرا سرو رواں تھا مجھے معلوم نہ تھا ۲۱۹
گلشنِ[۱] دل میں عیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

دھوپ میں غم کی، عبث جی کوں جلایا افسوس
اس[۲] کے سایہ میں اماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

یار نے ابرو[۳]و مژگاں سیں مجھے صید کیا
صاحبِ[۴] تیر و کماں تھا مجھے معلوم نہ تھا

سب[۵] جگت ڈھونڈ پھرا یار نہ پایا لیکن
دل کے گوشہ میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

خاک تیرے قدمِ پاک کی اے نورِ[۶] نگاہ
سرمۂ دیدۂ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں[۷] سمجھتا تھا کہ اس یار کا ہے نام و نشاں
یار بے نام و نشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

۱ دل کے گلشن میں۔ س ۲ پیو۔ س ۳ ابروئے۔ ک ۴ اس کنے۔ س و ۳۹۱ ا
۵ ح ندارد۔ ۳۹۱ ا ۶ نورنین۔ س ۷ ح ندارد۔

روزہ دارانِ جُدائی کوں خمِ ابروئے یار[1]
ماہِ عیدِ رمضان تھا مجھے معلوم نہ تھا

نگہ[2] شوخ نے دل ایک کرشمہ میں لیا
کیا بلا سیفِ زباں تھا مجھے معلوم نہ تھا

شبِ[3] ہجراں کی نہ تھی تاب مجھے مثلِ سراج
رُخ تیرا نور فشاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

۳۷

ہمدرد نہیں کوئی میرے اس دردِ نہاں کا — کس پاس کہوں جا کہ بیاں[4] آہ و فغاں کا ۲۲۸

ہوتا ہے قلم سوز سیں فوارۂ سیماب — جب حال لکھوں ہیں جگرِ شعلہ فشاں کا

مجھ[5] رشک کی آتش سیں سدا باغ ہی سوزاں — ہے دل میں میرے داغ گر لالہ رخاں کا

بے جلوہ پھرو میرے دل کے ہوئے ٹکڑے — حیران ہوں میں زورِ کلیجا ہے کتاں کا

سودائی[6] بازارِ محبت جو ہوا ہے — زنہار خیال اس کوں نہیں سود و زیاں کا

[1] ابرویار۔ ح [2] عـ ۳۹۱ اِ و س میں یہ مقطع ہے۔ "دل بیدل نے کہا تھا سو ہوا آج سراج"۔ الخ

[3] شبِ ہجراں کے اندھارے سوں نزتک آیا تھا۔ س[4] یو حال۔ ب ۳۹۱ اِ [5] ح ندارد
(دل عـ ۳۹۱) (ہجرت عـ ۳۹۱)

[6] جو عشق کے بازار کا بے پار کیا ہے ژ عالم میں خیال اس کو نہیں سود و زیاں کا۔ س عـ ۳۹۱ اِ

جو داغ ہوا تازہ، گل باغ محبت   ہرگز اُسے وسواس نہیں بادخزاں کا
ہوئے بحر خیاباں وہر ایک موج صنوبر   گر عکس پڑے آب میں اس سرو رواں کا
اے جان سراج اب[1] تو تیرا سوزہ صورت
ہر رات[2] وظیفہ ہے دل شعلہ زباں کا

۳۵

۲۳۶ جو بسملِ کرشمۂ نازِ بتاں ہوا   بے تابی جگر سیتی وو نیم جاں ہوا
عشاق اس کے زخم سیں مقتول کیوں نہ ہوں   خنجر کوں تجھ ادا کے تغافل فشاں ہوا
سینہ میں راز عشق کا پوشیدہ کیوں رہے   تجھ[3] آہ و نالہ پردہ درِ عاشقاں ہو
مجھ چشم اشکبار کی جس[4] نے لکھا ہے شرح   ہر نقطہ اس کے کلک سیں گوہر فشاں ہوا
جس[5] پھول نے تیرے سیں کیا دعویٰ بہا   وو پائمال آفت بادِ خزاں ہوا
ہر صفحہ اس کے حسن کی تعریف کے طفیل   گلشن ہوا، بہار ہوا، بوستاں ہوا
ہنستا ہے مجکوں دیکھ کہ وو شوخ اے سراج
شاید کہ رنگ زرد مرا زعفراں ہوا

[1] آج میرے حال پہ کر مہر۔ س [2] یو جور دستم بول کہ ہے رسم کہاں کا۔ س وع ۳۹۱ ا
[3] یو۔ س [4] جس نے لکھا شرح۔ ے ۹۹ ا۔ [5] جس گل نے تجھ سیتی کیا دعوائے ہم سری۔ س

۳۶

بجا ہے بلبل و قمری جو نغمہ خواں آیا   کہ یار گلبدن و سرو نوجواں آیا ۲۲۳
نپٹ عجب میں ہوں سورج کدھر کوں نکلا ہے   وہ مہر ماہ رُخ و ماہ مہرباں آیا
بدن خوشی سیں سماتا نہیں ہے جامے میں   کہ راحت دل و آرام بخش جان آیا
ہر ایک مرغ چمن نے نثار کرنے کوں   چمن سیں لے کہ طبق گل کا زرفشاں آیا
خیال عکس رُخِ یار شیشۂ دل میں   مری نظر سیں مثالِ پری نہاں آیا
اگرچہ وصل میں ہوں نیم ہجر باقی ہے   قرار خاطر بے صبر کوں کہاں آیا

مری زبان خموشی کوں جو سمجھتا ہے
سراج آج وہی یار رمز داں آیا

۳۷

مجھ سیں غم دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا   چاک سینہ کا نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا ۲۵۳
اب تلک مجکوں[1] کسی شخص کے چہرہ کا خیال   صورت آئینۂ جاں نہ ہوا تھا سو ہوا
صفِ عشاق میں کوئی ثانی مجنوں مجھ سا   وحشی کوہ و بیاباں نہ ہوا تھا سو ہوا
اشک[2] اولے ہو برستے ہیں مرے دامن میں   یہ ورق نقرہ افشاں نہ ہوا تھا سو ہوا

۱؎ تجکوں ۔ س ک   ۲؎ اب برسنے لگے دامن میں انجو کے اولے ۔ ع ۳۹۱/۱ و س

خنجرِ عشق نے احسان کیا سر پہ مرے　　جاں کندن کبھی آساں نہ ہوا تھا سو ہوا
قبلہ رو رحم کیا مجھ پہ خطِ آغازی ہیں　　کافرِ ہند مسلماں نہ ہوا تھا سو ہوا

آہ سوزاں سیں مرے دامنِ صحرا میں سراج
قبرِ مجنوں پہ چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

۳۸

۲۵۷ جس کا دل شوق میں جیوں آئینہ حیراں نہ ہوا　　سب ہوا لائق ہم چشمی جاناں نہ ہوا
زلفِ جمعیتِ دل کیونکہ لگے ہاتھ اُسے　　سلسلہ میں جو محبت کے پریشاں نہ ہوا
یار آتا ہے میرے قتل کیے اور میں ہوں خجل　　حیف اس وقت پر میرا دل بے جاں نہ ہوا
صحنِ گلزار میں کیا کام ہے صحرائی کا　　جائے گل حیف یہاں خارِ بیاباں نہ ہوا
کیا سبب دیکھ رہا آئینہ اے شوخ تجھے　　کیوں پشیماں نہ ہوا سر بہ گریباں نہ ہوا
لذتِ نعمتِ دیدار نہ پاوے ہرگز　　مجلسِ غم میں جگر جس کا نمکداں نہ ہوا
اپنے مقصود کی بالقیس کوں[۲] کیوں جا پہنچے　　طپشِ دل سیں جسے تختِ سلیماں نہ ہوا
باغ[۳] نے سرو کی انگلی کوں لبِ جو[۴] نہ رکھا　　حیف کھاتا ہے کہ وو سروِ خراماں نہ ہوا

[۱] پو۔ ۳۹۱/۱۱ ر نہ ہیگا۔ ع۵۸۲ ر [۳] تو کوں۔ ک [۴] ح نزار [۵] پ۔ ع۵۸۴ ر۔

اس طرف یار کوں کب میلِ تماشا ہے سراج
ریزشِ اشک سیں جس گھر میں چراغاں نہ ہوا

٣٩

رشتے ہیں تیری زلف کے بے جان ہمارا　　بیجا نہیں سنبل کے اوپر مان ہمارا ٢٦٦
سرمایۂ آشفتہ دلی جمع ہوا ہے　　آ دیکھ صنم[۱] حال پریشان ہمارا
جیوں صورتِ دیوار ہوا محوِ تمنا　　مشتاق تیرا ہے دلِ حیران ہمارا
درپیش ہے ہم کوں سفرِ منزلِ مقصود　　بس آہ سحرگاہ ہے[۲] سامان ہمارا
تیرے لبِ شیریں کی سنا جب سیں حکایت　　کاشانۂ زنبور ہوا کان ہمارا
مجنوں کی طرح[۳] وحشیِ صحرائے جنوں نہیں　　ہے وسعتِ مشربِ سینہ میدان ہمارا
کہتے ہیں تیری زلف کوں دیکھ اہلِ شریعت　　قربان ہے اس کفر پر ایمان ہمارا
آزاد کیے قید سیں تسبیح کی اس کوں　　ہے گردنِ زنار پہ احسان ہمارا
سینہ کے طبق میں ہے کبابِ دلِ پرسوز　　جس دن سے غمِ ہجر ہے مہمان ہمارا
اے شوخ کشش سیں تیرے ابرو کی کماں کی　　دل ہاتھ سیں جاتا ہے ہر ایک آن ہمارا

۱؎ سجن - س　۲؎ یو - س - ہے - ک و ۴۸۵؎ ا　۳؎ نن - س

اے جانِ سراج ایک غزل درد کی سن جا
مجموعۂ احوال ہے دیوان ہمارا

۴۰

ہمارے[1] پاس جاناں آن پہنچا ——— دلِ بے جان کوں اب جان پہنچا ۲۷۷
نہ ہوئے کیوں شورِ دل کی بانسلی ہیں ——— ملاحت کا سلونا کان[2] پہنچا
کماں ابرو کی ہر ترچھی[3] نگہ سیں ——— جگر کے توڑنے کوں بان پہنچا
دکھایا مصحفِ رخسار اپناں[4] ——— ہمارا دین اور[5] ایمان پہنچا
مجھے کہہ کا گرزی[6] چیرے[7] والے ——— کہ وقتِ سیر نا فرمان پہنچا
مئے و جام و گل و مطرب ہے موجود ——— بہارِ وصل کا سامان پہنچا
دلِ[8] مفلس نے پایا وصل کا گنج ——— بھکاری کوں درس کا دان پہنچا

سراج اب گھر ترا روشن ہوا ہے
مگر وو شمع رو مہمان پہنچا

---

[1] اے جان سراج آج لیجا تحفہ مجلس ۔ س ر ۳۹۱ ا [2] میرے کن ۔ س [3] آن ۔ ک ندارد
[4] تیر ۔ ۱۵۴ ا [5] پیونے ۔ س [6] ہور ۔ س [7] کانگریزی ۔ ح [8] چیرہ ۔ ک [9] ح و ۵۸۲ ا

۴۱

ماجرا سُن کر ہمارے اشک بے پایان کا ۲۸۵
آب ہو جاتا ہے زہرا نوح کے طوفان کا

دیکھ کر دریا میں اس مہندی بھرے ہاتھوں کا عکس
خشک ہو جاتا ہے لوہو پنجۂ مرجان کا

اس بنفشئی[1] پوش سیں مت مل رقیبِ زرد رو
کیا نوں شاخ زعفراں ہے باغ نافرمان کا

سبزۂ خط سیں زنخداں نے تری پایا ہے رنگ
ان دنوں آیا ہے تحفہ سیب ہندوستان کا

ہے ہمارے نالۂ پرسوز کا مطلب بلند
سرو قد کوں ہوئے گر معلوم حال اس تان کا

ہے بیانِ سوزِ[2] بے تابی مری ہر بیت میں
برق کے سونے سیں جدول چاہیے دیوان کا

---

۱ بنفشہ ۔ ک   ۲ شور ۔ ۸۵۴ ا ۔

خوف میں ہوں سن کہ شاہِ حسن کے خط کی خبر
دیکھئے کیا ہوئے گا مضمون اس فرمان کا

زلفِ کافر سیں لگی بہنے نسیم مشک بو
زاہدو، بادِ خزاں ہے گلشنِ ایمان کا

جاں سپاری، داغ کتھا، چونا ہے چشمِ انتظار
واسطے مہمانِ غم کے دل ہے بیڑا پان کا

گوشۂ محرابِ ابرو میں ترے خالِ سیاہ
تابعِ اسلام ہے سردار کفرستان کا

اے سراج آیا نہیں وو نورِ چشمِ انتظار
خانہ ویراں ہو گیا ہے دیدۂ حیران کا

۴۲

۲۹۶ دلدار کی کشش نے اینچا ہے من[۱] ہمارا — ہے خاک اس قدم[۲] کی شاید وطن ہمارا
اے دوستان جانی دل سیں کرو توجہ — تا جان پاس اپنے پہنچے بدن ہمارا
گر زندگی ہے باقی پھر تم سیں آ ملینگے — دیدار آخری ہے جو ہے مرن[۳] ہمارا

[۱] دل ۳۹۱ و [۲] چرن ـ س [۳] جیوں ـ س

دریائے[۱] مدعا کا لائے ہیں تھاہ جب ہیں   ہر بوند اشک[۲] کا ہے دُرِّعدن ہمارا
درکار نہیں ہے پہریں بریں قبائے زینت   یہ[۳] بس ہے خاکساری خاکی برن[۴] ہمارا
سب[۵] چھوڑ خانماں کوں ہیں اس کی جستجو میں   ہے دشت اور[۶] بیاباں باغ و چمن ہمارا

مانند[۷] کوہ کن ہے بے کل سراج کا دل
شاید کہ مان لیوے شیریں سخن ہمارا

۴۳

تصور تجھ بھواں کا اے صنم سمرن ہوا من کا ۳۰۲
سدا دیول کی پوجا کام ہے ہریک برہمن کا
ہوا ہے سرنگوں ہر سرو تجھ قد کی خجالت سیں
گھٹایا حسن روز افزوں نے تیرے مان گلشن کا
ترے دیکھے چکوروں کی نہ ہوئے کیوں آرزو حاصل
ہوا عالم میں روشن چاند پوراحسن کے کہن کا

[۱] مقصود کے دریا ۔ س [۲] ہے انجھو کا دُرّعدن ۔ س و مطبوعہ ۳۹۱ [۳] یو ۔ س [۴] بدن ۔ ک
[۵] سب خانماں کوں تج کر ایں پیو کی جستجو میں ۔ س و مطبوعہ ۳۹۱ [۶] ہور ۔ س [۷] فرہاد کی نمط ۔ س و مطبوعہ ۳۹۱

کیا ہے حق نے تجکوں بادشاہ کشورِ خوبی
غریبوں کی صدا کوں مان لے دے وان درسن کا

بجا ہے گر مرا رتبہ سریرِ عرش پر ہووے
صفائے دل سیں خاکِ راہ ہوں ہیتم کے دامن کا

عجب آتا ہے مجکوں خوبرویوں کے تغافل پر
اگرچہ دوست ہیں کرتے ہیں لیکن کام دشمن کا

برہ کے تیر یاراں کوں سہا ہے بے جگر ہو کر
دلِ مہجور میرا سور ہے تجھ عشق کے رن کا

کرے گر سیر دریا سینۂ ناصاف سیں زاہد
تو ہووے عکس پانی میں نہاں خورشید روشن کا

سراج اس آتشیں رو کی جھلک درکار ہے مجکوں
کمال ناتوانی سیں ہوا تنکا مرے تن کا

۴۴

۳۱۲ دیکھ کر تجھ حسن کی لیلی کوں جیوں مجنوں ہوا　　بے خودی کے دشت میں دیوانہ و مفتوں ہوا

لہ ہم ۔ ک　　ٹہ دل ۔ س　　جو ۔ [illegible] ۔ ا ۔

نہیں ہے مجکوں احتیاجِ جامِ لبریزِ شراب　　غم کی مجلس میں مرا دل ساغرِ پُرخوں ہوا
دیکھ کر تیرا قدِ طوبا صفت اے خوش ادا　　تھا قدِ سروِ سہی اول الف اب نوں ہوا
[1]سرخوشی ہے یاد میں تیری مجھے ہر روز و شب　　شوق تیرا حق میں میرے نشۂ معجوں ہوا
جو دل مفلس کہ منگتا تھا گدائی در بدر　　دولتِ دیدار پا کر وقت کا قاروں ہوا
سرو کی ہمسر جو ہووے آہ اسکی کیا عجب　　رات[2] دن جس کوں خیال قامتِ موزوں ہوا

کام میرا نغمہ خوانی ہے جُدائی میں سراج
بزمِ غم میں مجکوں تارِ آہ کا قانوں ہوا

۴۵

تیری بھنووں کی تیغ کے جو رو برو ہوا　　سب عاشقوں کی صف میں وو ہی سُرخرو ہوا ۳۱۹
تجھ زلف کے خیال سیں کیونکر نکل سکوں　　ہر پیچ و خم نمونہ طوق گلو ہوا
تیرے نگہ کا تیر ہے ازبس کہ مو شگاف　　ممنون ہر ایک زخم سیں ہیں مو بمو ہوا
رشتے سیں موجِ گل کی ہوائے بہار میں　　سب بلبلوں کا چاک گریباں رفو ہوا
سورج کا رنگ چاند سر کا ہوا سفید　　جس صبح کوں سوار وو خورشید رو ہوا

---

[1] دل خوشی ۔ س　　[2] جس کے ہر شب ۔ س

جس کی زباں میں عشق کے افسوں کا ہے اثر — ہر حرف اس کا موج پری ہُو بہُو ہوا

برجا ہے گر کہوں میں اسے شیشۂ آتشی
چشم سراج آئینۂ شعلہ رو ہوا

۴۶

۳۲۶ عشق جب آیا تو ترکِ آبرو کرناں لگا — گوشہ گیری چھوڑ سیر کو بکو کرناں لگا

میں نہ رکھتا تھا شہیدوں کی عبادت کی خبر — اب دمِ خنجر کے پانی سیں وضو کرناں لگا

دل میرا بے دل ہو کیا جانے کدھر جاتا رہا — یار تھا کیا کیجیے اب جستجو کرناں لگا

دلبرِ نوخط نے دل لے کر کیا انکار صاف — آرسی شاہد ہے اسکوں روبرو کرناں لگا

دل کی اب دیوانگی کا اور کچھ نہیں ہے علاج[2] — حلقۂ زلفِ صنم طوقِ گلو کرناں لگا

یاد ہیں وو دن کہ تھی ہر رات ہم کوں[1] چاند رات — عید کی سی چاند کی اب آرزو کرناں لگا

وحشتِ[3] دل کا نظر آتا نہیں ہرگز علاج — حلقۂ زلفِ صنم طوقِ گلو کرناں لگا

دل ہوا چاک آفتابِ حسن کے شوقوں سراج
سوزنِ خطِ شعاعی سیں رفو کرناں لگا

---

۱ مجھ کوں ـ ک ۲ اور کچھ نیں علاج ع ۳۹۱ اور ۵۸۳ ا ـ ۳ ح ندارد

۴۷

۳۳۴ وحشی ہوا ہوں دلبر گلرو کی چشم کا — کیا[1] کام میرے سامنے آہو کی چشم کا

اب شیشۂ شراب کوں لا طاق میں[2] رکھو — بس ہے خیال مجھ کوں خوش ابرو کی چشم کا

رخسار پر صنم کے جو خالِ[3] سیاہ ہے — وہ مردمک ہے حلقۂ گیسو کی چشم کا

اس کی نظر میں ہے گل[4] نرگس سفید داغ — جو مبتلا ہے شوخ سمن بو کی چشم کا

زن مقصدِ سراج[1] غزل خواں ہے جیوں کہ گل

جان نظر[5] ہے بلبل خوشگو کی چشم کا

۴۸

۴۲۹ جس نے تجھ حسن پر نگاہ کیا — نور خورشید فرش راہ کیا

حق نے اپنے کرم سنتی مجھ کوں — ملک خوبی کا پادشاہ کیا

مشق غفلت سے تیرہ[6] باطن نے — صفحہ زندگی سیاہ کیا

حوض کوثر کا تشنہ لب کب[7] ہے — اس[8] زنخداں کی جس نے چاہ کیا

کوچۂ زلف میں گیا جب دل — برگ سنبل کوں زاد راہ کیا

---

[1] مت نام لیجو مجھ آگے آہو کی چشم کا۔ ۳۹۱ل۔ ا [2] پر ۹۹۔ ا [3] جو خال ہے سیاہ ہے سکے [4] نرگس ہے۔ ک

[5] بدر۔ ک [6] تیرے۔ ۵۸۳ ا [7] نیں۔ ۵۸۳ ا [8] بنجہ۔ ک

برق خرمن ہے جان دشمن کا درد سیں جس نے ایک آہ کیا

مت جلا اب سراج کوں ظالم
شعلۂ غم کوں عذر خواہ کیا

۴۹

۳۴۶ نقش قدم ہوا ہوں محبت کی راہ کا کیا دلکشا مکاں ہے میری سجدہ گاہ کا
گرمی سیں آفتاب قیامت کی کیوں ڈروں سایہ ہے مجہ کوں سرو قیامت پناہ کا
ناسور ہو کہ روز قیامت تلک بہے جس کے جگر میں تیر لگے تجہ نگاہ کا
پیو کا جمال دیکھ ہوا چاک چاک دل جیوں کہ کتاں پہ عکس پڑے نور ماہ کا
ڈورے نہیں ہیں سرخ تیری چشم مست میں شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا
دل تجہ برہ کی آگ سیں کیوں کر نکل سکے شعلہ سیں کیا چلے گا کہو برگ کاہ کا
سنبل ہے جیوں کہ جلوہ نما جوئبار پر انکھوں میں میری عکس دو زلف سیاہ کا

مہتاب رو کے رخ پہ سیہ خط نہیں سراج
جا کر کھلا ہوا ہے میرے دودہ آہ کا

لہ سرو عالم ۔ک ۲ە رہے ۹۹ ا ۳ە ح و ۸۲ ا ندارد ۴ە میرے نین میں عکس ۔بس د ۳۹۱ ا
۵ە چندر مکھی کے مکھ پہ نہیں ہے خط اے سراج ۳۹۱ ا و س ۔

۵۰

۳۵۴ سونے راتوں کوں گر جنگل میں میرے غم کی واویلا
نو مجنوں قبر سیں اٹھ کر پکارے "آہ یا لیلا"

ہمارا خون ناحق نہیں ہوا ضایع ارے قاتل
زمیں سے گل ہو نکلا آسماں پر ہو شفق پھیلا

ہرن سب ہیں براتی اور دیوانا بن کا دولہا ہے
پہیر خلعت کوں عریانی کی پھرتا ہے بنا چھیلا

شراب صاف دے تا صاف ہو ساقی غبارِ غم
ہمارا دل نپٹ گرد کدورت سے ہے اب میلا

سراج اس شعلہ رو کی تنگ پوشی کوں کہاں پہنچے
کہ ہے جامہ بدن میں شمع کے فانوس کا ڈھیلا

۵۱

۳۵۷ بھول جا حرف بے وفائی کا یاد کر علم آشنائی کا

---

۱ سنے ۔ ۲ ۵۸۵ ز ۔ ۳ یہ ہم ۔ ک ۔ ۴ نیرا ۔ ک ۔ ۵ ۸۵۵ ز ۔ ۶ دیوانہ ۔ ۷ دولا ۸۵۵ ۔ ۸ خار ۔ ک ۔ ۹ ہوا ۔ ک ۔ ۱۰ بر ۔ ک ۔ ۱۱ ترک گر شیوہ ۔ س و ۳۹۱ ز ۔ ۱۲ داغ ہے دل میں تجھ جدائی کا ۔ س ۱۳ رکھ ۔ ک

آ میری آہ کا تماشا دیکھ   گر تجھے ذوق ہے ہوائی کا
شربت زندگی اسے ہے تلخ   جس نے پایا[۱] مزہ جدائی کا
آرسی خوش نما ہے اے غافل   خوب[۲] نہیں طرز خودنمائی کا
دور[۳] آیا ہے چشم ساقی کا   وقر[۴] اب کب ہے پارسائی کا
بھیک منگنے تمہارے[۵] ابرو پاس   ماہِ نو جام ہے گدائی کا

نہیں[۶] مرے دل میں داغ عشق سراج
ہے سپند آتش جدائی کا

۵۲

۲۶۶ جب وو تیغ چشم سرے سیں سینہ تابی ہوا   رنگ خاموشی صدائے حلق بے تابی ہوا
دیدہ وا ہوں انتظار[۷] یار میں جیوں آئینہ   سرمۂ حیرت نصیب چشم بے خوابی ہوا
نام تیرا ہر گھڑی اے جوہرِ کانِ حیا   مجھ نگیں دل پہ نقشِ[۸] موجِ بے تابی ہوا
احتیاج[۹] شمع کب ہے مجلس عشاق میں   سوز آہ شعلہ افشاں نورِ مہتابی ہوا
جوش میں ہے بس کہ میرے اشک کا دریائے شور   مردمک مجھ چشم تر میں مردمِ آبی ہوا

---

۱ چاکھا۔ س ۲ چھوڑ دے۔ س ۳ دور میں تجھ نین کے اے جاناں۔ س ۴ نہیں رہا وقر پارسائی کا۔ س
۵ سجن کے۔ س ۶ س اور ر ۳۹۱ میں مقطع اس طرح ہے۔ گر تو ہم سراج پر اے شوخ! قتل ہے تیغ کج ادائی کا۔ س
۷ انتظاری میں تری۔ ر ۳۹۱ ۸ موج نقش۔ ک ۹ شمع کی حاجت نہیں ہے مجھ کوں غم کی رات میں۔ ر ۳۹۱

اے صنم تیرے خیال ابروے خوں ریز سیں
دل شہادت گاہ زخم تیغ محرابی ہوا

یاد میں اُس لعل لب کی بس کہ گریاں ہے سراج
اشک حسرت رشک بخش رنگ عنابی ہوا

۵۳

۳۷۳ ہے کہاں[1] چہرۂ زری والا
چشم بلبل کی بکتری والا

نرگس شوخ چشم ہے باغی
ہے کدھر چشم عبہری والا

دل دہی کا خیال کیا جانے
نام جس کا ہے دلبری والا

بیٹھ دوکان چشم پر کئی دن
اشک میرا ہوا تری والا

عشق کا فرسیں عقل کا بس نہیں
یہ فرنگی ہے پہٹلجری والا

یاد میں اس کی چشم مے گوں کی
شیشہ دل ہوا پری والا

اے سراج اس زمین مشکل میں
کیا کرے فکر سرسری والا

۵۴

۳۸۰ جس کوں[2] ہے ذوق مے[3] ساغر مدہوشی کا
ہے اسے شغل تری چشم سیں مے نوشی کا

[1] کاں ہے دو ۔ک ۔ دے ۵۸۲ [2] پچوںجری ۵۸۵ [3] کے تئیں ذوق ہوا ۔س ۔ ۳۹۱

ماتم[1] حال پریشاں سیں مرے اے ظالم — زلف تیری نے لیا[2] رسم سیہ پوشی کا

لایق پیرہن فقر ہیں آئینہ دلاں — تیرہ دل کب[3] ہے سزاوار نمد پوشی کا

پردۂ عیب نہ کر فاش کسی کا ہرگز — گر تمنا ہے تجھے نام خطا پوشی کا

بس ہے یک جلوۂ دیدار ترا جانِ سراج

نہیں[4] ہے ظاہر میں اسے ذوق ہم آغوشی کا

۵۵

جو کوئی شغل کثرت سیں خالی ہوا — وہ اسرار وحدت کا[5] حالی ہوا ۳۸۵

لیا کاسہ سر کوں وو ہات میں — ترے وصل[6] کا جو سوالی ہوا

کیا جس نے آنکھوں کا[7] پانی رواں — محبت کے گلشن کا مالی ہوا

نہ ہوئے[8] جام کوثر سیں محروم وو — علیؑ ولی جس کا والی ہوا

جو کوئی لیوے جل جائے اسکی زباں — ترا نام اسم جلالی ہوا

لباس بسنتی ترا دیکھ کر — مجھ آنکھوں کا آنسو گلالی ہوا

مرا دل ہے فانوسِ حیرت سراج

کسی شمع رو کا خیالی ہوا

---

[1] اے صنم حال پریشاں کے مرے ماتم سوں۔س [2] کیا۔ک [3] ۴۸۴ و [4] نیں۔س [5] نہیں زنہار۔ک [6] مجھے۔ [7] ۴۸۵ ا [8] میں۔ک [9] کا نسر۔ک [10] عشق۔ک [11] میں۔ک [12] نہیں ۴۸۴ ل۔

۵۶

یار جب میری طرف آنے لگا　　دل کی بے تابی سیں جی جانے لگا ۳۹۲

گلبدن نے دل لیا یک رنگ ہو　　پھر تو کئی کئی رنگ دکھلانے لگا

دل نہیں ہے بلکہ ہے سولی کا پھول　　دوسرا منصور کہلانے لگا

ہوں ترے ابرکرم کا تشنہ لب　　آگ کا مینہ کیوں تو برسانے لگا

بات کے کہنے مین وو شیریں دہن　　تلخ ہو کر ہول بتلانے لگا

زلف کھولا جب کہا میں شب بخیر　　شکر للہ پیچ کوں پانے لگا

یار نے دیکھا کہ جلتا ہے سراج
رحم اس کے حال پر لانے لگا

۵۷

نقش ابرو مد بسم اللہ ہے تکبیر کا　　قتل ہے تجھ کوں روا ہر صید بے تقصیر کا ۳۹۹

مثل شانہ نہیں خلاصی اس کی ممکن حشر لگ　　جو ہوا ہے صید تیری زلف کی زنجیر کا

بس کہ اے ظالم کیا توں بیگنا ہوں کوں شہید　　حشر میں دامن ترا اور ہات دامنگیر کا

---

۱ جب بجن ۳۹۱ و ۲ یہ ۵۵۵ و ۳ اب دیکھو ۳۹۱ و ۴ بجول ۳۹۱ و ۵ اس میں مطلع یہ ہے

بس کہ دل زخمی ہوا ہے تجھ نگہ کے تیر کا　　نیں عجب گر تشنہ لب ہووے انجھو کے نیر کا

اس کا خاکا، گردِ محشر سیں کیا نقاشِ عشق
رنگ مت پوچھو ہماری آہ کی تاثیر کا

کب امیدِ زندگانی ہے نگاہوں سیں تری
لب نظر آتا نہیں ہے تیر کی زہ گیر کا

اُس[1] کے استقبال کوں خورشید آوے ہر سحر
مبتلا جو کوئی ہوا اُنچہ حسنِ عالم گیر کا

مت نصیحت کر مجھے اے زاہدِ خلوت نشیں
عشق میں کچھ زور نہیں ہے بازوئے تدبیر کا

اُس[2] کی شہرت سُن ہوئے ہیں رام سب[3] وحشی مزاج
نام اس کا کیا مگر تعویذ ہے تسخیر کا

کچھ طلا سیں کم نہیں ہے چہرۂ زردِ سراج
اس سبب نہیں ذوق اوسے خاکستر اکسیر کا

۵۸

جب وو قیامت آئیں مست غرور ہوئیگا
ہر نالۂ شہیداں[4] آوازِ صور[5] ہوئیگا ۴۰۸

لے خاک اس گلی کی اے پاکباز صادق
سرمہ نمن[6] لگا توں انکھیاں کوں نور ہوئیگا

وو[7] شاہ فوج خوباں اس شہر میں جب آوے
آباد ہو مرا دل دار السرور ہوئیگا

زاہد کوں روزِ محشر جز بوریا نہیں ہے
مجلس میں[8] عاشقوں کی جامِ طہور ہوئیگا

سنگینیٔ تغافل اپنوں پہ مت روا رکھ
مینائے[9] دل ہمارا اب نہیں تو چور ہوئیگا

---

[1] ذیل کے دو شعر ح میں نہیں ہیں۔ [2] پیو۔ س۔ [3] جگ کے وحشیاں۔ س [4] سور۔ ک [5] طرح ۔ [6] ۔ [7] آویگا شاہ خوباں جس وقت اس نگر میں۔ س [8] عاشقاں۔ س۔ [8] مجھ حق میں۔ س
[9] شیشے نمن مرا دل پھر۔ س۔

آنکھوں[۱] کے سامنے سیں مت جا صنم وگرنہ　　عشرت اٹھے گی[۲] یکسر غم کا وفور ہوگا

حال سراج مت پوچھ اے شمع بزم خوبی
اس پر جو کچھ ہووے گا تیرے حضور ہوگا

۵۹

صنم[۳] نے زلف میں اول مجھے اسیر کیا　　نگاہِ تیز[۴] سیں پھر کر نشانِ تیر کیا ۴۱۵
جنوں نے جب سیں دیا مجھ کوں دل کی کوہ کنی　　تبھی[۵] سیں منصب فرہاد کوں تغیر کیا
نہیں ہے درد سر اس کے کوں حاجت صندل　　ترے قدم کی جو کوئی خاک کوں عبیر کیا
تمام منزلِ عرفاں کی سیر کیوں[۶] نہ کرے　　طریق عشق میں جو غم کوں دستگیر کیا
لگا کے خاک بدن پر جو کوئی لیا بیراگ　　وو[۷] اپنے بر میں عجب جامۂ حریر کیا
جو کوئی کہ لذتِ دوری کی چاشنی چاکھا　　غبار سینہ شکر خونِ دیدہ شیر کیا

جو کچھ[۸] تھا نقد خرد اے سراج لوٹ لیا
وو شاہِ حسن نے آخر مجھے فقیر کیا

---

۱ محتاج اے پیرجن خاطر سوں عاشقاں کی۔ س ۲ گا۔ س ۳ سجن۔ س ۴ دل فگار کوں۔ س ۵ تدہاں سوں۔ س ۶ کوں۔ ح ۷ اپس کے۔ س ۸ س میں مقطع حسب ذیل ہے ؎

سراج آج ترے باج اے شہ خوباں ؎ سنگات لشکر غم کے انجھو ہیر کیا

۶۰

۴۳۲ دل مبتلا ہوا تری[1] انکھوں کے ناز کا ‏ زنجیر بند ہے تیری زلف دراز کا

چنگل سیں تجھ نگاہ کے زخمی ہوا ہے دل ‏ پنجہ لگا ہے صید کوں جیوں شاہباز کا

قبلہ طرف نہیں ہے مجھے مطلب سجود ‏ محراب ابرواں میں ہوں مائل نماز کا

مجلس میں غم کی، آہ کی توں بانسلی بجا ‏ اے دل اگر ہے ذوق محبت کے ساز کا

خواہش ہے تجھ کوں کعبۂ مقصوٗ کی اگر ‏ کر بادبان آہ کوں دل کے جہاز کا

اس کی نظر میں سرو سہی ہے مثال کاہ ‏ ہے جس کوں شوق تجھ قدِ عاشق نواز کا

افزوں[2] ہے حُسنِ پاک تیرے کی بہار آج ‏ شاید اثر ہے مجھ نگہ پاکباز کا

شعلہ لگے[3] زبانِ قلم کوں مثالِ شمع ‏ قصّہ لکھوں جو دل کے میں سوز و گداز کا

مرہم سیں تجھ کرم کی وو امیدوار ہے ‏ زخمی ہوا جو تجھ نگۂ یکّہ تاز کا

نہیں اس کو ہوش سورِ قیامت کے شور کا ‏ بدمست ہے جو کوئی مۓ مینائے راز کا

ہرگز نہیں ہے اس کوں حقیقت کی چاشنی[4] ‏ جس نے مزہ چکھا نہیں عشقِ مجاز کا

[1] ہے تجھ انکھیاں۔ بس [2] یہ اور نیچے کا شعر ح میں نہیں ہے۔ [3] ہے تیرے حسن پاک کی افزوں۔ ۱۵۵۴

[4] لگیں ۱۵۵۴ و [5] س میں مصرع یوں ہے "مشکل ہے اس کی پہنچ حقیقت کی راہ میں۔"

اس سرو قد سیں آج ہم آغوش میں ہوا   پایا ہوں پھل جہان میں عمر دراز کا

جب[1] سیں سراج مائل لیلیٰ نگاہ ہوں
مجنوں نے مجھ سیں درس لیا ہے نیاز کا

۶۱

۴۳۵ جسے شغل ہے نحو اور صرف کا   کہاں ہوش ہے عشق کے حرف کا
ہر یک لائق مستی عشق نہیں   نہیں کام یہ[2] ہر تنک ظرف کا
میرے اشک رقت[3] نے پیدا کیا   ترے ہجر میں رنگ شنگرف کا
نہیں گرمی عشق زاہد کے تئیں   اثر ہے مگر سردی برف کا

لگے[4] برق کوں آتش غم سراج
سنے گر وو شعلہ مرے حرف کا

۶۲

۴۴۰ دل[5] پری رو کوں دیکھ دنگ ہوا   دشمن جان نام و ننگ ہوا

---

[1] س و ۲۹۱ ر - "استاد عشق بس کہ ہوا ہوں میں اے سراج" [2] ہر ایک۔ س [3] رنگین ۔ س
[4] س میں مقطع حسب ذیل ہے۔ سناؤں غزل یو کسے اے سراج ؛ نہیں قدرداں کئی مرے حرف کا۔
[5] س میں مطلع حسب ذیل ہے۔ سرو تجھ قد کوں دیکھ دنگ ہوا ؛ غنچہ تیرے دہن سوں تنگ ہوا۔

دیکھ تیری[۱] نگہ کی خوں ریزی — مجلسِ عاشقاں میں رنگ ہوا

دل میرا بے[۲] خودی کے دریا میں — سب سے آزاد ہو نہنگ ہوا

صافی دل کا آ[۳] اور عالم ہے — عکس[۴] آئینہ جس پہ زنگ ہوا

سخن سخت ان رقیبوں[۵] کا — شیشہ دل کے حق میں سنگ ہوا

قلعہ دل کوں غم نے گھیر لیا — تس پر اس آہ کا سرنگ ہوا

اے سراج اس کشادہ ابرو بن[۶]

زندگانی سیں[۷] میں تنگ ہوا

۶۳

جو تیرے غم کی تمنا نہ کیا — ابدی عیش کا سودا نہ کیا ۷۴۴

اپنی آنکھوں سیں جو پنہاں ہوا — اس نے کچھ عمر میں پیدا نہ کیا

حیف ہے اس کی تماشا بینی — چشمِ باطن کوں جو کئی وا نہ کیا

مدتوں لگ حرم و دیر پھرا — میں تیرے واسطے کیا کیا نہ کیا

بس کیا دل کوں گُل داغ سیں باغ — یار نے عزم تماشا نہ کیا

---

۱ کر تجہ س و ع ۲۹۱ و ۲ تجہ پرت ۔ س و ع ۲۹۱ و ۳ ہے آرسی میری۔ س و ع ۳۹۱ و ۴ غیر کا عکس اوس میں و ع ۲۹۱ و

۵ رقیباں ۔ س ۶ باج ۔ س ۷ سیں دل ۔ س ۔

باغ میں نرگس بیمار طرف گوشۂ چشم سیں ایما نہ کیا

جل گیا شوق کے شعلوں میں سراج
اپنی دانست میں بیجا نہ کیا

۶۵

جو تجھے دیکھ کے مبہوت ہوا خونِ دل اس کوں سدا قوت ہوا ۴۵۴

جو موا دیکھ ترے عارض کوں شاخِ گل کا اُسے تابوت ہوا

جو اٹھا مجلسِ ناسوتی میں[1] محرمِ خلوتِ لاہوت ہوا

نوکِ مژگانِ صنم حق میں مرے تیز جوں نیزہ رجپوت ہوا

اشکِ[2] خونیں شبِ ہجراں کا سراج
روغنِ شعلۂ یاقوت ہوا

۶۵

بس کہ دل محوِ خیالِ حلقۂ کاکل ہوا پیچ و تاب آہِ غم[3] سیں دستۂ سنبل ہوا ۴۵۹

صبحدم سیرِ چمن کا جب کیا گل رو نے عزم ہر صدائے خندۂ گل نالۂ بلبل ہوا

---

[1] میں ۔ک [2] مائل بزم جہاں میں ہے سراج ؛ ساکن عالم جبروت ہوا ۔ م ۳۹۱ ۔ ا
[3] آہ میں دل ۔ک [4] نغمہ ۔ک ۔

کیونکہ ہوئے آلودہ دامن وو سہی قد باغ میں
سرو خم ہو کر کنارِ آبِ جو پر، پُل ہوا

صافیِ باطن عطا ہے بس کہ[1] حبِ شاہ سیں
دل مرا آئینۂ عکسِ پئے دُلدل ہوا

اس گلابی چشم کا ازبس تصور ہے مجھے
اے سراج آئینۂ دل ساغرِ پرُ مُل ہوا

۶۶

شرابِ شوق پی کر دو جہاں کا جس نے غم بھولا ۴۶۴
خیالِ خم افلاطون و فکرِ جام جم بھولا

صنم کی تیغ پر سیرِ گلستانِ شہادت ہے
جو کوئی[2] یہاں سر سیتی چلتا نہیں اُس نے قدم بھولا

نہ لاوے ہوش میں ہرگز دمِ عیسی اسے ایک دم
تری تیغِ نگہ کے دم کے دیکھے جس نے دم بھولا

ہر ایک نقشِ قدم کوں پوجتا ہے بھول کر پھر کر ہی
گذر تیری گلی میں جو کیا باغِ ارم بھولا

---

[1] جب حبِ شاہ سوں۔ س [2] جو کوئی سر سیتی۔ ک۔

نہیں[1] اٹکا ترے دام نگہ میں کون سا وحشی
تری آنکھوں کی وحشت دیکھ کر آہو نے رم بھولا

سراپا سحر ہے موہن کہ جس تصویر لکھنے میں
نہ لا دیدار کی طاقت مصور نے قلم بھولا

نظر کر دیکھ ہر شئے مظہر نور الٰہی ہے
سراج اب دیدۂ دل میں صمد دیکھا صنم بھولا

۶۷

تیری[2] زلف سیہ کے تاروں کا — ورد ہے صبح و شام ماروں کا ۱۷۴
مثل سیماب ہم کوں نہیں آرام — پوچھ[3] آ حال بے قراروں کا
سوز[4] دل کی گھٹا ہے آنکھوں میں — مینہ[5] برسنے لگا انگاروں کا
اشک[6] گرم آگ ہو نکلتا ہے — نہیں پلک جھاڑ ہے ستاروں کا
گلبدن کے فراق میں ہر شب — دل ہے آماج غم کے خاروں کا

---

[1] سمند برق جولاں میں کیا ہے استعد شوخی ۱۹۳۱ ا [2] دیکھو خم تجھ زلف کے تاروں کا ؛ ہے پریشان حال ماروں کا ۱۹۳۱ ا و س
[3] ٹک ۔ ک ۱۹۳۱ ا [4] جب سے چھائی آنکھاں میں غم کی گھٹا ؛ مینہ برستا ہے نت انگاروں کا ۱۹۳۱ ا و س
جب سوں چھائی ۔ س
[5] مینہ ۔ س ۔
[6] ہر انجھو آگ ہو ۔ س ۔

گلِ عارض دکھا کہ گلشن میں		ہوش کھویا ہے کئی ہزاروں کا
ہجر[1] کی رات میں شمار نہیں
اے سراج اشک[2] کی قطاروں کا

۶۸

۴۷۸ اگر وو شوخ کی خاک قدم کوں پاؤنگا		بجائے سرمہ اُسے[3] آنکھ میں لگاؤنگا
ترے[4] جمال کی تعریف جب کہونگا میں		تمام حور و پری ہوش سیں بھلاؤنگا
اگر بہشت میں مجہ کوں ندا کرے رضواں		تری گلی سے دمِ حشر لگ نہ جاؤنگا
سنوں گر[5] اس لبِ شیریں سیں[6] لذتی کی صدا		ہزار نوبت کیخسروی بجاؤنگا
یقیں ہے مجہ کوں جدائی کی جان کندن میں[7]		ترے وصال کوں پاکر وصال پاؤنگا
اگر وو حسن کا دریا نظر نہ آوے آج		تو پور گریہ رقت کا[8] میں بہاؤنگا
ہماری[9] بات محبت سیں تم جو گوش کرو		تو اپنی[10] بیم کہانی تمہیں سناؤنگا

[1] س ورق ۲۹۱ الف کے اضافہ اشعار۔
بسمل خنجر جدائی ہیں		حال آ دیکھ دل نگاروں کا
چار بازار و ہر میں کیا خوف		معتقد ہوں میں چار یاروں کا
[2] نظاروں ع ۸۴ الف [3] انکھیاں میں اُسے۔ س [4] پیاکے حسن کی۔ س [5] جو۔ س [6] سول۔ یس [7] سبیں۔ ک [8] نہاؤنگا۔ ک انجھو کا پور اپس چشم سوں بہاؤنگا۔ س [9] میری طرف جو سجن بیاسوں کان دھرے۔ س [10] اپس کی بیم کہانی اُسے میں۔

وو لالہ رو کا اگر دیکھنا میسر ہوئے — جگر میں داغ جو ہیں سب اسے دکھاؤنگا

کہا سراج وو ظالم نے آج زاہد کوں
کمند زلف میں اپنی تجھے پھنساؤنگا

۶۹

تنہا وو مستِ ناز کوں جس وقت پاؤنگا — اپنے خمارِ غم کی حقیقت سناؤنگا ۴۸۷
پرخوں ہوا ہے غنچہ دل فصلِ ہجر میں — اس گلبدن کوں کھول کہ سینہ دکھاؤنگا
اس پستہ لب کی چشم کی تعریف جب لکھوں — بادام کوں جلا کے سیاہی بناؤنگا
اس یار دل نواز کے آنے کی سن خبر — فرشِ جگر کوں راہ میں اس کی بچھاؤنگا

اس شوخ کوں سراج مبادا نظر لگے
دل جیوں سپند آتش غم میں جلاؤنگا

۷۰

ہے کمندِ حلقۂ گیسو بلا — دیکھ کر جس کوں ہوئے یکسو بلا ۴۹۲
ہوش عاشق کا سلامت کیوں رہے — لب بلا، یالا بلا، ابرو بلا

؎۱ کے۔ک ؎۲ کہا سجن نے مجھے اے سراج بے پروا۔ س ؎۳ کے حسن۔ک ؎۴ او۔ ۵۸۴ ر
؎۵ ۹۹ ر میں یہ دو شعر اضافہ ہیں سه بے اختیار ہو کے میں اس یار کوں کہا ؛؛ کیا ہوئیگا جو شربت دیدار پاؤنگا۔
شمشیر کھینچ تب تو دیا یوں مجھے جواب ؛؛ تو دیکھ کیا سراج کے پرزے اڑاؤنگا۔

کیوں[1] نہ ہووے دیوانہ ہر اہلِ خرد — ہے تمہارا[2] نرگسِ جادو، بلا

خندۂ پنہاں میں تیرے اے صنم — قتلِ عاشق[3] کا ہے کیا قابو[4] بلا

بھول مت موعود کوں اپنے سراج

گر گیا ہے وعدہ تالو بلا

۷۱

[5] یار گرمِ مہربانی ہو گیا — دشمنِ جانی تھا، جانی ہو گیا ۴۹۷

اس شکر لب کی ملاحت دیکھ کر — منفعل ہو نون[6] پانی ہو گیا

توپ خانے سیں ہماری آہ کے — قلعۂ دل ڈھول ڈھانی ہو گیا

کیسری جامہ بدن میں اسکے دیکھ — رنگ میرا زعفرانی ہو گیا

دیکھ اس خورشید رو کوں اے سراج

چاند کا رنگ آسمانی ہو گیا

۷۲

سروِ گلشن پر سخن اس قد کا بالا ہو گیا — ہر نہال اس شرم سیں جنگل کا پالا ہو گیا ۵۰۲

---

[1] جس کے دیکھے عاشقاں بیمار ہیں ۳۹۱ ا و ص [2] پیا کے ۔ س [3] میرے کا ۔ س [4] قالو ۔ ح

[5] ۴۹۲، ۵۰۳ و میں مطلع نہیں ہے [6] ہونٹوں سیں ۔ ک

آوتا ہے یہ بہا ہو آنکھ سیں دامن تلک — طفل اشک اس آج کل میں کیا جوالا ہو گیا

جب سیں اس الماس کی ہنسی کا ہے آنسو میں عکس — تب سیں ہر تار فلک ہیروں کا مالا ہو گیا

دل جگر کی پھکڑیاں آہوں کے تاروں میں پرو — بیٹھ کر دوکان غم پر پھول والا ہو گیا

اشک باراں آہ بجلی اشک کی کالی گھٹا — ماہ رو بن کس طرح کا برشگالا ہو گیا

باغ میں سرما تھا اور تھی یاد دلدار دو رنگ — مجھ کوں ہر برگ گل رعنا دوشالا ہو گیا

نیند سیں کھل گئیں مری آنکھیں سو دیکھا یار کوں — یا اندھارا اس قدر تھا یا اجالا ہو گیا

ہجر کی مٹھ میں تصور اس غزالی چشم کا — عشق کے بیراگیوں کوں مرگ چھالا ہو گیا

بھر رہا ہے بس کہ دود آہ میرا اے سراج
آسماں جیوں پردۂ فانوس کالا ہو گیا

۷۳

عشق بازی میں جو کوئی جان کوں ہارا ہوئے گا — گل بستر شوق کا ہو رنگ کا مارا ہوئے گا ۱۱۵

راز مجھ عشق کا چھپتا سا نظر آتا نہیں — ہے مجھے صدق کہ آخر کوں پکارا ہوئے گا

ہے سدا سینۂ صد چاک مرا مثل انار — رفتہ رفتہ دیکھو یہ پھول ہزارا ہوئے گا

---

۱ بے ۔ک ۲ تختی ۔ ۹۹ ر ۳ رنگ ۔ ۹۹ ر ۔ ۴ تاکوں ۔ک ۵ بے طرح سیں ۔ک

۶ یاد بھی دلدار کی ۹۹ ر ۷ جو ۔ ۹۹ ر ۸ عشق کوں یار کے کوچہ میں بسارا ۔ک ۹ چھپتا نظر آتا ۔ک ۱۰ ہے یقین مجھ کوں ۹۹ ر

آشتابی سیں مرے شورش احوال کوں دیکھ — طپشِ شوق سیں دل جل[1] کر انگارا ہوئیگا
گر ترے حسن کے پرتو سیں فلک ہوئے روشن — مہر مہتابی و مہتاب ستارا ہوئیگا
مغربی تیغ ہلال اول شب مرتی ہے — یار کے گوشۂ ابرو کا اشارا ہوئیگا
اے سراج اس کوں میسر ہے سدا سند شوق
کسوتِ داغ سیں جو دل کوں سنوارا ہوئیگا

۷۴

۵۱۸ میں نہ جانا تھا کہ تو یوں بیوفا ہو جائیگا — آشنا ہو اس قدر ناآشنا ہو جائیگا
خوب لگتی ہے اگر بدنامی عاشق تجھے — آہ کرتا ہوں کہ شہرہ جابجا ہو جائیگا
گر تمہاری دل خوشی ہے ذبح کرنے میں مرے — خوب جی جاوے تو جاوے اور کیا ہو جائیگا
میں سنا ہوں تجھ لبوں کا نام ہے حاجت روا — یک تبسم کر کہ میرا مدعا ہو جائیگا
کیا عجب گر میں ہوا دیوانۂ زلف بتاں — گر فرشتہ ہوئے[2] تو ان کا مبتلا ہو جائیگا
میں تمہارے آستانے سیں جدا ہونے کا نہیں — سر اگر شمشیر[3] سیں کٹ کر جدا ہو جائیگا
جیوں سراج اس شمع رو پر دل کوں ہے جلنے کا شوق
فرض عینِ عاشقی سیں اب[4] ادا ہو جائیگا

[1] جل کے ۔ک [2] ہوتیوں کا ۔ک [3] تلوار ۔ک [4] سب ۔ ۹۹ ا ۔

۷۵

آیا پیا شراب کا پیالا پیا ہوا — دل کے دیے کی جوت سیں کاجل دیا ہوا ۵۲۵

آیا ہے میرے قتل پہ درپیش بے طرح — آیا ہے مجھ کوں پیش دو اپنا کیا ہوا

مارا ہوا ہے خضر محبت کی تیغ کا — آبحیات شوق سیں تیرے جیا ہوا

بیٹھا ہے تخت شوق پہ جو ہو کر بے ریا — دو پادشاہ بارگہہ کبریا ہوا

نکلا ہے دل جلا کے مجھ آنکھوں سے طفل اشک — اس شوخ بے جگر کا دیکھو کیا ہیا ہوا

دل[1] لے گیا ہے مجھ کوں دے امید ول دہی — ظالم کبھی تو لائیگا[2] میرا لیا ہوا

نہیں جب سیں پاس شاہد گلگوں قبا سراج
جی پر ہے تنگ جسم کا جامہ سیا ہوا

۷۶

غم نے باندھا ہے مرے جی پہ کھلا ہائے کھلا ۵۳۲
پھر نئے سر سیتی آئی ہے بلا ہائے بلا

اے گل گلشن جاں کر مجھے یک بار نہال
خار حسرت کا کلیجے میں سلا ہائے سلا

---

[1] دل نے کہا ہے مجکوں دے امید واری ۔ک [2] لاویگا ۔ک

دیکھ سکتا نہیں میں گل کوں ہر یک خار کے ساتھ
اپنے ہمراہ رقیبوں کوں نہ لا ہائے نہ لا

ذبح کرنے میں مرے رحم نہ لایا اس نے
بلکہ اتنا بھی کہا نیں کہ گلا ہائے گلا

جس نے کھایا ہے ترے ابروے خوں ریز کا زخم
مرغ بسمل سا لہو بیچ رلا ہائے رلا

جان جاناں کوں مرے پاس شتابی لاؤ
نہیں تو یک پل میں مرا جان چلا ہائے چلا

بے طرح اب تو برہ آگ دہکتی ہے سراج
دل مرا کیوں نہ پکارے کہ جلا ہائے جلا

۶۶

۵۳۹ اغیار چھوڑ مجھ سیں اگر یار ہویگا — شاید کہ یار محرم اسرار ہویگا
بوجھیگا قدر مجھ دل آشفتہ حال کی — پھاندے میں زلف کے جو گرفتار ہویگا

۱ ہر ۵۵۵۵ ۔ ا ۲ کاتب

بے فکر مَیں نہیں کہ صنم مست خواب ہے — کیا کیا بلا کریگا جو بیدار ہویگا

پنہاں رکھا ہوں درد کوں لوہو کی گھونٹ پی — کہتا نہیں کسی سیں کہ اظہار ہویگا

بزم جنوں میں ساغر وحشت پیا جو کوئی — غفلت سیں عقل و ہوش کی ہشیار ہویگا

تیری بھووں کی تیغ کے پانی کوں دیکھ دل — اٹکا ہے اس سبب کہ ندی پار ہویگا

رنگیں نہ کر توں دل کا محل نقش عیش سیں — غم کے تبر سیں مار کہ مسمار ہویگا

برجا ہے یار مجھ پہ اگر مہربان ہے — بلبل پہ گل بغیر کسے پیار ہویگا

جاتا نہیں ہے یار کی شمشیر کا خیال — معلوم یوں ہوا کہ گلے ہار ہویگا

انکار مجھ کوں نہیں ہے تری بندگی ستی — یہاں کیا ہے بلکہ حشر میں اقرار ہویگا

مجھ پاس پھر کر آوے اگر وو کتاب رو — مکتب میں دل کے درس کا تکرار ہویگا

صحن چمن میں دیکھ تیرے قد کی راستی — ہر سرو تجھ سلام کوں خمدار ہویگا

اس چشم نیم خواب کی دیکھے اگر بہار — نرگس چمن میں تختہ دیوار ہویگا

اس زلف عنبریں سیں جو یک تار جھڑ پڑے — ہر خوب رو کوں طرۂ دستار ہویگا

اے جان میرے پاس سیں یکدم جدا نہ ہو — جینا ترے فراق میں دشوار ہویگا

رکھتا ہے گرچہ آئینہ فولاد کا جگر — تیرے نگہ کے سامنے لاچار[1] ہویگا

[1] ناچار سک، ش ۔ و

مت ہو شب فراق میں بے تاب اے سراج
امید ہے کہ صبح کوں دیدار ہوئیگا

۷۸

۵۵۶ اے دلِ بے ادب اس یار کی سوگند نہ کھا — توں ہر ایک بات میں دلدار کی سوگند نہ کھا
روح چندر بدن اے بوالہوس آزردہ نہ کر — خوب نہیں تربتِ ہیار کی سوگند نہ کھا
یہ ادا سرو میں زنہار نہیں اے قمری — یار کے قامت و رفتار کی سوگند نہ کھا
خوف کر خط کی سیاہی ستی اے وعدہ خلاف — ہر گھڑی مصحفِ رخسار کی سوگند نہ کھا
اپنی آنکھوں کی قسم کھا، کہ لیا نہیں میں نے — جان لے کر دلِ بیمار کی سوگند نہ کھا
پیچ دے دے کہ میرے دل کوں پریشاں توں کیا — ناحق اس زلف گرہ وار کی سوگند نہ کھا
تاب اس رخ کی تجلی کی نہیں تجھ کوں سراج
توں عبث شعلۂ دیدار کی سوگند نہ کھا

۷۹

۵۶۲ عشق نے خون کیا ہے دل جس کا — پارہ لعل اشک ہے تِس کا
یاد کر کر عمل میں لاتا[1] ہوں — ہر سخن عشق کے مدرس کا

---

[1] لایا نسخہ ا ۔

چشم ساقی کا وصف لکھتا ہوں — لے قلم ہات شاخ نرگس کا
غم نے پیلا کیا ہمارا رنگ — کیمیا گر نے زر کیا مِس کا
زلف دکھلا کہ دل لپیٹ لیا — اب پریشاں ہے حال مجلس کا
تم نے پائے ہو حسن کی دولت — پوچھتے کب ہو حال مفلس کا
بے کسی مجھ سیں آشنا ہے سراج
نہیں تو عالم میں کون ہے کس کا

۸۰

داغ ہے دلِ عاشقِ مایوس کا — نقش ہے جیوں کہ پرِ طاؤس کا ۵۷۰
یہ سخنِ سخت رقیباں مجھے — سنگ ہوا شیشۂ ناموس کا
دیدۂ پر خوں کوں مثال حنا — شوق سدا ہے ترے پابوس کا
غیر طرف کیونکہ نظر کر سکوں — خوف ہے تجھ عشق کے جاسوس کا
اس لبِ شیریں سے مگس دور ہے — کیوں نہ ملے ہات وو افسوس کا
محفلِ عشاق میں جز ذکرِ یار — درس نہیں نسخۂ قاموس کا
شمع جنوں دل میں جلایا سراج
کام نہیں پردۂ فانوس کا

۸۱

۵۷۷ دو رنگی خوب نہیں یک رنگ ہو جا — سراپا موم ہو یا سنگ ہو جا
تجھے جیوں غنچہ گر ہے درد کی بو — لہو کا گھونٹ پی دل تنگ ہو جا
کہا کس تیرہ دل نے تجہ کوں اے غم — کہ دل کی آرسی پر زنگ ہو جا
یہی آہوں کے تاروں میں صدا ہے — کہ بارِ غم سیں خم جیوں چنگ ہو جا
دعا ہے اے رہِ غم طولِ عمرک — قدم پر ہے تو سو فرسنگ ہو جا
گلے میں ڈال رسوائی کی الفی — الف کھینچ آہ کا بے ننگ ہو جا

برہ کی آگ میں ثابت قدم چل
سراج اب شمع کا ہم رنگ ہو جا

۸۲

۵۸۴ یک روز صحنِ[1] باغ میں وو نونہال تھا — ہر نونہال اس کے قدم سیں نہال تھا
مانند شانہ چاک مرا سینہ کیوں نہ ہوئے — تجہ زلف کے خیال میں آشفتہ حال تھا
دھوتی[2] ہے اپنے اشک سیں بلبل تمہارے پانو — گل کی کلی کا رنگ مگر پائمال تھا

---

۱ صبح ۔ س ۲ دھویا ہے اپنے اشک سوں تجہ پگ کوں عندلیب ۔ س ۔ و، ۳۹۱ ا

سب دیکھتے تھے چاند کوں میں یار کی طرف   اُس[1] کی بھنویں اِدھر تھیں اُدھر کوں ہلال تھا

ٹکڑے[2] اوڑے کتان جگر کے سراج آج
مدت[3] سیں یار ماہ جبیں کا خیال تھا

۸۳

دل[4] میں جب آکے عشق نے تیرے محل کیا   سب دست و پائے عقل کوں یک پل میں شل کیا ۵۸۹

اس زلف پرشکن سیں صنم[5] کھول کر گرہ   عاشق کے دل کے عقدۂ مشکل کوں حل کیا

سیرِ چمن کوں جب کہ ہوا لالہ رو سوار   راز و نیازِ بلبل و گل میں خلل کیا

اقلیمِ دل سیں عقل نے لی تب رہِ گریز   جب صوبہ دار عشق نے آکر عمل کیا

مجلس میں عاشقوں[6] کی جب آیا وو شمع رو[7]   محجوب[8] ہو کے شمع نے صورت بدل کیا

اے شوخ سحر کار ہر یک بوالفضول کوں   تیرِ نگہ نے بسملِ تیغِ اجل کیا

دیکھا[9] ہے جب سیں مصرعۂ موزونِ قدِ یار
اس دن سیتی سراج نے فکرِ غزل کیا

---

[1] پیو کی بھنواں۔ س [2] دیتا گ پیو کے زلف کا آفت ہے اے سراج ؛[3] جس زہر کی و ولہر میرے جیو پہ کال تھا۔ س
[4] میرے جگر میں۔ س [5] سجن۔ س [6] عاشقی کے۔ س [7] ماہ رو۔ ۵ ۲ ۵ ۱ [8] پروانہ۔ س
[9] میرے سخن کوں دیکھ کے منصف نے اے سراج ؛ فکر رسا ہوں میں یو عجائب غزل کیا۔ س ۳۹۱ ا

۸۴

۵۹۶ بھر[1] اکمالِ وفا سیں خیال کا شیشا — کہ ہوے بدر[2] سیں پورا ھلال کا شیشا
وو[3] خوش دہن کی جدائی سیں نرم گلشن میں — ہر ایک غنچہ ہے رنگ ملال کا شیشا
خیالِ[4] عارضِ گلرنگ کی تجلی سیں[5] — ہے آئینہ عرق انفعال کا شیشا
تمام بوقلمونی کا ہے تجلی گاہ — نہیں خدائی میں دل کی مثال کا شیشا
چمن میں عازم ہولی ہے وو بسنتی پوش — ہوا ہے غنچۂ لالا گلال کا شیشا
خوشی سیں چرخ میں ہے آفتاب کی مانند — ملا جسے مۓ نور جمال کا شیشا

نبی کی آل کا احوال سن ہوا پر خوں
سراج[6] دل ہے مرا رنگ آل کا شیشا

۸۵

۶۰۳ محرم دل ہوا وو صحرا وا — کر کہ[7] معلوم والہ و رسوا
سوس کر آہ درد[8] کھو آرام — دل ہمارا ہوا درس کا گدا
مہر کر مہر موم[9] دل ہوکر — کر عطا دل کا مدعا سارا

[1] بھرو۔ک [2] پھر۔ک [3] ک میں اس مصرعہ کی بجائے مقطع کا مصرعہ اولیٰ درج ہے۔ [4] عاں۔ک
[5] دیکھ۔ک [6] میں نیا دل کھوں یا۔ک [7] کر کے۔ک [8] و درد کھو۔ [9] ۱۹۹ کھو دکھا گرو ۳۹/۱ و۔

درد کا گھر ہوا ہمارا دل　　　ہار گل کا ہوا گلِ سودا
دل کہا لا الہ الا اللہ
ورد اسمِ رسول کر کہ سدا

۸۶

فصلِ[1] گل کا غم دلِ ناشاد پر باقی رہا　　　حشر لگ یہ مظلمہ صیاد پر باقی رہا ۶۰۸
کھول کر زلفوں کوں آیا سرو قد جب باغ میں　　　نقش حیرت طرۂ شمشاد پر باقی رہا
جل گیا پروانہ، پن مجھ سا سمندر خو نہیں　　　یہ سخن شاگرد کا استاد پر باقی رہا
عاشقی میں کب روا ہے اس طرح کی ظالمی　　　خونِ شیریں گردنِ فرہاد پر باقی رہا
رہ گئے، ذوقِ تبسم میں تغافل کے شہید　　　بسملوں کا خوں بہا، جلاد پر باقی رہا
الفتِ لیلیٰ نے مجنوں کا مٹایا سب نشاں　　　نام اس کا صفحۂ ایجاد پر باقی رہا
کھول[2] چشمِ لطف، دے جاگیرِ مقصودِ سراج
شمع رو پروانہ دل صیاد پر باقی رہا

۸۷

جگر[3] کے داغ سیں ازبس کہ پُرخوں ہے بدن میرا　　　ہوا ہے جیوں پرِ طاؤس رنگیں پیرہن میرا ۶۱۵

---

[1] یہ اور بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں [2] چشمِ الفت کھول دے۔ ۹۹ ا ۔
[3] یہ غزل ۲۹۱ ا سے منقول ہے۔

طریقہ عدل کا یوں ہے کہ کرنا قطع ہات اس کا — لیا ہے آستین نے تجھ بنا نورِ نین میرا
تصور میں تیری تصویر کے از بس کہ حیراں ہوں — ہوا ہے تختۂ دیوار جیوں آئینہ تن میرا
خیال عارضِ خوباں ہے از بس رات دن مجھ کوں — بناؤں برگ گل سیں جب مروں رنگیں کفن میرا
بجا ہے گر کرے پروانہ اپنے پر سیں فرش اس کا — اگر ہوئے جلوہ گر مجلس میں شمع انجمن میرا

ہوا ہے ... طبع سراج اب ہمسر طوبیٰ
طفیل اس قدِ موزوں کے ہوا عالی سخن میرا

۸۸

نین کی پتلی میں اے سریجن ترا مبارک مقام دستا ۶۲۱
پلک کے پٹ کھول کر جو دیکھوں تو مجھ کوں ماہِ تمام دستا
پری کی مجلس میں تجھ کوں زاہد ہنوز پروانگی نہیں ہے
مئے محبت کوں نوش کرتوں کہ اب تلک مجھ کوں خام دستا
سبھوں سیں مکھ موڑ کر مرا دل پرت کے فن میں ہوا اداسی
نماز جی سیں نیاز کی پڑھ صفِ جنوں کا امام دستا

۱؎ صرف ۳۹۱ لوس ۲؎ صفت۔س

اگرچہ ہر سرو راست قامت چمن میں مغرور سرکشی ہے
مقابل اس قد خوش ادا کے مری نظر میں غلام دستا
وو[1] شکریں لب نے گوش دل سیں تمام سنکر یو ریختہ کوں
کہا وو[2] میٹھے بچن سیں مجہ کوں سراج شیریں کلام دستا

۸۹

خیالات نیرنگ چشم صنم سیں ہے شیشۂ دل کے پری کا تماشا ۶۲۶
ہمیں صحن گلشن میں تم ست دکھاؤ گل نرگس عبہری کا تماشا
جو تیوری چڑھاوے تو جگ کوں لجاوے وگر مسکراوے تو پھر کر جلاوے
نیا ان دنوں میں ہی دیکھا ہے ہم نے وو ساحری افسوں گری کا تماشا
مری[3] چشم حیراں کے درپن میں ظالم توجہ تری بے نیازی کوں کب ہے
اگر دیکھنا ہے تو دیکھ آئینہ میں خدائی و پیغمبری کا تماشا
نہ جنگل میں تسکین دل ہے میسر نہ دریا کوں دیکھے خوشی جی کوں حاصل
میری آہ سوزاں و اشک رواں میں ہے خشکی کا سیر اور تری کا تماشا

[1] دو شکرلب ۲۹۱/۱ [2] یو۔ س [3] تری۔ ک۔

سراج اپنے نزدیک بوجھا ہے بہتر جھلک شعلہ[۱] رویوں کی پاپوش زر کی
پتنگوں کے جھومر میں اے شمع دکھلا ترے سر[۲] کے تاج زری کا تماشا

۹۰

عشق کی جو لگن نہیں دیکھا — وو برہ کی اگن نہیں دیکھا ۶۳۱
قدر مجھ اشک کی وو کیا جانے — جس نے درِّ عدن نہیں دیکھا
تجھ[۳] گلی میں جو کوئی کیا مسکن — پھر کر اُس نے وطن[۴] نہیں دیکھا
آرزو ہے کہ زلف کوں کھولے[۵] — میں نے کالی رین نہیں دیکھا
لب رنگیں دکھا اے معدنِ حُسن — میں[۶] عقیق یمن نہیں دیکھا
دکھا
ٹک زمیں پر قدم رکھو ساجن — آج نقشِ چرن[۷] نہیں دیکھا
دل عبث تشنہ لب ہے کوثر کا — پیو کا چاہِ ذقن نہیں دیکھا
غنچۂ گل کوں دیکھ گلشن میں — گر توں پیو کا دہن نہیں دیکھا

تجھ مثل اے سراج بعد ولی
کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا

---

[۱] خوب رویاں۔ ک۔ [۲] چہرہ تاج۔ ک۔ [۳] س میں یہ شعر زیادہ ہے۔ شوخئ چشم یار کوں جا دیکھ؛ گرچہ تو نے ہرن نہیں دیکھا۔
[۴] حب الوطن۔ س۔ [۵] کھولو۔ س۔ [۶] ہم نے لعل۔ س۔ [۷] جیوں ۳۹۱ ا۔

۹۱

کاں[1] ہے ابرو کماں صنم میرا — جس کی فرقت سیں قد ہی خم میرا ۶۴۰

اس کی جب[2] چشم کی لکھا تعریف — شاخِ نرگس ہوا قلم میرا

کیا[3] بلا شوق کی پیا ہوں شراب — ہوش جاتا ہے دم بدم میرا

سفرِ ملکِ عشق میں جز آہ — کوئی نہیں ہے رفیقِ غم میرا

خنجرِ ظلم کا ہوں میں مشتاق — کاں ہے وو شوخ پُر ستم میرا

دشمنوں[6] کے جگر کوں کرنے چاک — آہ ہے خنجرِ دو دم میرا

دامِ گیسو میں ہے[7] شکار سراج
شوخ صیاد ہے صنم میرا

---

۱ ہے کہاں ۔ ک ۔ ضمیمہ ۔ ۲ چشم کی جب ۔ ک ضمیمہ ، ۳ ساغر شوق میں

۴ جور ۔ س ۵ ہے کہاں ۔ ک ضمیمہ ۶ دشمناں ۔ س ۷ بی ۔ س

ردیف ب

ا

۶۴۷ منتظر ہوں جلوۂ[۱] دیدار دکھلا بے حجاب
زلف کے تاروں کوں یکسو کر کہ دیکھوں آفتاب

شوق کی مجلس میں از بس یاد ہے تجھ زلف کی
پیچ و تاب حلقۂ زنجیر ہے موج شراب[۲][۳]

صحن گلشن میں ہوا بے خود جھلک اپنی دکھا
بلبل بے خانماں کی فکر کر اے گل شتاب

خانہ زیں میں اگر ہووے جلوہ گر وو رشک حور
کیا عجب گر حلقۂ چشم پری ہووے رکاب[۴]

ہے بجا گر وو ملیح آوے کہ لازم ہے نمک
عندلیب بوستاں ہے آتشِ گل پر کباب[۵]

سیر صحرا کا اگر اُس گلبدن کوں عزم ہوئے
واں کے کانٹوں سیں عجب کیا کھینچیے عطر گلاب

ناز کے دیواں میں اے مطلع حسن و جمال
خط تیرا ہے مصرعہ و ابرو ہے فرد[۶] انتخاب

عکس[۷] دکھلا اپنے رخ کا اے دُرِ دریائے حسن
منتظر ہے دیدۂ گرداب اور چشم حباب

---

۱ کہ درس کا مکھ دکھا تک - س و ۳۹۱ ۲ سراب - س ۳ دل - ک ۴ حلقۂ چشم مری - ک

۵ ۳۹۱ ا و س میں اس شعر کے بعد یہ اضافہ ہے: عکس تیری چشم حیراں کا اگر اس میں پڑے ؛ ہووے طوطی دیکھ کر اس آرسی کوں لا جواب"

۶ بیت - س ۷ تا پڑے تجھ حسن کا عکس - ۳۹۱ ا

اے دل و جانِ ہماج آ رحم کر عشاق پر
اب نہیں ہے تن میں طاقت دل میں تاب آنکھوں میں خواب

۲

جب[۱] کباب دل سیں سیخ آہ کھینچوں بے حجاب ۶۵۶
تب تنور چرخ میں چھپ[۲] جائے قرص آفتاب

عشق[۳] کے میدان میں جب سیں ہوا ثابت قدم
دل نے میرے تب سیں پایا شہزہ خانی[۴] کا خطاب

فیض غم سیں چشم گریاں کا میری جاری ہے کام
فردِ دامن پر لکھا ہوں اپنے آنسو کا حساب

ہے بجا گر درس پاؤں عشق کے استاد سیں
ہے کتابی چہرۂ جاناں گلستاں کی کتاب[۵]

---

[۱] یا الٰہی منتظر ہوں کاں ہے میرا آفتاب ؛ کون دن ہوگا کہ جس دن ہووسیں جاوےگا حجاب ۔ ۱۳۹۱ ، ۱۳ ، چھو ح

[۲] اس شعر کے بعد ۱۳۹۱ وہیں یہ شعر زیادہ ہے ۔ زلف تیری ناگنی کالی ہے میرے جی کا کال ؛ لہر جسکے زہر کی مجھ کوں چڑی ہے بے حساب

[۳] خوانی ۔ ک و ۱۲۸۵ ا ۔ خالی ۔ ح ۔

[۵] س میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے ۔ خوشنما ہے ناک میں تیرے عجائب و وبلاق ؛ حلقہ گوش اس خجالت سیں ہوا ہے در خوشاب ۔

گرچہ ماہ نو، فلک پر ہے ہلالی وقت کا
تاب کیا ہے ہیبتِ ابرو کا تری لاوے جواب

خندۂ دنداں بنا لازم نہیں اے بحرِ حُسن
نہیں تو اب جاتی رہیگی آن میں موتی کی آب[۱]

جلوۂ[۲] خورشید رو حاصل نہیں ہوتا سراج
کب[۳] تلک جیوں دودِ شمع اس غم سیں کھاؤں پیچ و تاب

۳

۶۶۳ مجلسِ[۴] عیش گرم ہوئے[۵] یارب یار اگر ہوئے شمعِ[۶] بزمِ طرب

---

[۱] س و ۳۹۱ ا میں اس کے بعد یہ شعر اضافہ ہے۔ بے حجابی سیں ہمارے ساتھ موہن بات کر ؛ مہربانی کر ستم مت کر اے عالیجناب۔

[۲] اے سجن جلتا ہوں تجھ غم کی اگن میں جیوں سراج ؛ تجھ برہ میں غم ہے آتش تن انگیٹھی دل کباب۔ ۳۹۱ ا

[۳] مثل دودِ شمع کب لگ۔ ۵۸۴ ا۔ [۴] س و ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار سے

ہجر کی رات خوب ہے یارب ؛ کب نظر آئیگا وو ماہ لقب
ہر سحر کر بلند دستِ دعا ؛ تجھ سیں کرتا ہوں وصل یار طلب
خواب میں اس پری کوں دیکھا ہوں ؛ کیوں نہ گذرے مجھے خیال عجب
درس لیتا ہوں ہو کے درس کا ؛ جب سیں دیکھا ہوں عشق کا مکتب
مذہب زاہداں سیں برتر ہے ؛ عاشق پاک باز کا مشرب
کم نگاہی تیرے تغافل کی ؛ بیگناہوں کے حال پر ہے غضب

[۵] ہو ۵۸۴ ا [۶] بزم شمع طرب۔ ک ے ان۔ س

خون دل آنسوؤں میں صرف ہوا گر گئی یہ بھری گلابی سب
مہر ہے داغ غم سیں دل کی برات نقد دیدار ہے ہماری طلب
چاہیے زاہدوں کوں حجرہ تنگ باغ عاشق ہے وسعت مشرب
دل میرا ہے ترے تغافل سیں عندلیب گل بہار غضب
دل کی جاگیر ہے جمال آباد جب سیں پایا ہے عشق کا منصب
نہ ملے جب تلک وصال اُس کا تب تلک فوت ہے مرا مطلب
گل کی مانند مت پریشاں ہو بند کر مثل غنچہ اپنے لب
شمع و پروانہ سیں سنا ہے سراج
صدق دل سیں ادب ہے ترک ادب

۴

ترے فراق میں اے نور دیدۂ یعقوب کیا ہے دل کی زلیخا نے صبر جیوں ایوب ٦٧٢
ضرور دیدۂ حیراں[۱] سیں مہر بادامی وو لپستہ لب کوں لکھا چاہئے اگر مکتوب
کیا ہے جب سیں شہ بے خودی لے فوج کشی ہوا[۲] ہے لشکر صبر و قرار سب مغلوب

---

[۱] ۳۹۱ اوس میں شعریوں ہے۔ انکھیاں سیں کرکے لفافے پہ مہر بادامی ؛ لکھا ہوں لبرِ زخط کو شوق کا مکتوب۔
[۲] شکست پاکے ہوا لشکر خرد۔س

نہال قامت گل رو سیں جس نے پایا پھل — ہوا ہے رشتۂ عمرِ دراز سے منسوب
جو دل کا آئینہ ہوئے صاف زنگ غفلت سیں — عیاں ہے معنی ہر شئے میں صورتِ محبوب
صنم کی زلف پریشاں[1] نے پیچ کھایا ہے — ہمارے حال پریشاں کا دیکھ کر اسلوب

اثر ہے دردِ جگر کا میرے سخن میں سراج
عجب نہیں ہے اگر ہوئے یار کوں مرغوب

۵

۶۷۹ پادشاہ[2] فوج خوباں ہے میرا محبوب خوب — غم کے[3] لشکر کوں اگر آ کر مغلوب خوب
بلبل گلشن غزلخواں ہے فراق گل ستی — یا الٰہی گر ملیں یہ طالب مطلوب خوب
آرہ[4] غم گر چلے سر پر مثالِ ذکریا — یار کے جور و جفا پر صبر جیوں ایوب خوب
آزمایا ہوں کہ دردِ سر ہے فکر دنیوی — سب سے بے پروا ہوا ہے عالم مجذوب خوب
دل کے سیپاروں[5] کوں ہیکل[6] کر رکھے ہیں برہیم — جدول زخم جفا سیں ہے اسے اسلوب خوب
تا کہ[7] قاتل کوں دل صد چاک کی ہووے خبر — گر گل صد برگ ہووے سر[8] نامہ مکتوب خوب

[1] پریشان پیچ کھایا۔ ح۔ [2] یا الٰہی کب نظر آوے۔ ۳۹۱ا [3] ہوش ۳۹۱ا [4] سیپارے۔ ک [5] ہے کل۔ ک [7] ۳۹۱ا میں اس کی بجائے ذیل کا شعر اور مقطع ہے ؂

سبز ہے خط خوشنمائے تجھ لبوں کی اَپاس — جیونکہ پانی کی کنارے پر لگی ہے دوب خوب
یوسف مصری کب آوے گا ترے پاس اے سراج — از سرِ نو ہوئے جو نورِ دیدہ یعقوب خوب

[8] سر نامہ مکتوب۔ ح۔

کب تلک عاشق جلے معشوق کے غم میں سراج
شمع کے رشتے[1] میں ہووے پروانہ گر منسوب خوب

۶

جب سیں دیا ہے شوخ نے کاکل کوں پیچ و تاب ۶۸۶
آیا ہے اس کے رشک سیں سنبل کوں پیچ و تاب
اس گلبدن کے نشتر مژگاں کوں دیکھ کر
آیا ہے جوش خون سیں رگِ گل کوں پیچ و تاب
کیوں آسکے بیان میں اس مو کمر کے وصف
جس فکر نے دیا ہے تامل کوں پیچ و تاب
ہوتا ہے دام لطف سیں بند صید دل[2]
مت دے بھوؤں پہ چیں تغافل کوں پیچ و تاب[3]
مائل ہوا ہے جب سیں وو گلرو کا اے سراج
ہے بوئے گل کی موج سے بلبل کوں پیچ و تاب

[1] شیشے ـ ک [2] کر صید دل کوں بند اپس دام لطف سیں ۳۹/ا [3] اے ـ ۳۹/ا کا اضافہ شعر یہ ہے۔
زنجیر بند شوق ہے سنجہ قد سیں اے سراج ہے تیرے مکھ کے رشک سیں ہر گل کوں پیچ و تاب

۷

۱۹۱ ہوا ہے خطِ جبیں جس کوں خطِ جامِ شراب — نگین دل پہ کیا نقش[۱] اُس نے نامِ شراب
نہیں ہے حرمتِ مے کی خبر تجھے زاہد — کہ مے کشوں کوں ہے معلوم احترامِ شراب
نیاز عالمِ مستی میں نہیں غرورِ نماز — شکستِ موج ہے طرزِ خمِ سلامِ شراب
خیالِ نرگسِ ساقی سیں دل ہے لرزش میں — ہوا ہے رعشہ فزا کثرتِ[۲] مدامِ شراب
ترے سخن میں اے ناصح نہیں ہے کیفیت — زبانِ قلقلِ مینا سیں سن کلامِ شراب[۳]

ہے عکس چہرۂ خورشید رو پیالے میں
سراج جلوہ نما ہے مہ تمامِ شراب

۸

۶۹۸ روشن دلوں کوں عجز ہے نام آفرینِ آب — حرفِ شکستِ موج ہے نقشِ نگینِ آب
آنسو نے[۴] گردِ کلفتِ دل کی[۵] فرو کیا — دیکھا ہے کس نے خاک کوں بالا نشینِ آب
چشمِ طمع کوں جلوۂ موہوم ہے مراد — پیاسے کوں ہے سراب میں عین الیقینِ آب
نازک دلی ہے لازمۂ صاف طینتی — ظاہر ہے شکلِ موج سیں چینِ جبینِ آب

۱؎ اس نے نقش نام ۱۵۸۲ء ۲؎ کثرت و دوام - ک ۳؎ ک میں یہ شعر زیادہ ہے ؎
ہر ایک سرو ہے شیشہ ہر ایک گل ساغر — دیا بہار نے فتویٰ ز اذنِ عام شراب
۴؎ نیں ۱۵۸۲ء ۵؎ کو ۱۵۸۲ء

صافی دلوں کا عشق ہے رونق فزائے حُسن　　ہے رنگ بخش گل نظر پاک بین آب

گوہر فشانی لب دریا نثار[1] سُن　　موتی ہوا ہے شرم سیں خلوت گزین آب

ہون باغبان گلشن خوش فکری اے سراج

شعر رواں مرا ہے نہال زمین آب

۹

وو شاہِ حسن مجھ طرف آوے تو کیا عجب　　ویرانۂ[2] خیال بساوے تو کیا عجب ۲۰۴

پانی[3] سیں اپنے چشمۂ الطاف کے[4] اگر　　آتش میرے جگر کی بجھائے تو کیا عجب

ہے[5] آرزو مدام کہ لیوے میرا سلام　　جور و ستم سیں ہات اٹھاوے تو کیا عجب

آیا ہے[6] سیر باغ کوں وو نو بہار حُسن　　ہر پھول داغ دل کوں دکھاوے تو کیا عجب

لب تشنۂ وصال کوں وو یار مہربان　　آب زلالِ لطف پلاوے تو کیا عجب

---

[1] نثار ـ ح　[2] دل کے گھر کوں پھر کر ـ ب ـ و ـ س و ۳۹۱　[3] اپنے میاں و مہر کے پانی سوں ایک دم ـ س ـ اپنے پیار و مہر ..... دم بدم ۳۹۱

[4] سیں ـ ک　[5] س و ۳۹۱ ا میں اس کے بعد دو شعر زیادہ ہیں ـ ۳۹۱ میں انکھیاں کی بجائے نین ہے ـ

مری انکھیاں کے نیر کوں آیا ہے پور آج　　طوفان نوح پل میں اٹھاوے تو کیا عجب

مشتاق ہوں کہ یاد کرے مجھ سوں یک سخن　　میٹھے لباں کی بات سناوے تو کیا عجب

[6] ۵۸۴ ا میں اس کے بعد یہ شعر اضافہ ہے ـ

لوہو میرا ہے جوش میں گر یار سرخ پوش　　ہولی کی آج دھوم مچاوے تو کیا عجب

وو موکمر سراج کا سن شعر دل پسند
باریکیٔ خیال کوں پاوے تو کیا عجب

۱۰

اے[1] سجن تجھ برہ میں ہوں بے تاب — آتش غم سوں دل[2] ہوا ہے کباب ۱۰۔
دل[3] کوں تجھ غم سیں بے قراری ہے — جیوں کہ آتش[4] پہ مضطرب سیماب
تاب دیدار نہیں رہا مجھ کوں — تاب دکھلا لیا ہے مجھ سیں تاب
گرمیٔ غم سیں ہوش جاتا ہے — اپنے مکھ کے عرق سیں ڈال گلاب
دیکھ کر تجھ کوں دل ہوا ٹکڑے — جیوں کتاں پر سے پرتوِ مہتاب
ماہِ نو گرچہ ہے ہلالِ وقت — بیتِ ابرو کا نہیں دیا ہے جواب

غم کی فہرست سیں لکھا ہے سراج
فردِ دامن پہ سب تجھو کا حساب

۱۱

تجھ مکھ کوں دیکھ جب سیتی رسوا ہوا گلاب — ہے بیوقار تب سیں ہر یک جا بجا گلاب ۱۷۔
ہر باغباں چمن ستی گلدستہ باندھ کر — لاتا ہے دست بستہ ترے کن سدا گلاب

---

[1] یہ اور بعد کی غزل "سح" میں نہیں ہے [2] دل ہوا ۳۹۱ [3] تجھ جدائی میں۔ س [4] یو ۳۹۱ [5] تیرے ۔ س

بلبل ہے بس کہ شیفتۂ حسن گلرخاں کرتا ہے چاک غم سیں اسی کے قبا گلاب
کیوں پائمال آفتِ بادِ خزاں نہ ہوئے تجھ مکھ انگے چمن میں ہوا خود نما گلاب
سردی سیں آب اشک کی اور باد آہ کی داغوں سیں غم کے گلشنِ دل میں کھلا گلاب
بن وصل گلعذار مجھے آبرو نہیں ہے دل میں عندلیب کے نت مدعا گلاب

سن رنگ دیوے شعر مرا رشک سیں سراج
پژمردہ ہو چمن سیں ہوا ہے جدا گلاب

ردیف ت

۱

۲۴، ادائے دلفریب سرو قامت قیامت ہے، قیامت ہے، قیامت

شہید خنجر الفت مُوا[۱] نہیں سلامت ہے، سلامت ہے، سلامت

نہ کرناں جی کوں قرباں تجھ قدم پر ندامت ہے، ندامت ہے، ندامت

جماعت ہیں پریرویوں کی تجھ[۲] کوں امامت ہے، امامت ہے، امامت

سراج اب عیش کے گلشن[۳] کا پانی[۴]

ملامت ہے، ملامت ہے، ملامت

۲

۲۹، گنج[۵] ازل لگا ہے دلِ بے نوا کے ہات آیا ہے کیا خزانۂ غیبی گدا کے ہات

پہنچا ہے آب تیغ اسے عین پیاس میں زخم جگر[۶] نے کھول رکھا تھا دعا کے ہات

---

۱ ہوا ع ۳۹۱ ل ۲ میں۔ک ۳ درپن کی صیقل۔س ۴ مالی۔ک و ع ۵ و
۵ ع ۳۹۱ مطلع ۔ بسمل نہ کر نگاہ تغافل نما کے ہات ؛ نازک ہمارے جیو کوں نہ دے اس بلا کے ہات
یہ شعر اضافہ ہے۔ کیا صاف ہو رہے ہیں ہمارے گناہ پر ؛ جادو میں خوشنما ہیں ترے اس صفا کے ہاتھ۔ ۶ زخم جگر کے۔ک

کھاتا[1] ہے جوش خون جگر اس کے رشک سیں
دیکھا[2] ہے جب سیں ہات تمہارا[3] حنا کے ہات

میرے نگین دل کوں مگر ذوق[4] نام ہے
انگشتری کے سات گیا دل ربا کے ہات

ناصح نہ مار تیغ نصیحت مجھے عبث
اب تو ہوا شہید فرنگی ادا کے ہات

جیوں[5] دود شمع دل ہے مرا پیچ و تاب میں
کیوں آئے زلف یار کے بادِ صبا کے ہات

مدت سیں گم ہوا دل بے گانہ[6] سراج
شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کے ہات

۳

۷۳۶ کیا غم نے سرایت بے نہایت
کروں کس سیں شکایت بے نہایت

ہمارے قتل پر مفتی نے غم کے
نکالا ہے روایت بے نہایت

توں اپنے غمزۂ خونیں کی ظالم
عبث مت کر حمایت بے نہایت

ترے رخ پر ہجوم خال و خط نہیں
کہ ہیں[7] مصحف میں آیت بے نہایت

کیا ہے عشق کے ہادی نے مجھ کوں
محبت کی ہدایت بے نہایت

---

۱ کھایا ہے۔ ک ۲ ہوں۔ س ۳ تمہارے۔ ک ۴ نام کا ہے ذوق ۳۹۱ ب ۵ اس کے بعد س میں یہ شعر زیادہ ہے:

ایسا تو کوئی نیں کہ میری بات کوں کہے
سونپا ہوں اپنے کام کوں ذات خدا کے ہات

۶ بے گانہ لے سراج۔ س ۷ جاناں ۳۹۱ ب ۸ ہے۔ ک و ۵۸۴ ا

شکر لب نے نگاہِ دلبری سیں   کیا مجھ پر عنایت بے نہایت

سراج اب داستانِ شوق بس کر
کہ بے جا ہے حکایت بے نہایت

۴

۷۴۳ جب سیں دیکھا ہوں یار کی صورت   گل کوں بوجھا ہوں خار کی صورت
کیوں[۱] نہ ہوئے قتل دم بدم عاشق   ہیں بھویں ذوالفقار کی صورت
مجھ کوں آئینۂ تصور[۲] ہے   دل بر گلعذار کی صورت
دل[۳] نے میرے کیا ہے طوق گلو   زلف گلرو ہے ہار کی صورت
نا امیدی میں جلوۂ دیدار   ہے خزاں میں بہار کی صورت
صفحۂ دل پہ سینہ چاکوں کے   نقش ہے اس نگار کی صورت[۴]

کاغذ ابر پر لکھا ہے سراج
دیدۂ اشکبار کی صورت

۱ عاشقاں قتل کیوں نہ ہوویں ہر دم۔ ۳۹۱ ۲ تصویر۔ ۳۹۱ ۳ دل کوں۔ ک ۴ ۳۹۱ کا اضافہ شعر

مجھ کو دستی ہے مثل مار سیاہ   پیو کی زلفوں کے تار کی صورت

۵

صیاد چاہتا ہے دلِ بیقرار مفت لیکن کہیں بھی ہات لگا ہے شکار مفت
جس کوں خیال نرگس عنبر سرشت ہے اس کوں ملا ہے نافہ مشک تتار مفت
گر تم کو آج پوشش رنگیں کا ذوق ہے حاضر ہے چاک دل کا مرے جامہ وار مفت
لا اس ہوا میں جلد گلابی شراب کی جاتی ہے نہیں تو ہات سیں ساقی بہار مفت
بے شعلۂ جمال شب ہجر میں سراج
آتش میں غم کی جل کہ ہوا ہوں غبار مفت

۶

دیکھتا ہوں چشم[1] مے گوں کوں تری خونخوار[2] نت
نشۂ[3] خونریزیٔ عاشق سیں ہیں سرشار نت
دور[4] ہووے کس طرح اس زلف و کاکل[5] کا خیال
تا قیامت گردنِ جاں میں ہے یہ زنّار نت

---

[1] نیم خواب انکھیاں تری بیمار نت۔ س [2] ے خوار۔ ک [3] کیا شراب حسن سوں مغرور ہے سرشار نت۔ س
[4] غم کے پھاندے سوں نکلنا اب بہت دشوار ہے۔ س [5] زلفِ کافر ۲،۳،۴،۵ ل

نہیں خیابانِ چمن کی آرزو ہرگز مجھے
بے خزاں ہے سینۂ گل[۱] وار گلزار نت

یار[۲] پر آنسو کے مروارید کرنے کوں نثار
دیدۂ[۳] گریاں ہیں[۴] میرے ابر گوہربار نت

مجھ کوں جیوں فرہاد اس شیریں دہن[۵] کی یاد ہے
قصۂ چندر بدن ہے ہیکل ہیار نت

تارِ[۶] بسترِ نیشِ عقرب ہے برہ کی رات میں
ہر[۷] سرِ مژگاں ہے آنکھوں میں ہماری خار نت

خواب ہی میں دیکھناں اسکا ہوا[۸] مشکل سراج
بس کہ رہتا ہوں خیالِ یار میں بیدار نت

---

۱ گلنار۔ ۵۸۴ا ۲ پیو اوپر انجھواں۔ س ۳ پاس رکھتا ہوں خیال نازنیں بیدار نت۔ س ۴ ہے میرا۔ ۵۸۴ا

۵ بچن۔ س ۶ س میں یہ شعر زیادہ ہے سہ مجھ دلِ بسمل کوں ہرگز طاقت پرواز نیں ٭ کیا کرے حائل ہے اس کوں ہجر کی دیوار نت

۷ پلک سلتی ہے مجھ انکھیاں میں ہو کر خار۔ س ۸ وجانِ تندخو قتل شہیداں پر سراج ٭ کھینچا ہے ابروے خمدار کی تلوار نت۔ س و ۳۹۱ا

۹ مجھے مشکل ہوا۔ س و ۳۹۱ا۔ ان میں یہ مقطع نہیں ہے۔

۷

یک رنگ ہو گل چمن صلح[1] و جنگ ہوت　　رعنا مزاج شوخ عجائب دوزنگ ہوت ۷۶۲
آنکھیں مری سفید ہیں رونے سیں رنگ زرد　　کاکل سیاہ سبز[2] قبا سرخ رنگ ہوت
ہم بے کسوں کوں شعلہ حسرت میں مت جلا　　اے برق ناز[3] خرمن ناموس و ننگ ہوت
ہیں دین و دل نثار کیا چاہتا ہوں آج　　جاتا کدھر ہے کافر شہر فرہنگ ہوت

امیدوار شعلہ دیدار ہے سراج
کہ شمع رو کوں میری طرف سیں پتنگ ہوت

۸

جس کوں ہوا ہے آئینہ دل خیال دوست　　روشن ہے[4] اس کی چشم میں نور جمال دوست ۷۶۷
دانہ دکھا کہ مجھ کوں کیا دام میں اسیر　　آخر ہوا ہے آفت جاں خط و خال دوست
مہندی[5] کا رنگ نہیں ہے کف پائے یار پر　　خون جگر ہوا ہے مگر پائمال دوست
میرے مذاق جان میں ہے قند اور[6] نبات[7]　　پایا ہوں جب سیں لذت شیریں مقال دوست
دیکھا ہوں سب طرف نگہ امتیاز سیں　　کوئی دوسرا نظر نہیں آیا مثال دوست

[1] صبح جنگ ۔ ک　[2] سرخ قبا، سبز رنگ ۔ ح　[3] تار ۔ ح　[4] رہیا ۔ ح

[5] رنگ حنا نہیں ۔ س　[6] و ۔ ح　[7] نبات تلخ ۔ ک ۔

اے پاک باز گلشنِ آئینہ سیر کر گر تجھ کوں آرزو ہی کہ پاوٗں وصال دوست

ساقی بغیر جُرعہ مے تلخ ہے سراج
کھاتا ہے شیشہ خونِ جگر بے جمال دوست

۹

۷۷۴ بس کہ شیریں ہے ترے نرگسِ خودکام کی بات تلخ ہے ذائقہ گوش کوں بادام کی بات
شعلۂ آہ سیں گلشن کوں جلا ڈالوں گا بلبلوں سیں نہ کہو دلبر گلفام کی بات
جب سیں ہے یاد مجھے حرف کتاب وحشت مجھ کوں خاطر سیں فراموش ہے آرام کی بات
قصۂ عشق کا مشتاق ہوں کوئی مجھ کوں سناؤ نسخہ لیلیٰ و مجنوں ہے مرے کام کی بات
گردش نرگس ساقی کی صفت مجھ سیں پوچھ خوشنما ہے لب جمشید ستی جام کی بات
وصل کے دن شب ہجراں کی حقیقت مت پوچھ بھول جاتی ہے مجھے صبح کوں پھر شام کی بات

اے سراج آتش غیرت سینی جل جاوے گی
تو نہ کہہ شمع سیں پروانۂ خودکام کی بات

۱۰

۷۸۱ عاشق بے جاں کوں جاناں پاس آنا کیا سکت آ کے دام دوستی میں پھر کہ جاناں کیا سکت

لہ پاوے۔ س ٹہ پیو باج بزم عیش نہیں ہے اے سراج۔ س تہ نہ پوچھ۔ ک کہ گا۔ ۵ ۶ ا ۷ بدنام۔ ک

گرچہ نقاشی میں لاثانی ہے مانی کا قلم — لیکن اس کے ناز کی صورت بناناں کیا سکت
گرچہ[1] محبوبانِ نرگس چشم ہیں مغرورِ حسن — شوخ کی آنکھوں سیں آنکھوں کوں ملاناں کیا سکت
عشق کے نامحرموں کوں زورِ عقلِ خام سیں — نکتۂ سربستۂ اسرار پاناں کیا سکت

کیا ہوا گر روح بخشی کار عیسیٰ تھا سراج
عشق کے خنجر کے مارے کوں جلاناں کیا سکت

۱۱

۴۸۶ کہاں جاتے[2] ہوا ے جادو نین ہوت — ہماری بات سن اے من ہرن ہوت
غزل خواں ہے ترے بن بلبلِ دل — تغافل مت کر[3] اے گل پیرہن ہوت
ہوا ہوں ناتواں جیوں تار باریک — شتاب آ مو کمر نازک بدن ہوت
کہو مجنوں کوں بول احوال اپنا — کہ ہم بھی بے وطن ہیں بے وطن ہوت

---

[1] جگ کے جادو نین ہرچند۔ ۳۹۱ و ۲ س میں یہ غزل نہیں ہے ۳۹۱ میں یہ شعر زیادہ ہیں ۔

بس کہ استاد ہلالی ہے خم ابروئے یار — دلبری کا علم اب اسکوں سکھاناں کیا سکت
گنج مخفی میں رکھا ہوں چین سیں بھر کر — دل کے پاکی بن کسی سوں دل لجاناں کیا سکت

[2] جاتا ہے س [3] اب اے گلبدن ۔ س ۔ [4] بال سوں باریک غم ہیں ۔ س ۔

مناسب[1] نہیں ہے اتنی ترش روئی　　تبسم کر ارے شیریں سخن ہوت

کہا قاتل[2] نے مجھ کوں مہرباں ہو

سراج بسملِ خونیں[3] کفن ہوت

۱۲

ہے[1] وحشتِ دل، دامنِ صحرائے قیامت　　روشن ہے مری آہ سیں غوغائے قیامت ۷۹۲

ہر[2] اشک تیرے ہجر میں طوفان بلا ہے　　جاری ہے مری[3] چشم سیں دریائے قیامت

اے سروِ گلستانِ ادا، راست ہے یہ بات　　ہے پست ترے قد سیتی بالائے قیامت

تم[4] جلد اگر آؤ تو بہتر ہے وگرنہ　　بیتاب ہوں میں کاش کہ اب آئے قیامت

اے جان سراج آج دکھا جلوۂ دیدار

ہے وعدۂ فردا مجھے فردائے قیامت

---

[1] ۱۳۹۱ا و مس میں اس کے بعد یہ دو شعر زیادہ ہیں ؎

کہاں ہے مشتری طالع پیارا　　ہماری فال دیکھ اے برہمن ہوت

خبر لے دردمندوں کی شتابی　　نہ کر توں سخت دل اے دل کٹھن ہوت

[1] ظالم۔ مس [2] خونی ۱۵۸۳ا [1] تجھ باج ہے دل ۱۳۹۱ا [3] ہے ۔ک [3] تری ۔ک ۔ میرے اشک ہیں

[4] پیو آج اگر آوے ۱۳۹۱ا [5] اپنے درس کوں ۱۳۹۱ا ۔

۱۳

کہاںؔ ہے وہ سجن ہیہات ہیہات لیا ہے جس نے من ہیہات ہیہات ۷۹۷
نظر آتا نہیں مجہ کوں سبب کیا مرا نازک بدن ہیہات ہیہات
جدائی نے تیری مجہ سیں لیا ہے قرار جان و تن ہیہات ہیہات
گلِ داغ جدائی سوں مرا دل ہوا رشکِ چمن ہیہات ہیہات
لیا ہے مجہ سوں ہوش و صبر و آرام دیکھا دونو نین ہیہات ہیہات
تغافل کیوں روا رکھتا ہے مجہ پر وو شوخ من ہرن ہیہات ہیہات
سراجؔ اس عالم نا قدرداں میں
نہیں قدرِ سخن ہیہات ہیہات

لہ از ۳۹۱ لو -

ردیف ٹ

ا

گل رخوں نے کئے ہیں سیر کا ٹھاٹ[۱] گلشن آباد کا بھرا ہے ہاٹ ۸۰۴
تیغ ابرو سیں میں شہید ہوا اس سروہی کا کیا بلا ہے کاٹ
دل میں آ، راہ چشم حیراں سیں کھل رہے ہیں مری پلک کے پاٹ
زہر ہیں اس کوں نعمتِ الواں لذتِ عشق کی جسے ہے چاٹ
نہیں[۲] اثر تیر آہ کوں اس میں دلِ سنگیں ترا ہے لوہا لاٹ
پنجۂ عشق کے شکنجہ سیں میں ہوا شش جہت میں بارہ باٹ
اے سراج اشک[۳] کے چراغوں کوں
نئے[۴] مژگاں سیں ہم نے باندھے ٹھاٹ

---

[۱] کشور دل سوں عقل کی ہے نھاٹ ؛ دیکھ کر لشکر جنوں کا ٹھاٹ ۔ س کشور من ۱/۲۹۱ و
[۲] س و م ۱/۲۹۱ میں اس کے بعد ذیل کے تین شعر زیادہ ہیں ۔

گلبدن لطف کا لگا مرہم خارِ غم سوں گیا کلیجہ پھاٹ
عقل کوں بیچ عشق کوں لے مول دیکھ جا کر پرت نگر کا ہاٹ ہاٹ
اشک کے قافلے چلے ہیں اتر ہیں انکھیاں میری نربدا کا گھاٹ

[۳] اسکے بعد س و م ۱/۲۹۱ میں یہ شعر زیادہ ہے ۔ اے صنم کر بہری نذر کوں قبول ؛ تجہ قدم پر رکھا ہوں سر کوں کاٹ
[۴] اس کوں نیں ہے ذوق شکر ۔ س و م ۱/۲۹۱ ؛ شہ جس کوں کچھ عشق کی لگی ہے چاٹ س

ردیف۔ ث

۱

۸۱۱ اب تلک اس یار نے رُخ نہیں۱؎ دکھایا الغیاث
عشق۲؎ کی آتش کے شعلے نہیں بجھایا الغیاث

یک بیک اپنی جھلک بتلا کہ پنہاں ہوگیا
ٹک۳؎ چھلاوا سا دکھا کر پھر چھپایا الغیاث

سخت بے مہری سیں اُس خورشید مہ رخسار نے
درد و غم کی دھوپ میں مجھ کوں جلایا۴؎ الغیاث

دلبر آئینہ رُو نے طوطی دل کوں مرے
بات ان۵؎ میٹھے لبوں کی نہیں سنایا الغیاث

حسن کے مکتب میں اس کی ابروئے خوں ریز کوں
کج ادائی کا سبق کس نے پڑھایا۶؎ الغیاث

۱؎ نیں۔ کھ۔ س ۲؎ ہجر کی آتش۔ س ۳؎ کھ۔ ک ۴؎ تپایا۔ س ۵؎ اُس۔ س ۶؎ سکھایا۔

قتل عاشق پر چڑھا کر آستیں دامن کوں باندھ
ہات میں شمشیر[۱] لے وو شوخ آیا الغیاث
آتشِ حسرت[۳] میں جیوں پروانہ جلتا ہے[۲] سراج
شمع رُو نے رازِ دل اس کا نہ پایا الغیاث

۲

مجھے[۵] مت ڈرا اے ستمگر عبث ہر ایک آن مت کھینچ خنجر عبث ۸۱۸
میری نبض دل میں رہا نہیں ہے خون تو مت مار مژگاں کے نشتر عبث
جسے فرش الماس کا[۶] ذوق ہے اسے خواب مخمل کا بستر عبث
تیرے[۷] لعل لب میں ہے آبِ حیات[۸] پھرا جستجو میں سکندر عبث
ہماری شہادت کا بے جا ہے عزم نہ کر دامنِ پاک کوں تر عبث
نہیں[۹] شعلہ رُو کوں خبر اے سراج
کیا آگ میں گھر سمندر عبث

---

۱ خنجر کمر۔ س ۲ غم سوں پروانہ من ہر چند جلتا ہے سراج۔ س ۳ حیرت۔ ک ۴ تپتا۔ ک
۵ س و ۱۳۹۱ میں مطلع یہ ہے — نہ کر جور مجھ پر ستمگر عبث ؛ ستم کا توں مت کھینچ خنجر عبث۔ دوسرا شعر یہ اضافہ ہے —
لگے بے مزہ مجھ کوں شان عسل ؛ ترے لب مقابل ہے شکر عبث۔ ۶ میں۔ ک
۷ ۱۴۸۵ میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے — نہیں برق کو جس گلی میں گزار ؛ نہ جا اس طرف اے کبوتر عبث
۸ س کا اضافہ شعر — مجھے کیا ہے محبت تری ؛ مرے چہرۂ زر وا نگے عبث
۹ س و ۱۳۹۱ کا مقطع — ہر ایک بیت موتی کی لڑ ہے سراج ؛ نہ لا مجھ انگے سلک گوہر عبث۔

ردیف ۔ ج

۱

میرے[1] آنسو ہیں موتیوں کے گنج ۔۔۔ ہے ترازوئے دیدہ گوہر سنج
عشق بازی میں نہیں ہے اور بساط ۔۔۔ دل کوں کرتا ہوں مہرۂ شطرنج
جو رضا میں ہیں جاں بجی تسلیم ۔۔۔ سب برابر ہے اسکوں راحت و رنج
کاکل[2] خم بہ خم نے ظالم کے ۔۔۔ دلِ عشاق کوں دیا ہے شکنج

اے[3] سراج آنسوؤں کے پانی سیں
ہوئی ہے لبریز چشم کی کارنج

۲

شربتِ لطف یار گل رو آج ۔۔۔ دلِ بیمار[4] کوں ہوا ہے علاج

---

[1] جب سوں پایا ہوں میں سخن کا گنج ؛ طبع میری ہوئی ہے گوہر سنج ۔ س و ۱۳۹۱ ا
[2] زلف تیری نے اے پری پیکر ۔ س و ۱۳۹۱ ا ۔ [3] س و ۱۳۹۱ میں یہ شعر اضافہ ہے۔
ماہ رو کوں کیا ہوں میں تسخیر ؛ شبِ ہجرت کا بس کہ کھینچا رنج ۔ [4] ہمارے ۔ ک

پادشاہ[1] سریر الفت کوں — اس کا نقش قدم[2] ہے سر کا تاج

جب سیتی جلوہ گر ہے وو ظالم — ہر طرف ظلم کا ہوا ہے رواج

تو شہنشاہ ملک خوبی ہے — خوبرو کیوں نہ دیویں تجھ کوں خراج

سرو قامت کوں بھر نظر دیکھا — قمری دل کا ہے یہی معراج

گرم خوئی تجھے[3] مناسب نہیں — دل مرا[4] بس کہ آتشی ہے مزاج

شمع رو کے جمال[5] کوں ہر[6] شب

دل کی فانوس میں کیا ہوں سراج

---

۱ خسروی ملک عشق کی پایا ؛ نقش پا کوں ترے کیا ہے تاج ۔ س

اس کے بعد یہ دو شعر اضافہ ہیں

پھول کی سیج نیش عقرب ہے ؛ شب ہجرت میں اے صنم تجھ باج ۔

شغل تیر افگنی ہے جب سوں اسے ؛ لخت دل کوں کیا ہوں میں آماج ۔ ۲ کا ؛ ح

۳ سوں ست مل اے جاناں ۔ س

۴ ہمارے کو آتشی ہے مزاج ۔ س ۔ مرے کا ۔ ح

۵ خیال ۔ س و ۳۹۱ ا ۶ ہرگز ۔ س و ۳۹۱ ا

۳

۸۳۷ دل مرا تجھ چشم[1] کی گردش سیں ہے بیمار آج
اے طبیب مہرباں دے شربت دیدار آج

عقدۂ مشکل کوں حل کر کھول زلفوں[2] سیں گرہ
نہیں[3] تو یہ عقدہ میرے پر ہے نپٹ دشوار آج

برہمن[4] کوں رشتۂ زنار کی حاجت نہیں
دام زلف[5] یار ہے اس کے گلے میں ہار آج

کل[6] مطالع میں کیا تھا اس کے خط کا حاشیہ
مدرسے میں دل کے ہے اس درس کی تکرار آج

---

۱ کے مانند ہے بیمار آج ۔ س ۔　۲ زلفاں سوں ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۳ چھوٹنا تجھ غم کے پھاندے سوں ہوا دشوار ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۴ اس کے بعد "س" میں ایک شعر زیادہ ہے ۔ پھر دفع چشم بد تجھ پر ہیں اے خورشید رو ؛ آسماں موتی ستاروں کے کیا ایثار آج

۵ تری زلف کا ہے گل میں اُس کے ہار ۔ س و ع ۳۹۱ ا

۶ پیو کے خط کا حاشیہ دیکھے ہیں شاید عاقلاں ؛ ہر مدرسہ میں کئے اس درس کا تکرار آج ۔ س

ہجر میں اُس شوخ گل رخسار کے بے تاب ہوں
ہے[1] سر مژگاں مری آنکھوں[2] میں نوک خار آج

جلوہ گر ہے ہر طرف عکس رخ جاناں سراج
مجھ نظر میں آرسی ہے ہر در و دیوار آج

۴

۸۴۲ اپنا جمال مجھ کوں دکھایا رسول آج — عاجز کی التماس کوں کرناں قبول آج
اے مہرباں طبیب شتابی علاج کر — تیرے برہ کے درد سیں[3] ہے دل میں سول آج
مرہم ترے وصال کا لازم ہے اے صنم — دل میں لگی ہے ہجر کی برچھی کی ہول آج
گلرو[4] بغیر خانۂ بلبل خراب ہے — مرجھا رہا ہے صحن گلستاں میں پھول آج
بے فکر ہوں عذاب قیامت سیں اے سراج
دین محمدی کوں کیا ہوں قبول آج

۵

۸۴۸ لب گلرو پہ عیاں ہے خط ریحانی آج — مور کوں ہات لگا ملک سلیمانی آج

[1] ہر سر مژگاں ہے مجھ ۔ ک [2] انکھیاں ۔ س
[3] سن ۔ س و ۳۹۱/۱ ا ۔ [4] پیو باج بزم بلبل نالاں خراب ہے ۔ س

حلقۂ گیسوئے[1] مشکیں کو دے ہو بکھرا (بھرا) — کیوں نہ حاصل ہوے مرے دل کوں پریشانی آج

دیکھناں یار کے چہرے کوں نہیں طاقت غیر — چشم عشاق کی ہے اس کوں نگہبانی آج

خونِ دل بادہ گلرنگ، غذا، لختِ جگر — غم کے گھر میں ہے مرے عیش[2] کی مہمانی آج

دیکھ کر تجہ لبِ یاقوت نما کی سُرخی — خوں ہوا رشک ستی لعل بدخشانی آج

خوبرویوں[3] نے دیے تجہ کوں خراج اے شہِ حسن — ملک خوبی میں مگر نہیں ہے تیرا ثانی آج

شُعلہ رُو چہرہ زریں ستی آتا ہے سراج

خانۂ دل میں لگی آتشِ پنہانی آج[4]

---

[1] زلف کوں کھولا ہے سجن عارض پر ۳۹۱ [2] سلیمانی ۔ ک [3] جگ کے خوباں ۔ ۳۹۱

[4] ۳۹۱ کے اضافہ اشعار ۔

اے سجن شربت دیدار نہ کر اُس میں دریغ — نشۂ وصل کوں نیں غیر انجو پانی آج

کیونکہ تصویر ترے ناز کی کوئی کھینچ سکے — دیکھ حیران ہوا ہے قلم مانی آج

ردیف - چ

۱

۸۵۵ سیر ہے دل کوں ان آنکھوں کے خیالوں کے بیچ نرگستاں ہے دیوانے کوں غزالوں کے بیچ
سودۂ لعل ہے ہر اشک میرا آہوں سیں[۱] تنگ رنگ گلگوں سیں عجب زیب[۲] ہے نالوں کے بیچ
مار رکھتے ہو مجھے دور سیں پلکیں دکھلا ضرب بندوق کا ہے کام یہ بھالوں کے بیچ
چوٹ دل کی ہے جسے کب ہے اسے وجد و سماع ہے اثر درد کے کم ہونے کا حالوں کے بیچ
فوج بلبل کے پھسانے کوں بس ایک لٹ اسکی روغن گل ہے تری زلف کے بالوں کے بیچ
خوف کر عاشق مے خوار سیں اے صوفی خشک مست ہو جائیگا دو چار[۳] پیالوں کے بیچ

جل گیا شعلہ دیدار سیں پروانہ سراج
ہم تو اب لگ ہیں برہ آگ کی جھالوں کے بیچ

---

۱ سیں ۔ ک   ۲ زیب ۔ ح

۳ دو چار ہی ۔ ک

ردیف۔ ح

۱

آنکھوں[۱] میں بے خبر کے ہے ہر چند جائے صبح — تجھ رُخ کے سامنے ہے مکدر صفائے صبح ۸۶۲

دل آرزوے وصل میں اُس[۲] رشک ماہ کے — کرتا ہے آہ نیم شبی و دعائے صبح

وو مثل آفتاب جہانگیر ہے مدام — جس[۳] پر ہوا ہے سایۂ بال ہمائے صبح

تجھ حسن کے[۴] سبب سیتی روشن ہوا ہے دل — خورشید کے قدم کے سبب ہے ضیائے صبح

مجھ چشم خوں نگار میں اُس[۵] شوخ رکھ قدم — جب لگ حنائے[۶] نور سیں رنگیں ہے پائے صبح

مہتاب[۷] رو تیری طرف آیا ہے لے سراج

دیناں پڑا ہے آج تجھے خوں بہائے صبح

---

۱ ہر چند بے خبر کی انکھیاں میں ہے جائے صبح ؛ تجھ حسن کے انگے ہے مکدر صفائے صبح۔ س

۲ تیرے اے ماہ رو۔ س ۳ مراد پر ہے۔ س ۴ کی جھلک۔ س ۵ یکبار۔ س ۶ صبا کے

۷ تیرا یہ شعر بس کہ گہر سنج ہے سراج ؛ لے آب اس انگے ہے دُر بے بہائے صبح۔ س

۲

۸۶۹ اس[1] کے رخ سیں ہوئی ہے تاباں صبح — کیوں نہ ہوئے رشک سیں پشیماں صبح
میرے رونے سیں یار ہنستا ہے — اشک شبنم ستی ہے خنداں صبح
ہے[2] ترے حسن کی تجلی دیکھ — پیرہن چاک تا گریباں صبح
بس کہ مقبول ہے دعائے سحر — ہے مجھ آنکھوں میں نور ایماں صبح

اے سراج آفتاب رو آیا
ہے میرے گھر میں آج مہماں صبح

۳

۸۷۴ مت کرو ہم سیں زرگری کی طرح — یہ نہیں بندہ پروری کی طرح
دل لیجاتے ہو اک تبسم میں — خوب سیکھے ہو دلبری کی طرح
تھرتھراتا ہے ہر سحر سورج — دیکھ تجھ چہرۂ زری کی طرح
دل ہمارا ہے لعل بے قیمت — کر پسند اس کوں جوہری کی طرح
گرچہ میری نظر سیں پنہاں ہو — شیشۂ دل میں ہو پری کی طرح

---

[1] مکھ سیں ترے ہوتی ہے۔ ۳۹۱ ا [2] یہ۔ ک

سرو کو آرزو ہے ڈھولوں[1] کی		تم سیں[2] لایا ہے ہمسری کی طرح
شکر للہ کہ سرو قد کے طفیل		دل نے پایا صنوبری کی طرح
نرگس باغ نے کہاں پائی		یار کی چشم عبہری کی طرح

ورد کر اے سراج نام علی
یاد رکھ عشق حیدری کی طرح

---

[1] دیکھنے کی ۱۳۹۱ ا		[2] ییوسیں ۱۳۹۱ ا

ردیف ۔ خ

۱

۸۸۳ سرِشکِ سُرخ سیں میرے ہے چشمِ گریاں سُرخ — مثالِ کلکِ مصور ہے موئے مژگاں سرخ

لکھا ہوں دلبرِ رنگیں کوں عرضئ احوال — کیا ہوں خونِ جگر سیں تمام افشاں سرخ

اگر یہ دیدۂ پرخوں میرے کا عکس پڑے — عجب نہیں ہے اگر ہوئے آب طوفاں سرخ

کیا ہے بس کہ وو گلرو نے عاشقوں کوں شہید — ہوا ہے صحنِ چمن کی مثال میداں سرخ

دلِ سراج میں پھولے ہیں آج گل لالہ

ہوا ہے داغِ محبت سیں یہ گلستاں سُرخ

۲

۸۸۴ تیرے ابرو کی عجب بیت ہے حالی اے شوخ

جس میں ہے مطلب دیوان ہلالی اے شوخ

---

[1] ہیں۔ک [2] ہیں۔ک [3] ہو کے۔ ۳۹۱ا [4] شوخ کوں کتوب کر انکھاں کی مہر ۳۹۱ا

[5] بس کرا ہے خونِ دل۔ ۳۹۱ا [6] چمن کی سیر کوں مت جا دل سراج میں آ ۳۹۱ا [7] ہے۔ک

گوہرِ اشک کوں ہے حلقہ بگوشی کا خیال
گر لگے ہات تیرے کان کی بالی اے شوخ

روح فرہاد بھی خوش ہو کہ مٹھائی بانٹے
گر سنے تجھ لب شیریں ستی گالی اے شوخ

جب سیں دیکھی ہے[1] خطِ سبز میں تیرے لب سُرخ
تب سیں سبزے میں چھپی پان کی لالی اے شوخ

شہر میں الفت صحرا ہے مجھے دامن گیر
کیا قیامت ہیں تری چشمِ غزالی اے شوخ

مسند مطلب دل پر میرے کر مہر قبول
منصب لطف کا منگتا ہوں بحالی اے شوخ

بس کہ تصویر تری نقش کیا دل میں سراج
پردۂ چشم ہے فانوس خیالی اے شوخ

۲

۸۹۵ محبت[2] کا جلا سوزاں ہے اے شوخ   برہ کے درد سیں نالاں ہے اے شوخ

---

[1] ہیں ۔ ک ۔ [2] از س و، ۳۹۱ ا

ترے سر دیکھ چیرہ زعفرانی — لبِ زخمِ جگر خنداں ہے اے شوخ
انجھو کے پھول انکھیاں[1] سے جھڑے ہیں — مرا دامن بہار افشاں ہے اے شوخ
لکھے ہیں اس میں آیات محبت — مرا دل ہیکل قرآں ہے اے شوخ
مثالِ عید ہے اک دید تیری[2] — ہمارا[3] جان و دل قرباں ہے اے شوخ
صفحہ[4] پر دل کے ہے مشق تصور — عجب تیرا خطِ ریحاں ہے اے شوخ
تو آیا جب نظر انجھو ہوئے بند — سرج انگے شہا پنہاں ہے اے شوخ

سراج از بس کہ کھایا ہجر کا تیر
پلک آنکھوں[5] میں جیوں پیکاں ہے اے شوخ

---

[1] جھڑتے ہیں جداں سوں ۔ س (آنکھاں سیں ص۳۹۱ ا)

[2] تیرا ۔ س [3] دل وجاں جس اوپر ۔ س [4] صفے ۔ س

[5] انکھیاں ۔ س ۔

ردیف-د

۱

تجھ جدائی میں اے بہارِ مراد — خوب[1] لگتی نہیں چمن کی یاد ۹۰۳
نظر آتا[2] ہے قد ترا مجھ کوں — سرو آزاد گلشن ایجاد
نہیں حقیقت میں حسن و عشق جدا — طوق قمری ہے طرۂ شمشاد
کیا کرے گا بیاضِ نرگس کوں — تیری[3] آنکھوں کا جس کوں ہوے سواد
دل ہمارا ہے مرغ دست آموز — رحم[4] لازم ہے اس پہ اے صیاد
بسمل غم کوں سیر گلشن میں — برگ سوسن ہے خنجر جلاد
کیوں نہ مجھ کوں گلاوے عشق ترا — جس کی گرمی سیں موم ہے فولاد
آتش عشق نے صنم کی کیا — خاکساروں کی آبرو برباد

---

[1] دل میں آتی - س - مجھ کوں آتی نہیں - عہ ۳۹۱ - ا - [2] قد ترا مجھ نظر میں دستا نیں - س (ہے - عہ ۳۹۱) [3] جس نے پایا ہے تجھ انکھیاں کا - س (تری آنکھاں کا مراد سواد - عہ ۳۹۱ ا)

[4] اس پہ بے رحم مت ہو - س و عہ ۳۹۱ - ا -

شعلہ[1] رو نے جلا کہ راکھ کیا
نہ سُنا کُئی سراج کی فریاد

۲

۹۱۲ ہے میرے دل کوں حرفِ غمِ اضطراب یاد — گویا کہ مرثیہ کا کیا ہے[2] جواب یاد
کب بھولتا ہوں اس کوں[3] بہشتِ وصال میں — ہے دوزخِ فراق کا مجھ کوں عذاب یاد
پلکوں کی انگلیوں سیں کیا ہوں شمار اشک — سرکار عشق کا ہے مجھے سب حساب یاد
دیکھا ہے جس نے مصرعہ موزونِ قدِ یار — دیوان حسن کا ہے اوسے انتخاب یاد
کوئی عقدہ نہیں رہا ہے مطوّل میں زلف کے — دل کوں مرے ہے نوک زباں یہ کتاب یاد
لذت شبِ وصال کی مت پوچھ صبح کوں — رہتا نہیں فجر کوں مجھے شب کا خواب یاد

مجلس میں شمع رو کی ہے پروانگی اوسے
شعرِ سراج جس نے کیا بے حجاب یاد

۳

۹۱۹ خاک ہوں اعتبار کی سوگند — مضطرب ہوں، قرار کی سوگند

۱؎ شعر شیریں کی خسروی ہے اسے ۔ کیوں نہ بولیں سراج کوں فریاد۔ ص ۹؍۳۹۱ ا۔ ۲؎ ہوں۔ک۔ ۳؎ کے بہشت وصال کوں۔ک۔

مثل آئینہ پاک[1] بازی ہیں　　صاف دل ہوں غبار کی سوگند

حوض کوثر[2] سیں پیاس بجھتی نہیں　　اوس لب آب دار کی سوگند

رو برو[3] ہے مجھے خیال ترا　　دلِ آئینہ دار کی سوگند

معتبر نہیں جمال ظاہر کا　　گردشِ روزگار کی سوگند

غیر دیدار اور[4] مطلب نہیں　　مجہ کوں بوس و کنار کی سوگند

زندگی اے سراج[5] ماتم ہے
مجہ کوں شمع مزار کی سوگند

۴

محمور چشموں کی تبرید کرنے کوں، شبنم ہے سرداب، شوروں کی مانند ۹۲۶

روپے کے نہالے سفیدی ہے نرگس کی زردی ہے زر کے کٹوروں کی مانند

دل اپنی سرخ ان حجازیوں نے عاشق کے لوہو سے رنگیں کئے ہیں

بے خود ہو کہتا ہوں کیا خوب لگتے ہیں میرے کلیجے کے توروں[6] کی مانند

۱؎ شوق میں اس کے۔ س۔ ۲؎ تشنگی وصل کی ہے مجہ نس دن س۔ مجہ کوں سدا ۱۳۹۱ ا۔ ۳؎ س و ۱۳۹۱ ا میں یہ دو شعر اضافہ ہیں۔ جوش وحدت ستی انا الحق بول۔ دل ہے منصور درد کی سوگند۔ تجہ تصور سوں دل ہوا تصویر۔ حیرت انتظار کی سوگند ۴؎ نیں ہوں میں طالب۔ س۔ ۵؎ معتبر نہیں جمال ظاہر کا سراج۔ گردش روزگار کی سوگند۔ ۶؎ کوروں۔ ک۔

اے دستِ مشاطہ توں جب سیں پہونچا ہے اس زلفِ مشکیں کی شانہ کشی کوں
عاشق کی آہوں کے، الجھاف رشتوں میں گرہاں ہیں[1] انگلی کی پوروں کی مانند

یہ تنگی، انہوں کے دہن کی، نہ پاوے گا اپنے گریباں میں سر کو نوانوں
اے غنچہ باغی ہو مہتاب رویوں سیں مت خندہ پن کر چکوروں کی مانند

دل کے خزانے سیں، شاید لیجاوے گا، جی کے جواہر کوں عیاریوں سیں
ہر دم خیال اوس کا انکھوں کے روزن سیں، تا ہی چھپ چھپ کے چوروں کی مانند

غم کے پہاڑوں کوں سر پر اٹھائے ہیں، وحشت کے بنجوں سیں آہوں نے میری
دل کے اکھاڑے میں اب کون ہم سر ہے ان پہلوانوں کے زوروں کی مانند

پروانہ رنگوں کے، عرسِ جدائی میں، سیرِ چراغاں ہے[2] جانِ سراج آج
روشن فتیلے ہیں، آہوں کے شعلوں کے سینے میں کورے سکوروں کی مانند

—— ۵ ——

۹۲۳ جن نے کیا ہے راکھ لگا کر بدن سفید — پھرا ہے بر میں اس نے عجب پیرہن سفید
بے بو ہو ہے بس کہ وو زلفوں کی[3] شرم سیں — ہوئے کیوں نہ رنگ اصلی مشکِ ختن سفید

[1] کرتا ہوں۔ ک — [2] ہیں۔ ح — [3] زلفاں۔ س۔

مہتابِ[1] رو کی یاد میں جو کوئی کہ جی دیا — گل چاندنی سیں اس کوں بنانا کفن سفید
اس سبز خط کے غم سیں ہوا ہوں تمام زرد — کرتا ہوں اشک سرخ سیں رو رو نین سفید
اس گلبدن کے وصف کے لکھنے کوں اے[2] سراج
درکار ہے صحیفۂ برگِ سمن سفید

۶

پُرخوں ہے جگر لالۂ سیراب کی سوگند — رنگینیٔ داغِ دل بے تاب کی سوگند ۹۳۸
تصویر ہے تجھ یاد سیں آئینۂ دل آج — حیرت وحشیٔ دیدۂ بے خواب کی سوگند
ہے کعبہ مقصود مجھے وو خم ابرو — اے شوخ مجھے مسجد و محراب کی سوگند
سرسبز ہے آنسو سیں[3] مرا[4] گلشنِ امید — ہے مجھ کوں مرے[5] دیدۂ پُرآب کی سوگند
احوال[6] سراج آکہ برہ آگ میں توں دیکھ
بے طاقت و بے تاب ہے سیماب کی سوگند

۱؎ چندر مکھی کی یاد میں جو کوئی جیو دیا۔ س؛ بم ۳۹۱ ا۔ ۲؎ ترا۔ س و بم ۳۹۱۔ ا۔ ۳؎ انجھواں سوں۔ س۔ ۴؎ میرے۔ بم ۲۹۱۔ ا۔ ۵؎ اپنی۔ س۔ ۶؎ احوال مرا دیکھ کے مانند سراج آج۔ بے تاب ہوں تجھ ہجر میں سیماب کی سوگند۔ س و بم ۳۹۱۔ ا۔

۷

۹۴۳ اب تلک رخ[1] ہے ترا خط سیں معرا بے دود — مثل آئینۂ خورشید مصفا بے دود

لذتِ میوۂ فردوس کا نہیں ذوق اسے — جس نے پایا ہے ترے لب ستی حلوا بے دود

پیچش آہ نے باندھا ہے مرے دل میں غبار — کون کہتا ہے کہ ہے آتش سودا بے دود

کیونکہ وو یوسفِ گل پیرہن اس سوز کوں پائے — ہے کبابِ دلِ بریانِ زلیخا بے دود

بے[2] دماغی کوں تری دیکھ کر اے جانِ سراج
شمع یاں خوف سیں جلتی ہے سراپا بے دود

۸

۹۴۸ نہیں[3] ہے خوف تجھے اب کہ بہر دفع گزند — جگر ہے مجمر و دل ہے شرار و داغ سپند

شب فراق میں رونے سیں گئی ہے بینائی — چراغ نور نظر آستیں سیں ہے گلہ مند

ہے[4] جب سیں اوس صنم خود نما کوں ذوق شکار — ہوا ہے دام میں جوہر کے صید آئینہ بند

نہ جانوں کون سے شمشاد کا ہے دیوانہ — کہ طوق فاختہ ہے سرو کے گلے میں کمند

۱۔ مکھ ع ۳۹۱ ۔ ا ۔ ۲۔ بد دماغی ع ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ مرے سینے میں گذر کر ۳۹۱ ا ۔ ۴۔
خیال زلف صنم سوں اسے ہے عرصہ اک ۳۹۱ ا ۔

نہ تھا جو سوزنِ عیسیٰ سستی علاج پذیر
کیا ہوں چاک جگر، تارِ آہ سیں پیوند

دکھالے آئینہ رواب ترا لب و رخسار
علاج طوطی و بلبل نہیں بجز گلقند

اگرچہ خاک قدم[۱] ہے وو[۲] شمع رو کا سراج
کیا[۳] ہے دود جگر لیکن آسماں سیں بلند

۹

ہم[۴] ہیں مشتاق جواب اور تم ہو الفت سیں بعید
نقد دل گر تم کوں پہونچا ہے تو بھجوا دو رسید ۹۵۵

باغ میں ہم مر گئے محروم وصل گلبدن
ہیں ہمارے آج پھول اور بلبلوں کے حق میں عید

لشکر قلب صف عشاق میں ہے غلغلہ
یکہ تاز آہ کوں کس نے کیا ہے نارسید

حسن کوں ہے نقد ناز اور عشق کوں جنس نیاز
پھر عبث شکوہ ہے یہ سودا ہوا ہے خوش خرید

باغ سیں گلچیں چلا، تب بلبلوں نے غل کیا
حضرت گل کوں کیا جاتا ہے یہ کافر شہید

رہ نوردانِ جنوں کوں فتح باب فیض ہے
آبلوں کے قفل کو خار بیاباں ہے کلید

بت پرستوں کوں ہے ایمان حقیقی وصل بت
برگ گل ہے بلبلوں کوں جلد قرآن مجید

۱؎ زلوں پیو کے قدم کا مثل ۔ ع/۳۹۱ ا ۔ ۲؎ تو.ک ۔ ۳؎ گئی ہے آہ مری لیک آسماں سیں بلند ع/۳۹۱ ا ۔ ۴؎ یہ غزل ح کے حاشیہ پر درج ہے اور سراج کے قلم سے لکھی ہوئی بتلائی گئی ہے۔

نورِجاں فانوسِ جسمی سیں جُدا کب ہے سراج
شعلہ تارِ شمع سیں کہتا ہے مَن حبلُ الورید

۱۰

۹۶۳ بندہ ہوں دل سیں تیرا ہر آن یا محمدؐ — تجھ نام پر ہوا ہوں قربان یا محمدؐ
آسودگی ہیں تن کی ہے مجھ پو بخت مشکل — اپنے کرم سیں کرنا آسان یا محمدؐ
سیپارہ جگر میں آیت ہے یاد تیری — نازل ہے تجھ صفت میں فرمان یا محمدؐ
اُمید ہے ترے سیں محشر کے دن شفاعت — مجلس میں اپنی کر تو مہمان یا محمدؐ
تجھ ذات کے صفت میں لولاک حق نے بولا — ہے چشم دو جہاں کا تو جان یا محمدؐ
تجھ کوں کہیں تو احمد محمود کیں کہے ہیں — ہے اسم ذات تیرا رحمٰن یا محمدؐ
رکھتا ہے آس ہر دم تجھ سوں سراج کمتر
رکھ عافیت میں ثابت ایمان یا محمدؐ

۱۱

۹۷۰ خوں ہوں تجھ مکھ کے پھول کی سوگند — تجھ کرشمے کی ہوں[۱] کی سوگند

۱ پھول ۔ ک ۔

خاک ہوں پیو کے آستانہ کی
ہے جناب رسول کی سوگند

سُرمۂ چشم ہے وو خاک قدم
پیو کے قدموں[1] کی دھول کی سوگند

دل میں تجہ غم کا خار سلتا ہے
مجہ کلیجے کی سول کی سوگند

وصل کا ہے اُمیدوار سراج
مقصد با حصول کی سوگند

---

[1] چرنوں۔ س۔

ردیف ۔ ذ

۱

ہے عجب اس کے لب کی بات لذید   جیوں لگے شکر[1] و نبات لذید
اس زنخداں کی چاہ جب سیں ہے   نہیں مجھے چشمۂ فرات لذید
اس کوں لگتا ہے بے مزہ امرت   ہے جسے زہر تیرے[2] ہات لذید
جب سیں پایا ہوں ہجر کی لذّت   نہیں مجھے شربت حیات لذید
اے سراج آرزوئے[3] قند عبث
شعر تیرا ہے جیوں نبات لذید

۲

کیا ہوں جب ستی میں نام دلبر با تعویذ   نہیں[4] ہے تب ستی درکار دوسرا تعویذ

[1] اور ۔ ک ۔ [2] تیر ۔ بم ۳۹۱ ا ۔ [3] نہیں ۔ س ۔ [4] گلوئے دل مینیں درکار نیں دوجا س ۔ گلے میں جان کے بم ۳۹۱ ا ۔

مڑھا[1] ہوں آنکھ کے پردے میں تارِ مژگاں سات	وو قبلہ رو کی کیا ہوں میں خاکِ پا تعویذ
تپِ فراق کوں[2] شربت ہے وصل کا درکار	عبث اثر نہ کریگا مجھے دعا تعویذ
شہادت اس کی نگہ سیں ہے آرزو مجہ کوں	عجب نہیں جو کروں خاکِ کربلا تعویذ

نہیں ہے آتشِ دوزخ ستی او سے آسیب
سراج جب سیں کیا نام مصطفےٰ تعویذ

---

[1] اس کے بجائے س و ۳۹۱ ذ میں یہ شعر ہے۔ گلی کوں یار کے بولا ہوں قبلہ عاشق۔ بجا ہے گر ہے سریجن کی خاکپا تعویذ۔ [2] میں۔ س۔

ردیف ر

۱

۹۸۵ مجھ سیں تجھ عشق نے لیا یکبار — طاقت و عقل و صبر و ہوش و قرار

دل نے میرے کیا ہے اے گلرو — یاد تجھ زلف کی گلے کا ہار

رخ[۱] ترا نسخۂ گلستاں ہے — ہے خطِ سبز جدولِ زنگار

مکتبِ عشق کا معلّم ہوں — کیوں نہ ہووے درس یار کی تکرار

کھل گئے[۲] اوس کی زلف کے دیکھے — پیچ دستار زاہدِ مکّار

سیر کر باغ دل میں عاشق کے — ہجر کے داغ سیں ہے تازہ بہار

پردۂ چشم دل اگر وا ہووے — مظہرِ دوست ہے در و دیوار

روزۂ ہجر یار کرتا ہوں — شربتِ خون دل ستی افطار

---

۱ کہ۔ ع ۱۳۹۱۔ ۲ ع ۱۳۹۱ میں یہ شعر زیادہ ہے۔ شوخ صیاد دام زلف ستی۔
دل عشاق کو کیا ہے شکار۔

شوخ[1] آئینہ رو کے دیکھے بن
ہو گیا[2] ہے سراج جل کے غبار

(۲)

جب[3] سیں گلے میں یار کے ہے نو بہار ہار — بے اختیار ہو کے میں کہتا ہوں ہار ہار ۹۹۴
عالم[4] کے گلرخوں سیں ہم آغوش کیوں نہ ہوئے — اس[5] گلبدن کے نام سیں پایا سنگار[6] ہار
تجھ قد اوپر نثار ہوئی پھول کی چھڑی — تجھ زلف عنبریں پو ہوا وار وار[7] ہار
خوبی ترے گلاب سے گالوں کی دیکھ کر — دستے[8] میں مالنوں[9] کے ہوا بے وقار ہار
دیکھا ہوں جب سیں سنبل خوشبوئے زلف یار — ہے مجھ نظر میں سلسلہ خار دار ہار
گلشن میں گلبدن کے تصدق کے واسطے — مالی نے لا کے گنج کیا[10] کئی ہزار ہار

تب سیں سراج مصرع اول ہے ورد جاں[11]
جب سیں گلے میں یار[11] کے ہے نو بہار ہار

۱؎ شوق دل کا اٹھا ہے آج غبار ۔ ۲؎ ع ۳۹۱ ا میں مقطع حسب ذیل ہے۔ اے سراج اشک دیدۂ منصور۔ ہو کے بے خود چڑھا پلک کی دار۔ ۳؎ دیکھا ہوں جب سیں پیو کے گلے ع ۳۹۱ ا۔ ۴؎ جب حاکے گلرخاں سیں ع ۳۹۱ ا۔ ۵؎ پیتم کے ملکے پھول ع ۳۹۱ ا۔ ۶؎ سنگہار ع ۵۸۴ ا۔ ۷؎ بے وقار ع ۳۹۱ ا۔ ۸؎ رستے (رشتے) ع ۵۸۴ ا۔ ۹؎ مالیوں ع ۳۹۱ ا۔ ۱۰؎ کیا ک ۔ ۱۱؎ پیو ع ۳۹۱ ا۔

۳

۱۰۰۱ یار[۱] بن روتا ہوں ہر دم زار زار — خارِ غم سیں دل مرا ہے تار تار

تجھ بھنووں کی تیغ محرابی ستی — زخم غم دل پر لگا ہے بار بار

تو جفا کے وار سیں زخمی کیا — ہوں وفا سیں گرچہ تجھ پر وار وار

نہیں خلاصی یار کی زلفاں ستی — ہے مرے پر دو طرف سیں مار مار

خارِ ہجراں کے[۲] سبب سیں اے سراج

ہے مرے لختِ جگر میں خار خار

۴

۱۰۰۶ ترے لب کے ہیں وعدے سب خلاف اے نازنیں وکثر

کہ جیوں برعکس ہوتا ہے خطِ روئے نگیں اکثر

تعجب نہیں کہ ہوئے صیدِ دل پابستۂ الفت

شکار انداز ہے وو دامِ زلفِ عنبریں اکثر

اُوگے سرو اس کی تربت سیں بجائے سبزہ بعد مرگ

خیالِ قامتِ گل رو ہے جس کوں دل نشیں اکثر

۱۔ ہجر میں ترے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۲۔ کی خلش سوں۔ ع ۳۹۱ ا۔

توقع لطف کی کس سیں رکھیں عشاق غم دیدہ
عتاب آلودہ رہتا ہے، صنم چیں بر جبیں اکثر

نماز بے ریا مثلِ سراج اب دل سیں کرتا ہوں
صنم کی یاد میں رہتا ہوں میں سر بر زمیں اکثر

— ۵ —

آتشِ عشق[1] کا ہے دل اخگر — سینۂ آتشیں ہوا مجمر ۱۰۱۲
تشنۂ وصل کوں برابر ہے — چشمۂ آب و چشمۂ کوثر
سرو ہر چند راست ہے لیکن — اوس کی[2] قامت سیں کیونکہ ہو ہم سر
گل بدن کی ہے گل میں شاید بو — طبع راغب ہے سیر کوں اکثر
عنبریں مو کی آتشِ غم میں — شوق جلنے کا ہے مثال اگر
عشق میں رنگ زرد زر کی مثال — ہے عروسِ مراد کا زیور[3]

ہے مری چشم کے صدف میں سراج
قطرۂ اشک، دانۂ گوہر

---

[1] جل کے دل تجربہ میں ہے ۳۹۱ ا۔ [2] پیو ۳۹۱ ا۔ [3] ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار:—

دیکھ کر حسن عندلیب فریب۔ گل ہوا شرم کے عرق سیں تر۔ غم سیں تیرے کہاں ہوا صد چاک۔ ہے ترکھ کا خانہ زاد قمر۔

۶

۱۰۱۸ داغ[1] الفت ہے زخم پنجۂ شیر — صید[2] آرام کوں کیا ہے زیر
جان جاتا ہے تجھ جدائی میں — مہر سیں آشتاب مت کر دیر
نیم بسمل ہوں مشکل آساں کر — کھینچ ظالم نگاہ کی شمشیر
دل پرخوں مرا ترے غم سیں — ہو رہا ہے انار سنگم نیر
ملک دل کے[3] خراب کرنے کوں — لشکر عشق نے لیا ہے گھیر
ہوں[4] عجب کس کے قتل کرنے کوں[5] — کھینچ جدھر چلے ہو شوخ[6] دلیر

اے سراج[7] اب نہیں ہے تاب فراق
زندگانی سیں میں ہوا ہوں سیر

۷

۱۰۲۵ دل[8] ناداں مرا ہے بے تقصیر — ذبح کرتے ہو اوس کوں بے تکبیر

۱؎ ہجر تیرا ہے شل۔ س۔ و ۳۹۱ ا۔ ۲؎ آہوے دل کے تئیں۔ س و ۳۹۱ ا۔ ۳؎ کا۔ ک۔ ۴؎ قتل کرنے کوں عاشقاں کی طرف۔ س۔ ۵؎ پر۔ ک۔ ۶؎ یار۔ س و ۳۹۱ ا۔
۸؎ جس کلیجے لگا برہ کا تیر۔ پار گذرا سپر کوں دل کی چیر س۔

نقشِ دیوار صحنِ[۱] گلشن ہے جس نے دیکھا ہے یار کی تصویر
عاشقوں[۲] کوں نہیں ہے رسوائی مصحفِ عشق[۳] کی ہے یہ تفسیر[۴]
گردشِ چشم یار بے جا نہیں دل کے لینے کی ہے اوسے تدبیر
کشورِ عقل کیوں نہ ہوئے ویراں ہے ادا، پادشاہ[۵] ناز، وزیر
بوالہوس کب تلک رہے آزاد کھول صیاد زلف کی زنجیر
تیر تیری کمان ابرو کا غرق ہے مجھ جگر میں تا[۶] زہ گیر
جانتی[۷] ہے وو زلفِ عقدہ کشا میرے آشفتہ خواب کی تعبیر

شبِ ہجراں[۸] میں اے سراج مجھے
اشک ہے شمع[۹] اور پلک گلگیر

۸

ضرور نہیں کہ کرو وحشی جنوں کو اسیر خیال[۱۰] کاکلِ صیاد ہے اوسے زنجیر ۱۰۲۴

---

۱ ہوکے ہے حیران ہے۔ س۔ شا ہوا حیران ہے ۳۹۱ ا۔ ۲ مکھ ترے پر نہیں ہے خط آغاز س۔ ۳۹۱ ا۔
۳ حسن کی ہے یو۔ س ۳۹۱ ا۔ ۴ تقریر۔ ح۔ ۵ پادشاہ ناز۔ س۔ ۶ تا بر گیر ۳۹۱ ا۔ ۷ ہیو کے زنداں سوں
جا کے کوئی پوچھو۔ س ۳۹۱ ا۔ ۸ ہجرت د۔ ۹ ہور ۳۹۱ ا۔ ۱۰ پرت کے دام کے حلقے میں جو ہوا ہے اسیر ۳۹۱ ا۔

برہ کی آگ میں موں یہ قرار جیوں سیماب[1] عجب نہیں جو پس مرگ خاک ہوئے اکسیر

فجر سیں شام ہوئی انتظار میں اوس کے کتاں ہوا ہے مرا دل کہاں ہے بدر منیر

وو گلبدن کی گلی میں کیا ہوں بس کہ گذر[2] غبار وہاں[3] کا مرے بر میں ہے بجا عبیر

کتاب چہرۂ جاناں ہے کیا عجب خوش خط[4] لکھا ہے خامۂ قدرت[5] سیں کاتب تقدیر

کسے مجال کہ دیکھے اوسے نظر بھر کہ کہ شاہ حسن ہے وو آفتاب عالمگیر

بغیر یار عبث ہے چمن کی سیر سراج[6]
کہ صحن باغ میں ہوتا ہے خار دامن گیر

۹

۱۰۴۱ پھول ہو پھولا مری آنکھوں میں خار انتظار ہات آیا ہے عجب سیر بہار انتظار

روبرو آنکھوں کے رکھتا ہوں رضا کا آئینہ دست حیرت[7] میں دیا ہوں اختیار انتظار

جھڑ گیا جوں سرمہ پلکوں سیں سواد مردمک آنکھ کے پردوں سیں چھنتا[8] ہے غبار انتظار

---

۱ پس مرگ۔ک۔ ۲ پیا کی خاک قدم پر کیا ہوں میں سجن (سجدہ) ۳۹۱ا۔ ۳ راہ میر بر ۳۹۱ا۔ ۴ خط سیاہ کی تعلیم کا ۳۹۱ا۔ ۵ صفحہ عارض یہ ۳۹۱ا۔ ۶ سراج سیر چمن یو کے باج بے جا ہے ۳۹۱ا۔ ۷ حیراں۔ک۔ ۸ چھٹتا ہے۔ک۔

دلبر سوزن پلک سیں رشتۂ جاں بند ہے
ٹوٹتا نہیں آنکھ کے ڈوروں سے تار انتظار

وحشت اور حیرت کی یکرنگی کا یاروسیر ہے
مشغل تصویر سا ہوں بے قرار انتظار

کوئی دنوں جام شراب سرخوشی کا دور تھا
اب مرے پر درد سر لایا خمار انتظار

چشم بسمل لذت دیدار سیں محروم ہے
ہے نگاہِ واپسیں شمع مزار انتظار

عالم حیرت میں کب ہے امتیاز نیک و بد
کفر دیں کا برق خرمن ہے شرار انتظار

نیند کے سایہ کوں ہرگز یہاں گذر ہوتا نہیں
جب ستی کھینچا ہوں گرد اپنے حصار انتظار

یار جب آنکھوں میں آوے چشم پوشی ہے ضرور
تا کہ ہوئے مقراض قطع جامہ وار انتظار

مخزن دیدار کی کنجی اوسی کے ہات ہے
جو کیا ہے نقد بینائی نثار انتظار

خوں پذیر ہجر کوں بس ہے تصور یار کا
ہو گیا ہے اب دل بیگانہ یار انتظار

دیدۂ مشتاق کا آب رواں آنسو نہیں
ہے پلک چادر سیں جاری جوئبار انتظار

ہے طریق خاکساری میں مرا دل ان دنوں
خاک بردارِ غبار رہگذار انتظار

جلد آکر عید قرباں کی مبارک باد لے
تشنہ لب ہے آب خنجر کا شکار انتظار

یا الٰہی چشم حیراں کی دعا کر مستجاب
جلوۂ دیدار ہوئے آئینہ دار انتظار

اس کے استقبال کوں بھیجا ہوں اپنا نور چشم
کب تلک کھینچوں سراج اب انتظار انتظار

—— (۱۰) ——

۱۰۵۸ ہے صبا کا کام سنجہ گیسو کے تاروں کا شمار — غیر افسوں گر کسے طاقت ہے ماروں کا شمار

کئی ہزار آہوِ ختن کے زخم کھا قرباں ہوئے — پوچھ تیری چشم کے خنجر سیتی[1] واروں کا شمار

ہے[2] کسے طاقت، مرے آنسو کی بوندوں کوں گنے — ہر کسی کوں سخت مشکل[3] ہے ستاروں کا شمار

ہر طرف بے تاب ہیں آتش میں تیرے[4] شوق کی — کون کر سکتا ہے تیرے بے قراروں کا شمار

پہلوئے[5] دل میں مرے ہر آہ پیکاں ہے سراج
شرح میں آتا نہیں ہے غم کے خاروں کا شمار

—— (۱۱) ——

۱۰۶۳ یا الٰہی مجھ کوں دکھلا جلوۂ رخسارِ یار — اب تلک پایا نہیں ہوں شربتِ دیدارِ یار

صبحِ محشر لگ خمارِ شوق جانے کا نہیں — خواب میں دیکھا تھا یک شب نرگسِ بیمارِ یار

گلبدن کی خوش قدی کوں دیکھ کر ہے[6] پابگل — سرو گلشن میں کہاں ہے خوبیِ رفتارِ یار

[1] کی دھاروں ۔ ۳۹/۱ ا۔ [2] ہر ح۔ کس کوں طاقت ہے مرے انجواں۔ س۔ [3] سخت مشکل ہے ہر یک کس کوں۔ س و ۳۹/۱ ا۔ [4] تیرے برہ کی آگ میں۔ س۔ [5] دل کے پہلو میں مرے ہر آہ کا پیکان ہے۔ س۔ [6] حسرت ستی۔ ۳۹/۱ ا۔

عاشقوں کی صف میں پاوے سرفرازی کا خطاب — گر گلِ دستار ہووے خارِ سرِ دیوار یار

ہے نشاطِ عید سب پر ماہِ نو کوں دیکھ کر — مجہ کوں آتا ہے خیال ابرو[1] خمدار یار

قتل کرنے پر مرے ہر آن بے وسواس ہے — خوں میں عاشق کی ستم ہے غمزۂ خونخوار یار

خلوت دلدار میں نہیں غیر کوں بار اے اللہ آج

جو کہ نامحرم ہیں[2] نہیں معلوم اونہے[3] اسرار یار

۱۲

ہے حُسن کا شرف کسی اشراف کی نظر — صیقل اس آرسی کوں ہے دل صاف کی نظر ۱۰۷۰

کھوٹے کھرے کوں اب ذرہ پہچاننے لگا — ہم نے سکھائی یار کوں صراف کی نظر

ہم تو ہر یک طرح سیں تمہارے غلام ہیں — لیکن تمہے بھی چاہیے انصاف کی نظر

معلوم ہوئے وو چشم سخن گو کے مجہ کوں رمز — ہرگز چھپی رہی نہیں حراف کی نظر

ہر ہر نگہ پہ اوس کی ہزار آفریں اللہ آج

پایا ہے یار نے عجب اوصاف کی نظر

۱؎ ابروئے۔ ک۔ ۲؎ ہے۔ ک و ع ۵۸۴ ا۔ ۳؎ اوسے۔ ک و ع ۵۸۴ ا۔

۴؎ نہیں ع ۳۹۱ ا و ک۔

۱۳

۱۰۷۵ نورِ محمدیؐ ہے عیاں تجھ جمال پر — آیات مصحفی ہے ترے خط و خال پر

وو عاشقی کے کھیت میں ثابت قدم ہوا — جو کوئی[1] کہ زخم عشق لیا دل کی ڈھال پر

دے[2] شربت وصال دم واپسیں کے وقت — چشم کرم سیں دیکھ شہیدوں کے حال پر

کیوں سرنگوں نہ ہوئے تجھ ابرو کے سامنے — شرمندگی کا بار ہے پشت ہلال پر

جلتا ہے بس کہ باغ ترے غم کے داغ سیں — ہر گل ہوا ہے شعلہ ہر یک نونہال پر

سیف الملوک کیوں نہ کہیں مجھ کوں عاشقاں — ہوں جاں نثار اپنے بدیع الجمال پر

پایا ہوں پنجتن کی محبت سیں پنج گنج

قربان ہوں[3] سراج محمدؐ کی آل پر

۱۴

۱۰۸۲ دکھا کر چہرۂ گلفام یکبار — لیا ہے طاقت و آرام یکبار

کروں گا نقش میں دل کے نگیں پر — بتاؤ کوئی[4] صنم کا نام یکبار

---

۱ جو تجھ نگہ کا وار لیا۔ ب ۳۹۱ ا ۔ ۲ دیتے ہیں تلملا کے اسی جیو کوں پیار سیں۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳ ہوں اے سراج۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۴ سجن۔ س و ب ۳۹۱ ا۔

ترے لب میں عجب میٹھا مزا ہے
چکھا جا[1] لذّتِ دشنام یک بار

نہیں[2] ہم بیکسوں کے پاس قاصد
لیجا اے غم مرا پیغام یک بار

مرا دل مستحق ہو مانگتا ہے
زکاتِ حسن کا انعام یک بار

اندھارا دور کر اپنی جھلک سیں
جُدائی کی پڑی ہے شام یک بار

سراج اب نیک و بد سیں ہے مُبرّا[3]
مئے وحدت کا پی کر جام یک بار

۱۵

۱۰۸۹ تجھ ناز پر فدا ہے دل و جاں ہزار بار
تیری ہر یک نگاہ پہ قرباں ہزار بار

برجا ہے مبتلا ہے جو گلشن کا عندلیب
ہے تجھ پہ جاں نثار گلستاں ہزار بار

اے آفتاب زہرہ جبیں عاشقوں[4] کا دل
تجھ زلف نے کیا ہے پریشاں ہزار بار

خط کھینچ اپنے خط پہ دیا خطِ بندگی
نوخط کے خط کے تئیں خطِ ریحاں ہزار بار

تیرے لبوں[5] کی دیکھ کے سُرخی کوں اے صنم
قرباں ہوا ہے لعلِ بدخشاں ہزار بار

---

[1] تک۔ س و ع ۵۸۴ ا و ع ۳۹۱ ا۔ [2] نہیں کوئی تا خبر پیو کن لیجاوے۔ س۔ و ع ۳۹۱ ا۔
[3] مراول۔ ع ۳۹۱ ا۔ [4] عاشقاں۔ س و ع ۳۹۱ ا۔ [5] لباں۔ س۔

آئینہ گرچہ صاف ہے اے صبح عاشقاں　　تجہ کوں ہوا ہے دیکھ پشیماں ہزار بار

چہرہ سراج کا ہے مگر کشتِ زعفراں
ہنستا ہے اوس کوں دیکھ کے جاناں ہزار بار

۱۶

ہر[1] ہر ورق پہ کیوں کہ لکھوں داستانِ ہجر　　آتا نہیں زبانِ قلم پر بیانِ ہجر ۱۰۹۶
ظاہر اگرچہ تازہ و تر مثلِ لالہ ہوں　　مجہ دل میں جانشیں ہے داغِ نہانِ ہجر
پژمردہ کیوں نہ ہوئے گلِ امیدِ عاشقاں　　بہتی ہے دل کے باغ میں بادِ خزانِ ہجر
آبِ حیاتِ وصل سیں دے عمرِ جاوداں　　ہے بے قرار غم سیں تز نیم جانِ ہجر
وو عاشقی کی منزل میں منظور ہے مدام　　چلہ میں غم کے بیٹھ جو کھینچا کمانِ ہجر
نہیں سیرِ لالہ زار کی عاشق کوں آرزو　　ازبس ہے داغِ سینہ گلِ بوستانِ ہجر

جاری راہ چشم ستی خونِ دل سراج
جب سیں مرے جگر میں لگی ہے سنانِ ہجر

۱؎ غم کے ورق۔ ۳۹۱ ا ۔
۲؎ لکھی یو. ک ۔

۱۷

آئی ہے ترے عشق کی بازی دل و جاں پر — اس وقت نظر کب ہے مجھے سود و زیاں پر ۱۱۰۳
نہیں تاب تنک ظرف کوں تجھ رخ کی جھلک کی — ہے تیرگی شب سیں رفو چاک کتاں پر
حلقے میں تری زلف کے ہوچلے[1] نشیں دل — قرباں ہوا آخر کوں تجھ ابرو کی کماں پر
جز آہ کہ ہے محرم خلوت کدۂ دل — آگاہ نہیں کوئی مرے[2] راز نہاں پر
ازبس کہ سبک روح ہے پنہاں ہے نظر سیں — جیوں[3] باد سر یکا ہے رواں آب رواں پر
موعود الست اس نے فراموش کیا ہے — بھولا جو کوئی وعدہ جُبا دو جہاں پر

کرتا ہے سراج آج بیانِ دل پرسوز
آتش ہو نکلتا ہے سخن اوس کی زباں پر

۱۸

قاتل[4] نے ادا کا کیا جب وار اچھل کر — میں نے سپر دل کوں کیا اوٹ سنبھل کر ۱۱۱۰
اے شوخ گلستاں میں نہیں ہے گل رنگیں — آیا دل صد چاک مرا رنگ بدل کر
مردم سیں مری چشم کی محجوب ہے گر توں — کیوں کر کہوں اے شوخ ترے مکھ کوں کنول کر

۱؎ ہے۔ک۔ ۲؎ اس۔ک۔ ۳؎ چلتا ہے جو کوئی باد من۔ بر۳۹۱ ا۔ ۴؎ غزل نمبر ۱۸، ۱۹، ۲۰ ح میں نہیں ہے۔

سوزش سیں ترے عشق کے پھوے ہیں کنول سب خلوت میں مرے دل کی سجن آ کے محل کر
مجلس میں اگر جانِ معراج آوے اداسوں
ہو شرم سوں پانی کی نمط شمع پگل کر

۱۹

یار مجہ پر ہے مہرباں صد شکر ۱۱۱۵
ہے مرے غم کا قدرداں صد شکر
صدق میرا ہے اوس اوپر معلوم
نہیں ہے میرے سیں بدگماں صد شکر
اب نہیں پیو کوں حاجتِ اظہار
اوس پہ سب حال ہے عیاں صد شکر
شجرِ مدّعا کوں بار آیا
میں ہوا پیو سیں ہم زباں صد شکر
جیوں مرے عشق کوں زوال نہیں
ہے ترا حُسن بے زیاں صد شکر

تجہ قدم پر نثار کرنے کوں
مری انکھیاں ہیں دُر فشاں صد شکر

طالع نیک کے طفیل سراج
یار پایا ہوں رمز داں صد شکر

ردیف ز

۱

دور ہے جب سیں شمع محل ناز　　کام میرا ہے تب سیں سوز و گداز ۱۱۲۲

شوق کے پر لگا کے کرتا ہے　　قفسِ تن سیں مرغ دل پرواز

تجھ کوں ہر دم پکار کہتا ہوں　ق　بے حجابی سیں آ مہ طناز

صدق دل سیں[۱] غلام ہوتا ہوں　　بندہ پرور ہو[۲] اے غریب نواز

عقدۂ دل کوں کھولتا ہے تمام　　عشق تیرا ہے کاشف ہر راز

قبلہ رو کی بھنوؤں[۳] کی مسجد میں　　دل سیں[۴] کرتا ہوں بے خودی کی نماز

اے سراج آب[۵] خضر نہیں درکار

رشتۂ زلف بس ہے عمر دراز

---

۱ سوں غلام تیرا ہوں۔ س۔ ۲ ہوا۔ س۔ ہوا ہے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۳ بھنواں۔ س و ع ۳۹۱ ا

۴ جیوں سوں۔ س و ع ۳۹۱ ا۔ ۵ اب خطوط۔ ح۔

۲

۱۱۲۹ کھینچتا ہے توں ہر یک بے تاب پر شمشیرِ ناز — یہ طرح کس نے بتایا[1] ہے تجھے اے بے نیاز

عشق کے کافر کوں کچھ زنّار کی حاجت نہیں — عمر لگ بس[2] ہے خیالِ حلقۂ زلفِ دراز

مسجدِ ابرو میں تیری مردمک ہے جیوں امام — موئے مژگاں مقتدی[3] ہو مل کے کرتے ہیں نماز

ملکِ دل کوں ہائے لوٹا ہے غنیمِ عشق نے — گھات میں تس پر ہے ظالم کی نگاہِ یکہ تاز

جیوں حنا غم سیں کلیجے کا لہو پانی کئے[4] — کر قدمبوسی سیں اپنی عاشقوں کو سرفراز

اشکِ خونیں[5] کے ستارے ہیں عیاں مجھ چشم میں — ٹک جھلک اپنی دکھا اے آفتابِ دلنواز

شمع کی مانند ہر شبِ ہجر میں جلتا ہوں میں — دیکھ اے صبحِ جہاں افروز یہ سوز و گداز

قدر اس کے حسن کی نہیں جانتا ہر بوالہوس — جیونکہ نابینا کوں نہیں ہے آئینہ کی امتیاز

اے سراج اب دل مرا پروانۂ بے تاب[6] ہے
ہے کہاں وو شمعِ روئے نازنینِ عشوہ ساز

۳

۱۱۳۸ یہاں تلک ہے وو زلفِ دراز عنبر بیز — کہ ہوئی ہے خاکِ صنم کے[7] قدم کی مشک آمیز

۱؎ بتائی۔ ط۳۹۱ ا۔ ۲؎ بس ہے اپس پیو کا ط۳۹۱ ا۔ ۳؎ معتقد ط۳۹۱ ا۔ ۴؎ کیا۔ ط۳۹۱ ا۔ ۵؎ خونی۔ ط۵۸۴ ا۔ ۶؎ بے تاب و بے آرام۔ ط۳۹۱ ا۔ ۷؎ کی گلی۔ ک۔

عجب نہیں جو کرے دعوئے پریشانی — صنم کی زلف سیں ہے جس کے پاس دست آویز
کیا ہے جب سیں عمل بے خودی کے حاکم نے — خرد نگر کی رعیت ہوئی ہے رو بگریز
مثال شیشہ کروں کیوں نہ سجدہ ساقی کوں — شراب شوق ستی جام دل کیا لبریز
ہجوم[۱] اشک سیں موتی بھرے ہیں دامن میں — ہے چشم تر سیں مرے پاس کانِ گوہر خیز
ہمیشہ خوف میں ہوں اس کی چشم خونیں سیں — نگاہِ تیز سیں ہے جس کے پاس خنجر تیز

شب فراق میں اس ماہتاب رو کے سراج
ہماری آہ ہوائی ہے اشک ہے گل ریز

۴

قبر میں بھی یادِ زلفِ یار ہے برجا ہنوز — خاک ہو گئے پن ہیں باقی ہے یہ سودا ہنوز ۱۱۴۵
ہائے رہ گئی دل میں دو انگیریوں کی آرزو — سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا ہنوز
اس دہانِ تنگ کی نسبت سیں از بس ہے خجل — نہیں نظر آتا نشانِ صورتِ عنقا ہنوز
آفتاب آئینۂ کفش کفِ پا ہے ترا — کیا مگر باقی ہے اعجازِ یدِ بیضا ہنوز
جب تلک عکس دوئی ہے تب تلک ہے گفتگو — طوطیٔ تصویر آئینہ نہیں گویا ہنوز

۱ انجھو کی زکی موتی پریں ہیں دامن میں ۔ ۳۹۱/ا ۔

سبزۂ خط کے سبب سیں گرچہ ہے ریحاں بچش　　تو بھی نافرمانیوں میں ہے مرا لالہ ہنوز

عاشقوں کا رنگ زرد و اشک گلگوں دیکھ کر　　چھوڑتا نہیں ہے دورنگی دو گل رعنا ہنوز

بیچے ہم سودائیوں نے جان کوں پانی کے مول　　اس طرف کوں گرم ہے بازار استغنا ہنوز

گرچہ معشوقی کے رتبے کوں کیا حاصل سراج
بزم غم میں شمع ہو جلتا ہے سرتاپا ہنوز

۵

مجکوں یکدم قرار نہیں ہرگز　　تجھ بغیر[1] اختیار نہیں ہرگز
۱۱۵۴ بزم عشاق[2] میں ارے زاہد　　عقل کوں اعتبار نہیں ہرگز
آ شتابی کہ آج بیکل ہوں　　طاقت انتظار نہیں ہرگز
سیر کر گلشن محبت کا　　گل جنت کوں خار نہیں ہرگز
میکشاں شراب وحدت کوں　　روز محشر خمار نہیں ہرگز
کوچۂ بےخودی میں مجنوں کوں　　سگ لیلی اسیں عار نہیں ہرگز
راز دل کوں رکھا ہوں پنہاں کہ　　اب تلک آشکار نہیں ہرگز

---

[1] پیو بنا اختیار ۔ س ۔ [2] مجلس عاشقاں میں زاہد کی ۳۹۱ اور س (میں آ زاہد ۲۴۳ ھ ۱)

صاف دامن ہوں آرسی کی مثال — دل میں میرے غبار نہیں ہرگز

ہجر کی رات میں مثال سراج
اشک غم کا شمار نہیں ہرگز

۶

۱۱۶۳ ہے جنبش مژگاں میں تری تیر کی آواز — اس تیر میں ہے صید کی تکبیر کی آواز
مشتاق ہوں تجھ لب کی فصاحت کا ولیکن — رانجھا کے نصیبوں میں کہاں ہیر کی آواز
تو خسرو خوباں ہے کہ لے ہند سیں تا روم — پہنچی ہے ترے حسن جہانگیر کی آواز
حیرت کے مقامات میں قانون نوا نہیں — ہے ساز خموشی لب تصویر کی آواز
دیوانے کوں مت شور جنوں یاد دلاؤ — ہرگز نہ سناؤ اوسے زنجیر کی آواز
پیتا ہوں جدائی میں تری گھونٹ لہو کی — سن غنچہ دہن عاشق دلگیر کی آواز

اے جان سراج آ کہ پتنگوں کی خبر لیو
سن جاؤ مرے نالۂ شب گیر کی آواز

۷

۱۱۷۰ سہتا ہوں سوز[1] عشق کی جلتی اگن ہنوز — باقی[2] ہے داغ دل میں مرے یہ جلن ہنوز

۱ے تجھ فراق میں کی ۔ س ۳۹۱/۱ ۔ ۲ے رہتا ہوں اس اگن میں سمندر نمن ۔ س ۔

شاید ہمارے اشک کی بارش کی ہوئی خبر
ہو منتظر کھلا ہے صدف کا دہن ہنوز

کیونکر رقیبِ بلبل[1] دل کی خبر کوں پائے
واقف نہیں[2] وو گل بدنِ سحر فن ہنوز

بادِ نسیم آہ سیں اے سروِ خوش خرام
تازہ[3] ہے داغ دل کا ہمارے چمن ہنوز

اس لعلِ آبدار کی تعریف سن تمام
معدن میں چھپ رہا ہے عقیقِ یمن ہنوز

برجا ہے پیچ و تاب جو کھاوے مرا جگر
تجہ زلف میں عیاں ہے شکن در شکن ہنوز

مدت ہوئی کہ خواب میں دیکھا تھا زلف یار
زنجیر پا ہے دل کوں مرے وو شکن ہنوز

شاید کہ بعدِ مرگ کریں یاد خاص[4] و عام
مشہور نہیں سراج کا شیریں سخن[5] ہنوز

۸

[6]کیا تعجب گر دل عاشق پریشاں ہے ہنوز
زلف مشک آمیز تیری عنبر افشاں ہے ہنوز ۱۱۷۸

آرسی ہر چند ہے خوش جلوہ لیکن ہو خجل
سادہ رو کے حسن کے پرتو سیں حیراں ہے ہنوز

[1] رازِ مرے دل کا پا سکے ۔ س۔ [2] ہے مرے سوں مرا بجن ۔ س۔ [3] رنگیں ہے داغ عشق سوں تن کا
س۔ [4] عام و خاص ۔ ک۔ [5] س و ۳۹۱ ا میں یہ شعر اضافہ ہے۔ دریائے اشتیاق کوں آیا ہے پور آج ۔ جاری ہے
راہِ چشم سوں آب عین ہنوز۔ [6] نہیں تعجب گر ۔ ۳۹۱ ا۔

ہے[1] مری ہر ہر پلک میں جلوہ گر خونِ جگر ‏ دیکھ دریا کے کنارے پر چراغاں ہے ہنوز
یاد میں تیرے عقیقِ لب کی اے کانِ حیا ‏ اشک چشم[2] خوں فشاں لعلِ بدخشاں ہے ہنوز
اے گلِ باغِ وفا گر ذوق ہے آ سیر کر[3] ‏ ہجر کے داغوں سیں دل میرا گلستاں ہے ہنوز
ہے خیال اس یوسفِ ثانی کا ہر ساعت مجھے ‏ یاد میں جس کی مرا دل رشکِ کنعاں ہے ہنوز
خوں شراب و دل کباب و آہ ہے تارِ رباب
مجلسِ غم میں سراج از بس کہ مہماں ہے ہنوز

— ۹ —

١١٨٥ اس[4] کے رخ پر ہے خطِ ریحاں سبز ‏ جیوں کہ ہے سبزہ گلستاں سبز
اثرِ زہرِ[5] غم کیا دل نے ‏ شوخ کا دامن و گریباں سبز
یاد میں سبز[6] خط کے روتا ہوں ‏ کیوں[7] نہ ہوئے اشکِ چشمِ گریاں سبز
اس کے زہرِ نگاہ کا ہوں شہید ‏ کیوں نہ ہووے مری رگِ جاں سبز
غیرِ خطِّ رخِ نگار سراج
کس نے دیکھا ہے خطِّ قرآں سبز

[1] ہر سرِ مژگاں پو میرے جلوہ گر ہے خونِ دل ۔ ۱۳۹۱ ۔ [2] مجھ نین سیں ہر انجھو ۔ ۱۳۹۱ ۔ [3] کون ۔ ک ۔ [4] پیو ۔ ۱۳۹۱ ۔ [5] دیکھ زہرِ غم سیں ہوں دل چاک ۔ ۱۳۹۱ ۔ [6] اس کے ۔ ۱۳۹۱ ۔ [7] نیں عجب گر ہے ۔ ۱۳۹۱

ردیف س

۱

شتابی[1] اے شکر لب آمرے پاس　　مجھے ہے شربت دیدار کی پیاس
شبِ ہجراں[2] میں آس یاقوت لب کی　　پلک مجھ چشم میں ہے نوک الماس
چمن کی سیر کوں جاتا ہوں اکثر　　کہ پاتا ہوں ہر یک گل میں تری باس
ہمیشہ[3] دورِ عالم مختلف ہے　　کہ ہے گردش میں ہردم[4] نیلگوں طاس
سراج[5] ازبس جلا غم کی اگن میں
نہیں ہے آتش دوزخ سیں وسواس[6]

۲

ہرطرف باغ میں ہے گرچہ نمایاں نرگس　　تیری[1] آنکھوں کے مقابل ہے پشیماں نرگس

---

[1] سوں اے ساقی ۳۹۱ا۔ [2] ہجرت میں مجھ کوں نیں ہے آرام۔ ۳۹۱ا۔ [3] نہیں یکساں ہمیشہ حال عالم ۳۹۱ا۔ [4] نسدن ۳۹۱ا۔ [5] لیک تجھ چشم کے دیکھے۔ س۔ ۳۹۱ا میں یہ دو شعر زیادہ ہیں۔ شفاعت کی ہے مجھ کوں تجھ سیتی امید
ترے بن نیں ہے ہرگز غیر کی آس۔ زمانے کا کیا ازبس کہ ماتم۔ رنگا ہے نیل میں گگن کوں آکاس۔

شرم سیں دیدۂ مخمور پری رویوں[1] کے　　　آب شبنم سیں ہوئی ہے عرق افشاں نرگس

انتظار چمن وصل میں اے آئینہ رو[2]　　　مثل تصویر ہوئی باغ میں حیراں نرگس

ہجر کی تیغ کے بسمل کوں نہیں ذوق چمن　　　زخم دل پر ہے اوسے مثل نمک داں نرگس

مست و مدہوش ہے گلزار میں مانند سراج

بس کہ ہے شیفتۂ[3] نرگس جاناں نرگس

۳

1200 وحشت کوں مری دیکھ کہ مجنوں نے کہا "بس"　　　مجنوں تو کیا دامن ہاموں نے کہا بس

ہر درد میں جیوں قطب مجھے دیکھ کے ثابت　　　قرباں مرے گرد ہو گردوں نے کہا بس

گل رو کی جدائی میں میرے[4] داغ جگر دیکھ　　　گلشن میں ہر ایک لالۂ پرخوں نے کہا بس

ہے دام پری بسکہ مری آہ کا جادو　　　بے باک ہوا اس چشم پر افسوں نے کہا بس

احوال سراج آتش ہجراں میں تری دیکھ

دل سوز ہو پروانہ محزوں نے کہا بس

---

۱ پری رویاں ۔ س ۔ ۲ آئینہ ۔ س ۔ ۳ تجھ چشم پہ مائل ہے ۔ س ۔
۴ میرا ۔ ک ۔

ردیف ش

۱

کیا شرابِ محبت نے دل کے خُم میں جوش عجب نہیں جو قیامت تلک رہو[1] بے ہوش

صنم[2] کے حُسن کے خورشید کی خجالت سیں ہوا ہے چاند نقاب سحاب میں روپوش

نہیں علاج بجز مرہم نوازش و لطف جفا کے زخم سیں کرتا ہے دل فغان و خروش

نہ ہووے صور قیامت کے شور سیں بیدار جو کوئی خیال میں[3] اُس چشم کے ہوا مے نوش

نزے[4] دو ابرو ہمسر کوں دیکھ حیراں ہوں سُنا[5] نہیں ہوں کہیں دو ہلال دوش بدوش

فسردہ دل ہوں زمانے کی سرد مہری سیں عجب نہیں ہے[6] اگر مثل شمع ہوں خاموش

کمند عقل سیں[7] آزاد ہے مثالِ سراج
جو اُسکی[8] زلف کے زُنّار کا ہے حلقہ بگوش

---

۱ خاموش۔ س۔ ۲ سجن۔ س۔ ۳ اس چشم کی ہوا بے ہوش۔ س۔ ۴ سجن کے مکھ پہ دو ابروکوں دیکھ س۔ ۵ سورج پہ کس نے سنا۔ س۔ ۶ "ہے" ندارد۔ ج۔ ۷ زہد سیں۔ س۔ ۸ پیو کے۔ س۔

۲

۱۲۱۲ بس کہ رکھتا ہوں جگر پر دلبر جانی کا نقش — خوش نہیں آتا[1] ہے مجکوں خامۂ مانی کا نقش
مصر میں سینے کے ہے از بس خیال اس یار کا — مجھ نظر میں جیوں کلف ہے ماہ کنعانی کا نقش
پیچ[2] و تاب غم میں سنبل کیوں نہ ہووے آشفتہ ہو — ہے چمن میں زلف سیں تیری پریشانی کا نقش
نہیں نکلتا ناز سیں کوچے[3] کے باہر من ہرن — اس گلی میں بس کہ ہے عاشق کی پیشانی کا نقش
سرخی لب کا ترے مائل ہوا ہوں جب ستی — داغ ہے دل میں مرے لعل بدخشانی کا نقش
اشک میں میرے ہے رنگا رنگ موج خون دل — یہ طلسم طرفہ تر قائم ہوا پانی کا نقش

جب[4] سیں دیکھا ہے تری تصویر اے جانِ سراج
جلوہ گر ہے آرسی پر رنگ حیرانی کا نقش

۱۔ بھاتا۔ ک۔ آتا مجھے ہرگز کف پانی کا نقش ۳۹۱ ا۔ ۲۔ ۳۹۱ میں مصرعہ پڑھا نہیں جا سکتا
۳۔ کوچکہہ۔ ۳۹۱ ا۔ ۴۔ جب سوں دکھلایا اپس تصویر کوں جان سراج ۳۹۱ ا۔

ردیف ص

۱

ہے کمندِ جہاں سیں جیں کوں خلاص   خلوتِ قدس میں ہے خاص الخاص

دل کا دُرِ یتیم پایا ہوں   بحرِ معنی کا ہو کہ ہیں غواص

شیشۂ مے رکھا ہوں نذرِ بہار   گل و بلبل میں ہوے اگر اخلاص

آبِ شمشیر خوں بہا بس ہے   شہرِ خوباں میں نہیں ہے رسمِ قصاص

صحنِ گلشن میں دیکھ تجہ قد کوں   [1]ہر خیاباں میں سرو ہے رقاص

[2]رخ ہے مصحف بھویں ہیں بسم اللہ   زلف تیری ہے سورۂ اخلاص

[3]غم کی اکسیر کے اثر سیں سراج

سیمِ خالص ہوا [4]ہے قلب رصاص

---

[1] ہے۔ س۔ [2] کھ۔ س۔ [3] عشق کے فیض کے اثر سوں سراج۔ س۔

[4] یو قلب۔ س۔

۲

۱۲۲۶ جز عشق جاں گداز نہیں کیمیائے خاص　　جس کے اثر سیں رنگ مرا ہے طلائے خاص

تجہ عشق کا مریض ہے بیمار[۱] دل مرا　　دے اے طبیب وصل سیں اس کوں دوائے خاص

اور عاشقوں مثال[۲] مجھے تم نہ پوجھیو　　سب مبتلائے عام ہیں میں مبتلائے خاص

لازم[۳] ہے عقل و ہوش سیں بیگانگی مجھے　　دردِ فراق مجہ کوں ہوا آشنائے خاص

نہیں تشنۂ وصال کوں کوثر کی آرزو　　دیدار کا ہے شربت اوسے مدعائے خاص

مجھ پر نگاہ تیز[۴] ہے اور لطف عام پر　　ہے دل پسند مجہ کوں صنم[۵] کی ادائے خاص

پروانہ[۶] ہے سراج تری شمع حسن کا
تیرے سوا نہیں ہے اوسے دل ربائے خاص

۱؎ بیتاب۔ ک۔ ۲؎ مجہ کوں نہ بوجھ دل میں دو جے عاشقاں مثال۔ س۔ ۳؎ جز غم نہیں رفیق مجھے پیو کے ہجر میں۔ س۔ ۴؎ گرم۔ س۔ ۵؎ پیا کی۔ س۔ ۶؎ اے شمع ترے حسن کا پروانہ ہے سراج۔ س

ردیف ض

۱

مائل ہوں گل بدن کا مجھے گل سیں کیا غرض　　کاکل ہیں اس کے بند ہوں سنبل سیں کیا غرض ۱۲۳۳

خونیں دلوں[۱] کے قتل کوں سیدھی نگاہ بس　　اس تیغ[۲] کوں فسانِ تغافل سیں کیا غرض

رسوائی جہاں سیں مجھے فکر کچھ نہیں　　دیوانہ جنوں کوں تامل سیں کیا غرض

بس ہے غبار راہ لباسِ شہنشہی　　سلطان بے خودی کوں تجمل سیں کیا غرض

جامِ مئے الست سیں بے خود ہوا ہے سراج
دور شراب و شیشۂ پُر مُل سیں کیا غرض

۲

ہوا[۳] درد محبت کا مجھے مرض　　طبیب[۴] حال دل سن جا مری عرض ۱۲۳۸

---

[۱] دلاں ۔ س ۔ [۲] خوں فشاں ۔ ک ۔ [۳] جدائی کا تری جس کوں ہوا ۔ م ۳۹۱

[۴] دوائے وصل بن اس کوں نہیں غرض ۔ س ۔

کہا ہر جوہری نے لب ترے دیکھ[1] کہ یہ جوہر ہے اور یاقوت ہے عرض
تری[2] ابرو ہے محراب محبّت نماز عشق میرے پر ہوئی فرض
تری زلف پریشاں کان کے پاس مرا احوال کرتے ہیں تجھے عرض
زبس ہوں مالک گنجینۂ غم دیا ہوں قیس کوں نقد جنوں قرض
سراج اب دل کی درپن صفا کر دیکھ
کہ زیر پا فلک ہے تجھ کوں جیوں ارض[3]

۳

عشاق[4] کا دل داغ کا اندازہ ہوا محض پیشانی[5] دلبر پہ عجب غازہ ہوا محض ۱۲۴۴
اے نور نظر[6] منتظر وصل ہوں آجا دو پاٹ پلک کے نہیں دروازہ ہوا محض
مخمور ہوں تجھ چشم گلابی کا پلا جام نرگس کے پیالے ستی خمیازہ ہوا محض
زاہد کوں نہیں کام بجز شہرت عالم اس طبل تہی کا دیکھو آوازہ ہوا محض
لکھتا[7] ہے سراج اس گل بے خار کی تعریف
دیواں کوں[8] رگ گل ستی شیرازہ ہوا محض

[1] کوں۔ک۔ [2] بھنواں محراب کی صورت ہیں تیری۔س۔ [3] عرض۔ک۔ [4] سینہ پو میرے۔۱۳۹۱ ۱۔ [5] خاطر پو مرے ۱۳۹۱ ۱۔ [6] نین ۱۳۹۱ ۱۔ [7] لکھتا ہوں ۱۳۹۱ ۱۔ [8] کا۔ک د ۱۳۹۱ ۱۔

ردیف ط

۱

خلاف وعدہ نہو یہ نہیں وفا کی شرط
ضرور ہے کہ وفا کیجیے صفا کی شرط ۱۲۵۹

کیے ہیں مجھ کوں شہیدوں نے اپنا خون مباح
نہیں ہے شہر محبت میں خوں بہا کی شرط

وو خوش ادا کوں زبس عزم دلربائی تھا
ادا کیا نگہ ناز سیں ادا کی شرط

محیط عقل میں اے عشق رہنما مت چھوڑ
مگر جہاز ڈوبانا ہے ناخدا کی شرط

حصول مطلب دل ترکِ مدعا ہے آج
کیا حصول جو کوئی اپنی[۱] مدعا کی شرط

۱۔ ترک ۔ ک

۲

وو زلف[1] ہے تو حرفِ تتار و ختن غلط ۱۲۵۴
اس لب[2] کے ہوتے نام عقیق یمن غلط

آیا ہے[3] جب سیں باغ طرف وو کتاب رو
تب سیں[4] ہوا ہے صفحۂ برگِ سمن غلط

میٹھے سخن[5] میں وعدہ خلافی کا بول کیوں[6]
ہرگز نبول، بول اے شیریں دہن غلط

ڈرتا ہوں اس بھووں[7] کے اشارت سیں دم بدم
ہوتا نہیں ہے سیفِ زباں کا سخن غلط

---

۱ نسخہ خط انگے ہے نافہ مشک ۔ س ۔ ۲ ہے نسخہ لباں کوں دیکھ ۔ س ۔ ع ۳۹۱
۳ بلبل نے دیکھ باغ میں رخسار گلبدن ۔ س ۔ ۴ ہر جا کیا ہے ۔ س ۔
۵ بچن ۔ س ۔ ۶ کھول ۔ س ۔
۷ نسخہ بھنواں ۔ س ۔

روشن ہے اے سراج کہ فانی ہے سب جہاں[1]
مطرب غلط ہے جام[2] غلط انجمن غلط

---

[1] جگت۔ س۔ [2] بزم۔ س۔

ردیف ظ

— ۱ —

۱۲۶۹ عمل سیں مے پرستوں کے تجھے کیا کام اے واعظ — شرابِ شوق کا تو نے پیا نہیں جام اے واعظ
لگے گا سنگ خجلت شیشۂ ناموس پر تیرے — عبث ہم بے گناہوں کوں نہ کر بدنام اے واعظ
نہیں ہے امتیازِ نیک و بد چشمِ حقیقت میں — مجھے یکساں ہوا ہے کفر اور[1] اسلام اے واعظ
نیازِ بے خودی بہتر نماز خود نمائی سیں — نکر ہم پختہ مغزوں سیں خیالِ خام اے واعظ
کلامِ[2] نقطۂ علم مختصر ہے سب معانی کا — بیانِ[3] منطق و درسی کوں نہیں انجام اے واعظ
وو شیریں لب کی کڑوے بول اثر ہیں بے مرّوت ہیں — تجھے معلوم کیا ہے لذتِ دشنام اے واعظ

سراج اس کعبۂ جاں کے تصور کوں کیا سمرن
یہی وردِ سحر ہے اور دعائے شام اے واعظ

— ۲ —

۱۲۶۶ ہے[4] محبت کا مرے پر زخم کاری الحفیظ — کیا[5] بلا اِس تیغ میں ہے آبداری الحفیظ

۱ہور ۔ س ۔ ۲پرت مکتب میں علم مختصر کی بیت معنی کا ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ ۳نہیں ہے زہد کے طومار ۔ س ۔ ۴کیا بلا ہے تجھ نگہ کا وار ۔ س ۔ ح میں یہ غزل نہیں ہے ۔ ۵مجھ دل زخمی کے حق میں ہے کٹاری س

کون سیں بے جاں کی طاقت ہے کہ دیکھے اس طرف　　ہر نگاہِ تیز اس کی ہے کٹاری الحفیظ

مدتیں گذریں کہ تیرے[1] عشق کی کھایا تھا چوٹ　　دیدۂ عاشق کا ہے ناسور جاری الحفیظ

خود بخود سیماب کوں مت پوچھو[2] یہ اضطراب　　کانپتا ہے دیکھ میری بیقراری الحفیظ

اشتیاقِ دلبرِ گل فام نے مجھ کوں کیا　　عندلیبِ گلشنِ بے اختیاری الحفیظ

داغ ہوں طرزِ تغافل سیں تری اے لالہ رُو　　قبر میں لے جاؤنگا یہ یادگاری الحفیظ

جیوں پتنگ آتش میں تیرے غم کی جلتا ہے آج[3]
شمع رو[4] آ دیکھ اس کی جاں نثاری ہے الحفیظ

---

[1] تیر۔ ک۔ [2] پوچھیو۔ ح۔ [3] آستانی۔ س۔ [4] س و ۳۹۱ کے اضافہ اشعار۔

سنگ رسوائی دگا ہے شیشۂ ناموس پر۔ بس کہ تجھ غم نے دیا بے اختیاری الحفیظ۔ جیب ستی بار جدائی نے کیا ہی غم مجھے۔ نیں سبو میرا جیوں ہوا ہے مجھ کوں بھاری الحفیظ۔ اے دُرِ دریا خوبی سیر کر آب رواں۔ چشم کے چشموں ہوی جاری الحفیظ۔ شوق میں تجھ وصل کے انکھیاں کہاں ہیں اے سجن۔ ہی قیامت با بلا یا انتظاری الحفیظ۔ تجھ نگاہ تیر نے ٹکڑے کیا ہی دل مرا۔ کیا بلا اوس تیغ میں ہی آب داری الحفیظ۔

ردیف ع

۱

۱۲۹۶ تجھ رُخ[1] کی تاب دیکھ ہوئی بے قرار شمع — جلتی[2] ہے بزم عشق میں پروانہ وار شمع
ہیں[3] شمع[4] رو کی یاد میں آنسو شرر فشاں — فانوس چشم زار میں ہیں بے شمار شمع
مجلس[5] میں دل جلوں کی شتاب آ اے صبح رو — ہر شب ترے فراق میں ہے اشکبار شمع
نوخط کے رخ پر اس خطِ ریحاں کوں دیکھ کر — لکھتی ہے دودِ آہ سیں خطِ غبار شمع
چہرے سیں اس کے نہیں ہے عجب گر عرق چلے — اس ماہ رو کے سامنے ہے شرمسار شمع
عالم کے ماہ رو ہیں ترے سامنے کلف — بے نور ہیں سورج کے مقابل ہزار شمع
دیکھا[6] ہے بسکہ اس گل رخسار کوں سراج — آنکھوں میں ہے پتنگ کی مانند خار شمع

۲

۱۳۰۲ چمن میں جب سنی وو دلبر خوش قد ہوا واقع — پر بلبل نہال گل پہ دست رد ہوا واقع

[1] مکھ کا تاب دیکھ کے ہے۔ س۔ [2] فانوس میں انکھیاں کی ہوئے گل ہزار شمع۔ س۔ [3] ازبسکہ تجھ خیال میں ہے چشم خوں فشاں۔ س۔ [4] شعلہ۔ ک۔ [5] آ بزم عاشقاں میں شتابی اے صبح رو۔ س۔ [6] ۳۹۱ ا میں یہ شعر زیادہ ہے۔ تیرا جمال دیکھ کے خوباں خجل ہوئے ۔ بے نور ہے سورج کے انگے جیوں ہزار شمع۔ س

نظر بھر جب دیکھا ہوں جھلک اس حسن روشن کی ‏ ‏ مرا دل روشناس دولت سرمد ہوا واقع

تماشائے حقیقت دیدۂ ظاہر سیں ممکن نہیں ‏ ‏ ہماری آنکھ کے[1] پردوں سیں گویا سد ہوا واقع

اڑا ہوں شوق کے تخت سلیمانی پہ شادی سیں[2] ‏ ‏ مرے سر جب سیں تاج سایۂ احمد ہوا واقع

تمھ[3] زلف سیہ جیم و دہن میم و الف بینی ‏ ‏ کہ جس پر خوشنما ابرو تری کا مد ہوا واقع

حقیقت کے چمن کے باغباں نے خار و گل بویا ‏ ‏ جہاں لگ گلشن عالم میں نیک و بد ہوا واقع

ہوا معلوم یوں مجہ کوں کہ نقد ہوش کھوویگا
سراج اب بیخودی کے ملک کا سرحد ہوا واقع

---

[1] پردۂ انکھیاں سوں ۳۹۱ ا۔ [2] ہوں ۳۹۱ ا۔ [3] نین ہیں صاد جیم انکھیاں ۳۹۱ ا۔

ردیف غ

۱

پایا ہوں اس جہاں میں عجب یار بیدریغ ۔۔۔ ہے جس کا نام شوخ و ستمگار بیدریغ ۱۲۸۶
بیدرد مت ملیجو کسی دردمند کوں ۔۔۔ جیسا مجھے ملا ہے وو دلدار بیدریغ
شاید کہ صید عاشق وحشی کا عزم ہے ۔۔۔ کھولا ہے دام زلف گرہ دار بیدریغ
خوش چشم کے خیال نے ازبس دیا ہے داد ۔۔۔ نرگس نے اپنا جان دیا ہار بیدریغ
پھینٹا رنگا ہے سرخ شہیدوں کے خون میں ۔۔۔ سر پر سجا ہے پھر او سے بلدار بیدریغ
ہرگز نہیں کسی کی طرف مہر کی نگاہ ۔۔۔ ہے کس قدر وو نرگس بیمار بیدریغ

سوز دل سراج طرف دیکھ شعلہ رو
اب خوب نہیں تغافل ہر بار بیدریغ

---

۱ جگ میں ۔ س ۔ ۲ ملیجو کسی دردمندسوں ۔ س ۔ ملے جو ۳۹۱ ا ۔ ۳ دل آزار ۔ ک ۔ ۴ س و ۳۹۱ میں اس کے بعد یہ اشعار زیادہ ہیں ۔ بازی میں تجھ فراق کی ششدر رہو دل مرا ۔ لاچار ہو کہ جیوں کوں دیا ہار بے دریغ ۔ میرے انجھو کا بوند ترے غم سوں اے صنم ۔ منصور ہو پلک کی چڑھا دار بیدریغ ۵ یکبار اپنے پیار سوں حال سراج پوچھ ۔ س و ۳۹۱ میں یہ شعر اضافہ ہیں ۔ امید ترے لب سوں جن مہر کی نگاہ ۔ تیغ نگاہ کا مجھ پہ نہ کر وار بیدریغ ۔ ہو آشنا مرے ستی بیگانہ ہو گیا ۔ دل لے کے کیوں لیا ہی پھرا انکار بیدریغ ۔ ۶ کچھ میں

۲

عیاں ہے سینہ عاشق[1] سیں عاشقی کا داغ　　کہ جیوں کہ پردہ فانوس سیں[2] عیاں ہے چراغ ۱۲۹۲

کیا ہے حق نے تجھے آفتاب عالمگیر　　نہ پاوے[3] ذرّہ معدوم عقل واں کا سراغ

مثال شانہ جو کئی سینہ چاک ہے[4] دائم　　کمند زلف سیں تیری نہیں ہے اس کوں فراغ

گلی میں یار[5] کی ہر بوالہوس کوں بار نہیں[6]　　کہاں ہے گلشن فردوس میں رسائی زاغ

نہیں سراج کوں گلگشت باغ کی خواہش

خیال عارض گلرو[7] ہوا ہے اس کوں باغ

۳

بے جا نہیں اگر وو کرے سیر باغ داغ　　پایا ہے جس نے کوچۂ دل میں سراغ داغ ۱۲۹۸

مانند لالہ گلشن رنگین عشق میں　　تا روز حشر مجھ کوں نہ ہوئے فراغ داغ

صحرائے بے خودی میں فافت کے واسطے　　لالہ سینی کیا ہوں مقرر جناغ داغ

دیکھا ہوں بس کہ گردش چشم پری رخاں　　لب ریز ہے شراب جنوں سیں ایاغ داغ

اس لالہ رو کے ہجر کی آتش میں اے سراج

روشن کیا ہوں شعلۂ غم سیں چراغ داغ

---

[1] عشاق میں بر و۔ س [2] میں ہے نور۔ س۔ [3] نپاوے ذرہ معدوم تجھ گلی (کا) سراغ۔ س۔ [4] رکھتا ہے س۔ [5] شوخ۔ س۔ [6] کہاں۔ ک۔ [7] خوباں۔ س۔

ردیف ف

۱

۱۳۰۳ عاقل[1] کوں نہیں روا کہ کرے عاشقی کی لاف — دیوانۂ جنوں کوں ہے تقصیر سب معاف

مظہر میں کیا ظہور ہے مظہر کے نور کا — صورت سیں جا کہ کعبۂ معنی کا کر طواف

عکس جمال دوست او[2] سے آشکار ہے — درپن سیں دل کے زنگ کدورت کیا جو صاف

بن دوست اس متاع کا کوئی[3] مشتری نہیں — یاقوت دل میں آہ کے مو سیں ہوا شگاف

ہر دم نگہ کی تیغ سیں وسواس ہے مجھے — تجہ چشم کا نیام ہے ازبس کہ خوش غلاف

عزلت نشیں کی نام کوں شہرت ہے[4] خلق میں — اسبات کا گواہ ہے عنقائے کوہِ قاف

جو صلحِ کُل کی راہ سیں واقف ہے اے سراج

نہیں نیک و بد کا اس کی نظر بیچ اختلاف

۲

۱۳۱۰ ستم کا نام ہے عالم میں معروف — میں دیکھا اس صفت کے تم ہو موصوف

۱؎ عاشق۔ س۔ ۲؎ عیاں ہے او سے یہاں ۲۹۱/۱ اس کا مصرعۂ ثانی نیچے کے شعر کا دوسرا مصرعہ ہے۔ ۳؎ خریدار کوئی۔ س۔ ۴؎ جگ میں یں۔

چھڑایا شہر آنکھوں نے تمھاری　　دلِ وحشی غزالوں سیں ہے مالوف

کیا اس سرو قد نے گل کا وعدہ　　قیامت پر رہا دیدار موقوف

لکھوں جب چہرۂ زریں کے میں وصف　　دواتوں میں بھروں مقیش کا صوف

صبا بلبل کوں کہہ سب کھول مضمون　　کتابت کی ہے بوُ غنچوں میں ملفوف

طواف کعبۂ معنی کوں جا یار　　نہ کر صورت میں یہ اوقات مصروف

سراج اس آگ کوں کیا جانتا تھا

کیا یہ راز پروانے نے مکشوف

۳

دیکھا ہے جس نے یار کے رخسار کی طرف　　ہرگز نہ جاوے سیر کوں گلزار کی طرف ۱۳۱۷

آئینہ دل کی چشم میں نورِ جمالِ دوست　　روشن ہوا ہے ہر در و دیوار کی طرف

منظور ہے سلامتیٔ خوں اگر تجھے　　مت دیکھ اس کی نرگس بیمار کی طرف

وہاں نہیں بغیر جوہر شمشیر خوں بہا　　زاہد نہ جاؤ وو ظالم خونخوار کی طرف

ہے دل کوں عزم چوک امید وصال[1]　　دیوانہ کا خیال ہے بازار کی طرف

---

[1] تو۔ک۔

کیا پوچھتے ہو تم کہ ترا دل کدھر گیا — دل کا مکان کہاں؟ یہی دلدار کی طرف

پروانہ[1] کوں نہیں ہے اگر خوفِ جاں سراج
ناحق چلا ہے شعلۂ دیدار کی طرف

۴

مثالِ حلقۂ زنجیر ہے زلف — بلائے[2] جان ہر نخچیر ہے زلف ١٣٢٤
قیامت تک[3] خلاصی نہیں ہے ممکن — دلِ عاشق کی دامنگیر ہے زلف
ہوئے حل مشکلاتِ سورہ انور — کتابِ حسن کی تفسیر ہے زلف
دیا ہے صفحۂ رخسار کوں زیب — عجب یہ[4] خوش نما تحریر ہے زلف

نصیبِ چشم ہے خواب پریشاں
سراج اس خواب کی تعبیر ہے زلف

۱؎ ۳۹۱ کے اضافہ اشعار :- احوال دیکھ مجہ دل بے تاب کا سجن ۔ آ اے طبیب عاشق بیمار کی طرف + اسلام کوں نثار کیا کفر اوپر کجے دیکھا ہے جن نے پیو کے زنار کی طرف + بے مہر زبس کہ وو چندر بدن مرا ۔ اس کوں نظر نہیں دل ہیار کی طرف + تیری بہار حسن بدل جیو دیا سراج ۔ آ مہر سوں شتاب خریدار کی طرف + ۲؎ بلا ہر جان ہر نخچیر ۔ س ۔ بلائے جاں ہو نخچیر ۔ ۲؎ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ تک ۔ ک ۔ ۴؎ یو ۔ س ۔ ہے ۔ ک ، ا ، ۴؎ ۳۹۱ ا ۔

۵

ہر ادا ظالم[۱] کی پیاری ہے تکلف برطرف — کام میرا جاں نثاری ہے تکلف برطرف ۱۳۲۹
داغ دل ہرگز قیامت لگ نہیں[۲] ہونے کا صاف — عاشقی کی یادگاری ہے تکلف برطرف
پار گزرا ہے کلیجے سیں مرے تیر نگاہ — بے طرح کا زخم کاری ہے تکلف برطرف
تھرتھراتا ہے مرے احوال کوں سیماب دیکھ — کس بلا کی بے قراری ہے تکلف برطرف
عاشقوں[۳] کوں قتل کرنے ناز کے توسن پہ آج — شاہ خوباں کی سواری ہے تکلف برطرف
تجہ نگاہ باحیا کی ہول لے ابروکماں — ہر کلیجے کی کٹاری ہے تکلف برطرف

قصۂ[۴] غم گر لکھا تجہ کوں تو برجا ہے سراج
عالم بے اختیاری ہے تکلف برطرف

۱۔ پیتم۔ ۳۹۱ا۔ ۲۔ نہ جاوینگے سجن ۳۹۱ا۔ ۳۔ عاشقاں۔ ک۔ ۴۔ ۳۹۱ا۔ کا اضافہ شعر۔
بسمل غم جاں دیتا ہے شتابی لے خبر۔ تجہ برہ کا وار کاری ہے تکلف برطرف۔

ردیف ق

۱

۱۳۳۶ دم بدم رکھتا ہوں ابرلفِ دوتا کا اشتیاق ہے مرے پراندنوں میں کس بلا کا اشتیاق
ہے دلِ پرسوز کوں میرے خیال کوئے دوست دوزخی کوں ہے بہشتِ دلکشا کا اشتیاق
صافیٔ دل ہے جمالِ ذاتِ مطلق کوں محیط ہے عبث آئینۂ عالم نما کا اشتیاق
وصل میں راحت ہے لیکن ہجر کی لذت کہاں انتہا میں چاہتا ہوں ابتدا کا اشتیاق
مجھ دلِ پرخوں کوں ہے مصرعِ عالی کا ورد ہے کسی کے پانو کوں رنگِ حنا کا اشتیاق
ہو نہیں سکتی مری اور دل کی اب صحبت برار دل دہی کے واسطے ہے دلربا کا اشتیاق
شامِ غم کوں ہے امیدِ صبحِ عشرت دم بدم سورۂ واللیل کوں ہے والضحیٰ کا اشتیاق
چاہتا ہوں دلبرِ ہم رنگ سیں اوڑ کر ملوں جس طرح [سیں] کاہ کوں ہے کہربا کا اشتیاق
کیا کہوں میں کس طرح مشتاقِ وصلِ یار ہوں تشنہ لب کوں پوچھیے آبِ بقا کا اشتیاق
ناوک انداز کماں ابرو کہاں ہے جس کے بن تو دہ دل کوں ہے تیرِ بے خطا کا اشتیاق
سجدۂ محویتِ عاشق گواہِ حال ہے جبہۂ تسلیم رکھتا ہے رضا کا اشتیاق
شوخ چشموں نے کیا زخم آہِ درد آلود پر رام کرتا ہے غزالوں کوں صدا کا اشتیاق

عندلیب دل مرے کوں ہے خزانِ ہجر میں — گل بدن یعنی بہارِ مدعا کا اشتیاق

بخیۂ بے طاقتی سیں جامۂ دل چاک ہے — ہے کسی گل چہرۂ رنگیں قبا کا اشتیاق

اے سراج اس شعلہ رو پر خاک ہو جانے بغیر

کیا چلے پروانۂ بے دست و پا کا اشتیاق

۲

۱۳۵۱ ہے تجلی بخش جب سیں پر تو اسرار عشق — تب سیں دل میرا ہوا ہے مطلع انوار عشق

لیلیٰ گل چہرۂ مقصود کوں پایا ہے وو — جو ہوا ہے مثل مجنوں بلبل گلزار عشق

اسکوں آفات[1] حوادث سیں نہیں آسیب کچھ — جس کوں تعویذ گلوئے دل ہوا طومار عشق

منزلِ دل کوں بنایا دوست رہنے کے تئیں[2] — لے[3] مرے آنسو کا پانی گرد غم معمار عشق

ہے خیال چشم خوباں روغن بادام اوسے — بستر بے تابی دل پر جو ہے بیمار عشق

بیدخوانی[4] نالۂ و فریاد کی ہے صبح و شام — جس برہمن کوں گلے کا ہار ہے زنّار عشق

بے خبر ہے محفل کونین سیں مثل سراج

جو ہوا ہے بے خودی کے جام سیں سرشار عشق

---

۱ آسیب ۳۹۱ ا ۔ ۲ بدل ۳۹۱ ا ۔ ۳ بس کے غم کی گرد ہو آب ہیں معمار عشق ۳۹۱ ا ۔

۴ اس کوں شب ہے بید خوانی نالہ و فریاد کی ۳۹۱ ا ۔

۳

۱۳۵۸ مجلسِ حسرت[۱] میں ہے جو کوئی کہ مہمانِ فراق — کیوں نہ ہوے لختِ جگر اس کوں نمکدانِ فراق
چشمِ عاشق[۲] سیں نمایاں ہے قطارِ اشکِ گرم — آ تماشا دیکھ روشن ہے چراغانِ فراق
جب سیں میرے زخمِ دل پر ہے تیرا[۳] حق نمک — کھینچتا ہوں تب سیتی میں بارِ احسانِ فراق
کشتیِ ابرو دکھا اب ناخدا ترسی نہ کر — حد سیں[۴] گذرا ہے مرے سر پر شورِ طوفانِ فراق
ناوکِ انداز کماں ابرو کہاں ہے جس کے بن[۵] — پہلوئے دل میں لگی ہے نوکِ پیکانِ فراق
کیوں نہ ہوے جمعیتِ دل، مایلِ[۶] آشفتگی — ہات آئی ہے اسے زلفِ پریشانِ فراق

تجہ بغیر[۷] اے شمعِ بزمِ ناز جلتا ہے سراج
حسن کے پرتو سیں روشن کر شبستانِ فراق

---

[۱] تجہ پرت کی بزم میں جو کوئی ہے۔ س۔ [۲] اشکِ خونی جلوہ گر مجہ نین سوں ہے اے سجن۔ س۔ [۳] میرا۔ ک
[۴] اے سجن اب مجہ پہ گذرا حد طوفاں۔ س۔ [۵] باج۔ س۔ [۶] مایہ۔ ک۔ [۷] بنا۔ س۔

ردیف ک

۱

دیا ختن کوں تری زلف نے اضافۂ مشک بحال تجہ سیں ہے جاگیر بوئے نافۂ مشک

وفور بوئے محبّت نہاں نہیں رہتی مثل ہے راست "تنگ ظرف ہے قبائے مشک"

لکھا ہوں خط میں ترے خطِّ عنبریں کی صفت[1] بجا ہے اس کوں اگر میں کروں لفافۂ مشک

رہی ہے جھوم گھٹا زلف کی ترے رخ پر عروسِ حسن کوں گویا کہ ہے محافۂ مشک

لکھا ہے کاکلِ مشکیں کے وصف بس کہ سراج[2]

ہوئی ہے اس کے اثر سیں دوات "نافۂ مشک"

۲

ظالم مرے جگر کوں کرے کیوں نہ پھانک پھانک سیکھا ہے وو نگہ کا بیٹا اور ادا[2] کا بانک

پوتھی[3] خیالِ یار کی آئی ہے جب سیں ہات دل کے ورق پہ تب سیتی[4] لکھتا ہوں غم کی آنک

۱ـ کا وصف ـ ک ـ کے وصف ـ ۵۸۴ ا ـ ۲ـ کی ـ ک ـ ۳ـ جس دن سوں باچتا ہوں یہ پوتھی پریم کی ـ س ـ اس شعر کی بجاے ہیں تیج کا شعر اسطرح لکھا ـ خون جگر کا لعل جڑا ہوں پیا کے کاج ـ انگشتری کوں دل کی محبت کا دے کہ دانک ـ ۴ـ سیں لکھا ہوگا ک ـ

انگشتری کوں دل کی بنایا ہوں نذرِ یار ۔ لختِ جگر کے لعل کوں الفت کا[1] دیکھ ڈانک

آتا ہے یاد پھول کے دیکھے سیں گل بدن ۔ عاشق کا جھیلتی ہے جگر بلبلوں کی ہانک

جانِ[2] جہاں کا ذوق[3] اگر ہے تجھے سراج

پنہاں نگاہِ غیر سیں پردے میں دل کے جھانک

۳

۳۷۵ کوئی مرا پیغام لے جاوے اگر موہن تلک ۔ مہر سیں امید ہے شاید کہ دکھلاوے جھلک

فرشِ مخمل پر ترے بن مجھ کوں خواب آتا نہیں ۔ خار ہوتا[4] ہے مری آنکھوں میں ہر موئے پلک

زندگانی تجھ بِرہ میں خوش نہیں آتی مجھے ۔ جان تجھ کو[5] گر کہوں تو نہیں ہے ہرگز اس میں شک

مجھ نظر میں آ شتاب اے نورِ چشمِ عاشقاں ۔ گل پڑا ہے میری آنکھوں میں نہیں یہ مردمک

سارے[6] عالم کے شکر لب شرم سیں پانی ہوئے ۔ دیکھ کر اس شور[7] محشر کی ملاحت کا نمک

---

[1] کی دے کہ ڈانک ۵۸۴ ۔ [2] جامِ جہان شوق ۔ س ۔ [3] شوق ۵۸۴ ا ۔ [4] سلتا ہے مجھ انکھیاں میں ہر موے ۔ س ۔ [5] کر کر تجھ کوں کہوں ۔ س ۔ [6] سارے جہاں ۔ ک ۔ جگ کے سب خوباں شکر ۔ س ۔ اس کے بعد یہ دو شعر اضافہ ہیں ۔ ہو کے حیراں ٹک پلک اوپر کھڑا ہیں منتظر ۔ جب سوں دیکھا سروِ گلشن میں تجھ قد کی لٹک ۔ کیوں نہ ہوئے تاراج ملکِ صبر و طاقت اے سراج ۔ یہ پیہ لیا یا ہے غنیم ہجر نے غم کی لٹک ۔ [7] شوخ کے مکھ کے ۔ س

بھیجتا ہے قمریوں کے ہات سیں پیغام عجز　　جب سیں دیکھا سروِ گلشن نے تجھ قد کی لٹک

گل نہ کر میرے چراغِ صبر کوں جانِ سراج
طرزِ بے رحمی سے ہرگز اپنا دامن مت جھٹک

۴

۱۳۸۲ سینہ صافی کی ہے جیسے عینک　　اسکوں دیدار یار ہے بینک
صفحۂ دل کوں داغ کی کر مہر　　عشق کے شاہ نے دیا دستک
رہ زنِ عقل سیں نہیں وسواس　　ہوں حمایت میں عشق کی جب تک
بوالہوس سوزِ دل کوں کیا جانے　　نہ جلے ہرگز آگ میں ابرک
غیر کا نقش، غیرِ نقش نگار　　صفحۂ دل سنی کیا ہوں حک
شور[۱] ہے بس کہ تجھ ملاحت کا　　دل ہمارا ہوا ہے کانِ نمک

گر جلا چاہتا ہے مثلِ سراج
اے دل اس شعلہ رو کی دیکھ جھلک

ا۔ ۳۹۱ ا میں اس کے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ آرسی شرم سیں نہ ہوئے کیوں آب۔ دیکھ کر بیوکے حسن کی جو دمک۔

۵

۱۳۸۹ ترے[1] بن ہے آنکھوں میں طغیانِ اشک　　بلا یا قیامت ہے طوفانِ اشک

ہر ایک قطرہ کیوں دُرِّ مکنوں نہ ہوئے　　برسنے[2] لگا ابرِ نیسانِ اشک

مجھے رات دن دولتِ عشق سیں　　میسّر ہے لعلِ بدخشانِ اشک

نہیں[3] لعل و گوہر کا مشتاق وو　　ہوا جس کوں موجود سامانِ اشک

کہاں ہے مرا شمع رواے سراج
کہ جس بن ہے روشن چراغانِ اشک[4]

---

[1] ہوا جب سیں پیو باج طغیان اشک ۔ اوٹھا تب سوں انکھاں میں طوفان اشک ۔ بر ۳۹۱ ا ۔ [2] برستا ہے نت بر ۳۹۱ ا ۔ [3] نہیں حاجت لعل و گوہر مجھے ۔ میسر ہے لعل بدخشان اشک ۔ بر ۳۹۱ ا
[4] بر ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار :۔ لکھا سیم تن کوں جب احوال دل ۔ کتابت کتابت زرافشان اشک ۔
سراج آج انکھیاں نین فانوس میں ۔ بیاباں ہے روشن چراغان اشک ۔

ردیف گ

۱

گذر ہووے اوسے البتہ نورِ مہر انور لگ[۱]　　　جسے ہے دست رس مانندِ شبنم دیدۂ تر لگ ۱۳۹۴
نہیں دیکھا ہے جس نے شامِ ہجراں کی گھٹا کالی　　　نہ پہنچا[۲] ہات اُسکا یار کی زلفِ مُعنبر لگ
ہوا ہے دست بیعت خانوادے میں[۳] ترے غم کے　　　رہیگا سلسلہ آنسو کا جاری روزِ محشر لگ
خرد کے شہر کے ساکن کوں لافِ عشق بے جا ہے　　　تفاوت ہے بڑا دھر[۴] یہاں سیں لے تابی کے کشور لگ

سراج اس حورپیکر کا ہوا ہے دل سیں پروانہ
نہیں دیدار کے پیاسے کوں ہرگز کام کوثر لگ

۲

ہمارے[۵] اشکِ جگر گوں سیں اے بُتِ تیز رنگ　　　عجب خیال کی مجلس میں ہو رہا ہے رنگ ۱۳۹۹
گُلِ گلاب کی جیوں آس پاس ریحاں ہے　　　عیاں ہوا ترے[۶] رخسار پر خطِ شب رنگ

۱ے ک میں ردیف تک ہے۔ ۲ے نہ پہنچے ہات اوس کے ب۳۹۱ ا۔ ۳ے انجھو کا سلسلہ ب۵۸۴ ا۔ ۴ے تیرا دھر ک بڑا دُھر ب۵۸۴۔ ۵ے سجن کے دو نین ہیں کیا بلا بر نگ۔ کہ جس کوں دیکھ ہوا ہے تمام عالم زنگ۔ ب۳۹۱ ا۔ ۶ے مکھ پہ ب۳۹۱ ا۔

نہ ہوئے ساغر لبریز مئے سیں رفعِ خمار　　　خیالِ چشمِ صنم ہے مجھے[1] شرابِ فرنگ
ترے دہن کی مسی سے مجھے ہوا معلوم　　　نمازِ شام کا ہے وقت اب نہایت تنگ
خدا[2] کے واسطے مجھ سیں کشادہ ابرو مل　　　ترے دہن کی قسم ہے ہوا ہے جی سیں بہ تنگ
عجب نہیں ہے اگر لیوے قلعۂ دل کوں　　　ترے خیال نے سینہ میں آ کیا ہے سرنگ

دیکھا شتاب ستی شمع رو مرا یارب
کہ جس کے غم سیں جلا ہے سراج مثلِ پتنگ

۳

۱۲۰۶ موہن[3] ہوا ہے سبز برن سر سیں پاؤں لگ　　　دستا ہے مجھ کوں سرو چمن سر سیں پاؤں لگ
تجھ لعل لب سری کا نہ پایا عقیق کوں　　　دیکھا اگرچہ کان یمن سر سیں پاؤں لگ
پتلی نمن نین میں کرے جا تو ہے بجا　　　پیارا لگا انکھیاں میں سجن سر سیں پاؤں لگ
مہتاب رو کوں دیکھ کے میں زندہ دل ہوا　　　بھڑکی ہے[4] تجھ برہ کی اگن سر سیں پاؤں لگ

---

[1] کہ جیوں ۔ ک ۔ [2] ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار ۔ نہیں ہے بد نظر مجھ کوں اپر جگ میں ۔ جنوں کے وحشت میں وحشت کوں نام آور کہا تک ۔ سجن کی یاد میں ازبس کہ صافی دل ہوں ۔ خیال غیر ہے مجھ دل کی آرسی پر زنگ

[3] ۳۹۱ ا و س ۔ و ب [4] لازم ہے اب کتاں کا کفن سر سوں پاؤں لگ ۔ س ۔

کب رام کوں چھوڑ مجھ سوں دل آرام، رام ہوئے	ہے شوخ چشم مثل ہرن سر سیں پاؤں لگ

لالے[1] کے پھول کیوں نہ کھلے دل کے باغ میں	لازم ہے اب کتاں کا کفن سر سیں پاؤں لگ

تیرے عرق کی شرم سوں اے معدنِ حیات	پانی ہوا ہے دُرِّ عدن سر سیں پاؤں لگ

لایا ہوں نذر، دل کی انگوٹھی کوں کر قبول	غم کے جڑے ہیں جس کوں رتن سر سوں پاؤں لگ

ہو کال پر گھٹا ہے مرے دل پہ غم سراج
اس چاند کوں لگا ہے گہن سر سوں پاؤں لگ

---

[1] لالے کے پھول نہیں ہیں چمن میں لالے باغ کوں۔ بھڑکے ہے تجھ برہ کی اگن سر سوں پاؤں لگ۔ س۔

ردیف ل

۱

۱۴۱۵ زہر کا گھونٹ ہے یہ شربتِ خونابۂ دل / ہے[1] بلانوش کا کام اہلِ ہوس کوں مشکل

سختیٔ بارِ جدائی کی نہیں تاب مجھے / سنگدل نے میرے سینے پہ رکھا ہجر کی سل

بھیک[2] دے کاسہ سر ہات لئے پھرتا ہوں / آستانے پہ ترے شوق کے ہو کر سائل

دیکھ کر خالِ رخِ یار ہوا یوں معلوم / سفرِ راہِ محبت میں خطر ہے تل تل

یار و[3] اغیار کی صورت سیں ہوا ہے بیزار / مئے[4] یک رنگیٔ وحدت جو پیا یار سیں مل

چشمِ عبرت سیں تماشائے جہاں کرتا ہوں / خاک در خاک ہے یہ انجمنِ گل در گل

ہاتفِ غیب سیں یوں مجھ کوں بشارت ہے سراجؔ

مائلِ یار جو ہے، یار ہے اس کا مائل

---

[1] جز بلانوش ہر یک کوں ہے لئی مشکل ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] کاسہ چشم کوں لے ہات درس منگتا ہوں ۳۹۱ ا ۔ [3] یار اغیار کی ۔ ۵۸۴ ا ۔ [4] بہیم مدہ مجلس ولیں جیو پیا پی ستے مل ۔ ۳۹۱ ا ۔

۲

۱۴۲۲ ہے ترے حُسن میں زبس کہ کمال — نظر آتا ہے[1] بدر، مثلِ ہلال
ہے گلِ گلشنِ محبّت کے — دلِ زخمی میں تجہ نگہ[2] کی بھال
تشنہ لب کوں دکھا جمال کہ ہے — خط ترے لب کا موجِ آبِ لال
اس کوں نسبت ہے زلف سیتی ہی — جو ترے غم سیتی ہے پریشاں حال
اے صنم[3] یہ فقیر رکھتا ہے[4] — ایک دیدار کا ترے سیتی سوال
مصحفِ حُسن کوں[5] دکھا کہ ہوا — تری زلفوں سیتی دین میں اشکال

سرو کے فاختے اڑے ہیں سراج
دیکھ گلشن میں سرو قد کی چال

۳

۱۴۲۹ آہ میری ہے صورِ اسرافیل — جل گئے جس سبب پرِ جبریل
تیری ابرو کی تیغ پیاسی ہے — آپلا خون عاشقاں سیتی سبیل

---

[1] مجہ کوں دستا ہے بدر ۔ س ۔ [2] پلک ۔ س ۔ [3] جیوں ۔ س ۔ [4] ہوں ۔
س ۔ [5] ٹک ۔ ۳۹۱ ا ۔ [6] ہے ۔ ۵۸۴ ا ۔

جو ہوا ہے شہید خنجر یار[1] کعبۂ عشق کا ہے اسمٰعیل
عشق نہیں زاہدوں کی قسمت میں حرف تقدیر کوں نہیں تبدیل
گل سیں نسبت نہیں ترے[2] رخ کوں کیا ہے تجھ قد سیں سرو کوں تمثیل
مار کھایا ہے زلف سیں تیری تن پہ سنبل کے ہے علامت نیل

مت ہو مغرور زندگی میں سراج
آمد و رفت دم ہے کوس رحیل

۴

بات کر دل ستی[3] حجاب نکال غنچۂ لب ستی گلاب نکال ۱۴۳۶
شب ہجراں کی تیرگی کر دور حسن تاباں کا آفتاب نکال
بیت ابرو کا درس دے مجھ کوں فرد دیوانِ انتخاب نکال
بوالہوس بند عقدۂ غم ہے زلفِ مشکیں سیں پیچ و تاب نکال
منحصر نہیں ہے گوشہ گیری پر دل سیں یکسو ہو سب حجاب نکال
تکیۂ مخملی سرہانے رکھ لیکن آنکھوں سیں اپنی خواب نکال

---

[1] ناز۔ک۔ [2] کہ۔ ۳۹۱ ا۔ [3] سوں کہ۔س۔

مستیٔ عشق گر تجھے ہے سراجؔ

شیشۂ چشم سیں شراب نکال

۵

۱۴۴۳ مجھ پر اے محرم جاں پردۂ اسرار کوں کھول ۔۔۔ خواب غفلت سیں اٹھا دیدۂ بیدار کوں کھول

دل کوں اب دامن صحرائے جنوں یاد آیا ۔۔۔ عقل کے دام سیں اس صید گرفتار کوں کھول

اے نسیم سحری بوئے محبت لے آ[1] ۔۔۔ طرۂ یار ستی عطر کی مہکار کوں کھول

آرزو ہے مری[2] آنکھوں سیں رواں ہوویں[3] آنسو ۔۔۔ نشتر غم سیں رگ ابر گہربار کوں کھول

میں[4] خریدار ہوں اے جنس جنوں خاطر خواہ ۔۔۔ اے غم قافلہ سالار ٹک اس بار کوں کھول

قفس غم میں دل افسردہ رہوں گا کب لگ[5] ۔۔۔ نغمۂ شوق سیں میرے لب گفتار کوں کھول

قصۂ درد کوں انجام نہیں مثل سراجؔ

غم کے دفتر کوں لپیٹ آہ کے طومار کوں کھول

۶

۱۴۵۰ ہے تجھ آنکھوں کے گرفتاروں میں دل ۔۔۔ کیوں نہ ہوئے مشہور بیماروں میں دل

[1] پہنچا۔ بر۳۹۱ ا۔ [2] کہ انکھیاں سوں انجھو جاری ہویں بر۳۹۱ ا۔ [3] ہوئے ج۔ [4] مجھ خریداروں کوں د۔ بر۳۹۱ ا۔ [5] تک بر۵۸۴ ا۔

ان[1] بھنوؤں کے زخم کی لایا ہے تاب خوب جا سمہلا ہے تلواروں میں دل
مجہ پریشاں کی طرف پھر کیوں کر آئے ہے ترے گیسو کی مہکاروں میں دل
ذبح کرتا ہے تو پورا ذبح کر بے طرح اب چوڑ ہے داروں میں دل
ہیں قیامت چشم وابرو خط و خال قید کیوں کرتے ہو لاچاروں میں دل
ہر[2] کسی کوں مت سواری میں رکھو بس ہے ایک اپنا[3] جلو داروں میں دل
شعلہ رو جب سیں نظر آیا نہیں لوٹتا ہے تب سیں انگاروں میں دل
اس کے کوچے میں لجب کر جی لیا ایک ہے عالم کے عیاروں میں دل

گل بدن شاید نظر آوے سراج
رات دن پھرتا ہے بازاروں میں دل

۷

۱۴۵۹ ہر کسی کوں گذر عشق میں آناں مشکل راہ سیدھی ہے ولے راہ کوں پاناں مشکل
کس[4] طرح کیجے فکر شرر افشانی اشک جب کہ پانی میں لگی آگ بجھاناں مشکل

۱؎ تجہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ مت کسی کوں رکھو سواری کے سنگات ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ اتنا ۔ ح ۔ و
۵۸۴ ا ۔ ۴؎ کیا کروں فکر انجھو کی شرر افشانی کا ۔ س ۔

زور[1] نادر ہے ترے چیرۂ[2] نکدار[3] کی سج — جس[4] طرح دل میں چھپی ہے سو بتاناں مشکل

پھول میرے کوں اگر پھول کہوں بھول لے سیں[5] — پھول کوں پھول کے پھولوں میں سماناں مشکل

آتشیں رو سیں نہاں کیونکہ رکھوں سوز[6] جگر
جان جاتا ہے سراج اب تو چھپاناں مشکل

۸

ہوں پریشاں یار کی زلفِ پریشاں کے طفیل — چاہِ غم میں ہوں میں اُس چاہِ زنخداں کے طفیل ۱۴۹۴

سیل اشک[7] گرم سیں ہے خانۂ مردم خراب — میں ہوا رسوائے عالم چشمِ گریاں کے طفیل

لے قلم مژگاں کا لکھتا ہوں خط یاقوت اشک — صفحۂ دامن پر اُسکے[8] خط ریحاں کے طفیل

لذتِ دشنام کی مجھ کوں چکھا جا چاشنی[9] — شور ہے دل[10] میں وو لعل شکر افشاں کے طفیل

مرہم[11] الطاف ہے درکار اے بادامِ چشم — ہے مشبک سینہ[12] تیر بتیر مژگاں کے طفیل

زنگِ غم صیقل کیا آہِ سحر کے فیض نے — کفر کی ظلمت گئی ہے نور ایماں کے طفیل

---

[1] خوب لگتی ہے ترے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] بیلیہ نکہ دار ۔ س ۔ [3] نوکدار ۔ ک ۔ [4] جس برہ دل کوں چھپی ہے اس طرح دل میں چھپی ہے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [5] سوں ۔ ۵۰۴ ف ا ۔ [6] سورج کوں ۔ ک ۔ [7] سوں مجہ اشک کے ۳۹۱ ا [8] اوپر اس خط ریحاں ۳۹۱ ا ۔ [9] توں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [10] جگ میں وو گوہر لعل افشاں ۳۹۱ ا [11] لطف کے مرہم ستی اے شوخ میرا کر علاج ۳۹۱ ا ۔ [12] دل مرا تجہ ۔ ۳۹۱ ا ۔

مشعلِ[۱] سوزِ جگر ہے ہر غزل میری سراج
شمعِ دل روشن ہے فیضِ شاہ رحماں کے طفیل

۹

حُسن تیرا ہے گلستاں کی مثال — قد ترا سروِ خراماں کی مثال ۱۴۷۱
سرو تجھ قد کے مقابل اے صنم — چشمِ قمری میں ہے پیکاں کی مثال
ہے شبِ ہجرت میں گل رخسار کے — ہر یک خارِ مغیلاں کی مثال
عشق کی زنجیر کا پابند ہوں — ہے گلستاں مجھ کوں زنداں کی مثال
انتظاری میں تری اے سادہ رو — آرسی ہے چشمِ حیراں کی مثال
کیوں نہ ہوئے مثلِ کتاں دل چاک چاک — رخ ترا ہے ماہِ تاباں کی مثال
بوریائے بے ریائے دشتِ فقر — ہے مجھے تختِ سلیماں کی مثال
خارِ غم سیں شوخ گل رخسار کے — دامنِ دل ہے گریباں کی مثال
کیوں نہ ہوئے خانۂ مردم خراب — اشک بے پایاں ہے طوفاں کی مثال
چاہ میں اس شکّر یوسف کی مدام — سینۂ عاشق ہے کنعاں کی مثال

---

[۱] حشر کے دن ہے ادائی تو کیا خوف۔ ہے اے سراج۔ ہے شفاعت کی مجھے امید رحماں کے طفیل۔ ب ۳۹۱ ا۔ م ۳۹۱ میں یہ غزل ردیف "ط" میں (کی غلط) درج ہے۔

حج اکبر دوست کا دیدار ہے وصل اسکا عید قرباں کی مثال

دلبر یاقوت لب کی یاد میں دل ہوا پرخوں بدخشاں کی مثال

آیت خوبی ہے خط و خال و زلف شوخ کا عارض ہے قرآں کی مثال

کیوں نہ ہوئے ہر اشکِ غم دُرِ یتیم چشم ہے بارش نیساں کی مثال

بس کہ تجھ کوں فکر موزوں ہے سراج

ہر غزل تیری ہے دیواں کی مثال

۱۰

تجھ رُخ کا رنگ دیکھ خجل ہے چمن میں گل جلتا ہے سوز رشک سیں ہر پھولبن میں گل[۱] ۱۴۸۶

وو شوخ گلعذار ہوا جب سیں جلوہ گر ہے بے وقار تب سیں ہر ایک انجمن میں گل[۲]

مجھ داغ دل کے رشک سنی جھڑ گئے ہیں سب[۳] ہرگز نہیں رہا ہے بہشتِ عدن میں گل

اس گل بدن کی یاد میں جو کوئی کہ جی دیا تکفین[۴] کہ وقت چاہیے اسکے کفن میں گل

آتا ہے جب خیال ہم آغوشیٔ صنم سلتا ہے مثلِ خار مرے پیرہن میں گل

ہے عندلیب دل کوں وو گل رو کی آرزو ظاہر ہے جس کی زلف کی ہر ہر شکن میں گل

۱ ہے انجمن میں ب ۳۹۱ا۔ ۲ بے وقر ہے تد ہاں سوں ب ۳۹۱ا۔ ۳ پڑے ب ۳۹۱ا۔ ۴ شاید جگر کے داغ سوں ہوں ب ۳۹۱ا

سیر چمن کا ذوق تجھے[1] کب ہے اے سراج
ہر بیت تازہ ہے مرے باغ سخن میں گل

۱۱

۱۴۹۳ اے[2] باغِ حیا دل کی گرہ کھول سخن بول — تنگی ہے مرے حال پر اے غنچہ دہن بول
اے آہ سُنا اسکوں[3] مرے حال کی عرضی — تجھ زلف کے پیچوں نے دیا مجکوں شکن بول
مدت[4] ستی پروانہ توں ہمدرد مرا ہے — اس شمع سیں تیری جو لگی آج لگن بول
آتی ہے تجھے دیکھ کے گل رو کی گلی یاد — اے بلبلِ بے تاب مجھے[5] اپنا وطن بول

خاموش[6] نہ ہو سوزِ سراج آج کی شب پوچھ
بھڑکی ہے مرے دلمیں ترے غم کی اگن بول

۱۲

۱۴۹۴ گر چلے سیر کوں وو گلشن خوبی کا نہال — کیا تعجب جو کرے سرو سہی استقبال

---

[1] نہیں ہے مجھے ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر یہ ہے ۔ گلگشت لالہ زار ستی دل میں داغ ہے بھولا ہے یو کے ہجر سوں سیر چمن میں گل۔
[2] یکبار مرے غم سوں توں اے غنچہ دہن بول۔ لے ہات مرے دل کوں محبت کے سخن بول — [3] یو کوں ۳۹۱ ا۔ [4] مدت سوں آ پروانہ ۳۹۱ ا۔ [5] توں سیجہ ۳۹۱ ا۔ [6] ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار۔ مشتاق ہوں تجہ لب کی فصاحت کے بیان کا
خاموش نہو مہر سوں اے من کے موہن بول۔ بیرحم نہ ہو سوزشِ بے تابی دل پوچھ۔ بھڑکی ہے مرے من میں ترے غم کی اگن بول۔
میں فکر سوں بولا نہیں اے سفر سمجھ ۹ — یتیم نے کہا تجہ کوں سراج اپنے سخن بول۔

یارؔ بن جب سیں ہوا خواب حرام آنکھوں پر — تب ستی لختِ جگر مجہ کوں ہوا قوت حلال

خُم میں آنکھوں کے اگر نہیں ہے شہابؔ آنسو کا — کیوں کیا غم کے زنگار نے مراد من لال

اہل صورت پہ ہے مجہ ناموری کا سکہ — جب ستی صوبہ معنی ہے مر دل کوں بحال

بوالہوس سیرِ بیابان فنا کیوں کہ کرے — حلقۂ دام ہے یہاں نقش کف پاۓ غزال

گردش چرخ سیں آسیب نہیں عاشق کوں — غم میں ہے قطب کے مانند اوسے استقلال

شعر رنگیں نے غزالوں کوں کیا صید سراجؔ

رشتۂ دام ہے تار نگہ دام خیال

۱۳

دل مرا پیو کے باج ہے بیکل — بیشتر کل سیں آج ہے بیکل

اپ سیں نیں ہے تری جدائی میں — کیا کرے لا علاج ہے بیکل

تجہ محبت میں عاشق شیدا — کھو کے سب شرم و لاج ہے بیکل

ماسوا سیں ترے مرے دل کوں — نہیں ہے کچھ احتیاج ہے بیکل ۱۵۰۵

آتش بیخودی میں جیوں سیماب

آشنائی سراجؔ ہے بیکل

ا۔ پیو بن جب سوں مجہ انکھیاں میں ہوا خواب حرام ۳۹۱ ا۔ انکھیاں کے نہیں ہے مر انجھواں کا شہاب ۳۹۱ ا۔ ۳۔ کے ح و ۳۹۱ ا۔ ۴۔ چشم ۵۸۴ ا۔ ۵۔ شراب۔ ۶۔ از ۳۹۱ ا۔

ردیف م

۱

۱۵۱۰ یک نگہ سیں لیا ہے وو گل فام — کیا خرد کیا شکیب کیا آرام

حق میں عشاق کے قیامت ہے — کیا کرم کیا عتاب کیا دُشنام

مجھ کوں گل گشتِ باغ زنداں ہے — سبزہ زنجیر و شاخِ سنبل دام

مے کشی کوں تری گلستاں میں[۲] — سرو مینا ہے دورِ نرگس جام

وقت ہے[۳] اب نمازِ مغرب کا — چاند رخ[۴] لب شفق ہے گیسو شام

آرزو وہ ہے جو منزلِ مقصود — ترکِ مطلب ہے مدعائے تمام

صدق دل سیں سراج باندھا ہے
کعبۂ کوئے یار کا احرام

۲

۱۵۱۷ صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم — کہ اصل ہستیِ نابود[۵] ہے عدم کا عدم

۱؎ شام ح۔ ۲؎ ہے۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳؎ مجھیہ ہوئی اب نماز مغرب فرض س و ب ۳۹۱ ا۔ ۴؎ مکھ چندر ب ۳۹۱ ا۔ ۵؎ موہوم ب ۵۸۴ ا۔

اسی جہان میں گویا مجھے بہشت ملی　　　اگر رکھوگے مرے پر یہی کرم کا کرم

ابھی تو تم نے کئے تھے ہماری جاں بخشی　　　پھر ایک دم میں وہی بھیجا علم کا علم

وو گل بدن کا عجب ہے مزاج رنگا رنگ　　　فجر کوں لطف تو پھر شام کوں ستم کا ستم

نہ رکھ آج کسی خوب رو سیں چشمِ وفا

صنم ہزار ہوا تو وہی صنم کا صنم

۳

صنم[1] بلبل کا دل ہنس کر لئے تم　　　عبث ہے باغ میں گل کا تبسم ۱۵۲۲

دکھا[2] نورِ چراغِ حسن مجکوں　　　کیا ہوں نقد دل تجھ زلف میں گم

مرے دل میں محبت کا نشہ ہے　　　لبالب ہے شرابِ غم سیں یہ خم

ہماری آہ آتش[3] یار کوں دیکھ　　　خجالت سیں ہوا پانی جہنم

گھٹا غم کی مری آنکھوں میں چھائی　　　برستی ہے جھنوار[4] آنسو کی چھم چھم

کیا کیوں حالِ مظلوماں پریشاں　　　تجھے لازم ہے اے ظالم ترحم

---

[1] سجن۔ ۳۹۱ ا۔ [2] ۳۹۱ ا میں اسکے بعد یہ شعر زیادہ ہے۔ عرق تجہ مکھ او پر یوں جلوہ گر ہے۔
کہ جیونکہ چاند کے نزدیک انجم [3] سن کر۔ ۳۹۱ ا۔ [4] انجھو کا مینہ۔ ۳۹۱ ا۔

او ٹھے[1] کیوں کر شہید خنجرِ عشق
سراج اسکو مسیحا گر کہے "قُم"

م

۱۵۲۹ کیا ہے لشکرِ غم نے ہمارے[2] دل پہ ہجوم ‖ عجب نہیں ہے اگر فوجِ عیش[3] ہوئے معدوم
صنم کے حسن کی شہرت ہوئی ہے[4] عالم میں ‖ تمام[5] کوچہ و بازار میں پڑی ہے دھوم
دہن ترا ہے مگر خاتمِ سلیمانی ‖ ہوئے ہیں دیو و پری جس سبب ترے محکوم
تمہارے[6] عارض و کاکل سیں نہیں ہے راہ گریز ‖ ہوئی ہے[7] متفق اب فوجِ زنگ و لشکرِ روم
کرے گا عاشقِ بے تاب کا جگر صد چاک ‖ تری نگاہ کے خنجر سیں یوں[8] ہوا معلوم
شرابِ عیش میسر نہیں مرے دل کوں ‖ ہوا ہے[9] جب سیں تری بزمِ وصل سیں محروم

سراج یوں مجھے استاد مہرباں نے[10] کہا
کہ علمِ عشق سیں بہتر نہیں ہے اور علوم

۱۔ مخطوطہ ۳۹۱ ر میں یہ شعر اضافہ ہے۔ سنا ہوں جب ستی مصرع ولی کا۔ ہوا ہے ہوش میرا تم ستی گم۔ ۲۔ میرے جگر۔ س۔ ۳۔ عقل۔ ک۔ ۴۔ ہے بس کہ ہر جانب۔ س۔ ۵۔ ہر ایک۔ س۔ ۶۔ پیاکے۔ س۔ ۷۔ ہوئی ہے۔ س۔ ۸۔ یو۔ س ۹۔ ہوا ہوں جب سوں۔ س۔ ۱۰۔ سوں ہوا معلوم۔ س

۵

کون کہتا ہے جفا کرتے ہو تم — شرط معشوقی وفا کرتے ہو تم ۱۵۳۶
مسکرا کر موڑ لیتے ہو بھویں — خوب ادا کا حق ادا کرتے ہو تم
ہم شہیدوں پر ستم ، جیتے رہو — خوب کرتے ہو بجا کرتے ہو تم
سُرمئی آنکھوں کوں کیا سُرمے سیں کام — ناحق ان پر توتیا کرتے ہو تم
ہر پر بلبل کوں نے خونیں نگاہ — خون گل سیں کربلا کرتے ہو تم
پیستے ہو دل کوں جیوں برگ حنا — ہات خوں آلودہ کیا کرتے ہو تم

خاک کرتے ہو جلا جان سراج
اور کہو کیا کیمیا کرتے ہو تم

۶

ہر ایک کی آنکھ میں محبوب ہو تم — عجب ہو زور[1] کچھ ہو خوب ہو تم ۱۵۴۳
زلیخا قبر میں سیں سن[2] کر آئی — کہ نورِ دیدہ یعقوب ہو تم
حجاب عشق مجہ کوں چاہیئے[3] ہوے — سبب کیا اس قدر محجوب ہو تم

[1] زور ہو۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] اوٹھ کر۔ ب ۳۹۱ ا۔ [3] یو سیں نیں ہے۔ ب ۳۹۱ ا۔

دلونکے[۱] باغ میں جیوں سرو آزاد — قد و قامت میں خوش اسلوب ہو تم
دیوانے کوں دیوانا کر نہ بوجھو — کہ اُس[۲] کی عقل میں مجذوب ہو تم
عبث ہے قصۂ فرہاد و شیریں — اگر طالب ہیں[۳] ہم مطلوب ہو تم

جلو مثل سراج آتش میں غم کی
جو پروانے طرف منسوب ہو تم

۷

۱۵۵۰ کھینچتا ہوں آہ کا مد اشکِ حسرت کی قسم — دل مرا بے تاب ہے شورِ قیامت کی قسم
آہ کی تیشے سیں جاں کندن ہے اے شیریں دہن — مجھ کوں ہے فرہاد کے تعویذِ تربت کی قسم
رات گذری ہے مجھے ماہِ محرم تجھ بغیر — مجھ کوں عیدِ وصل کی صبحِ سعادت کی قسم
زخمِ دل پر بلبلوں کے مت ستم کا لون رکھ — اے سلونے مان توں اپنی ملاحت کی قسم
جاں بلب ہوں تشنگی سیں وصل کا پانی پلا — ہے تجھے حسنین کے تیجے کے شربت کی قسم
مجھ نگین داغِ دل پر نقش ہے حرفِ وفا — عشق کی اُمت میں ہوں مہرِ[۴] نبوت کی قسم

---

۱ انکھیاں۔ مخ ۳۹۱ ا ۔ ۲ دیوانے کے نزدیک مخ ۳۹۱ ا۔ ۳ ہوں میں۔ مخ ۵۸۴ ا۔ ۴ آنکھوں کی مہروں۔ ک۔

عاشقوں کا لختِ دل، برگِ گل بے خار ہے — پھول پر مت پانو رکھ تجھ کوں نزاکت کی قسم
بات آیا سورۂ اخلاص کا مجھ کوں عمل — مصحفِ رخسارِ جاناں کی تلاوت کی قسم
کس سہی قد کے فراقوں تی ستی ہو راکھ ہوئی — راست کہہ اے فاختہ تجھ کوں تری سنت کی قسم
کیا بلا ہے انتظارِ جلوۂ آئینہ رو — نچ گئیں آنکھیں مری تصویرِ حیرت کی قسم
اے صبا! جلدی سیں اس گل کا مجھے پیغام دے — پیک آہ سینۂ عاشق کی سرعت کی قسم
قتل ہوناں تیغِ غم سیں عین ایماں ہے مجھے — نالۂ بسمل کی انگشتِ شہادت کی قسم
جانماز سجدۂ عاشق ہے نقشِ پائے یار — گردِ نعلِ دُلدُل شاہِ ولایت کی قسم
عرض رکھتا ہوں کہ یہ طرزِ تغافل خوب نہیں — گر تمھیں منظور ہے چشمِ مروت کی قسم
ہر گلِ داغِ جگر رونے سیں پایا تازگی — رشحۂ گلشن نوازِ ابرِ رحمت کی قسم
لوگ کہتے ہیں کہ اپنا حال دل دلبر سیں کہہ — بات کہنے کی کہاں طاقت ہے جرات کی قسم

شوق کے شعلہ سیں روشن ہے چراغِ دل سراجؔ
ہر پروانۂ بزمِ محبت کی قسم

۸

۱۵۶۷ کافر ہوا ہوں رشتۂ زنار کی قسم — تجھ زلف حلقہ دار کے ہر تار کی قسم

۱؎ بیتم کوں بول ع ۳۹۱ ۔ ۱ ۔

ہرگز مریض ہجر کوں بن وصل نہیں علاج — اس خوش ادا کی نرگسِ بیمار کی قسم
اُس گل بدن کے کاکلِ پر پیچ کا خیال — زنار مجھ گلے کا ہوا ہار کی قسم
تیرے بھنوواں کی یاد[1] نے ٹکڑے کیا ہے دل — ہے ذوالفقار حیدرِ کرار کی قسم
امیدوار چاہِ زنخدانِ یار ہوں — میں تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کی قسم
درکار اگر حنا ہے مجھے آنکھوں میں رکھ قدم — ہے تجھ کوں میرے دیدۂ خونبار کی قسم

یک جا ہوئے ہیں بلبل و پروانہ آج سراج
اس شمع رو کے[2] چہرۂ گلنار کی قسم

۹

ہیں چاہ میں وو میٹھے لبوں کی مدام ہم — رکھتے نہیں ہیں یوسفِ مصری سیں کام ہم ۱۵۷۴
سنبل ہمارے حال پریشاں پہ دال ہے — ہیں یاد میں وو زلف کی اُلجھن مثلِ لام ہم
جلتے ہیں پن جگر سیں نکلتا ہے دودِ آہ — ہیں پختہ مغز عشق کے نزدیک خام ہم
درکار نہیں ہے شیشۂ مے بزمِ شوق میں — پائے ہیں اسکی چشم کی گردش سیں جام ہم

---

[1] دار سوں سینہ ہوا ہے چاک ۳۹۱ ا۔ ۳۹۱ ا میں یہ تین شعر اضافہ ہیں۔ درسن دکھا کے آتشِ غم کوں مری بجھا۔ اب تشنہ لب ہوں شربتِ دیدار کی قسم۔ دل ہے مثالِ بلبل و پروانہ شوق مند۔ اس شمع رو کے چہرۂ گلنار کی قسم۔ یکبارگی ہجر کا دار تڑپتا ہوں حال میں بسمل ہوا ہوں عشق کی تلوار کی قسم۔ [2] شعلہ دیدار ۵۸۴ ا۔

مسجد میں تجھ بھنووں کی کئے جب ستی نماز　　سب[1] عاشقوں کی صف میں ہوے ہیں امام ہم

ہے یار کی گلی کا عجب دلکشا مکان　　کیا لے[2] کرینگے گلشن دار السلام ہم

طرز[3] ادا اسیں مول لیا ہم کوں اے سراج

موہن کی دلبری کے ہوئے ہیں غلام ہم

۱۰

۱۵۸۱ جا بول اے صبا وو دلارام کوں سلام　　میری طرف سیں دلبر گل فام کوں سلام

جس قد کوں دیکھ سرو کے اڑتے ہیں فاختے　　یکدم لیجا وو سرو گل اندام کوں سلام

قاصد کوں بھیج مجکوں سرفراز کر کرو　　نامے کوں دیدہ بوس کروں نام کوں سلام

خم کیوں نہ ہوئے زاہد خشک اسکی زلف دیکھ　　کافر نہوئے جو کرے اسلام کوں سلام

میں عشق کے طفیل کیا سیر باغ دل　　اس خوش ہوا بہار کے ہنگام کوں سلام

ہو با ادب ہلال تجھ ابرو کے خم کوں دیکھ　　کرتا ہے چاندرات کے دن شام کوں سلام

لاوے بجا سراج تو کیا بلکہ آفتاب

ہر صبح اوس صنم[4] کے در و بام کوں سلام

۱؎ سب عاشقاں۔ ر۳۹۱ ا۔ ۲؎ کیا لے کرینگے گلشن دار السلام ہم۔ ر۳۹۱ ا۔ ۳؎ میٹھے سخن سوں پیو نے لیا مول ر۳۹۱ ا۔

۴؎ سجن۔ ر۳۹۱ ا۔

۱۱

۱۵۸۸ تجھ پر ہوا ہوں دل سیں فدا جان کی قسم | ثابت ہوں اپنے دین[۱] پر ایمان کی قسم
گل شعلۂ فراق ہے سنبل ہے دود آہ | ہے عرس بلبلوں کے چراغان کی قسم
آیا ہے ان دنوں دلِ آشفتہ پیچ میں | اس موکمر کی زلف پریشان کی قسم
ہوں تشنہ لب ترے دمِ خنجر کے آب کا | موجِ زلالِ چشمۂ حیوان کی قسم
سیپارۂ جگر میں[۲] ہیں اعراب زخم ہجر | الحمد[۳] نام دوست ہے قرآن کی قسم
منکر ہوا تھا گل ترے گل زار حسن کا | بلبل کوں دے کتاب گلستان کی قسم

مرشد کے[۴] سوز حسن کا قربان ہے سراج
ہے ذات پاک حضرت رحمان کی قسم

۱۲

۱۵۹۵ سیر باغ خاموشی سیں مسکرا ہونٹوں میں ہم | ڈوب گئے جیوں غنچہ گل رنگ کے موٹوں میں ہم

۱؎ پہ۔ ۲؎ ۱۵۸۸ ا۔ ۲؎ کے۔س۔ ۳؎ احمد ہی پیو کا۔س۔ ۴؎ ۱۱۳۹ و س کے اضافہ اشعار۔ ہر بات تجھ ذہن سو ہے آیاتِ مصحفی۔ کھاتا ہوں تجھ لب گہر افشاں کی قسم۔ ششدر میں غم کے ہوں مجھے مت بھول یک بیک۔ ہر چار یار احمد ذی الشان کی قسم۔ سر دے پریم باٹ میں مثل سراج آج۔ غازی ہوا ہوں عشق کے میدان کی قسم۔ لے مجھ سوں جان جان کر انجان کیوں ہوا۔ اب جاں بلب ہوں دلبر جاناں کی قسم۔

گر صف مژگاں ہو گھیرے عقل کیا غم جیوں نگاہ
عشق کے ہیں سات پردوں کے سدا کوٹوں میں ہم

رحم کر اب اے کماں ابرو کہ مانند زرہ
چھن گئے تیر نگاہ تیز کی چوٹوں میں ہم

دیکھئے کب ہاتھ آوے گا کنار مدعا
بہہ چلے ہیں درد کی دریا کی لوٹوں میں ہم

گھیر لی ہے ہم کوں آتش بازی غم نے سراج
شمع مجلس ہیں ہجوم آہ کے توٹوں میں ہم

۱۳

آفت جاں ہے تمہاری بے حجابی اے صنم[1]
مجھ کوں بے ہوشی ہے تم کو نیم خوابی اے صنم

رشتۂ امید تیغ ہجر سیں ہوتا ہے قطع
ناامیدی کوں خجل کر آشنابی اے صنم

آشنابی سیں و گرنہ مجلس عشاق میں
ظلم ہے، غم ہے، قیامت ہے، خرابی اے صنم

تازہ گل ہر باغ کا ہے مجھ نظر میں تازہ داغ
آتش سوزاں ہے فرش ماہتابی اے صنم

جب ستی ہے ذوق تجھ کوں چہرۂ گلنار کا
اشک ہے مجھ چشم خونیں کا شہابی اے صنم

جب کرم سیں توں مرا احوال پوچھے روز وصل
بس ہے تب مجھ کوں جواب لاجوابی اے صنم

تاب سیں بے تاب ہے تیری جدائی میں سراج
رحم کر عاشق پر اپنے ہو ثوابی[2] اے صنم

---

[1] ب ۳۹۱ ا میں اے صنم کی بجائے۔ اے سجن۔ ردیف ہے۔ [2] صوابی۔ ح

۱۴

۱۶۰۷ شربت وصل پلا جا لب شیریں کی قسم
جان جاناں ہے مرا سورۂ یٰسیں کی قسم

دیکھ مجھ حال کوں اے تازہ بہار خوبی
اشک رنگیں ہیں رواں دامن گلچیں کی قسم

مکتب عشق میں آ عقل کی تختی دھوناں
راست ہے یہ سخن استاد کی تلقیں کی قسم

شیشۂ خاطر نازک کوں مرے مت کر چور
اے ستمگر تجھے اپنے دل سنگیں کی قسم

اشک ہے تیل شب ہجر میں اے جان سراج
ہر پلک حسرت زیتون ہے والتیں کی قسم

۱۵

۱۶۱۲ چھپا ہے[۱] سبزۂ خط بیچ شہ سوار تبسم
نہ ہوے کیونکہ دل وحشی مرا شکار تبسم

شہید خندۂ پنہاں ترے سیں کیا ہے تعجب
اگر مزار سیں اس کے اوٹھے غبار تبسم

توں باغ حسن کا چین جبیں کوں مت کرے درباں
ہے عاشقوں کوں ترے لب سیں انتظار تبسم

اگرچہ یار کا ہے عضو عضو مرکز خوبی
ہے نقطۂ دہن تنگ پہ مدار تبسم

ہے دل مرا گل رعنائے فصل غیر مقرر
کبھی خزاں تغافل کبھی بہار تبسم

۱؎ یہ اور بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں۔ از ۵۸۴ ا۔

نہ پوچھ رنگ رُخ گل کا اس کوں والہ و شیدا
ہمیشہ ہے دل بلبل کوں خار خار تبسم

نہ دیوے نا کبھی آسیب اس کوں سایہ بخش
دھڑی سیں یار ان کی کھینچے ہو تم حصار تبسم

ہوا ہے کشور دل سیں غمی کوں ڈیس نکالا
ہے تیرے حسن کی دولت میں اختیار تبسم

آتش غیرت میں مثل شمع ہے سوزاں سراج
تری بغل میں ہے آئینہ حصہ دار تبسم

۱۶

صحرائے جنوں میں ہے جسے ولولۂ غم
ہیں پائے جگر میں اوسے کئی آبلۂ غم 1621

نہیں لشکر آرام سیں امید رفاقت
ہے جب سیں مجھے ہمرہی قافلۂ غم

آتش میں جدائی کی جلاتا ہے شب و روز
کب لگ میں لکھوں صفحۂ دل پر گلۂ غم

جس دل کوں اداسی ہے اوسے بزم طرب میں
جز نالہ جانکاہ نہیں مشغلۂ غم

بن[1] شربت خونتابہ دل اور غذا نہیں
ہے سلسلۂ دام جسے سلسلۂ غم

یکبارگی آ دور کیا زنگ کدورت
ہے صافی آئینہ دل مصقلۂ غم

فانوس دل چاک کوں کیوں زینت ہوئے
روشن ہے سراج آہ ستی مشعلۂ غم

---

[1] صاف نہیں۔

۱۷

۱۶۲۸ جب یار بسا جیو میں سنسار سیں کیا کام　　　دلدار اگر یار ہے اغیار سیں کیا کام

ازبسکہ ہوا کفر او رایماں سیں بیزار　　　تسبیح سیں کیا مطلب زنار سیں کیا کام

کافی ہے ترے ابروئے خم دار کی شمشیر　　　عاشق کی شہادت تئیں تلوار سیں کیا کام

مجھ درد کا احوال وو گلرو پہ عیاں ہے　　　بلبل کی تمن شورش اظہار سیں کیا کام

پھولا ہے ترے ہجر سیں گل اوسکے نین میں　　　تجھ وصل کے مشتاق کوں گلزار سیں کیا کام

جیوں غنچہ اپس لب کوں کرو بند؟　　　خاموشی اسرار میں گفتار سیں کیا کام

قربانی الفت کوں نہیں باغ کی خواہش　　　بلہارہ ہے تیرا اوسے گلہار سیں کیا کام

جو گرمی خورشید محبت سوں جلا ہے　　　سردیکوں اوسے سایہ دیوار سیں کیا کام

ہر چند سراج اوسکوں میں دیکھوں سیں [ہوا] سیر
لب تشنہ دیدار کوں مقدار سیں کیا کام

ردیف ن

۱

۱۶۳۷ گر نہیں تجھ کوں خیال[۱] گل بدن — چاک کیوں کرتا ہے اے گل پیرہن
حالت وصل و جدائی کیا کہوں — ایکدم ہے حق میں میرے سو قرن
مت جگاؤ مجکوں میٹھی نیند سیں — خواب میں آیا ہے وو شیریں دہن
جی دیا ہوں یاد چشم یار میں — برگ نرگس سیں کرو میرا کفن
خوش ہے فرش خار کوئے یار کا — کیا کروں گا بستر برگ سمن
گھر سیں وو خورشید رو نکلے تو خوب — ہے مجھے کال آج کا سورج گہن

اے سراج اس شمع رو سیں جا کے بول
ہے جگر میں آتش غم شعلہ زن

۲

۱۶۴۴ عشق میں آ کہ عقل کوں کھوناں — باخرد[۲] ہو کہ بے خرد ہوناں

---

۱ اے گلبدن۔ ک۔ ۲ بے خبر ہو کہ باخبر ہوناں۔ ب ۳۹۱ ا۔

فرش مخمل سیں مجکوں بہتر ہے — غم کے کانٹوں کی سیج پر سونا

ابر رحمت ہے بیج وحدت[1] کا — کنج مخفی[2] کے کھیت میں بونا

خندۂ گل ہے گریۂ شبنم — ہے ہنسی یار کی مرا رونا

روپ درسن دکھائے سیمیں تن — نہیں تو جاتا ہے ہات سیں سونا

گرد غم سیں جو دل ہو میلا — اپنے آنسو کے آب سیں دھونا

شوخ جادو ادا نے مجھ پہ سراج
گردش چشم سوں کیا ٹونا

۳

اے شوخ[3] جب سیں دیکھا تیرا او قد موزوں — گلزار میں ہوا ہے ہر سرو بید مجنوں ۱۶۵۱

اے بحر حسن[4] تیرے دانتوں کی دیکھ گوہر — پانی ہوا خجل ہو دریا میں دُرِ مکنوں

حیران و منتظر ہے گلزار میں ہمیشہ — نرگس نے جب سیں دیکھی تیری چشم میگوں

بیمار دل مرے کی کر اے طبیب دارو — تیرا کلام شیریں یاقوت کی ہے معجوں

---

[1] پتلی۔ ک و ۳۹۱ ا و ۵۸۴ ا۔ [2] گنج۔ ح۔ [3] سرو ۵۸۴ ا۔ [4] شہرت تری دامن کی جب سوں پری ہے جگمیں۔ ۳۹۱ ا۔

تجھ زلف عنبریں نے[1] اور لعل لب نے[2] تیرے　　　لشکر[3] پہ دین و دل کے مارے ہیں مل کے شب خون

مستوں کوں غم کے بس ہے یہ نشۂ دوبالا　　　اس سبزخط کی سبزی خال سیہ کیے افسوں

بر جا سراج کوں ہے گر تجکوں جان بولے

ہے جیم زلف کا خم یعنی الف ہوئیں نوں

۴

مری تلخیٔ نزع کی ہیں دوائیں　　　تمھارے تبسم کی میٹھی ادائیں ١٦٥٨

شکر گرد و کلفت ہے اور شیر آنسو　　　ملی ہیں کسے اس مزے کی غذائیں

دم سرد سیں عاشقوں کوں ہے راحت　　　کہاں سیر گلشن میں ایسی ہوائیں

گذر غیر کا نہیں شتابی سیں آؤ　　　دل و دیدہ خالی ہیں دونو سرائیں

ارے غنچہ ہر صبح اس خوش دہن سیں　　　مناسب نہیں خندہ پن کی صدائیں

جگر سینہ چاکوں کا حق میں تمہارے　　　لب زخم سے مانگتا ہے دعائیں

نہ پہنچیگا[4] انجام کوں یہ تسلسل　　　تمہاری جفائیں ہماری وفائیں

وو زلفوں نے گھیرا[5] ہے چہرے کوں تیرے　　　بلائیں بھی لیتی ہیں تیری بلائیں

۱؎ ہیں ۳۹۱۔ ۲؎ ہیں شیریں ۱۳۹۱۔ ۳؎ عاشق کے جگر پر ۳۹۱ا۔ ۴؎ ہو پہنچیگا ۱۲، ۵۸ا۔ ۵؎ گھیرے ہیں۔ ح

کیا سیل حیرت نے ازبس کہ طوفاں سرک گئی[1] ہیں شہر خرد کی بنائیں

گیا لالہ رو جب سیں سیر چمن کوں خوشی سیں چُھپی ہیں گلوں کی قبائیں

سراج آتش عشق میں جل گیا ہے

پتنگوں کے آخر یہی ہیں سزائیں

۵

اگن[2] میں ہجر کی جلتا ہوں میں سدا جاناں زلال[3] وصل سیں یہ آگ آ بجھا جاناں ۱۶۶۹

چھپا[4] نہیں ہے کہیں آفتاب پردے میں عبث نقاب میں چہرے کوں مت چھپا جاناں

اٹھے[5] ہیں عاشق بیدل کے قتل کرنے کوں ترے دو ابرو خونریز کوں سکھا جاناں

رقیب شوخ مرے دل کا درد کیا پاوے[6] کسی کا کام نہیں راز دل کوں پا جاناں

ترے ہے[7] پا نزاکت میں فرش گل جیوں خار چمن کی سیر کوں زنہار تو نکو جا جاناں

مثال ماہی بے آب تلملاتا ہوں زلال لطف و کرم ایکدم پلا[8] جاناں

۱؎ گئیں۔ ب۵۸۴ ا۔ ۲؎ برہ کی آگ میں۔ ب۳۹۱ ا۔ ۳؎ اپس کے مہر کے پانی سوں۔ ب۳۹۱ ا۔ ۴؎ سورج کی جوت نہاں ہوئے کیونکر پردے میں۔ ب۳۹۱ ا۔ ۵؎ اٹھی ہے۔ ک۔ ۶؎ جانے۔ ب۳۹۱ ا

۷؎ مہر سوں بجھا جاناں۔ ب۳۹۱ ا۔

ہوا ہے شام جدائی میں بے قرار سراجؔ
مثالِ صبح توں اپنی جھلک دکھا جاناں

٦

۱۲۷۶ وو نگاہِ تند تیزؔ[1] بے خطا سیں کم نہیں | کس قدر صافی ہے بس تیرِ قضا سیں کم نہیں
مثلِ سیماب آتشِ غم میں از بس بے تاب ہوں | بعد میرےؔ[2] خاک میری کیمیا سیں کم نہیں
بسترِ بے تابیٔ دل پر یہ آہِ جاں گداز | خاطرِ بیمارِ عاشق کوں عصا سیں کم نہیں
خسرو ملکِ جنوں کوں کوچہ و بازار میں | سنگِ طفلاں، سایۂ بالِ ہما سیں کم نہیں
غنچۂ داغِ جنوں کوں تازہ روئی کیوں نہ ہوئےؔ[3] | موجِ آہِ سرد بے تابی صبا سیں کم نہیں
دیکھنا تجھ رخ کا اے سرمایۂ عمرِ ابد | تشنۂ دیدار کوں آبِ بقا سیں کم نہیں
ہر طرف شورِ قیامت کیوں نہ ہووے جلوہ گر | لب بلا، ابرو بلا، بالا بلا سیں کم نہیں
جان کندن سیں کیا فارغ لگا کر تیغِ ہجر | یہ جفا حق میں شہیدوں کے وفا سیں کم نہیں

کیا عجب گر ہوئے شہیدِ تیغِ بے تابی سراجؔ
یہ زمینِ غم زمینِ کربلا سیں کم نہیں

۱؎ تجھ نگہ کی نوک۔ ب/۱۳۹ ا۔ ۲؎ مرنے۔ ۱۴/۵۴۴ ا۔ بعد مرنے۔ ۶/۹۹ ا۔ ۳؎ تازہ روئی کیوں نہ ہوئے ۱/۱۳۹۱

۷

گر[1] ہوئے بلند وو قدِ رعنا بہشت میں
خم ہوئے بارِ شرم سیں طوبا[2] بہشت میں

اس[3] لالہ رو کے عارضِ گلگوں کا بس خیال
ہرگز نہیں ہے ذوقِ تماشا بہشت میں

میری نظر میں آتشِ دوزخ ہے[4] سیرِ باغ
بے دوست کیونکہ جاؤں میں تنہا بہشت میں

تیری گلی کا سیر اوسے دار السّلام ہے
دل خوش نہ ہوئے عاشقِ رسوا بہشت میں

داغِ جفا سیں رشکِ چمن ہے دلِ سراج
گل دیکھنے کی نہیں ہے تمنا بہشت میں

۸

چمن میں گل بدن جب قامتِ رعنا سیں آتے ہیں
بہشتی چھوڑ جنت سایۂ طوبا سیں آتے ہیں

نہ پوچھو خود بخود کرتا ہوں تعریف اُسکے قامت کی
کہ یہ مضموں مجکوں عالمِ بالا سیں آتے ہیں

ہجومِ داغ کے طُرّے بنایا غم کے مالی نے
عجب پھولوں کی دو نے گلشنِ سودا سیں آتے ہیں

مرادِ خاصِ اشک و آہ طوفِ کعبۂ دل ہے
کوئی دریا سیں آتے ہیں کوئی صحرا سیں آتے ہیں

کہو کیونکر رہے فوجِ خرد کا مورچہ[5] قائم
کہ یہ قلقل کے گولے قلعۂ مینا سیں آتے ہیں

۱؎ گر جلوہ ہوئے۔ ب ۳۹۱/ا۔ ۲؎ طوبیٰ۔ ب ۵۰۴/ا۔ ۳؎ بس ہے خیال عارضِ گلچہر کا خیال ب ۳۹۱/ا۔ ۴؎ ح میں "ہے" چھوٹ گیا ہے۔ ۵؎ مورچا۔ ب ۵۰۴/ا۔

ہمارے دل کا شیشہ پھوٹتا ہے سنگِ غیرت سیں — محل میں آرسی کے جب تن تنہا سیں آتے ہیں

سراؔج اس ہستیٔ موہوم کا احوال لکھنے کوں
عدم کے صاف تختے کشورِ عنقا سیں آتے ہیں

۹

اے صنم[1] تجھ برہ میں روتا ہوں — اشکِ خونیں سیں منہ[2] کوں دھوتا ہوں ۱۶۹۷

بندگی میں مجھے قبول کرو — میں تمہارا غلام ہوتا ہوں

بارشِ[3] آبِ اشک ہے درکار — داغ ہجراں کے بیج بوتا ہوں

بولتا ہوں جو وو[4] بلاتا[5] ہے — تن کے پنجرے میں اس کا طوطا ہوں

مت[6] کہو مجھ سیں قصۂ فرہاد — خوابِ شیریں میں آج سوتا ہوں

تاب نہیں ہم کلام ہونے کی[7] — دیکھ کر تجھ کوں ہوش کھوتا ہوں

گوہرِ اشک کوں مثال سراؔج
رشتۂ آہ میں پروتا ہوں

---

[1] سجن ۔ س ۔ [2] مکھ ۔ س ۔ [3] خوب ہے گر انجھو کی بارش ہوئے ۔ س ۔ [4] پیو ۔ س ۔ [5] بولاتا ۔ ک و ۵۸۴/۱۲۸ ۔ [6] پیو کا ۔ س ۔ ۱/۳۹ ا ۔ [7] منہ ۔ س ۔ [8] کا ۔ س ۔

۱۰

یار کوں بے حجاب دیکھا ہوں		میں سمجھتا ہوں خواب دیکھا ہوں ۱۷۰۴
یہ عجب ہے کہ دن کوں تاریکی		رات کوں آفتاب دیکھا ہوں
نسخۂ حسن میں ترے قد کوں		مصرعِ انتخاب دیکھا ہوں
کس ستی اب امید لطف رکھوں		تجھ نگہ سیں عتاب دیکھا ہوں
دل ہوا تب سیں تاب[1] سیں بے تاب		جب سیں تجھ رخ کے تاب دیکھا ہوں
اب ہوا سب سیں فارغ التحصیل		بے خودی کی کتاب دیکھا ہوں
لشکرِ عشق جب سیں آیا ہے		ملک دل کوں خراب دیکھا ہوں
مجلسِ چشمِ مست ساقی میں		دورِ جامِ شراب دیکھا ہوں

اے[2] سراج آتشِ محبت میں
دل کوں اپنے[3] کباب دیکھا ہوں

۱؎ باب ۔ ب ۵۸۴ ا ۔ ۲؎ کیوں ترے زلف میں نہ ہوں پابند ۔ کشور دل ۔ ب ۳۹۱ ا

۳؎ ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ کا اضافہ شعر ۔ مکتبِ غم میں کیوں نہ ہوئے استاد ۔ تجھ درس کی کتاب دیکھا ہوں ۔

۱۱

مرا دل نہیں ہے میرے ہات تم بن[1] خوش آتی نہیں کسی کی بات تم بن ۱۳، ۱

گھٹا غم،[2] اشک پانی، آہ بجلی برستا ہے عجب برسات تم بن

پکاروں کیوں نہیں "ہے دوست ہے دوست" کہ ہر شب قتل کی ہے رات تم بن

کبھی تو آئیگی[3] پھر وصل کی آن کیا غم نے مرے پر گھات تم بن

سراج[4] از بس کہ ہے بے تاب دیدار
اوسے ہے زندگی سکرات تم بن[5]

۱۲

مرا دل آگیا جھٹ پٹ جھپٹ میں ہو الٹ پٹ لپٹ زلفوں کی لٹ میں ۱۸، ۱

نمایاں ہے وو نور چشم مردم پلک کی پٹ میں پتلی کی اولٹ میں

اگر دیدار کے پانی کی ہے چاہ لے سمرن آنسوؤں کی رہٹ میں

۱۔ بد ۳۹۱ ا تم کی بجائے ہر جگہ "پیو" ہے۔ ۲۔ انجھو پانی گھٹا ہے آہ۔ بد ۳۹۱ ا۔ ۳۔ آئے پھر کر بد ۳۹۱ ا
۴۔ یہی ہے شربت دیدار کا وقت۔ سراج اب مجھ پہ ہے سکرات پیو بن۔ بد ۳۹۱ ا۔ ۵۔ بد ۳۹۱ ا میں ذیل کے دو شعر
زیادہ ہیں۔ تصور یار کا ہے یار جانی۔ خیال غیر نیں محسبات پیو بن۔ اثر ہنسنے کا کچھ باقی رہا نیں۔ نفی نے آ کیا اثبات پیو بن

ہر ایک ناقوس میں آتی ہے آواز — کہ ہے پرگھٹ وو ہر ہر ہر کے گھٹ میں
لگی ہے چپٹ پٹی مت کر نپٹ ہٹ — چھپے مت لٹ پٹے گھونگٹ کے پٹ میں
دلِ دیوانہ میرا آگیا ہے — تری زلفوں کے سایہ کی جھپٹ میں

سراج اس شمع رو بن جل گیا ہے
نپٹ حسرت کے شعلوں کی لپٹ میں

۱۳

۱۰۲۵ عجب ہے خطِ زمرد نگار گلشنِ حسن — ہوئی ہے جس ستی افزوں بہار گلشنِ حسن
نہیں ہے باغ کی گلگشت کی اُسے خواہش — جو کوئی کہ سیر کیا لالہ زارِ گلشنِ حسن
گلی میں شوخ کی مجکوں ہمیشہ مانع ہے — ہوا[1] رقیب مرے حق میں خارِ گلشنِ حسن
تجلیات[2] الٰہی کا اوس میں پرتو ہے — ہوا ہے جب سیں دل آئینہ دارِ گلشنِ حسن

سراج کیوں نہ غزل خوانِ بے خودی ہووے
ہوا[3] ہے بلبلِ بے اختیار گلشنِ حسن

۱؎ بجز رقیب نہیں کوئی ۔ ۳۹۱ء ا ۔ ۲؎ خیالِ عارض خوبی ۔ ۳۹۱ء ا ۔ ۳؎ ہے عندلیب
نمن بے قرار ۔ ۳۹۱ء ا ۔

۱۴

حیف صد حیف وو حبیب نہیں　　ہجر[1] کے درد کا طبیب نہیں ۱۴۳۰

دل مرا محفل جدائی میں　　لذّتِ غم سیں بے نصیب نہیں

روز و شب اسکے پاس ہتا ہوں　　غیر دل کوئی مرا رقیب نہیں

جب سیں دردِ فراق ہے نزدیک　　عیش تب سیں مجے قریب نہیں

جب سیں دیکھا ہے چہرۂ گل رو　　مبتلا گل کا عندلیب نہیں

لب تصویر سا ہوا ہے خموش　　یار کے مبتلا کوں جیب نہیں

مصرعِ اولیں ہے وردِ سراج

حیف صد حیف وو حبیب نہیں

۱۵

لیا ہے نقد جان بلبلاں یعنی خراج اپناں　　چلایا خسروِ گل نے اسی نگوں رواج[2] اپناں ۱۴۳۷

ارے غم صبح آنے کی خبر ہے سرو قامت کے　　قیامت کل کوں آتی ہی عمل کر لے توں آج اپناں

ہماری سوزشِ سودا سیں تجکوں کیا ارے ناصح　　ہوا ہے ان دنوں کیا[3] کیجئے یوں کر مزاج اپناں

---

[1] کوئی مرے درد کا۔ ب/۳۹۱ ا۔ [2] علاج۔ ح۔ [3] کیا کہئے جی۔ ب/۳۹۱ ا۔

لگا کر راکھ جوگن ہوئی ہے قمری باغ کوں تجکر مگر کوئی سرو قد کے واسطے چھوڑی ہے راج اپناں
مرا پیغام اس بلقیس ثانی پاس سیں[1] لایا کہو ہدہد رکھے سر پر کبوتر کے یہ تاج اپناں
ترا غم زہر تھا پن نوش دارو جان کر کھایا کیا ہے اپنے ہاتوں دل ہمارے نے علاج اپناں

وو ظالم مجکوں جلتا دیکھ اتنا بھی نہیں کہتا
کہ کیا ثابت قدم ہے کیونہ ہوئے آخر سراج اپناں

۱۶

اشکِ خونیں[2] ہے شفق آج مری آنکھوں[3] میں ساںجھ[4] پھولی ہے ترے باج مری آنکھوں میں ۱۷۴۴
ایک[5] دن نین جھروکے کی طرف سیں گذرو مردم چشم ہے[6] محتاج مری آنکھوں میں
بیٹھ کر تخت مرصع پہ مری پتلی کے ہے مبارک جو کرو راج مری آنکھوں میں
باغ میں نرگس حیراں نے تجھے دیکھ کہی تیری آنکھوں سی کہاں لاج مری آنکھوں میں

آج کی رات عجب رات مبارک ہے سراج
اسکی صورت کوں ہے معراج مری آنکھوں میں[7]

---

۱ سوں لانا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ خونی۔ ح۔ ۳ آنکھاں۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ سانجھ ۵۸۴ ا۔ ۵ وم۔ ۵۸۴ ا۔ ۶ ہیں۔ ک۔ ۷ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ راہ دروازۂ مژگاں سیں کب آویگا۔ انتظاری ہے پیا باج مری آنکھاں میں۔

۱۷

کبھی جو آہ کے مصرعے کوں یاد کرتا ہوں　　خیال قد کوں ترے مستزاد کرتا ہوں ١٧٤٩

وو چشم دیکھ ترے چہرۂ کتابی پر　　قلم سیں شاخ غزالوں کے[1] صاد کرتا ہوں

اگر چمن میں کرے لالہ عزم خود روئی　　یہ داغ دل کوں دکھا بے سواد کرتا ہوں

اگرچہ عشق[2] کے شعلے اوٹھے ہیں سینے میں　　خیالِ وصل سے میں دل کوں شاد کرتا ہوں

نہیں ہے دل میں مرے اسراج ذوق چمن
کہ سیرِ گلشن نو طبع زاد کرتا ہوں

۱۸

کب[3] تلک طرز جفا ظالم مری فریاد سن　　بسمل تیغ جفا کی کان دھر رو داد سن ١٧٥٤

قمری دل پر نگاہِ لطف سیں یک بار دیکھ　　اے گلستانِ ادا کے خوش ادا شمشاد سن

جان لیکر یک بیک انجان ہونا خوب نہیں　　اس مروت کوں نکر یک بار گی برباد سن

مشکل آسانی کوں میری بس ہے شمشیر نگاہ　　جی سیں آیا ہوں تنگ اے مہرباں جلاد سن

آ ہوئے دل پر عیاں ہے وحشت شہر آج　　کھینچ دام حلقہ کاکل میں اے صیاد سن

---

١ پہ ۔ ٣٩١ ا ۔ ٢ ہجر ۔ ٣٩١ ا ۔ ٣ اے سجن مجہ عاشق بے تاب کی فریاد سن ۔ ٣٩١ ا ۔

نام تیرا[1] اسم اعظم سا کیا ہوں وردِ جاں گر تجھے باور نہیں تو مجھ زباں سیں یاد سُن

خانہ زادی کا دیا ہوں خط تجھے جان سراج
مت توں اپنی بندگی سیں کر مجھے آزاد سُن

۱۹

عید وصل سرو قد سیں ہے[2] مرے گھر شادیاں عالم بالا سیں آتی ہیں مبارک بادیاں ۱۷۴۱
کیا تبسم کیا ادا کیا ناز کیا انداز سیں یاد ہیں اس شوخ کوں کئی[3] طرز کی اوستادیاں
صاف ہو لوں سیں نگاہوں کی مجھے کرتا ہے قتل ختم ہیں اس ظالم خوں ریز پر جلادیاں
پانو میں زنجیر الفت اور گلے میں طوق غم کہہ دلِ وحشی کوں میرے کیوں کہ ہوویں آزادیاں
کیا چلے دام نگاہ مہربانی سیں تری صید ہو جاویں یہاں صیاد کی صیادیاں
گرچہ لیلیٰ اپنی شوخی سیں نہیں آتی ہے باز چھوڑتا نہیں اب تلک مجنوں بھی اپنی مادیاں

طاق پر سیں دل کے گر جاتا ہے آئینہ سراج
یاد آتی ہیں مجھے جب اون کی طرحیں[4] سادیاں

۱؎ اوسکا ۔ ب ۵۸۴ ا ۔ ۲؎ سے ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ طرح ۔ ب ۳۹۱ ا ۔
۴؎ طرح ۔ ک ۔

۲۰

۱۷۶۸ چمن میں شور ہے اُس گلعذار کے ہاتھوں ہوا ہے جامۂ گل چاک خار کے ہاتھوں[۱]
ہوا ہے سخت دِ ہاں ان دِنوں میں توسنِ عشق عنانِ صبر نہیں اختیار کے ہاتھوں
دلِ شکستہ مرا ناپسند تھا سب کوں میں ہار مان کے بیچا ہوں یار کے ہاتھوں
قرار[۲] و صبر و دل و دیں و عقل ہوش گیا جو کچھ ہوا سو ترے انتظار کے ہاتھوں
ہزار حیف کہ ہم "پیاس، پیاس" کر مر گئے تمہارے[۳] لعل لبِ آبدار کے ہاتھوں
مجھے بھی خوار کیا آپ[۴] بھی خراب ہوا میں جاں بلب ہوں دلِ بے قرار کے ہاتھوں
سُنا ہے جب سیں کہ آتا ہے سیر کوں گل رو بِکا ہے باغ میں بلبل بہار کے ہاتھوں
ہوا ہے رشتۂ امید قطع اے ظالم تری نگاہِ تغافل شعار کے ہاتھوں

صنم[۵] کے دامنِ دل پر غبار رہے اب لگ
سراج سوختہ خاکسار کے ہاتھوں

۲۱

۱۷۶۷ جس دن سیں میں یار بوجھتا ہوں کب صبر و قرار بوجھتا ہوں

۱؎ ہاتوں ۵۸۴/۳۴ ا۔ ۲؎ انکھیاں سوں خواب گیا۔ اور جگر سوں تاب گیا ۳۶۱/۱ ا۔ ۳؎ سجن تمہارے ۳۹۱/۱ ا۔ ۴؎ آپ ۵۸۴/۱۴ ا۔ ۵؎ سجن ۳۹۱/۱ ا۔

زنداں میں مجھے ہے سیرِ گلشن زنجیر کوں ہار بوجھتا ہوں

گلشن میں بغیر وصل گل رُو ہر پھول کوں خار بوجھتا ہوں

تجھ شوق میں دل ہوا ہے طنبور ہر آہ کوں تار بوجھتا ہوں

ازبس کہ ہوا ہوں سب سیں یکرنگ اغیار کوں یار بوجھتا ہوں

مشتاق ہوں جب سیں سرو قد کا شمشاد کوں دار بوجھتا ہوں

مانند سراج سوزِ غم میں
جلنے کوں بہار بوجھتا ہوں

۲۲

۱۷۸۴ نہ تھا بے اختیاری کے محل میں اختیار اپناں کروں کیا دل کے ہات آخر کوں سونپیا کاروبار اپناں

بکھیری میں چمن کی ہر طرف فریادِ بلبل ہے کئے ہوا نوں میں گل کوں نثار پیشکار اپناں

نہ روئی شمع بھی حسرت سیں پروانے کی تربت پر کہ کوئی تھا عاشق اپنا خاکسار اپنا نثار اپناں

قیامت پا بلا تمکین ہے اس یارِ خودبیں میں کہ کوئی دم آرسی میں کھینچتا ہے انتظار اپناں

ہر ایک چاکِ قفس کی چشم واکی یہ اشارت ہے اے بلبل بھول گئی تو گل کے دیکھے کیا قرار اپناں

لہ تیں۔ ۵۸۴ ا۔

اِسی کوں طوق کہتے ہیں، تو یہ سبکوں خدا دیوے   گلے میں فاختہ کے سرو نے ڈالا ہے ہار اپناں
خدا کے واسطے ٹک رحم کی آنکھوں ستی دیکھو   مجھے گر جانتے ہو تم شہید اپنا شکار اپناں
تڑپناں تلملاناں غم میں جلنا خاک ہو جاناں   یہی ہے افتخار اپناں یہی ہے اعتبار اپناں
سراج آتش سیں غم کی آسماں پر بھی قیامت ہے
کرن مت بوجھ سورج نے جلایا تار تار اپناں

۲۳

۱۸۹۳ تمہاری زلف کا ہر تار موہن   ہوا میرے گلے کا ہار موہن
تصور[1] کر ترا حسن عرق ناک   مری آنکھیں ہیں گوہر بار موہن
دم آخر تلک ہوں کافر عشق   ہوا تار نفس زنار موہن
برہ کا جان کندن ہے نپٹ سخت   دکھا اس وقت پر دیدار موہن
ہمارے مصحف دل کی قسم کھا   کیا ہے ظلم کا انکار موہن
گل عارض کوں تیرے یاد کر کر   ہوا ہے دل مرا گلزار موہن
سراج آتش میں ہے تیرے فراق وں
بجھا جا مہر سیں یک بار موہن

---

[1] اے نچھاور کوں ترے مکھ کے عرق پر۔ ۳۹۱ ا۔

۲۴

۱۸۰۰ فجر اوٹھ یار کا دیدار کرناں / شب ہجراں[1] کا دکھ اظہار کرناں
اگر ثابت ہے اے دل کفر میں توں / قیامت میں بھی اقرار کرناں
کہاں یوں مَیں[2] کھول کر زلفوں کوں صیاد / کسی وحشی کوں اپنا یار کرناں
تصور میں ترے اے مظہرِ ربّ / تماشائے درو دیوار کرناں
تجھے سوگند اپنے چاہتے کی / کہ اپنے چاہتے پر پیار کرناں
نہ کہناں خوب ہے تجھ زلف کی بات / عبث ہے زنار کا بستار کرناں[3]

سراج اب عشق کی پروانگی ہے
کہ سیر کوچہ و بازار کرناں

۲۵

۱۸۰۷ کھول کر نار ستی زلف کے تم تاروں کوں / سحر جادو سیں پریشاں نہ کرو ماروں کوں
غیر کوں بار نہ دیو اپنی گلی میں ہرگز / گلشنِ خلد میں کچھ کام نہیں خاروں کوں

---

[1] ہجرت۔ ۱۳۹۱۔ [2] سجن نے کھول کر زلفوں کوں بولا۔ ۱۳۹۱۔ یہ شعر زیادہ ہے۔ مراد دل دیکھتے ہی لے گئے ہو عجب آتا ہے پھر انکار کرناں۔ [3] ۱۳۹۱ میں یہ شعر زیادہ ہے۔ مجھے تجھ ہجر نے پیغام بھیجا۔ کہ طوفِ غم گلے کا ہار کرناں۔

سبزۂ خط کی ترے کیف چڑھی ہے مجکوں ‍ ‍ ‍ چاہتا ہوں لب شیریں کے شکر پاروں کوں

زلف سیں چھین لیا دین و دل و عقل و شکیب ‍ ‍ ‍ ایک زنجیر میں لا قید کیا چاروں کوں

شعلۂ رخسار سیں کوئی عرض کرو حال سراج

آبِ الفت سیں بجھا ہجر کے انگاروں کوں

۲۶

1812 مجھے مصری ستی بے زاریاں ہیں ‍ ‍ ‍ وو شیریں[1] لب کی باتیں[2] پیاریاں ہیں

چلایا موٹھ شمشیرِ نگہ کی ‍ ‍ ‍ وو جادوگر میں کیا عیاریاں ہیں

بجا ہے بیل بوٹے پر[3] جگر کے ‍ ‍ ‍ برہ زخموں کی نادر دھاریاں ہیں

ہوئے[4] اول قدم مانند منصور ‍ ‍ ‍ جنہوں کوں عشق کی سرداریاں ہیں

نہ بوجھو آسماں پر نجم[5] تارے ‍ ‍ ‍ ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں

جدائی میں تری اے لالہ رخسار ‍ ‍ ‍ جگر پر داغ کی گل کاریاں ہیں

غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی ‍ ‍ ‍ ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

---

۱ شکر - ع ۵۴۴ ا - ۲ باتاں - ع ۳۹۱ ا - ۳ مجہ جگر پہ ع ۵۴۴ ا - ۴ نذر کرتے ہیں سر پیو کے قدم پر - ع ۳۹۱ ا - ۵ ہیں - ع ۳۹۱ ا -

ترے[1] بن آج شب کیوں کر کٹے گی　　　مری انکھوں میں پلکیں آریاں ہیں

سراج اس بات کی ہے شمع شاہد
کہ ہر شب صبح لگ بیداریاں ہیں

۲۷

تجھ کوں کچھ میری خبر ہے یا نہیں　　　روزِ محشر سیں حذر ہے یا نہیں ۱۸۲۱
میں تو ہوں بے تاب تیرے[2] ہجر میں　　　پن ترے دل میں اثر ہے یا نہیں
ایک دن اس کلبۂ احزان میں آ　　　دل مرا سچ کہہ کہ گھر ہے یا نہیں
باغ میں آکر کہی بلبل نے یوں　　　گلبدن کا یہاں گذر ہے یا نہیں
وصل سیں کر مجکوں اے گل رو نہال　　　داغِ دل کوں کچھ ثمر ہے یا نہیں
اے کبوتر خط لیجا پن مجکوں بھول[3]　　　دل سریکا تجکوں پر ہے یا نہیں

دیکھ توں جلناں پتنگوں کا سراج
تجکوں ہمت اس قدر ہے یا نہیں

۱۔ پیا بن آج کی شب کیوں کٹے گی۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲۔ تیرا اے سجن۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳۔ گر لیجاتا ہے تو بول۔ ب ۳۹۱ ا۔

۲۸

صبا میرے جوانِ لشکری کوں جا خبر کرناں / دل بیدردمیں اس یار کے جاکر اثر کرناں ۱۸۲۸
ہمارے شیشۂ دل پر روا نہیں اس قدر سختی / تجھے لازم ہے آہِ دردمندوں سیں حذر کرناں
کہا کس نے تجھے اے لاابالی شوخ بے پروا / کہ اپناں بوجھ کر بھر مجھ پہ سختی اسقدر کرناں
طلب کی راہ میں سختی جو پیش آوے تجھے سالک / خیالاتِ جہاں کوں فتح کر زیر و زبر کرناں
چڑھا کر آستینِ شوق کس کر دامنِ ہمّت / محمد اور علی کے نام کوں تیغ و سپر کرناں
بتایا ہے امامِ عشق نے مجکوں وضوئے غم / کہ اپنے مو بمو کوں اشک کے پانی سیں تر کرناں

انگیٹھی میں جگر کی آگ روشن کر محبّت کی
سراج اپنے دلِ پُرسوز کوں اس پر اگر کرناں

۲۹

عجب[۱] طرح کا بدن میں لباس رکھتے ہیں / کہ جس لباس میں پھولوں کی باس رکھتے ہیں ۱۸۳۵
پری رخاں ہیں دلِ خاکسار سیں وحشی / کہ نقش پا سیں غزالاں ہراس رکھتے ہیں
پیے ہیں چاہِ ذقن[۲] سیں جو کوئی کہ آبِ حیات / کہاں وو چشمۂ کوثر کی پیاس رکھتے ہیں

۱؎ ایس کے بر میں پیا کا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ خضر من جو پرت کی۔ ۳۹۱ ا۔

ہر ایک اشک مرا بوجھتے ہیں دُرِّ یتیم　　　جو کوئی کہ دیدۂ گوہر شناس رکھتے ہیں

جو کوئی کہ سرو قدوں کی طرف ہوئے ہیں رجوع　　　شفیعِ روزِ قیامت کی آس رکھتے ہیں

نہیں ہے تیرِ حوادث سیں غم شہیدوں کوں　　　کہ لختِ دل کی سپر اپنے پاس رکھتے ہیں

سراؔج لطف ترے شعر کا وہی پاویں
جو کوئی کہ عقل و شعور و قیاس رکھتے ہیں

۳۰

گلشنِ[1] عالم میں آسائش نہیں　　　یہاں گلِ عشرت کی پیدائش نہیں　۱۸۴۲

صاف دل کوں ہے نمد پوشی سیں کام　　　آرسی کوں ذوقِ آرائش نہیں

کیوں نہ[2] تجھ قد کوں کہوں سروِ سہی　　　راست ہے کچھ اس میں بالائش نہیں

رحم کر تقصیر میری کر معاف　　　کیا گنہگاروں کوں بخشایش نہیں

میں کہا جی[3] دیوں تو ظالم نے کہا　　　شوق ہے یہاں کس کی فرمایش نہیں

دل میں رہتا ہے خیال اُس یار کا　　　غیر کوں اس گھر میں گنجائش نہیں

کونسا[4] دم[5] ہے کہ جاناں بن سراؔج
شوق کے شعلوں[6] کوں افزائش نہیں

۱؎ گلشن۔ ب ۳۹۱/ا۔ ۲؎ کیوں نہ کہوں اس قد کوں میں۔ ب ۳۹۱/ا۔ ۳؎ جیو ب ۵۸۴/ا۔ ۴؎ کونسی شب۔ ب ۳۹۱/ا
۵؎ دن۔ ب ۵۸۴/ا۔ ۶؎ شعلے۔ ب ۳۹۱/ا و ب ۵۸۴/ا۔

۳۱

اے[1] بوالہوس نہ پائے گا اس کے سُراغ کوں　　لایق نہیں ہے گلشن فردوس زاغ کوں ۱۸۴۹

زنجیر[2] زلف یار میں جب سیں ہوا ہے بند　　پایا نہیں ہوں نام و نشان فراغ کوں

سبزے نے خط کے حُسن کی افزوں کیا بہا　　اس نازبو نے زیب دیا صحنِ باغ کوں

ہے قوت رُوح اسکے[3] پسینے کی باس میں　　اس عطر نے کیا ہے معطّر دماغ کوں

اس لالہ رو نے تیغ محبت کے زخم سیں　　تازہ کیا ہے پھر کہ مرے دل کے داغ کوں

سرکش کوں بزم عشق میں جیوں شیشہ کب ہے راہ　　جس انجمن میں بار نہیں ہے ایاغ کوں

اس[4] شعلہ رو کے عشق کی مجلس میں اے سراج
روشن کیا ہوں آہِ جگر کے چراغ کوں

۳۲

جو کوئی کہ حلقۂ غم سیں فراغ پاتا[5] نہیں　　یک آن فرصتِ گلگشت باغ پاتا نہیں ۱۸۵۶

پھرا ہوں باس ہو باد صبا کے کاندھے[6] پہ　　پَن[7] اس نزاکت خو کا دماغ پاتا نہیں

---

[1] بھولا ہے بوالہوس نے پرت کے سراغ کوں۔ ۳۹۱ا۔ [2] ہے پیچ و تاب پیچ گرفتار زلف یار۔ ۳۹۱ا۔ [3] پیو کے ۳۹۱ا۔ [4] مجلس میں عاشقی کی مثال سراج آج۔ ۳۹۱ا۔ [5] ک میں "پایا نہیں" ہے۔ [6] کہاندے ک۔ [7] یہ ۳۹۱ا۔

گلی میں یار کی ہر بوالہوس کوں بار کہاں ۔۔۔ نشانِ گلشنِ فردوس، زاغ پاتا نہیں

کہو طبیب کوں اٹھ جا مرے سرہانے سیں ۔۔۔ کہ دل کی سوزشِ[1] پنہاں کا داغ پاتا نہیں

نہ ہووے کرشمۂ ساقی کا معتقد زاہد ۔۔۔ کہ رمزِ گردشِ چشم ایاغ پاتا نہیں

گلی میں اس کی ہوا ہوں تمام پیشانی ۔۔۔ بغیر نقشِ قدم کوئی سراغ پاتا نہیں

سراجؔ ظلمتِ غفلت میں اسکوں کیا سوجھے

جسے تجلیِ دل کا چراغ پاتا نہیں

۳۲

آ پھنسا ہوں ہجر کے جنجال میں ۔۔۔ اب مجھے طاقت نہیں اس حال میں ۱۸۶۴

عاقلوں کوں گرچہ ہے فکرِ رسا ۔۔۔ بند ہیں تجھ زلف کے اشکال میں

ہوں[2] شبِ ہجراں میں محتاجِ وصال ۔۔۔ کر بھکاری پر دھرم اِس کال میں

چل پڑی ہے فوج میں آرام کے ۔۔۔ کیا قیامت ہے تمھاری چال میں

فیض سیں مجھ اشک کے اے بحرِ حسن ۔۔۔ ہیں بھرے موتی مرے[3] رومال میں

سامنے ہے جس کوں حسنِ لایزال ۔۔۔ دم بدم خوش حال ہیں ہر حال میں

۱؎ کے سوز نہانی ۳۹۱ ا - ۲؎ روپ درسن دے برہ کی رات میں۔ ۳۹۱ ا - ۳؎ ترے - ک -

مصحفِ دل کھول جب دیکھا سراج[1]
سورۂ اخلاص نکلا فال میں

۳۴

مجھ سیں مت پوچھ اے صنم بے تابیٔ احوال کوں — جی سیں آیا ہوں بہ تنگ اب دور کر جنجال کوں ۱۸۶۰
چشمِ خونیں ہیں سپاہی تیغِ ابرو کوں سنبھال — ہات میں لیکر کھڑے ہیں مردمک کی ڈھال کوں
کیوں نہ تڑپے تجھ پلک کے تیر کا زخمی مدام — زہر کا پانی پلایا ہے نگہ کی بھال کوں
کوئی کسی کوں پوچھتا نہیں حیف شہرِ حسن میں — جانشینی کی مگر خدمت ہے زنگی خال کوں
کھول[2] کر زلفِ مطول کی گرہ کوں ایک دم — حل کرو مجھ عقدۂ پرپیچ کے اشکال کوں
گر تجھے سیرِ چمن کا ذوق ہو اے گلبدن — سرو نکلے باغ سیں تجھ قد کے استقبال کوں

ہجر کی آتش میں جیوں پروانہ جلتا ہے سراج
کب تلک اب تاب لاوے تجھ برہ کی جھال کوں

---

[1] دل کے درپن میں تجھا دیکھ سراج ۔ قرعہ حیرت ہے اس کے فال میں۔ ب ۳۹۱ ا ۔ اور یہ شعر اضافہ ہے ایک دم پیوسوں جدا ہوتے نہیں ۔ عاشقاں خوش حال ہیں ہر حال میں ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [2] تم اپس کی زلف ۔ ب ۳۹۱ ا ۔

۳۵

۱۸۷۷ ترا[۱] رخ دیکھ کر جل جائے جل میں — کہاں یہ رنگ[۲] یہ خوبی کنول میں

رعیت[۳] شہر طاقت کی گئی بھاگ — جنوں کی صوبہ داری کے عمل میں

کمر باندھے اگر عاشق کشی پر — کرے قتل دو عالم ایک پل میں

عجب اس یوسفِ مصری کے ہیں لب — نہیں ہرگز وو شیرینی عسل میں

جگر کے داغ سیں پھولے ہے لالہ — تماشا دیکھ آ دل کے محل میں

اگر ہوئے اسکی ابرو کے مقابل — پڑے دندانہ شمشیر اجل میں

ہوا شعر سراج ازبس کہ رنگیں
لطافت گل کی ہے[۴] ہر یک غزل میں

۳۶

۱۹۰۷ دل[۵] ترے سوزِ غم میں جلتے ہیں — شمع مانند جان گلتے ہیں

---

۱ لکھ س۔ ۲ دیوخوبی ۳۹۱ ا۔ ۳ ہوا ویراں نگر میری خرد کا۔ ۳۹۱ ا۔ ۴ ۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار۔ اگر وو گلبدن گلشن میں آوے۔ پڑے بلبل کا دل جا کر خلل میں۔ بہت بیتاب ہے دل خار غم سوں کہ جیوں کہ گل لگے ماہی کے گل میں۔ ۵ عاشقاں تجھ برہ میں۔ ۳۹۱ ا۔

دل مرا تجھ وفا میں ثابت ہے کیا[1] سپاہی بھی رن میں ٹلتے ہیں

شوخ ابرو کماں کے غمزے سیں دل کے تودے پہ تیر چلتے ہیں

پھول پر جب سیں تم نے پاؤں رکھے[2] تب سیں سینے میں خار سلتے ہیں

جنکوں نہیں چاشنی محبت کی جیوں مگس اپنے ہات ملتے ہیں

درد کے آنسوؤں کے فوارے چشم کے حوض سیں اچھلتے ہیں

شمع[3] رو بن سراج سینے میں
غم کے شعلے سدا نکلتے ہیں

۳۷

تری نگاہ کی انیاں جگر میں سلیاں ہیں نجانوں کونسے زہر آب بیچ بلیاں ہیں ١٨٨٤

اودھر سیں تند نگاہیں ادھر[4] دلِ نازک کدھر کے تیر کی چوٹیں کدھر کوں چلیاں ہیں

خیالِ غنچہ دہن میں زبسکہ جاری ہے ہمارے اشک کی لڑ موتیے کی کلیاں ہیں

زبانِ حال سیں کہتا ہے انکا نقشِ قدم بہشت دیدۂ دل خوش قدوں کی گلیاں ہیں

---

[1] کہیں۔ ک۔ [2] رکھا۔ ب ۳۹۱ ا۔ [3] فکر کر شعر نہیں کیا ہے سراج۔ آپ سوں آپ لعل اوگلتے ہیں ۳۹۱ ا۔ [4] ایدھر۔ ک۔

نہ پوچھ سرو کا ان قمریوں کوں خاک نشیں
وو شعلہ قد کے دکھوں ائے سراج جلیاں ہیں

۳۸

۱۸۹۶ جفا کے ملک کے راجوں نے ڈھیل ڈالے ہیں — وگرنہ دم میں ہزاروں قنیل ڈالے ہیں
جنہوں کوں ہات لگا اسم اعظم اصلی — خیال غیر کے سایہ کوں کیل[1] ڈالے ہیں
عجب طرح کی اگن آہ سوز عشق[2] میں ہے — کہ جس کے دوں نے پر جبرئیل ڈالے ہیں
ورق[3] سیں دل کے کئے ہم نے دوڑ داغ ہوں — جتے تھے شبہ کے نقطے سو چھیل ڈالے ہیں
لگا ہے قلعہ دل عاشقوں کے ہات سراج
غبار غم سیں بنائے فصیل ڈالے ہیں

۳۹

۱۹۰۱ کوئی ہمارے درد کا محرم نہیں — آشنا نہیں، دوست نہیں ہمدم نہیں
عالم دیوانگی کیا خوب ہے — بے کسی کا وہاں کسی کوں غم نہیں
خوف نہیں تیر تغافل سیں ترے — دل ہمارا بھی سپر سیں کم نہیں

---

[1] کہل۔ ۱۳۹۱ا۔ [2] عاشقوں ۱۳۹۱ا۔ [3] صفحے سوں۔ ۱۳۹۱ا۔

شربت دیدار کا ہوں تشنہ لب — آرزوئے چشمۂ زمزم نہیں
مجھ نظر میں خار ہے[1] ہر برگِ گل — یار[2] بن گلشن میں دل خرم نہیں
اشک بلبل سیں چمن لبریز ہے — برگِ گل پر قطرۂ شبنم نہیں

کونسی شب ہے کہ مہرو[3] بن سراج
درد کے[4] آنسو سیں دامن نم نہیں

۴۰

۱۹۰۸ جو کوئی شادی کوں ماتم جانتے ہیں — وہی کچھ لذتِ غم جانتے ہیں
کسی کوں رازِ پنہاں کی خبر نہیں — ہماری بات کوں ہم جانتے ہیں
یگانوں سیں جنے بیگانگی ہے — قدم اور دم کوں ہمدم[5] جانتے ہیں
جو کوئی مشتاق ہیں زخمِ جفا کے — دمِ خنجر کوں مرہم جانتے ہیں
طبیبوں[6] پاس جانا دردِ سر ہے — جگر کی درد کوں کم جانتے ہیں
پیئے ہیں عاشقوں نے[7] عشق کا جام — شرابِ تلخ کوں سم جانتے ہیں

۱ے گل ہر سرو ہے۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲ے پیو بنا۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳ے پیو بن اے۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۴ے گوشہ دامن انجھو سیں نم نہیں۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۵ے محرم۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۶ے کن علاج۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۷ے درد۔ ب ۳۹۱ ا۔

سراج[1] اس شعلہ رو کے سوز غم سیں[2]
جلا ہے، اہلِ عالم جانتے ہیں

۱۴۱

1915 ہم اس خوش خط کے رُخ[3] کوں قطعہ تعلیم کرتے ہیں — ورق پر دل کے[4] ان زلفوں سیں مشق جیم کرتے ہیں
لجتے ہیں سرو گلشن راستی کوں دیکھ تجھ قد کی — مثال بید مجنوں ہو کہ خم تسلیم کرتے ہیں
بہشت غم میں ہم دل کے چمن کوں تازگی دینے — یہ[5] اپنی چشم پر نم چشمۂ تسنیم کرتے ہیں
اگرچہ عاشقوں کا دل ہے آتش خانۂ حسرت — خیال یار سیں گل زار ابراہیم کرتے ہیں
امیر فوج خوباں ناز سیں جس وقت آتا ہے — دل و[6] ہوش و خرد اوٹھ صدر سیں تعظیم کرتے ہیں
شہادت آرزو ہے جس کوں شمشیر محبت کی — رضا کا زخم[7] کھا کر جیاں کوں تسلیم کرتے ہیں

وہی ہیں اے سراج اس شمع رو کے عشق میں ثابت
کہ جانبازی میں جیوں پروانہ ترکِ بیم کرتے ہیں

---

[1] سراج اوپر نوازش کی نظر کر۔ ترا سوائے عالم جانتے ہیں۔ ر ۳۹۱ ا۔ [2] میں۔ ک۔ [3] مکھ۔ ر ۳۹۱ ا۔ [4] صفحے۔ ر ۳۹۱ ا۔ [5] ایس کی۔ ر ۳۹۱ ا۔ [6] ہزاروں ہوش دل منہ سوں۔ ر ۳۹۱ ا۔ [7] وار۔ ر ۳۹۱ ا۔

۴۲

شہیدِ خنجرِ یارِ[1] کرشمہ واں ہوناں ۔۔۔ اگر وو چاند ہے لازم مجھے کتاں ہوناں ١٩٢٢

یہی[2] تھی آرزوِ دل خدا نے بر لایا ۔۔۔ کہ زخمِ غمزۂ خونیں سیں نیم جاں ہوناں

اگر چہ شیشۂ دل میں ہویّن سبب کیا ہے ۔۔۔ مری نظر سیں مثالِ پری نہاں ہوناں

گلی میں اُس[3] کی جہاں مردمک ہے نقشِ قدم ۔۔۔ قدم قدم ادب[4] اشک سیں رواں ہوناں

ہمارے بلبلِ دل کوں ہے موجِ خندۂ گل ۔۔۔ ترے تبسمِ رنگیں کا گل فشاں ہوناں

حجابِ جلوۂ دیدار ہے مجھے مانع ۔۔۔ وگرنہ یار سیں آساں ہے ہم زباں ہوناں

سراج شوخ[5] کی ہر ہر ادا قیامت ہے
کبھی عتاب کبھی دل سیں مہرباں ہوناں[6]

۴۳

کیا قیامت[7] ہے مِرے دل کوں لبھاناں جاناں ۔۔۔ پھر تغافل کی اگن[8] بیچ جلاناں جاناں ١٩٢٩

۱؎ ناز ۔ ک ۔ ۲؎ تھی تری آرزو دل میں ۔ ک ۔ ۳؎ یو کی وہاں ۔ عہ ۳۹۱ ا ۔ ۴؎ ادب کی راہ میں منثل انجھو ۔ عہ ۳۹۱ ا ۔ ۵؎ شوخیٔ ہر ہر ادا ۔ ک ۔ شوخ کی ہر یک ادا ۔ عہ ۳۹۱ ا ۔ ۶؎ عہ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ اگر ہے چاہ کہ پاوے توں گوہر مقصود ۔ نین کی بارش نیساں سیں درفشاں ہوناں ۔ ۷؎ بلا ہے ۸؎ کہ اول ۔ عہ ۳۹۱

تم کوں لازم ہے کرم حالِ دلِ عاشق پر　　　جلوۂ حسن دکھاناں نہ چھپاناں جاناں

دلِ بے تاب پہ طوفانِ بلا نازل ہے　　　ٹک جھلک اپنی دکھا پھر نہ دکھاناں جاناں

دلِ سوزاں کی اگن بھر کے پانی سیں بجھا　　　کن نے بولا ہے جلاناں نہ بجھاناں جاناں

جب ستی جان کوں میں جان سیں جا دیکھا ہوں　　　ہے مجھے تب سیں یہی وردکہ "جاناں جاناں"

شوخی[1] و ناز سیں جاتا ہے توں پھر آتا ہے　　　آفت دل ہے قیامت ہے یہ آناں جاناں

بے طرح تشنگی ہجر سیں مرتا ہے سراج
شربت وصل اوسے آکے پلاناں جاناں

۴۴

۱۹۳۶ اے گل بہار عارض جاناں کوں دیکھ توں　　　شرمندگی سیں اپنے گریباں کوں دیکھ توں

رہ سیر میں تبسم نوخط کی چاہ فصل　　　موجِ گل و طراوتِ ریحاں کوں دیکھ توں

سینے کے اپنے تکمۂ یاقوت پر نہ بھول　　　خونیں دلوں کے دیدۂ گریاں کوں دیکھ توں

ہے برگ گل پہ قطرۂ شبنم کی کیا بہار　　　درپن میں چہرہ عرق افشاں کوں دیکھ توں

دل کا چراغ ہاتھ لے کر من عرف کی سیر　　　ظلمات بیچ چشمۂ حیواں کوں دیکھ توں

---

[1] شوخیٔ یار۔ ک۔

گر تجھ کوں طوفِ کعبۂ معنی کا عزم ہے　　　انسان ہے تو صورتِ انساں کوں دیکھ توں

تا قدرِ عشقِ بلبلِ شیراز ہوئے تجھے　　　لے آرسی کتاب گلستاں کوں دیکھ توں

زلفوں کوں کھول بوالہوسوں کی طرف نہ جا　　　مارے ہوؤں کے حالِ پریشاں کوں دیکھ توں

شعلے اوٹھے ہیں آگ کے اشکِ سراجؔ سیں
آبِ رواں میں سیرِ چراغاں کوں دیکھ توں

۴۵

1945 مان مت کر عاشقِ بے تاب کا ارمان مان　　　جان کر انجان مت ہو مجکوں تو بے جان جان

فکر اپنی نہیں مجھے ہے اسکی بدنامی کا خوف　　　مجکوں نام[1] و ننگ کی ہے ہر گھڑی آن آن

تیر و خنجر[2] میں نہیں ہے آبداری اس قدر　　　تجھ نگہ کی دیکھ کر جلدی ہوا قربان بان

دشتِ[3] وحشت میں بپٹ بے کس ہو آئے ہونگا　　　ہوں بھکاری وصل کا دے مجکوں اس میدان دان

قتل[4] کرنے پر ترے ہے تیغ بر کف وو صنم
سرکشی مت کر سراجؔ اب جانکا فرمان مان

---

[1] نیک ہے ہر　۳۹۱ا۔ [2] خنجر و شمشیر۔ ۳۹۱ا۔ [3] ہجر کے میدان میں آ کہ دیکھا دے شہسوار۔ ۳۹۱ا۔ [4] تیغ بر کف ہے سریجن قتل کرنے کوں مرے۔ ۳۹۱ا۔

۴۶

صنم کی کاکل مشکیں کی بو ختن میں نہیں — وو چشم مست کی شوخی کی وضع ہرن میں نہیں

عجب ہے اُس لبِ یاقوت رنگ کی لالی — برابر اُس کے عقیق یمن، یمن میں نہیں

خجل ہو روز قیامت کہیگا کنت تراب" — عبیر خاک رہِ دوست جس کفن میں نہیں

زبانِ حال سیں کہتی ہے آرسی یہ بات — جو بات رمز کی ہے بات وو سخن میں نہیں

چراغِ آہ سیں روشن ہوئی ہے بزم سراج
غلط ہے گر کہے کوئی نور انجمن میں نہیں

۴۷

کیا سبب وو یوسفِ گل پیرہن آیا نہیں — مصر سیں یعقوب کا نور نین آیا نہیں

ہم[1] سخن مجھ سیں ہوا نہیں بس کہ ہے خوفِ رقیب — شکر میرے لال کے لب پر سخن آیا نہیں

نرگس گلزار حیرانی ہے چشم منتظر — اب تلک وو دلبر غنچہ دہن آیا نہیں

ہجر کی آتش میں جلتا ہوں ولیکن جا کو مجھ — کیوں بجھا کوں تنے[2] مرے دل کی اگن آیا نہیں

نہیں ہے بے جا بیخودی کے دشت میں وحشت مری — جس میں میرا من ہرا وو منہرن آیا نہیں

---

[1] مجھ ستیں خوف رقیباں سوں کیا نہیں یو نیں بانتہ۔ ۳۹۱ ا۔ [2] مرے من کی بجھانے کوں۔ ۳۹۱ ا۔

موٹھ جادو کی ہے جیسکی تیغ ابرو کا خیال ۔۔۔ وو قیامت نازنین سحر فن آیا نہیں[1]

رفع ہوئے[2] کس طرح تاریکیٔ غم اے سراج

دیدۂ حیراں کا شمع انجمن آیا نہیں

۴۸

۱۹۶۲ جب سیں تجھ عشق کی گرمی کا اثر ہے من میں ۔۔۔ تب سیں پھرتا ہوں وو اسی ہو برہ کے بن میں

آج کی رات مرا چاند نظر آیا ہے ۔۔۔ چاندنی دو دسی چھٹکی ہے مرے آنگن میں

اس کی ثابت قدمی پر ستی قرباں ہوں میں ۔۔۔ کھیت چھوڑا نہیں مجھ دل نے[3] برہ کے رن میں

قطرۂ اشک مرا دانۂ تسبیح ہوا ۔۔۔ رات دن مجھ کوں گزرتا ہے تری سُمرن میں

جب سیں دستار رنگایا ہے صنم[4] عباسی ۔۔۔ گلِ عباس کوں نہیں رنگ رہا گلشن میں

سیرِ دریا سیں نہیں ہم کوں تسلّی ممکن ۔۔۔ غم کے طوفان اُبلتے ہیں ہمارے من میں[5]

---

[1] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ یوں ہوا معلوم اُس کی لاابالی وضع سوں ۔ دل لجانے کا وو سے شاید کہ فن آیا نہیں ۔ [2] مثل بلبل آج یہ مصرعہ ہوا ور سراج ۔ جان آیا لب پہ لیکن گلبدن آیا نہیں ۔ ۳۹۱ ا [3] پری ۔ ک ۔ [4] سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔ [5] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ روبرو پیو کے ہے جیو جی کے مقابل پیو ہے ۔ کر نظر شوق کی آنکھاں سوں نجا درپن میں ۔

کیوں نہ ہوئے دلِ یاقوت لباں[1] موم سراج
کام کرتا ہے مری آہ کا ہیرا کھن میں

۴۹

1969 جب نظر آئے ترا عارضِ گلگوں مجکوں تب کہیں اہلِ چمن بلبلِ مفتوں مجکوں
آستاں بوس ترا آج میسر آیا خاکساری نے دیا فرِّ فریدوں مجکوں
پردۂ عشق کا حکمت ستی کھولا ہوں طلسم جامِ دل جب سیں ہوا خُمِ فلاطوں مجکوں
چینِ ابرو سیں تری جلوہ نما ہے شوخی خوب معلوم ہوا فرد کا مضموں مجکوں
سیرِ گل ہجر میں گلرو کے نعیبِ بلبل ہر گلابی ہے کلی شیشۂ پر خوں مجکوں
ہے تعجب کہ نہوں سرخوش کیفیتِ عشق لذتِ غم نے دیا نشۂ معجوں مجکوں
نغمۂ آہ کا ہے سازِ خوش آہنگ سراج
ہات آیا ہے عجب سوز کا قانوں مجکوں

۵۰

1970 عشق میں آ کہ عقل کھو رہناں زندگانی سیں ہات دھو رہناں

---

[1] دل یاقوت لباں موم ہوا ہے مجھ پر۔ ب ۳۹۱ ا۔ مقطع حسبِ ذیل ہے۔ اے سراج اس لبِ رنگیں کی کرو کیا تعریف
لعل جس شرم ستی جا کے چھپا معدن میں ـ

یا تو گلزار آپ ہو جاناں
یا کسی گلبدن کے ہو رہناں

امرت اس کے لبوں سیں گر نہ ملے
دل میں ہے زہر کھا کے[1] سو رہناں

مثلِ آئینہ ہو کہ ہم زانو
شوق ہے اس کے روبرو رہناں

دین کی آبرو یہی ہے سراجؔ
چار یاروں میں سرخرو رہناں

۵۱

کیوں ترے گیسو کوں گیسو بولناں
دل میں آتا ہے کہ شبّو بولناں ۱۹۸۱

پیچ کھا کر دل مرا حیرت میں[2] ہے
زلف کوں تیری چکا بو بولناں

بھول گئی آہو کوں[3] اپنی چوکڑی
تجھ نگہ کوں دام آہو بولناں

یا فلک کی آرسی میں ہے ہلال
یا کسی کا عکس ابرو بولناں

سیکھ گئی گلشن میں تیرے قدستی
سرو پر قمری نے کوکو بولناں

کان میں ہے تیرے موتی آبدار
یا کسی عاشق کا آنسو بولناں

سامنے اس چہرۂ گل فام کے
ہر گلِ خوشبو کوں خودرو بولناں

---

۱ کہ ۔ ۲۸۸ ا ۔ ۲ ہوا ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ نے ۔ کن ۔

حسن کے لشکر کے راوت ہیں دو چشم　　زلف و لب شنجو نکا قابو بولناں

اب چراغِ عقل گل کرنی سراجؔ

سوزِ دل سیں ایک "یاہو" بولناں

۵۲

۱۹۹۰ تجھ رخ[۱] کے دیکھنے کی نہیں تاب مہر و مہ میں　　ہیں فرش ہر قدم پر تیری گلی کی رہ میں

مجلس میں عاشقوں کی ہے شمع کا عجب رنگ　　ہر شب اگن سیں غم کی جلتی ہے تجھ برہ میں

ششدر میں آپڑا ہے اول جو دل تھا بے غم　　شطرنج میں برہ کی آیا ہے شاہ شہ میں

دل کیوں خیال ابرو کر کر نہوے سپاہی　　شمشیر مغربی کی آئی ہے موٹھ کہہ[۲] میں

ہو سینہ چاک شانہ رکھتا ہے دانت مجھ پر　　ہے بند جب ستی دل تجھ زلف کی گرہ میں

گلگوں قبا زری کی ہکار جب سیں آئی　　بو شرم سیں چھپی ہے ہر برگِ گل کی تہ میں

اب لگ سراجؔ یکدم اپنے میں آیا نہیں ہے

کیا سحرِ سامری ہے اس شوخ کی نگہ میں

۵۳

۱۹۹۷ صنم خوش طبعیاں سیکھے ہو تم کن کن ظریفوں سیں　　کہ یہ لطف ادا معلوم ہوتا ہے لطیفوں سیں

۱۔ مکھ کو دیکھنے کی کاں ۔ ۳۹۱/ا ۔ ۲۔ کہہ ۔ ۳۹۱/ا ۔ م

لکھوں وصف اسکی زلفوں کے قلم کر شاخ سنبل کوں
دواتوں میں سیاہی بھر گل شبو کی قیفوں سیں

تری سیدھی نگاہیں ان دو نینوں گرم الفت ہیں
مجھے سیفی لگی ہے بات کئی ورد اور وظیفوں سیں

خیال اس کا ہم آغوش نظر ہے سات پردوں میں
عجب شوخی سیں پیش آیا ہے یہ شوخ ان عفیفوں سیں

کہاں پاوے مزے کے اس قدر اس نے برے کوئی
تری آنکھوں کوں سو درجے شرافت ہے شریفوں سیں

ہجوم بوالہوس کے شمع مجلس ہو سو کیا معنی
لطیفوں کوں روا نہیں اختلاط ایسے کثیفوں[۱] سیں

مزاجیں ناموافق ہوں تو کب صحبت برار ہوئے
نہیں ملتی ہماری طبع ان دنیا کے جیفوں سیں

عبث مت دیکھ آنکھیں پھاڑ پھاڑ ان چشم خونیں کوں
پڑا نہیں نرگس باغی تجھی کام ان حریفوں سیں

خس و خاشاک رہیں ہم ترے اے شعلہ خو ظالم
مناسب نہیں ہے اتنی سرکشی آخر ضعیفوں سیں

سبک روحان معنی بوئے گل ہیں باغ عرفاں کے
ہر اک خار گراں جانوں خبر کیا ان لطیفوں سیں

غلط نہیں ہے کہ بلبل حافظ سیپارۂ گل ہے
سند رکھتا ہوں میں گل برگ کے رنگیں صحیفوں سیں

رقیب اس سنگ دل سیں منتظر ہیں ہم کلامی کے
سخن کرتا ہے کب وو کوہ تمکیں ان خفیفوں سیں

سوار توسن معنی ہوں چوگان طبیعت سیں
لیا ہوں گوئے میدان سخن میں ہم ردیفوں سیں

ادیب عشق کے شاگرد ہیں فرہاد اور مجنوں
کہ کوہ و دشت کا مکتب ہے گرم ان دو خلیفوں سیں

۱؎ کسیفوں — ح —

سراجؔ اس شمع کوں ہے شوق پروانے جلانے کا
دعا کر یا الٰہی موم دل ہوے ہم بخیلوں سیں

۵۴

۲۰۱۲ گلِ[۱] باغِ تبسم جب مرے نزدیک آتے ہیں — شکیب و عقل و ہوش و صبر و طاقت سب لیجاتے ہیں
خدا[۲] کے واسطے اب اس قدر بھی بانکپن کیا ہے — تمہاری تیغ کے زخمی لہو میں تلملاتے ہیں
بگولا جن کے سر پر چتر شاہی ہے زمیں مسند — وہی اقلیم غم میں آہ کی نوبت بجاتے ہیں
جدائی میں تری اے سروِ قامت غم کے داغوں سیں — جگر کے باغ میں لالہ کی تختے لہلہاتے ہیں
پری رویاں جسے تیغ جفا سیں قتل کرتے ہیں — پلا دیدار کا شربت اوسے پھر کر جلاتے ہیں
دکھاتے ہیں ہمارے مرغ دل کوں خال کا دانہ — کمندِ پیچ و تاب زلف میں پھر کر پھساتے ہیں[۳]

سراجؔ ان خوب رویوں کا عجب ہیں قاعدہ دیکھا
بلاتے ہیں دکھاتے ہیں لبھاتے ہیں چھپاتے ہیں

۱؎ پیا جب مہربانی سوں مرے پر دیکھ ۔ عہ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ تلطف سوں پریشاں حال آکے ٹک دیکھو
عہ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ عہ ۳۹۱ کا اضافہ شعر ۔ اگر آب تلطف سوں بجھا جاوے تو کیا ہوئے ۔ عبث
مجھ دل کے خرمن کی پرہ بہر کے لگاتے ہیں ۔

۵۵

۲۰۱۹ جس کوں[۱] راہِ چشم سیں خونِ جگر جاری نہیں
یوں ہوا معلوم اس کوں زخمِ غم کاری نہیں

سلسلے میں عاشقوں کے کب ہے اس کوں اعتبار
دامِ زلفِ یار میں جس کوں گرفتاری نہیں

جو ہوا ہے جرعہ نوشِ ساغرِ بزمِ جہاں
خوابِ غفلت سیں اوسے یک آن ہشیاری نہیں

اے طبیبِ عاشقاں اب شربتِ دیدار دے
ہے مجھے دردِ جگر ظاہر کی بیماری نہیں

بس کہ پایا لذتِ دیدارِ ساقی خواب میں
صبحِ محشر لگ مجھے اب ذوقِ بیداری[۲] نہیں

طبعِ نازک سیں تری ڈرتا ہوں ورنہ اے صنم[۳]
جاں نثاری تجھ قدم پر مجکوں دشواری نہیں

ہجر کی شب میں نہیں ہے تاب و طاقت اے سراج
کونسا دن ہے کہ جس میں نالہ و زاری نہیں

۵۶

۲۰۲۶ لڑ آنسو کی ہے سہرا موتیوں کا غم کے دولے کوں
کیا ہے طاش کا مقنع برہ بن کے بگولے کوں

وو شیریں لب کے بن ہے جوئے شیر آنکھوں ستی جاری
لگاتا ہوں جگر پر ناخنِ غم کے بسولے کوں

چراغِ حسن کھلا گم ہوا دل زلف میں تیری
مثل مشہور ہے جاناں بتانا راہ بھولے کوں

[۱] نت آنکھاں سنی ۔ ۳۹۱ ا۔ [۲] ہوشیاری ۔ ۳۹۱ ا۔ [۳] سجن ۔ ۳۹۱ ا۔

گزرتا نہیں ہے طفل اشک میرا اپنی شوخی سیں — جھولاتا ہوں پلک ڈوری لگا آنکھوں کے جھولے کوں
نہیں بخششی ہے کیفیت نصیحت خشک زاہد کی — جلادیو آتش صہبا سیں اس کڑبی کے پولے کوں[1]

سراج اب ورد کرتا ہے "الا یا ایہا الساقی"
کیا ہے یاد از بس خواجہ حافظ کے مقولے کوں

۵۷

۲۰۳۲ کیا ہوں جاں نثاری اس صنم کے پان کھانے میں[2] — کہ کھینچا دیدۂ آہو بہ خط سرمہ لگانے میں
کھلا ہے یک بیک مقصود کے گلشن کا دروازہ — دل بلبل صفت پر دلبر گل رو کے آنے میں
تمہارے چہرۂ گلنار گوں سیں کچھ عجب نہیں ہے[3] — کہ انگلی سرخ ہو جاوے اشارت کے بتانے میں
برہ کی جان کندن میں چلا ہے چھوڑ کر جاناں تن — ہمارا جان جاناں ہے ہمارے جان جانے میں
ہے میرے نقد دل پر زخم غم کا سکہ عالی — کمی کیا اشرفی کی ہے محبت کے خزانے میں
مرا زخم جگر ہنستا ہے جیوں گل اس کے دیکھے سیں — نہ جانوں کیا قیامت ہے تمہارے مسکرانے میں

---

[1] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر:- ہمارا یوسف گل پیرہن کاں ہے کہ ہنستی ہیں۔ دکھاوے پہول کر یعقوب کی آنکھوں کے پہولے کوں۔ [2] سجن۔ ۳۹۱ ا۔ [3] "ہے"۔ ک و ح۔ [4] ۳۹۱ میں یہ شعر یوں ہے:- سجن کے چہرہ گلنار سیں کچھ عجب نہیں ہے۔ کہ انگلی سرخ ہو جاوے اشارت کے بتاتے میں۔

سراج اس شمع رو پر جان سیں قربان ہوتا ہے
کمی کرتا نہیں پروانہ اپنے دل جلانے میں

۵۸

۲۰۳۹ اوّل کی تم نے بھول گئے مہربانیاں | لانے لگے ہو خوب تغافل کی بانیاں
کیا ہوے گا سنو گے اگر کان دھر کے تم | گذری برہ کی رات جو مجھ پر کہانیاں
دامن تلک بھی ہائے مجھے دست رس نہیں | کیا خاک میں ملیں ہیں مری جانفشانیاں
داغ فراقِ لالہٗ باغ خیال ہے | رہ گئیں مرے جگر میں تمہاری نشانیاں
شاید کسی کے قتل کی ہوتی ہے مصلحت | رمزیں تری نگاہ کی سب ہم نے جانیاں
مجھ دل کے کوہ طور کوں سرمہ کئے ہو تم | باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

کب لگ روا رکھو گے تغافل سراج پر
اب اس قدر بھی خوب نہیں سرگرانیاں

۵۹

۲۰۴۶ راست بازوں میں کج نمائی نہیں | تری ابرو سیں کج ادائی نہیں

ا ے ملی۔ک و ۳۹۱ ا۔

تجھ تبسم میں جو لطافت ہے[1] اس قدر گل میں خوشنمائی نہیں
اس سیں بہتر ہے صورت دیوار جس میں سامانِ دلربائی نہیں
خوب[2] رو عاشقوں کے عاشق ہیں حسن اور عشق میں جدائی نہیں
عاشقوں کوں نہیں ہے نام سیں کام عشق بازی ہے میرزائی نہیں
آشنائی کا نام ہے لیکن آشنایوں میں آشنائی نہیں[3]

خوف کر توں سراج[4] سوزاں سیں
آہ کا تیر ہے، ہوائی نہیں

۶۰

ساقی کے بن رباب آہ سینہ ربابیوں میں دل کوں کباب کرنے غم ہے کبابیوں میں ۲۰۵۳
فصل خزاں میں بلبل ہے گل کا مرثیہ خواں مرغِ چمن میں غنچے سب ہیں جوابیوں میں
ہے دل میں گل رخوں کے بوئے دو رنگ وضعی ہرگز نشہ وفا کا نہیں ان گلابیوں میں

۱۔ جیوں۔ ک۔ ۲۔ دلبراں عاشقاں کے۔ ے۳۹۱ ا۔ ۳۔ ے۳۹۱ ا کا اضافہ شعر:۔ سینہ صافی کی لاف جس میں ہے۔ شاید اوس دل میں کچھ صفائی نہیں۔ ۴۔ اے سراج اب مرے سوں بات نکر۔ طبع میری بحال آئی نہیں۔ ے۳۹۱ ا۔

اُس زلفِ عنبریں کے لکھا ہوں[۱] وصف ازبس — ہے مشک کی سیاہی چینی رکابیوں میں

جیناں تڑپ تڑپ کر مرنا سسک سسک کر — فریاد ایک جی ہے کیا کیا خرابیوں میں

ملکر وو چشم خونیں[۲] کرتے ہیں قتلِ عاشق — کیا اتفاق ہیگا دیکھو شرابیوں میں

پروانہ کیوں نہ ہوئے اوس پر سراج قرباں
وو یار شمع رو ہے کیا بے حجابیوں میں

۶۱

مجھ[۳] دردسیں یار آشنا نہیں — شاید کہ کسی کا مبتلا نہیں ۲۰۶۱

خوباں کوں رواہے قتلِ عاشق — اس شہر میں رسم خوں بہا نہیں

نہیں[۴] بار یزید بوالہوس کوں — ظالم کی گلی ہے کربلا نہیں

تجھ زلف میں دل گئے گم کیا راہ — اس پیچ گلی کوں انتہا نہیں

اے[۵] شمع دلِ سراج مجھ کوں
جلنے کے بغیر مدعا نہیں

۱؎ صفت ہوں۔ک۔ ۲؎ خونی ۱/۵۸۴۔ ۳؎ یو حال مرے سوں۔ س و ۱/۳۹۱۔ ۴؎ کار بار ۱/۳۹۱ و س۔ اسکے بعد یہ دو شعر زیادہ ہیں:۔ زاہد توں نہ جا خطا سوں پیو پیاس۔ اس تیر نگاہ کوں خطا نہیں
جز شربت وصل خوب رویاں۔ بیماریِ عشق کوں دوا نہیں۔ ۵؎ اے جان سراج مہر کیجو۔ تجھ باج کسی کوں مدعا نہیں۔ ۱/۳۹۱

۶۲

۲۰۶۵ زرد رنگی کوں بہار طرب افزا سمجھوں — گل صد برگ کوں میں لالہ احمرا سمجھوں
باغ حسرت کا تماشا مجھے آیا ہے پسند — کف افسوس کوں برگ گل رعنا سمجھوں
گلشن شوق میں ہوں مست مئے یک رنگی — پھول کوں ساغر مئے سرو کوں مینا سمجھوں
طپش دل ہے مجھے شاہد مقصود کا وصل — پیچش دود جگر زلف چلیپا سمجھوں
عالم آب ہے سیرابی گلزار جنوں — خط ساغر رگ برگ گل سودا سمجھوں
گر نظر آوے مجھے خواب میں وو نقش قدم — صورت آئینہ چشم زلیخا سمجھوں
نقل نازاں اصل میں ہے آئینہ عین نیاز — گل تصویر کوں میں بلبل گویا سمجھوں
قبر میں اس لب جاں بخش کی آوے جو صدا[1] — قم باذن اللہ اعجاز مسیحا سمجھوں

عرس کا سیر مجھے آتش غم میں ہے سراج
شعلہ دل کوں چراغوں کا تماشا سمجھوں

۶۳

۲۰۷۴ کام مت فرما اے ظالم جمدھر و تلوار تیں[2] — تیغ ابرو کوں سٹک آ عاشق بیمار تیں

۱؎ آواز۔ک۔ ۲؎ خنجر۔ک و ۱۵۸۲۔

کیونکہ ہووے ہر ذرہ معدوم کی وانگ پہنچ ۔۔۔ بار نہیں خورشید کوں جس سایۂ دیوار تیں

ہجر کے داغوں سیں سینہ داغ ہے آسیر کر ۔۔۔ اے صبا پیغام لے جا شوخِ گل رخسار تیں

شوق کی شمشیر سیں کھتا ہے سینہ چاک چاک ۔۔۔ جس کا پہنچا ہاتھ مثل شانۂ زلفِ یار تیں

یوں تمنا دل میں ہے میرے کہ ہوں جمشید وقت ۔۔۔ جام بھر دے مجھ کوں اے کافر خطِ زنار تیں

جو ہوا منصور پایا ہے حقیقت کا نشاں ۔۔۔ بوالہوس کوں نہیں رسائی عشق کے اسرار تیں

دل میں ہے داغِ جنوں سو سب دکھاؤں اے سراجؔ

گر رسائی مجھ کوں ہووے اس پری رخسار تیں

۶۴

۲۰۸۱ حیف اس گلزار میں سرو بھی بالا نہیں ۔۔۔ چہرہ نافرمانی و خطِ نازبو والا نہیں

صحنِ گلشن میں گل و بلبل کوں یکجا دیکھ کر ۔۔۔ داغ ہوتے ہیں کلیجے بیچ کیوں والا نہیں

پیچ کھا کھا کر ہماری آہ میں گرہاں پڑیں ۔۔۔ ہے یہی سمرن تری درکار کوئی مالا نہیں

آہ و زاری پر ہماری رحم کیا آوے اُسے ۔۔۔ جس نے خون دل سیں طفل اشک کوں پالا نہیں

کیوں نہ بے کل ہو پکارے غم کی سختی میں سراجؔ

عشق کی برچھی لگی ہے، جان سر والا نہیں

۶۵

۲۰۸۶ تری نازک کمر کا ہے شبہ باریک بینوں میں ۔۔۔ خلل ہے ہو یا نہ ہووے نظارہ بازوں کے یقینوں میں
لگے چھپنے خجل ہو جو ستارے صبح صادق کے ۔۔۔ گر روشن ہوا کوئی آفتاب ان مہ جبینوں میں
تری آنکھوں کی کیفیت چمن میں دیکھ کر نرگس ۔۔۔ خجالت سیں گئی ہے ڈوب شبنم کے پسینوں میں
سلیماں زماں ہوں لالہ رخساروں کے کشور کا ۔۔۔ کیا ہوں نقش تیرا نام داغوں کے نگینوں میں
نکلنے دے مرے شمشاد قد کوں گھر ستی باہر ۔۔۔ ہوا اے سرو تو بھی باغ کے بالا نشینوں میں
حقیقت ہجر کے دن کی کہے اور وصل کی شب کی ۔۔۔ کرے جو ختم قرآں ماہ رمضاں کے شبینوں میں
پسند خاطر عشاق ہے بیت اس کے ابرو کی ۔۔۔ رکھے ہیں کوئی[۱] سینوں میں لکھے ہیں کوئی سفینوں میں
بہار آئی لباس نونہالاں کیوں نہو رنگیں ۔۔۔ بھرا ہے رنگ غنچوں کے گلابی آبگینوں میں

سراج اس شعلہ رو کے حسن کے گلشن کا ہے مالی
لگاتا ہے نہال آتشیں تازے[۲] زمینوں میں

۶۶

۲۰۹۵ اس لب کوں کب پسند ہیں ریشمی کٹوریاں ۔۔۔ لالہ کے پھول کی ہیں جیسے قہوہ خوریاں
دام و قفس نہ چاہیئے دل کے شکار کوں ۔۔۔ کرتی ہیں بند آنکھ کے ڈوروں کی ڈوریاں

۱؎ کوئی تو ۵۸۴ ا۔ ۲؎ تازہ ۔ ک۔

ہے بس[1] کہ دور ساغر چشم پری رخاں　　گر گئی ہیں دل کے طاق سیں نرگس کی غوریاں
ہنستے ہو کیوں جو تم نے مرا دل نہیں لئے　　معلوم ہوئیں تمہاری نگاہوں کی چوریاں

اب غم کی رات سیر چراغاں ہے اے سراج
یہ اشک گرم تیل ہے آنکھیں سکوریاں

۶۷

۲۱۰۰ تنزیہ میں اگرچہ ہے صاحب کتاب توں　　تشبیہ کی کتاب کا ہے انتخاب توں
کوئی حمد کوئی نعت میں مشغول ہے تری　　ہے دونو مرتبے میں لیاقت مآب توں
احمد کہوں احد کہوں میں تجھ کوں کیا کہوں　　کیں بے حجاب کیں ہے سراسر نقاب توں
پایا ہے تیرے نور سیں سب خلق نے ظہور　　ذرات کائنات کا ہے آفتاب توں
آکر لباس رنگ میں بلبل کا دل لیا　　ہر چند ہے خلاصہ بوئے گلاب توں
ہے بحر و کاں کوں فیض ترے نور و نار کا　　یاقوت میں ہے آگ توں موتی میں آب توں
میں تشنہ لب زلال سحاب کرم کا ہوں　　کشت امید کوں مری مت رکھ خراب توں
سیماب دل کوں آتش دوری کی نیں ہے تاب　　کب لگ کرے گا رفع مرا اضطراب توں
اس موسم بہار میں ساقی مجھے پلا　　جام عطا سیں بزم بقا کی شراب توں
اس مدعا کا گرچہ سزاوار میں نہیں　　کر آخری دعا کوں مری مستجاب توں

[1] جب سوں۔ ک۔

پروانہ ہے سراج تری شمع حسن کا
میں خانہ زاد خسروِ عالیجناب توں

۶۸

۲۱۱۱ کیا بلا کا ہے نشۂ عشق کے پیمانے میں — کوئی ہوشیار نہیں عقل کے کاشانے میں

ڈوب جاتا ہے مراجی جو کہوں قصۂ درد — نیند آتی ہے مجھی کوں مرے افسانے میں

دل مرا زلف کی زنجیر سیں ہے بازی میں — اپنے اس کام کا کیا ہوش ہے دیوانے میں

کیا مزے کا ہے ترے سیب زنخداں کا خال — لذت میوۂ فردوس ہے اس دانے میں

اس ادب گاہ کوں تو مسجد جامع مت بوجھ — شیخ بے باک نہ جا گوشۂ مے خانے میں

انکھ اوٹھاتے ہی مرے ہاتھ سیں مجکوں لے گئے — خوب اوستاد ہو تم جان کے لے جانے میں

خوش ہوں میں صحبت مجنوں سیں لیو عقل کا نام — آشنائی کی کہاں باس ہے بیگانے میں

شعلہ ہے آب حیات دل مشتاق سراج
اس سمندر سیں بڑا فرق ہے پروانے میں

۶۹

۲۱۱۹ تغافل کیا ہے جانے تم کوں ایسے یار جانی سیں — ایدھر بھی مسکرا دیکھو نگاہ مہربانی سیں

قفس میں غم کے ہے خاموش آئینہ رو تم بن — ملاؤ طوطی دل کوں مری شیریں زبانی سیں

خیابانِ جگر میں داغ کے گل لہلہاتے ہیں
او بلتا ہے مری آنکھوں کا حوض آنسو کیے پانی نیں

لگاؤ ایک دم شمشیر تا تن سیں جدا ہووے
مرا سر بار ہے مجھ پر تمہاری سرگرانی سیں

جدھر کوں دامنِ صحرا میں کچھو پھول لا[۱] آلے کے
کرو معلوم[۲] لختِ دل کوں داغوں کی نشانی سیں

رواں ہے طبع میری شعرِ درد انگیز کہنے میں
مگر پائے[۳] ہیں تعلیم اشکِ حسرت کی روانی سیں

بنفشی جامہ مت بر میں کرو اے شوخ نافرماں
مرا دل خوف کرتا ہے بلائے آسمانی سیں

جھٹکنا کیا سبب دامن سیں اپنے خاکساروں کوں
تعجب ہم کوں آتا ہے تمہاری قدردانی سیں

سراج اس شمع رو کے دل میں ہرگز رحم نہیں آتا
پتنگوں کی طرح کیا فائدہ اس جاں فشانی سیں

۷۰

کیا ہے سیرِ چمن جب سیں وو گل رنگیں
ہے موجِ خندۂ گل بلبلوں کوں چینِ جبیں ۲۱۲۸

ہوا ہے شہرۂ شہر انتظار میں اوس کے
سوادِ دیدہ مرا ہے بیاضِ نقشِ نگیں

جسے ہے راحتِ دل قدرِ عشق کیا بوجھے
کہ سنگِ راہِ محبت ہے منزلِ تسکیں

نہیں ہے مستِ محبت کوں احتیاجِ شراب
ضعیف رتبہ بینش ہے چشمِ عینک بیں

---

[۱] لالہ۔ ۴۸۵ ا۔ [۲] پچھانو۔ ۴۸۵ ا۔ [۳] پائے ہیں اوس کی حیرت۔ ۴۸۵ ا۔

تمام گنج خفی کا کیا ہے سیر سراج
صفا کی راہ میں ہے جس کے پاس شمع یقیں

۷۱

۲۱۲۳ کیا ہے کشور دل کوں تمہارے ظلم نے ویراں — کرو گے مہر سیں کب لگ ہمارے درد کا درماں
رہوں یہ آگ میں کب لگ نہیں ہے طاقت دوری — جلا ہوں آتش غم میں کہاں ہے وو مہ رخشاں
تمہارے خنجر غم سیں ہوا ہوں بسمل حیرت — ہوا ہے چشمۂ آئینہ میرا دیدۂ گریاں
نہیں ہے شمع کی پروا کہ تیرا جلوہ عارض — ہماری مجلس دل میں ہوا ہے چاند سا تاباں

سراج اس آرزو میں ہے یہی ہے فکر میں ہر دم
کہاں ہے اس کوں یہ ساماں جو تیرے پر کرے قرباں

۷۲

۲۱۲۸ خدا جانے صبا نے کیا کہی غنچوں کے کانوں میں — کہ تب سیں دیکھتا ہوں غنچہ لبوں کوں فغانوں میں
کیا ہوں سیر حسن و دل کی یکرنگی کا گلشن میں — عوض بلبل کے برگ گل پڑے تھے آشیانوں میں
کبھی اس دلبر[1] یاقوت لب نے منہ لگایا ہے — نہ پوچھو خود بخود آیا ہے رنگ سرخ پانوں میں

---

[1] دلربا ۔ ک ۔ اس کے بعد کی غزلیں ح و ۵۸/۱۲ میں نہیں ہیں ۔ ۲ صرف ع ۳۹۱ ر ۔ اسی طرح ہے

الف قد کے خیال زلف میں جب سیں پریشاں ہیں　　اسی دن سیں ہے حرف لام شانوں کی زبانوں میں

سراج اس شمع رو کوں کیا ہے غم عاشق کے جلنے کا
یہی ہے ایک پروانہ ہمارے قدر دانوں میں

۷۳

جب سیں وہ مخمور چشم نیم خواب آتا نہیں　　مجلس عشاق میں جام شراب آتا نہیں ۱۴۳
جب سوالِ بوسہ کرتا ہوں میں گل رخسار سیں　　لب سوں اس خاموش لب کے کچھ جواب آتا نہیں
نغمۂ داؤدسن از بس کہ بے آرام ہوں　　گرچہ ہوئے بستر مخمل تو خواب آتا نہیں

حشر میں جل آتش دوزخ سیں ہوئے خاک سراج
جس کی خاطر میں خیالِ بوتراب آتا نہیں

۷۴

ہر ایک ادا پہ تری وار وار ہوتا ہوں　　ہر ایک بار میں جی سیں نثار ہوتا ہوں ۲۱۴۷
ترے فراق میں اے جان جان جاتا ہے　　شتاب آکہ نپٹ بے قرار ہوتا ہوں
ہزار شکر کہ جاناں سیں چار چشم ہوا　　عجب کہ ایک سیں دو ہو کہ چار ہوتا ہوں
کبھی جو شوق سوں میں جاتا ہوں گلبدن کی طرف　　رقیب شوخ کی انکھوں میں خار ہوتا ہوں
سجن کے کاکل مشکیں کوں دیکھ کر یک دم　　پرت کے جال میں جی سیں شکار ہوتا ہوں

ہر آشناں سیں تراسی ہوا ہوں آخر کوں   وو گلبدن کے گلے کا میں ہار ہوتا ہوں

کیا ہوں کعبۂ معنی کا قصد[1] مثل سراج

خیال عالم صورت سوں نار ہوتا ہوں

۷۵

۲۱۵۴ آئینہ رو کے شوق میں حیراں ہوا ہوں میں   زلفوں کوں اس کی دیکھ پریشاں ہوا ہوں میں

ہے خونِ دل شراب مجھے اور گزک جگر   جب سوں پرت کی بزم میں مہماں ہوا ہوں میں

آبِ حیات وصل سیں دے عمر جاوداں   خنجر سوں تجہ فراق کے بے جاں ہوا ہوں میں

سینہ کے داغ کس کوں دکھاؤں میں کھول کر   دل کے لہو میں ڈوب کے غلطاں ہوا ہوں میں

[2] [illegible] سوں تھا زیارت کعبے کا مجہ کوں ذوق   تیری بھواں کوں[3] دیکھ کے قرباں ہوا ہوں میں

[illegible] ہو کے یوسف ثانی کی یاد میں   کہتا ہے دل پکار کے کنعاں ہوا ہوں میں

اس مست نیم خواب کی انکھیاں کوں دیکھ کر   مجلس میں غم کی شوق سیں گرداں ہوا ہوں میں

اس ماہ رو کوں دیکھ کے جیوں شمع اے سراج

اپنے عرق کے شرم سیں پنہاں ہوا ہوں میں

---

[1] مقصد۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] ب ۳۹۱ ا میں اس کے بعد یہ شعر زائد ہے: — دل کے چمن میں جب سیں [جلا] صرصر فراق

تری بھواں کے دیکھ کے قرباں ہوا ہوں میں۔ [3] کے ب ۳۹۱ ا۔

۷۶

۲۱۶۲ کیا بلا سحر ہیں سجن کے نین — ہے خجل جس انگے ہرن کے نین
مجہ پہ کرتے ہیں یار کا جادو — اس ستمگار سحر فن کے نین
گردش مے سوں آج فارغ ہے — جن نے دیکھے ہیں ہرن کے نین
آرزو میں تری اے نورِ نظر — منتظر ہوں کھلے ہیں من کے نین
شور ڈالے ہیں سارے عالم میں — دلبرِ شکریں سخن کے نین
گل نرگس اگر نہیں دیکھا — دیکھ[۱] یکبار گلبدن کے نین

کیوں نہ ہوئے ہجر بے خبر سوں سراج
ہوش کھوتے ہیں من ہرن کے نین

۷۷

۲۱۶۹ دوں ہجر کی لگی ہے ترے باج من منیں — سلگی برہ کی آگ مرے تن بدن منیں
ہرگز نہیں ہے سیر گلستاں کی آرزو — بو گلبدن کی نیں ہے گل یاسمن منیں
ہر صبح تجہ نثار کوں لائے آفتاب رو — موتی ہیں جیوں طبق میں ستارے گگن منیں

---

۱ دیکھے۔ ک

یک پل مری نگاہ سوں تو نا ہنیں جدا　　پتلی ہو آ بسا ہے سجن مجہ نین منیں

کہنے میں بات بیدل بچا کوں جی دیا　　اعجاز عیسوی ہے ترے ہر سخن منیں

تجہ لعل لب کی یاد کیا جب سوں دل پہ نقش　　شہرت ہوئی ہے نام ترے کی یمن منیں

وے مجلس وصال میں پروانگی مجھے
جلتا ہوں جیوں سراج برہ کی اگن منیں

۷۸

جب میں پیو کا جمال دیکھتا ہوں　　حیرت کا خیال دیکھتا ہوں ۲۱۶۷

تجہ مکھ پہ عیاں ہے سورۂ نور　　قرآن میں فال دیکھتا ہوں

قمری کی عجب صدا ہے پرسوز　　ہر سرو پہ حال دیکھتا ہوں

یہ کاکل حلقہ وار تیرا　　مجہ جیو کا کال دیکھتا ہوں

پتلی کی رگا انکھیاں پہ عینک　　تیرا خط و خال دیکھتا ہوں

اے گلشن ناز تجہ قدم سوں　　ہر گل کوں نہال دیکھتا ہوں

مانند سراج غم میں جلتا
ہر کس کوں محال دیکھتا ہوں

ردیف۔ و

۱

تری گلی کا جو نہیں عزم اے بُتِ دل جُو — تو کیوں چلے ہیں مجھ آنکھوں ستی نکل آنسو ٢١٨٣
مگر ہے ذوق[1] کہ سیپارہ گل کا حفظ کریں — کئے ہیں قطرۂ شبنم سیں بُلبلوں نے وضو
دھڑی مسی کی جما پھر کہ پان کھاتے[2] ہو — کسی شہید کے شبخوں کا ہے مگر قابو
بہار جوش میں ہے رشتۂ رگِ گل سیں — ہوا ہے چاک گریبانِ عندلیب رفو
وو سرو قد کوں مگر دیکھ فاختے اوڑ گئے — کہ آج قمری گلشن نے بھول گئی کوکو
نہیں ہے غم سیں مجھے دودِ آہ نومیدی — ہے زیب چہرۂ مقصود کوں یہی گیسو

برہ کی یاد ستی بجھ گیا سراج کا دل
جمال اپنا دکھا اے نگارِ آتش خو

۲

تم اپنے لب کی مصری کا مجھے شربت پلا جاوو — برہ کا جان کندن سخت ہے[3] پانی چوا جاوو ٢١٩٠

---

[1] شوق۔ک ۔ [2] کھائے ہیں۔ک ۔ [3] چوہا۔ ع ۳۹۱ ا ۔

کہو گے[1] خوب کوئی ہے جب مرے سیں آشنا ہو گے — ملو تو خوب ہے میرے سخن کے رمز پا جاوو
نہایت باغ میں سرو آپکوں خوش قد کہاتا ہے — تم[2] اپنے اس لٹک چلنے کی چھب آکر دکھا جاوو
مری آنکھوں کے دو نو پٹ کھلے ہیں انتظاری میں — بہانا مت کرو تم کوں جو[3] آنا ہے تو آجاوو
نظر ہے گر تمہیں جان بخشی[4] فرہادِ بیجاں پر — لب شیریں سیں اپنے دو سخن میٹھے سنا جاوو
سبق کوں حوصلے کے بھولتا ہوں مکتبِ غم میں — تم[5] اپنا درس دیگر حرفِ خاموشی بتا جاوو

سراج اس آرزو میں ہے کہ اپنی بادِ دامن سیں
کسی دن آکے شمعِ ہوش کوں اس[6] کی بجھا جاوو

۳

بے رحم نہ ہو عاشقِ رسوا کی خبر لیو — گل تق نے کیا بلبلِ شیدا کی خبر لیو ۲۱۹۷
پاتا نہیں گلشن میں سراغِ دلِ وحشی — ٹک کام کرو دامنِ صحرا کی خبر لیو
کس سروِ سہی قد ستی اٹکا ہے مرا دل — معلوم نہیں عالمِ بالا کی خبر لیو
پتھر بھی نہیں ہے شررِ شوق سیں خالی — بیتابیٔ نبضِ رگِ خارا کی خبر لیو

۱۔ ۳۹۱ ا۔ مصرعہ اول ثانی۔ ۲۔ ذرا اپنے۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ اگر جانا۔ ۳۹۱ ا۔ ۴۔ ہجراں۔ ک
۵۔ ٹک۔ ۳۹۱ ا۔ ۶۔ میری۔ ۳۹۱ ا۔

اکثر ہے پریشانی و جمعیت دل کم — دیکھو تو ستاروں میں ثریا کی خبر لیو
آسان نہیں نام گہر پاشی احساں — کیوں خشک ہے پانی[1] لب دریا کی خبر لیو
ہے بے خودی دل کا اثر لطف میں اس کے — جب سنگ ہوا آب تو مینا کی خبر لیو
شہباز[2] حقیقت کا مکاں گوشۂ دل ہے — اس قاف میں جا آ پہوسیں[3] عنقا کی خبر لیو

جلتا ہے[4] سراج آتش ہجرت میں تمہاری
دل سوختہ شعلۂ سودا کی خبر لیو

۴

تجھے کہتا ہوں اے دل عشق کا اظہار مت کیجو — خموشی کے مکاں[5] میں بات اور گفتار مت کیجو ۲۲۰۶
محبت میں دل و جاں ہوش و طاقت سب اکارت ہے — کہو کوئی عقل کوں جا کر بڑا بستار مت کیجو
عوض[6] نقد دعا کے مفت ہے دشنام اس لب سیں — ارے دل عشق کے سودے میں پھیر تکرار مت کیجو

---

۱ پا نہیں۔ ح۔ پانیں ۳۹۱ ا و ۵۸۴ ا۔ ۲ صہبائے۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ آب۔ ۵۸۴ ا۔
۴ کہتا ہے سراج آگ میں تجہ عشق کی جل جل۔ ۳۹۱ و ب ۵ نگر۔ ۳۹۱ ا ـ ۶ ۳۹۱ ا میں شعر یوں ہے
دو شعر زیادہ ہیں۔ غنیمت ہے اگر دشنام دیوے ہو دعا بدلے۔ پرت بازار کے سودے میں پھیر تکرار مت کیجو۔ مرے دل کوں آزاد مت ستا
ماں نصیحت کیجے۔ دیوانا ہے دیوانے کوں آزار مت کیجو۔ لی مجہ دل کو عیاری سوں پھر کیا قصا منکر ہے۔ سکھایا کس نے اے ظالم تجھے اقرار مت کیجو

اوسے انچا ہے ظالم دام نے تجھ مہربانی کے — ہمارے صید[1] دل اوپر ستم کا دام مت کیجو

اگر خواہش ہے تجکوں اے سراج آزاد ہونے کی
کمند عقل کوں ہرگز گلے کا ہار مت کیجو

۵

۲۲۱۱ دامن سیں مجکوں گرد سمجھ[2] دور مت کرو — سنگیں دلی سیں شیشۂ دل چور مت کرو

کس نے کہا ہے تم کوں کہ شہر[3] خرد تمام — ویران کرکے پھر اوسے معمور مت کرو

مہتاب[4] روئے مر کوں کہو دن ہے وصل کا — ظلمات ہجر سیں شب دیجور مت کرو

اس[5] چشم نیم خواب کا کافی ہے ایک دور — تم آرزوئے بادۂ انگور مت کرو

آئینۂ سکندری دل اگر ملے — ہرگز تلاش چینی فغفور مت کرو

ہے مجھ جگر میں داغ محبت کا پھر اوسے — خار جفا کے زخم سیں ناسور مت کرو

پنہاں رکھو جگر میں برہ آگ جیوں سراج
پوشیدہ راز عشق کوں مشہور مت کرو

۱؎ آہوئے دل پر۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ من۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۳؎ دل کا نگر۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۴؎ چندر مکھی۔ مخ ۳۹۱ ا
۵؎ پیتم کی چشم مست میں دکھیوں نگاہ کر۔ مخ ۳۹۱ ا۔

۶

۲۲۱۸ مثال عکس سب کی آنکھ کے درپن کے اندر ہو — ہوا معلوم یوں ہم کوں کہ طالع کے سکندر ہو

خمار غم سیں باہر کھینچتا ہے درد سر عاشق — شراب ناز پی کر بے خبر تم اپنے مندر ہو

نین راون ہیں ارجن بال پلکیں بھنوں دھنک بھیم کی — ہماری دل کی دُکھ نگری کے راجہ رام چندر ہو

الف کھینچ آہ کا ہر دم صدائے آہ کرتے ہو — ارے میاں بی نوا دل، زور بانی کے قلندر ہو

سراج اس شعلہ رو سیں جب کیا اظہار جاں سوزی
کہا ہنس کر تمہارا کیا جلے گا تم سمندر ہو

۷

۲۲۲۳ اے شکار افگن دل، مائل تکبیر نہ ہو — تا صف[1] حشر میں تو منکر[2] تقصیر نہ ہو

راست کہتا ہوں کہ ان کج نظروں سے مت مل — اے ادا فہم مری بات سیں دل گیر نہ ہو

ڈور پیشینگے مری آہ کے یہ زہری ناگ — صندلی جامے ستی شاخ ملاگیر نہ ہو

خوف کر تیز نگاہی سیں کماں ابرو کی — بلبل غنچۂ پیکان سنئے تیر نہ ہو

یاد رکھ اے دل خوں گشتہ کہ جیوں تکمہ لعل — جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

---

[1] یا۔ ح۔ [2] بھر۔ ۱۵۸۴۔

پھرئی چہرے سیں کہہ بلبل وں کوں میرے موجِ گل کی سی طرح حلقۂ زنجیر نہ ہو

اہلِ حیرت پہ نہ ہو گرمِ غضب جان[1] سراج

شمع افروختۂ مجلس تصویر نہ ہو

۸

گناہ اہلِ محبّت کوں تم معاف کرو نگاہ تیز کی شمشیر کوں غلاف کرو

جسے ہے درد کا دعوا بزورِ بیدردی تو اسکوں محکمۂ عشق میں خلاف کرو

علاج گرمیٔ بلبل کوں رنگ کا شربت حریر پارچہ برگِ گل میں صاف کرو

اگر ہے ذوق[2] تمہیں پردہ پوشیٔ[3] عالم پلک کوں موند کہ آنکھوں پہ تم لحاف کرو

بہت[4] محال ہے ہوناں سراج کی مانند

برہ کی آگ میں جلنے کی کوئی نہ لاف کرو

۹

پی کر شرابِ شوق کوں بے ہوش ہو بے ہوش ہو جیوں غنچہ لب کوں بند کر خاموش ہو خاموش ہو

۱ے اے جان ۔ ک ۔ ۲ے شوق ۔ ع۵۸۴ ا ۔ ۳ے جگ کی پردہ پوشی کا ۔ ع۳۹۱ ا ۔ ۴ے بہوت ع۵۸۴ ا ۔

ہو عاشق خونیں جگر جیوں لالہ اُس گل زار میں[1] — کہا دل پہ داغ عاشقی گلپوش ہو گلپوش ہو

تجھ کوں اگر ہے آرزو اس خوش ادا کے وصل کی — اے دل سراپا شوق میں آغوش ہو آغوش ہو

امڈا ہے دریا درد کا یارب مجھے رسوا نہ کر — آیا ہے جوش اس دیگ کوں سرپوش ہو سرپوش ہو

مجلس میں غم کی اے سراج اب وقت آیا دور کا
گر خون دل موجود ہے مے نوش ہو مے نوش ہو

۱۰

مت مجھے مجروح تم تیغ تغافل سیں کرو — حق میں عاشق کے کرو جو کچھ تامل سیں کرو

تیغ ابرو سیں اگر دل چاک ہو اے عاشقو — تم رفو اس کا خیال تار کاکل سیں کرو

جو شہید پیچ و تاب زلف محبوباں ہوا — تختۂ تابوت اُس کا شاخ سنبل سیں کرو

حسن و عشق ازبسکہ ہیں یک رنگ باغ دوستی — مو قلم تصویر بلبل کا رگ گل سیں کرو

وحشیٔ دشت محبّت ہے دل زار سراج
حلقۂ زنجیر اس کوں تار کاکل سیں کرو

۱۱

دل پر خوں پہ مرے حلقۂ کاکل کھینچو — گردن گل میں کمند رگ سنبل کھینچو

---

[1] ہوں۔ک۔

زہر شیریں نگہ لطف کا کافی ہے مجھے — جان لینا ہے تو[1] مت تیغ تغافل کھینچو
تپ دل پر نکرے شیخ کا تعویذ اثر — صفحہ برق پہ مت نقش تحمل[2] کھینچو
دعوی عشق پہ گر گل کی سند رکھتے ہو — دل بے تاب سیتی[3] نالۂ بلبل کھینچو
کھول کر دیدۂ جاں دل کا تماشا[4] دیکھو — پردۂ چشم کا اس راہ میں مت پل کھینچو
عاشقو سوخم صہبا سیں تمہیں کیا ہوگا — لب ساقی سیں مگر ساغر لبے[5] مل کھینچو
بس ہے اے گوشہ نشینو خم ابرو کا خیال — مد بسم اللہ دیوان توکل کھینچو
شرم عکس رخ گلرو سیں ہوئی ہے پانی — آرسی سیں ہے بجا گر عرق گل کھینچو
چشم بینا کا جو ہے شوق تو مانند سراج
سرمۂ اصلی گرد پئے و لدل کھینچو۔

۱۲

۲۲۵۴ کس نے کہا کہ دل پہ ہمارے ستم کرو — اے گلعذار لطف کرو اور کرم کرو
ہر[6] بوالہوس کوں کب ہے شہادت کا مرتبہ — شمشیر کوں نگاہ کی مت تم علم کرو

---

[1] مت مرے قتل پہ شمشیر تغافل کھینچو ۳۹۱ ا۔ [2] بکامل۔ ۳۹۱ ا۔ [3] سوں یک۔ ۳۹۱ ا۔ [4] پیو۔ ۳۹۱ ا۔ [5] پر ۵۸۴ ا۔ [6] بسمل ہو خاک و خوں میں تڑپتے ہیں عاشقاں ۳۹۱ ا۔

محراب بیچ سجدہ ریائی ہے زاہدو　　　ان ابرووں کوں دیکھ کہ قامت کوں خم کرو

مستی اگر ہے عشق کی اے عاشقو تمہیں　　　دل کوں شرابِ شوق سنتی جام جم کرو

گلرو کی چشم مست مقابل چمن کے بیچ　　　نرگس جو سرکشی کرے اوسکوں قلم کرو

گر آرزو ہے لالہ رخوں کے وصال کی　　　سینے کوں داغ عشق سیں باغِ ارم کرو

گر[1] آبرو ہے عشق کی درکار جیوں سراج

پانی سیں اشک گرم کے چہرہ کوں نم کرو

۱۳

۲۲۶۱ تیغ ابرو سیں لبِ زخم کوں خنداں نہ کرو　　　دامن دل کوں مرے چاک گریباں نہ کرو

یار کی چاہ زنخداں کے اگر طالب ہو　　　پھر عبث[2] آرزوئے چشمۂ حیواں نہ کرو

کوچہ[3] یار کی سو بار گدائی بہتر　　　خواہش سلطنتِ تختِ سلیماں نہ کرو

بسمل تیغ محبت پہ ستم بے جا ہے　　　اب مرے زخم جگر کوں نمک افشاں نہ کرو

ہے اگر تم کوں صنم ذرہ نوازی پہ نظر　　　اپنے خورشید سیں رخسار کوں پنہاں نہ کرو

۱؎ گر انجھو آبرو..... الخ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ عاشقاں۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ ملک خوبی کے اگر شاہ کے تم ہو گئے گدا۔ ۳۹۱ ا ۔

حسن کی تاب ؤ کھا آب کئے ہو جانی   اس قدر چہرۂ درپن کوں پشیماں نہ کرو

بستر غم پہ ہے بیمار دل زار سراجؔ

شربت وصل کے بن غیر کا درماں نہ کرو

۱۴

۲۲۶۸ ہے جب سیں اس لب شکر افشاں کی آرزو   تب سیں نہیں ہے لعل بدخشاں کی آرزو

اوس سرو قد کی موج تبسم کا مبتلا   رکھتا ہے کب نہال گل افشاں کی آرزو

ناساز ہے دماغ محبت کوں بوئے گل   ہے گل بدن کے عطر گریباں کی آرزو

تاج سکندری ہے ترا نقش پا مجھے   ہرگز نہیں ہے تخت سلیماں کی آرزو

آئینہ رو کے وصل کا امیدوار ہے   ہر دم یہی ہے دیدۂ حیراں کی آرزو

الانتظار اشد من الموت ہے سراجؔ

لیوے گی جان دلبر جاناں کی آرزو

۱۵

۲۲۷۴ دل گلزار کوں میرے چمن اپنا یو جھو   سینۂ چاک کوں برگ ثمن اپناں بوجھو

۱؎ مجھے نقش پا تزا۔ ک۔

آرزو ہے مری آنکھوں میں رہو پتلی ہو — تم کوں دیدوں کی قسم یہ وطن اپناں بوجھو

جان شیریں ہے ولے نہیں ہے تمہارے سیں عزیز — مجکوں تم عاشق فرہاد فن اپناں بوجھو

عشق میں جی سیں گذرنا قدم اول ہے — کوچۂ یار میں جامہ کفن اپناں بوجھو

ذبح[۱] کرتے ہو تو بہتر ہے مجھے قربان کرو — ہے مرے حق میں یہ ساعت عید پن اپناں بوجھو

گرچہ ہم ذرہ بے قدر ہیں تم ہو خورشید — ہر طرح سیں ہیں آئے[۲] گلبدن اپناں بوجھو

شکریں لب ستی برلاؤ تم امید سراجؔ

خوب او سے طوطی شیریں سخن اپناں بوجھو

۱۶

دلبری ہر بوالہوس کی حد سیں افزوں مت کرو — مفلس بے قدر کوں یک پل میں قارون کرو ۲۲۱۱

مت چڑھاؤ آستیں تم قتل کرنے پر مرے — اپنے دامن کوں عبث آلودہ خوں مت کرو

مہربانی کی طرح پہلی نہ بھولو یک بیک — بیت ابرو کوں تم[۳] اپنی تازہ مضموں مت کرو

لذت[۴] مستی اگر دل کوں تمہارے ہے عزیز — جب تلک دیوانہ ہوئے تب لگ فلاطوں مت کرو

۱ے ذبح کر اپنے اوپر وار کے قربانی دیو۔ ہے مرے حق میں وہی عید کا دن اپنا بوجھو۔ ع ۱۳۹۱ ۔ ۲ے سجن ع ۱۳۹۱

۳ے اپس کی۔ ب ۱۳۹۱۔ ۴ے ع ۱۳۹۱ اس شعر کا مصرعہ ثانی نیچے کا مصرعہ ثانی ہے۔

اپنے عاشق کوں دکھا و جلوۂ ایمان فریب
عقل کی رکھنا ہے بوزاہد کوں مجنوں مت کرو

کر دیئے ہیں عاشقوں نے خون اپنے[1] کوں سبیل
پنجۂ نازک کوں مہندی لاگہ[2] گلگوں مت کرو

چھوڑ دیو[3] تا آتش حسرت میں جلکر خاک ہوئے
لاشۂ عاشق کوں مرتے بعد مدفوں مت کرو

عاشقوں کوں[4] اس دو بالا کیف کی برداشت نہیں
خط کی سبزی لب کی شکر ساتھ معجوں مت کرو

خود بخود بے خود ہوا ہے دیکھ کر تم کوں سراج
اس قدر ناز و ادا کا سحر و جادو مت کرو

۱۷

۲۲۹۰ اس لب لعل کوں تم شکر شیریں کہو
اس کف دست کوں گلدستۂ رنگیں کہو

شکن زلف سیں ایمان مرا[5] چھین لیا
اُس بت صاحب زنار کوں لے دین کہو

یار کے ہجر سیں آیا ہے مرا جی[6] لب پر
جاں[7] جاتا ہے مرا سورۂ یٰسین کہو

ناخن[8] جور سیں[9] مجھ دل کوں کیا ہے پر خوں
نہیں ہے مژگاں و ہے تم پنجۂ شاہین کہو

---

[1] اپنا سبیل ۔ بم ۳۹۱ ا ۔ [2] لالہ ۔ بم ۳۹۱ ا ۔ [3] بم ۳۹۱ ا ۔ اس شعر کا مصرعہ ثانی نیچے کا مصرعہ ثانی ہے ۔ [4] ہجر و افسوں بم ۳۹۱ ا ۔ [5] کوں برباد کیا ۔ بم ۳۹۱ ا ۔ [6] دل ۔ بم ۳۹۱ ا ۔ [7] جان کندن میں ہوں کوئی ۔ بم ۳۹۱ ا ۔ [8] ناخون ۔ ک ۔ [9] سید ۔ بم ۳۹۱ ا ۔

حشر لگ یار کے قدموں کی رہی خاک سراجؔ
عاشقو دل کی محبت ستی "آمین" کہو[1]

۱۸

۲۲۹۵ کبھی تم مول لینے ہم کوں ہنس ہنس بھاؤ کرتے ہو
کبھی تیر نگاہِ تند کا برساؤ کرتے ہو

کبھی تم سرد کرتے ہو دلوں کی آگ گرمی سیں
کبھی تم سرد مہری سیں جھٹک کر باد کرتے ہو

کبھی تم صاف کرتے ہو مرے دل کی کدورت کوں
کبھی تم بے سبب تیوری چڑھا کر ناؤ کرتے ہو

کبھی تم موم ہو جاتے ہو جب میں گرم ہوتا ہوں
کبھی میں سرد ہوتا ہوں تو تم بھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی لالا مجھے دیتے ہو اپنے ہات سیں پیالا
کبھی تم شیشۂ دل پر مرے پتھراؤ کرتے ہو

کبھی تم دھول اڑاتے ہو مری غصے سیں رو رو کے
کبھی منہ پر حیا کا لا عرق چھڑکاؤ کرتے ہو

کبھی خوش ہو کہ کرتے ہو سراجؔ اپنے کی جاں بخشی
کبھی اس کے بجھا دینے کوں کیا کیا داؤ[2] کرتے ہو

---

[1] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر:۔ دست گل پا گل دو رخسار گل و عارض گل۔ یار کے قد کوں سراپا (تم) گل نمکین کہو۔ بسمل تیغ تغافل نہ کرو عاشق کوں۔ کس ستمگار کی ہے رسم کہ آمین کہو۔

[2] دانو۔ ک۔

۱۹

ہمارے پر ترش ابرو کئے ہو رقیبوں کی طرف اب رو کئے ہو ۲۳۰۲
نمک رکھتے ہو میرے زخم دل پ[1] عجب مجھ درد کی دارو کئے ہو
تم اپنے خندۂ پنہاں سیں گل رو ہمارے[2] قتل کا قابو کئے ہو
دکھا کر من ہرن آنکھوں کی گردش دل و دیں کوں رم آہو کئے ہو
کئے[3] ہو اہتمام ناز جب سیں ہمارے صبر کوں یکسو کئے ہو
ہوا ہے چھوٹناں دشوار مجکوں شکار حلقۂ گیسو کئے ہو
سراج اب کیوں نہ ہوئے حیران و مدہوش
نگاہ ناز سیں جادو کئے ہو

۲۰

حال دل اشک و آہ سیں پوچھو نہیں غلط دو گواہ سیں پوچھو ۲۳۰۹
دل آشفتہ کا مرے احوال اس[4] کی زلف سیاہ سیں پوچھو

---

[1] سریجن خندۂ پنہاں سوں اپنے۔ ۳۹۱ا۔ [2] عجب مجہ قتل کا ۳۹۱ا۔ [3] ایس کے اہتمام دلبری سوں۔ [4] اپنی۔ ک۔

لشکر عقل کیوں کیا غارت　　　بے خودی کی سپاہ سیں پوچھو
روشنی اس جمال روشن کی　　　تابشِ مہر و ماہ سیں پوچھو
چہرۂ عاشقوں کا حال[۱] تمام　　　زردی رنگ کاہ سیں پوچھو
بے گناہوں کوں کیوں کرے ہے شہید　　　اپنی تیغ نگاہ سیں پوچھو

تم بنا ہے[۲] سراج ڈانواں ڈول
اسکوں تم آ کہ چاہ سیں پوچھو

۲۱

۲۳۱.۶ ہے زلف یار حلقۂ زنجیر ہو بہو　　　ابرو ہے جیوں کمان پلک تیر ہو بہو
اس خط کوں شرح مخزن اسرار مت کہو　　　ہے سورۂ جمال کی تفسیر ہو بہو
باریکیِ خیال سنی مو قلم بنا　　　کھینچا ہوں دل پہ یار کی تصویر ہو بہو
دل کے ورق پہ زخم جدائی سیں یار کی　　　شنگرف سیں لہو کی ہے تحریر ہو بہو

---

۱ رنگ .. ع ۳۹۱ ا۔

۲ تم بناہی ۔ ع ۳۹۱ ا۔

کہتے ہیں اتفاق سیتی بلبلان ہند　　　تیری گلی ہے گلشن کشمیر ہو بہو

رخسار[1] یار دیکھ کے معلوم یوں ہوا　　　مصحف لکھا ہے کاتب تقدیر ہو بہو

گل لینے اشک کرم کا پتلی کی شمع سیں

ہیں دو پلک سراج کی گل گیر ہو بہو

۱؎ تجھ مکھ کوں دیکھ کر مجھے۔ ب ۳۹۱ ا۔

ردیف ھ

۱

اے دوست تلطف سیں مرے حال کوں آ دیکھ ۔ سینے کی اگن مہر کے پانی سیں بجھا دیکھ ۲۳۲۴
صادق ہوں مجھے بوالہوس اے جان توں مت جان ۔ شمشیر تغافل دلِ زخمی پہ چلا دیکھ
پیاسا ہوں تری تیغ کے پانی کا ہر ایک دم ۔ باور نہیں یہ بات تو یک بار پلا دیکھ
مجھ آہ کی گرمی سیں جھڑے پھول چمن کے ۔ اے سروِ گلستانِ ادا باغ میں جا دیکھ
بندہ ہوں ترا خواہ کرم خواہ جفا کر ۔ جس طرز ترے شوق میں ہوئے مجھ کوں جلا دیکھ
نقدِ دلِ خالص کوں مری قلب توں مت جان ۔ ہے تجھ کوں اگر شبہ تو کس دیکھ تپا دیکھ

تجھ لب کے تبسم میں ہے اعجاز مسیحا
اے جانِ سراج اِس دلِ بے جاں کوں جلا دیکھ

۲

جلوۂ جاں فزا دکھا تا رہ ۔ دلِ بے جان کوں جلا تا رہ ۲۳۳۰

۱؎ خواہ میا خواہ ستم ۔ ۲؎ ۱۳۹۱ ب ۔ ۲؎ طرح ۔ ک ۔ ۳؎ ۱۳۹۱ ب کا اضافہ شعر ۔ تجہ غم سوں ہوا سخت جگر لعلِ بدخشاں ۔ از بہر خدا مجہ طرف اے کانِ حیا دیکھ ۔

دل ہمارا غریب خانہ ہے ——— گاہ گاہ اِس طرف بھی آنا رہ

خشک ہوتے ہیں دم بدم اے زخم ——— آبِ شمشیر کا پلاتا رہ

عشق آتا ہے فوجِ غم لیکر ——— تجھ کوں کہتا ہوں ہوش جاتا رہ

تاکہ خوش ہوئے گلبدن بلبل ——— اکثر اپنی غزل سناتا رہ

منصبِ عشق ہے اگر تجکوں ——— نوبتِ آہ کوں بجاتا رہ

شمع رو سیں سراج جا کر بول

کہ پتنگوں کوں مت جلاتا رہ

۳

لیا ہے ہات میں ساقی شراب کا شیشہ ——— کہاں رہیگا سلامت حجاب کا شیشہ ۲۳۳۰

خبر بہار کی سن بلبلیں ہوئیں بے ہوش ——— لے آؤ غنچۂ گل سیں گلاب کا شیشہ

لباسِ اہلِ چمن کیوں نہ ہوئے سرخ اے شاہ ——— ہے غنچۂ گل لالہ شہاب کا شیشہ

ہے ذوقِ بادہ کشی زاہدِ ریائی کوں ——— بھرو شراب سیں شکلِ کتاب کا شیشہ

عجب کہ غفلت و بینش ہیں لازم و ملزوم ——— بغیر چشم نہیں رنگ خواب کا شیشہ

ہوس نے واز کیا راز سینۂ زاہد ——— ہوا سیں پھوٹ گیا اس حباب کا شیشہ

شرابِ نورِ جلالی سیں بس کہ ہے لبریز

سراج چرخ میں ہے آفتاب کا شیشہ

۴

۲۳۴۴ ہوا ہے مہرباں وو موکمر آہستہ آہستہ کیا مجھ آہ نے شاید اثر آہستہ آہستہ
کیا ہے مسکرا کر بات مثل پھول گلرو نے نہال عشق نے لایا ثمر آہستہ آہستہ
پلا کر[1] جام اپنی چشم کی گردش سیں بیچ در پے کیا ساقی نے[2] مجکوں بےخبر آہستہ آہستہ
طفیل[3] سوزش دل منزل جاناں کوں پہنچا ہوں ہوئی ہے آہ میرا راہبر آہستہ آہستہ
گلی میں اس پری رو کی کیا ہے عزم اوڑنے کا نکالا مرغ دل نے بال و پر آہستہ آہستہ
مرے حال پریشاں کی حقیقت کوں سنا جاکر صبا کوچے میں گل رو کے گئے گزر آہستہ آہستہ

سراج اس شوخ نے درپیش لایا مد ابرو کوں
مرادل کیوں نہ ہووے زیر و زبر آہستہ آہستہ

۵

۲۳۵۱ ہوائے نائرہ غم سیں سینہ ہے آہ شرر فشاں ہے ہر ایک دم جگر میں جگر آہ
برہ کی آگ میں کب لگ مثال شمع جلوں شب فراق درازی میں ہے برابر آہ

---

[1] اپس کی گردش آنکھاں کا دے کر جام عالم کوں ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ [2] اس کی نگہ نے ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ [3] ج ندارد ۔ [4] بول گلرو سیں ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ [5] اس کے کر گزر ۔ ۱۳۹۱ ا ۔

عجب نہیں جو بہے خونِ دل مجھ آنکھوں سیں — جگر شگاف ہے ہر لحظہ نوکِ خنجرِ آہ
کیا ہے جوش مرے دل میں خونِ سودانے — بجا ہے گر رگِ دل پر لگاوے[1] نشترِ آہ
لکھا ہوں شکوۂ زلفِ دراز سرو قداں — کتاب سینہ اوپر کھینچ تار مسطرِ آہ
رواں ہے قافلۂ اشک راہِ چشم ستی — ہوا ہے عرصۂ دل[2] میں ہجوم لشکرِ آہ

عجب ہے گر نہ جلے پنبہ زارِ عقلِ سراج
جگر میں شعلہ فشاں ہے ہمیشہ اخگرِ آہ

٦

۲۲۵۱ عجب ہے خوشنما اس دلبرِ مخمور کا طرّہ — رکھا ہے کیا مگر دستار اوپر نور کا طرّہ
مرے داغِ جگر کوں ہے شفا دلبر کے ملنے[3] سیں — بغیر[4] از[5] مرہم کافور نہیں ناسور کا طرّہ
مرا[6] دل جل کے سرمہ ہو ہوا منظورِ سنگیں دل — تجلی شعلۂ انوار کی ہے طور کا طرّہ
سہا[7] ہوں غم کی تاریکی کوں تب جا پہنچا ہے — صنم کی زلف مشکیں ہے شبِ دیجور کا طرّہ

---

[1] ہے۔ بر ۳۹۱ او بر ۵۸۴ ا۔ [2] جب سوں جگر۔ بر ۳۹۱ ا۔ [3] ملنے سوں پیتم کے۔ بر ۳۹۱ ا۔ [4] سوائے۔ بر ۵۸۴ ا۔ [5] اس۔ بر ۳۹۱ ا۔ [6] ہوا ہے جل کے دل سرمہ دلے منظورِ جاناں ہے۔ تجلی شعلۂ انوار کی ہے نور کا طرہ۔ بر ۳۹۱۔ [7] انا الحق کے چمن کا سرو بلبل کوں آساں ہی نہیں۔ سیاداری اس باغ میں منصور کا طرہ۔ بر ۳۹۱ ا۔

شرابِ ناب دے ساقی کہ گلشن میں ایک نجا — رکھا ہے تاک سر پہ خوشۂ انگور کا طرّہ

سراج آزاد ہے سب سیں نہیں ہے طالبِ جنّت
کمندِ گردنِ زاہد ہے زلفِ حور کا طرّہ

۷

۲۳۶۴ ہے حجابِ دوست دامنگیرِ آہ — نہیں تو جاتا چرخ اوپر تیرِ آہ
اشک کے شنگرف سیں لکھتا ہوں میں — صفحۂ دل کے اوپر تصویرِ آہ
سلسلے میں عشق کے آیا ہے وو — جو ہوا پابستۂ زنجیرِ آہ
جامۂ فانوس کیوں ہوئے آسماں — تکمۂ دل ہے گریباں گیرِ آہ
مہرباں[1] ہے شمع رو مجھ پر سراج
مدّتوں کے بعد ہوئی تاثیرِ آہ

۸

۲۳۶۹ اس من ہرن کی زلف شکن در شکن کوں دیکھ — ہر ایک شکن میں نافۂ مشکِ ختن کوں دیکھ
اے دل اگر ہے ماندگیٔ راہِ غم تجھے — حلقہ میں زلفِ یار[2] کے حب الوطن کوں دیکھ

۱؎ جان جاناں مہرباں ہے مجھ اوپر۔ اے سراج اب ہے مگر تاثیر آہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ پیو کی زلف ۔ ۳۹۱ [illegible]

دیکھا نہیں جو گلشنِ امید کی کلی
اس گلعذارِ غنچہ دہن کے دہن کوں دیکھ

یک پل میں مجھ سیں جان کے انجان[1] ہو گیا
اس دیدہ بازِ شاہدِ پُرفن کے فن کوں دیکھ

گل گل ہوا ہے داغِ محبت سیں[2] دل مرا
گر آرزو ہے سیر کی آ اس چمن کوں دیکھ

میری طرف سیں ظالمِ خوں ریز کوں کہو
یک بار اپنے بسملِ خونیں[3] کفن کوں دیکھ

بے جا نہ کر توں لاف دلیری کی[4] اے سراج
اس تند خو کے ابروئے شمشیر زن کوں دیکھ

۹

تب تو لگتا تھا مجھے خوب آشنائی کا مزہ
میں نہ جانا تھا کہ یوں ہوگا[5] جدائی کا مزہ ۲۳۷۶

خوش لگی تھی ہم کوں دل مہربانی کی طرح
اب ہوا معلوم تیری بے وفائی کا مزہ

کوئی صاحب دل نہ چھوٹے گا تمہارے دام سیں
بے طرح تم کوں پڑا ہے دلربائی کا مزہ

لذتِ دشنام تیری کی چکھا ہے جا شنی
ذائقے کوں کب پسند آوے مٹھائی کا مزہ

خوب نہیں تلخی کدورت کی اے شیریں لب تمہیں[6]
ترش روئی چھوڑ کر دیکھو صفائی کا مزہ

[1] پھر۔ ۳۹۱ ا۔ [2] سوں یہ دل مرا تمام۔ ۳۹۱ ا۔ [3] خونی۔ ۳۹۱ ا۔ [4] کا۔ ۳۹۱ ا۔
[5] ہوئیگا۔ ۵۸۴ ا۔ ہیگا۔ ک۔ [6] تجھے۔ ۵۸۴ ا۔

بھیک کے پیالے پہ قرباں تاج شاہی کوں کریں — پادشاہوں کوں جو ہاتھ آوے گدائی کا مزہ

دیکھ جا یک بار آتش بازی آہ سراج
خوب ہے اس وقت پر سیر ہوائی کا مزہ

۱۰

صنم[۱] آہستہ رویاں رفتہ رفتہ — کیا ہے مجھ کوں حیراں رفتہ رفتہ ۲۳۸۳
وو ساحر نے ادا کا سحر کر کر — لیا مجھ سیں دل و جاں رفتہ رفتہ
جگر عشاق کا داغ جفا سوں — ہوا صحن گلستاں رفتہ رفتہ
کمندِ زلف دکھلا کر کیا ہے — مرے دل کوں پریشاں رفتہ رفتہ
ربس اس یوسف مصری کے ہیں لب — ہوا دل مثل کنعاں رفتہ رفتہ

سراج اب تو نہ ہو غمگیں کہ رحماں
کرے گا مشکل آساں رفتہ رفتہ

۱۔ از ۳۹۱ ا۔

ردیف ی

۱

نہیں ہے دل میں زاہد کے صفائی — کہاں اُس بوریا میں بے ریائی ۲۳۸۹
بیاضِ چشم رو رو کر ہوئی سرخ — ہوا ہے کاغذ ابری حنائی
ہوئے ہیں راست بازاں تجھ پہ قرباں — کماں ابرو نہ کر توں کج ادائی
جدائی[1] سیں ہوا ہوں دل شکستہ — تم اپنے وصل کی دیو مومیائی
جدائی[2] میں سراج اس سیم تن کی
ہوا ہے رنگ رو میرا[3] طلائی

۲

دور کر دل سیں نقشِ دانائی — عاشقی میں کہاں ہے مرزائی ۲۳۹۴

۱۔ ہوا دل اب جدائی سوں شکستہ۔ اپس کے وصل سوں دے مومیائی۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲۔ سراج اس سیم تن کے دیکھنے باج۔
۳۔ ب ۳۹۱ کے اضافہ اشعار۔ ہوا آزاد قیسر دو جہاں سیں۔ لیا ہے جس نے پیشہ بے نوائی۔ منور کر شب تاریک ہجراں۔ نہیں تجہ باج ہرگز روشنائی۔ نگاہ ناز کا یک وار بس ہے۔ تجھے گر ذوق ہے تیغ آزمائی۔ نہ دیکھا خواب میں مخمل نے یہ بات۔ عجب ہے تجہ کف پا کی صفائی۔

بلبل و گل میں ہے خرید و فروخت
توں بھی آگر ہوا ہے سودائی

عشق ہے یا بلا قیامت ہے
ایک جی[1] پر ہزار رسوائی

صبح کچھ شام کچھ مزاج ترا
خوب نہیں اس قدر بھی رعنائی

تجھ گلی سیں ہوا ہے رو گرداں
تب سیں ہے آفتاب ہرجائی

دل ہمارا ہوا سکندر رفت
چاک کر کر لباس دارائی

قیس وحشی و کوہکن کوہی
اشکِ حسرت سیں ہوں ہیں دریائی

نہیں رہا ہم کوں خوف مرنے کا
کہ ترے لب میں ہے مسیحائی

شاہ خوباں کوں عرض کر اے آہ
اشک میرے ہوئے ہیں صحرائی

اب ہوا ہے سخن ہمارا سبز
طوطیوں کی عبث ہے گویائی

لب پہ تیرے بلاق کا موتی
ہے چراغ دو کان حلوائی

جاں اوٹھے اسکے حسن کا برقع
وہاں کی یوسف کرے زلیخائی

شعلۂ غم سیں دل جلا کے سراج
آپ ہی ہنستا ہے ہو تماشائی

---

[1] دل ۔ ۱۸۴۵ء ا۔

۳

۲۴۰۷ بجا ہے دل مرا گر ہوئے شرابی ۔۔۔ نشہ سیں ہیں تری آنکھیں گلابی

لباسِ سرخ میں دیکھا ہوں تجھ کوں ۔۔۔ نہ ہوویں کیوں مرے آنسو شہابی

تمام آیاتِ خوبی ہیں خط و خال ۔۔۔ عجب ہے شوق کا چہرہ کتابی

بجا ہے گر ترا[۱] حیران و خاموش ۔۔۔ لب تصویر کوں ہے لاجوابی

ترا رخسار[۲] ہے دیوان خوبی ۔۔۔ بھویں ہیں جس میں بیت انتخابی

دوئی کوں ترک کر اور ایک کوں بوجھ ۔۔۔ سخن کہتا ہوں میں تجھ سیں حسابی

سراج اب جاں بلب ہے تجھ فراقوں
شتابی آ[۳] شتابی آ شتابی

۴

۲۴۱۴ بہار ساقی ہے، بزمِ گلشن، ہیں مطربانِ چمن شرابی
پیالہ گل، سروِ سبز شیشہ، شراب بو اور کلی گلابی

---

۱ آئینہ ۔ ک ۔ ۲ یہ مکھ دیوان خوبی ہے کہ جس میں ۔ تری ابرو ہیں ۔ ہا ۳۹۱ ا ۔ ۳ ہا ۳۹۱ کے اضافہ اشعار ۔
محبت میں تری اے آتش رو ۔ مجھے ہے مثل سیماب اضطرابی ۔ وفور اشک سیں ہجرت میں تیری ۔ انکھیاں مری ہوئی ہیں
مرغ آبی ۔ نصیب نور نیں تر دامناں کوں ۔ کہ ہے بے نور فانوس خیالی ؟ ۔

نہیں ہے بلبل کوں ایسے موسم میں دردوغم دھوپ سیں خزاں کی
کہ آشیاں اُس کوں خس کا بنگلا ہے سایۂ گل ہے آفتابی

ارے چکورو یہ چاندنی نہیں عبث کئے ہو ہجوم تم نے
ہوا ہے جوشِ بہارِ نسریں سیں دھوپ کا رنگ ماہتابی

ہوا شفق پوش باغ و صحرا محیط ہے رنگ لالہ و گل
غبار گلگوں ہے آب رنگیں زمیں ہے سُرخ اور ہوا شہابی

سراج اس شوخ چشم کوں کہہ کہ باغ میں منتظر ہے نرگس
ہجوم شبنم سیں لے کہ موتی نثار کرنے کوں بھر رکابی

۵

راہِ خدا پرستی اول ہے خودپرستی — ہستی میں نیستی ہے اور نیستی میں ہستی ۲۴۱۹
اے ساقیٔ دل آگاہ کر دردِ سر سیں فارغ — مخمور ہوں عطا کر جامِ ازل کی مستی
آبادیٔ جہاں[۱] ہے اس کی نظر میں ویراں — عاشق کوں ہو میسر جب دولتِ دل کی بستی
اُمید ہے کہ موہن دیدار مجکوں دیگا — غم ہجر کا کریگا کب لگ درازدستی

---

۱ آبادی دو عالم لگتی ہے اسکوں ویراں۔ ۳۹۱/ا

جلنے میں شمع بولی مجکوں سراج یک شب
کرتی ہے ہر بلندی آخر کوں عزم پستی[1]

۶

۲۴۲۴ غیرت سیں تجھ رفتار کی ہے سرنگوں کبک دری | اور شرم سیں رخسار کے پنہاں نظر سیں ہے پری
خورشید[2] رو کے رخ طرف ہرگز نہیں تاب نظر | خط شعاعی[3] ہے مگر ہر تار دستار زری
قمری اگن میں عشق کے جل مشت خاکستر ہوئی[4] | سرو سہی اس غم ستی کسوت کیا[5] اپنی ہری
وارائے[6] ملک راز ہو نوبت بجاؤں[7] عشق کی | دل کا اگر مجکوں ملے آئینۂ اسکندری
درکار نہیں عشاق کوں کان جواہر گنج زر | سینہ کے ہے صندوق میں ہر داغ مُہر اکبری
طرز نگہ کا پڑھ فسوں یک پل میں دل مجھ سیں لیا | چشم[8] صنم کے دور میں اب ختم ہے جادوگری
ہر مصرعۂ موزوں ترا اسلک گہر ہے اے سراج
بازار عالم میں نہیں کوئی تجھ سخن کا جوہری

۱۔ ع ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ جام و شراب ساقی تب ایک ہو وا کا ۔ فارغ کر گئی سب کوں جب پیم مدہ کی مستی۔ ۲۔ سورج مکھی کے مکھ طرف۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ شفق ہے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۴۔ ہوا۔ ج۔ ۵۔ رنگا۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۶۔ دارائے ملک خودی لے گر ہوں تو برجا ہے مجھے۔ ع ۳۹۱ ا ۷۔ بجادوں۔ ک۔ ۸۔ تیرے نین۔ ع ۳۹۱ ا۔

۷

شراب جہل سیں بے خود ہیں کیا نحوی کیا صرفی		کہ علم بے عمل کا جام ہے لبریز کم ظرفی ۲۴۳۱
الف کا نقش ہے دل پر خیال سرو قامت سیں		ہے میری آہ کے مکتوب کا مضموں یک حرفی
غنیم عقل بیدردی کا لشکر ہو آیا ہے		مناسب نہیں ہے اس موسم میں فوج غم کی طرفی
مزہ کب ہے او سے حلوائے گرم دل گدازی کا		کہ برف سرد مہری جس کوں ہے شیرینی برفی

سراج آنکھوں سیں میری اشک خونیں یوں ہوئے جاری
کہ رنگ زعفرانی سیں عیاں ہے موج شنگرفی

۸

زلف[1] کافر سیں کیوں نہ دل اٹکے		جس کی ہر لٹ میں ہیں کئی لٹکے ۲۴۳۸
دل مرا چاہتا ہے اے ظالم		تیغ ابرو کے ایک دو جھٹکے
بوالہوس گرد کی طرح جھڑ جائیں		اپنے دامن کوں یار جب جھٹکے
ہے[2] ترے قد پہ زلف خم در خم		نخل صندل پہ ناگ جیوں لٹکے
جب کروں سیر باغ گلرو بن		پھول پھولا ہو آنکھ میں کھٹکے

---

۱ پیو کی زلفوں میں۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲ زلف مشکیں عیاں ہے تجھ قد پر۔ ب ۳۹۱ ا۔

سوزِ غم سیں سراؔج ہے بے کل
دستِ افسوس کب تلک[1] پٹکے

۹

جان جاناں ہے[2] اب تو آ جانی — ہجر کی آگ پر چھڑک پانی ۲۴۴۲
دامن و آستیں کوں رو رو کر — خون دل سیں کیا ہوں افشانی
زلف[3] تیری سیں داد پاؤں گا — بات آئی ہے اب پریشانی
لالہ رو پھر[4] بہار آئی ہے — کیوں نہ ہوئے پھول کی فراوانی

گنج مخفی سیں آشنا ہے سراؔج
جب سیں ہوئی ہے[5] نگاہ رحمانی

۱؎ ۳۹۱ ر کے اضافہ اشعار: اس پہ مت اپنچ ظلم کا خنجر۔ جس نے کھایا ہے میں ہجر کے پھٹکے۔ عاشقاں سر کوں لا کریں قرباں نازنیں تیغ ناز جب جھٹکے۔ جب کریں گلعذار سیر چمن۔ گل کی انکھیاں میں خار ہو کھٹکے۔ آب حیوان عشق ہے نایاب خضر جس کی تلاش میں بھٹکے۔ اے سجن رحم کر سراج اوپر۔ کب تلک سیں تجہ دکھوں پٹکے۔ ۲؎ کہ دکھا۔ ۳۹۱ ر ۳؎ دام میں اینچتا ہوں جمعیت ۔ ۳۹۱ ر۔ ۴؎ پر۔ ۳۹۱ ر۔ ۵؎ ۳۹۱ ر کے اضافہ شعر: کعبہ میں عشق میں سر سجن کے۔ جان و دل سوں ہوا ہوں قربانی۔ کیوں نہ ہو جیو تنی میں ہو کا غلام۔ نظر آتی ہے شکل انسانی۔

۱۰

موئے مژگاں ہیں مری چشم میں برچھی کی انی[2]　　بلکہ ہر مو ہے ترے ہجر میں ہیرے[1] کی کنی ۲۴۴
ابر نیساں برستا ہے مرے آنسو کا　　کیوں نہ ہوئے موئے[3] پلک رشتۂ درِ عدنی
خار ہو آنکھ میں سلتا ہے مری برگِ سمن　　جب میں دیکھا ہوں میں اس یار کی نازک بدنی
بر میں اسکے ہے عجب رنگ قبائے گلگوں　　شاخ نورستہ کوں ہے گل ستی گل پیرہنی
عنبر افشانی گیسوئے پری رویاں دیکھ　　دل آشفتہ ہوا نافۂ مشک ختنی
موٹھ جادو کی لگی مجکوں تغافل سیں ترے　　ختم ہے جنبش ابرو میں تری سحر فنی

تاب خورشید قیامت ستی کیا خوف سراج
روز محشر ہے ترے سر پہ رسول مدنی

۱۱

یار بن غیر سیں جو دل لاوے　　پھر کر اپنے کیے کوں پچھتاوے ۲۴۵
کب تلک ابر آتشیں فراق　　کھیت پر دل کے آگ برساوے
جو برہ دکھ سہے وہی بوجھے　　دلِ بے درد درد کیا پاوے

۱؎ ہیرے کی کنی۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ برچھی کی انی ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ میری۔ ع ۳۹۱ ا ۔

اوسکو بوجھوں[1] کہ کشف رکھتا ہے
جو مرے دل کی بات بتلاوے

آج آیا ہے باغ میں لالا[2]
کیوں نہ مرجھا کے پھول جھڑ جاوے

کیا عجب تجھ نگہ کی گرمی سیں
آگ پانی ہو گل کی بہہ جاوے

بندۂ بے درم ہوا ہے سراج
یہ گلی چھوڑ کر کہاں جاوے

١٢

٢٣٦١ اگر ساقی خمارِ شوق میرے کی خبر پاوے
شرابِ اشکِ رقت جام میں آنکھوں کے بھر لاوے

خدا جانے اٹھے کیا دھوم میخانے میں عالم کے
اگر دل نشۂ بے اختیاری میں بہک جاوے

چمن میں تم بغیر اے گلبدن ہر آہ کا شعلہ
عجب کیا آتشِ گل تربتِ بلبل میں بھڑکاوے

اگر[3] مستی تجھے درکار ہے کر گریۂ رقت
شراب اس کے نصیبوں میں ہے جو بارش کو الٹاوے

مرا آنسو اگر دریا کوں پہنچے یاد ظالم میں
کماں دار فلک قوسِ قزح سیں تیر برساوے

برہ کی آگ میں جلتا ہوں پن امید باقی ہے
کباب دل مرا شاید نشہ میں یاد فرماوے

سراج اب عاشقوں کوں انتظارِ جاں نثاری ہے
پتنگوں کی مراد آوے اگر وو شمع رو آوے

---

[1] بوجھے : ک۔ [2] لالہ۔ک۔ [3] ح ندارد۔

۱۳

ترش روئی کی تم اب لانے لگے طرزیں نئی　　کوئی دنوں تھی فصل میٹھوں کی سو شاہد ہو گئی ۲۴۶۸

فرش چشم خوش نگاہاں جس کوں یا انداز ہے　　کیوں نہ اس کے پانوں کا رنگِ حنا ہوئے سرمئی

گر بیاضِ چشم گریاں میں لکھوں اس لب کے وصف　　کیا عجب یہ کاغذِ ابری اگر ہوئے پستئی

دیکھ تیری زلف کوں کھاتا ہے سنبل پیچ و تاب　　اصل میں بدرگ ہے جس کی توم ہے کاکازئی

نہیں ہوا اس شمع رو پر ایک قربان سراج
ہیں وو حسنِ آتشیں کے ایسے پروانے[1] کئی

۱۴

نہ کہئے زلف کوں تیری اگر سنبل تو کیا کہئے　　مگر اس حسن عالم گیر کا بالِ ہما کہئے ۲۴۷۳

کلیدِ آہ سیں صندوقِ دل کا قفل کھلتا ہے　　الٰہی کارخانے کا اوسے[2] مشکل کشا کہئے

سبب لیلیٰ کے پایا لیلیٰ اصلی کوں مجنوں نے　　رخِ دل دار کوں آئینہ معنی نما کہئے

ترا قد سر سیں لیکر پانوں لگ روحِ مجسم ہے　　اگر نور خدا کہئے تو بے جا نہیں بجا کہئے

جہاں وو نور کی تصویر گذرے خوش خرامی سیں　　مہ و خورشید کوں آئینہ دارِ نقشِ پا کہئے

---

[1] مروانے ح۔ [2] ابھی اکس۔ [3] ۲۹۱ ا۔

حیات جاوداں ہوئے مجکوں حاصل اسکے دیکھے سیں　　تری چاہ ذقن کوں چشمۂ آب بقا کہئے
ہوا ہے جیوں سراج ازبس کہ غم کی آگ میں سوزاں
دلِ بے تاب کوں پروانۂ بزمِ فنا کہئے

۱۵

عجب اُس[1] پری رو کی بانکی ادا ہے　　کہ جس پر سیں میرا دل و جاں فدا ہے ۲۴۸۰
سلامت رہے جانِ عشاق کیونکر　　پلک ہے کٹاری نگہ نیمچا ہے
دیا تجکوں شمشاد خطِ غلامی　　تجھے سروِ آزاد کہنا بجا ہے
گلستانِ خوبی میں اے حور پیکر　　ترا سرو قد سدرۃ المنتہٰی ہے
دلآرام[2] سیں ایکدم دور رہناں　　ستم ہے الم ہے جفا ہے بلا ہے
صدف میں مری چشم گوہر فشاں کے　　ہر ایک قطرہ آنسو[3] دُرِ بے بہا ہے
پلک بادباں اشک ہے قعرِ دریا　　مری چشم[4] کشتی و غم ناخدا ہے
عجب نہیں اگر ہوں دل و جاں سیں قرباں　　ترا دیکھنا مجھ کوں عید الضحیٰ ہے

۱۔ ح میں "اس" چھوٹ گیا ہے۔ ۲۔ جدا ایک ساعت سریجن سوں۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ انجھو۔ ۳۹۱ ا
۴۔ چشم کشتی کوں۔ ۳۹۱ ا۔

سراج اب شہادت محبت میں پایا
گلی شوخِ خوں ریز کی کربلا[1] ہے

۱۶

۲۴۸۹
عشق میں اول فنا درکار ہے — دل سیں ترکِ ماسوا درکار ہے
ترکِ مقصد عین مقصد ہے اوسے — جس کوں دل کا مدعا[2] درکار ہے
دل بتنگ آیا ہے اب لازم ہے آہ — غنچۂ گل کوں صبا درکار ہے
زخمیٔ غم کیوں نہ کھینچے آہِ درد — حلقِ بسمل کوں صدا درکار ہے
وصف زلفِ یار کا آساں نہیں — رشتۂ فکرِ رسا درکار ہے
ہے[3] لبِ ساقی میں چشمۂ خضر کا — گر تجھے آبِ بقا درکار ہے
رنگ میرا کانِ زر ہے اے صنم — مجھ تجھیں[4] آلِ گر طلا درکار ہے
گوشۂ ابرو دکھا اے قبلہ رو — مجکوں محرابِ دعا درکار ہے

۱۔ ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر: ۔ عطا کر بھکاری کوں تک روپ درسن ۔ مرادل سجن تجھ گلی کا گدا ہے ۔ تری نماکش پا نور دیتی نین کوں ۔ وہی حق میں عشاق کے توتیا ہے ۔ ۲۔ پیو کے لب میں دیکھ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ دیکھ اسکوں ۳۹۱ ا ۔

دل[1] رقیبوں کا جلانے اے سراج
آتشیں رو دلربا درکار ہے[2]

۱۷

ترا رخ صبح کوں شمس الضحیٰ ہے — شب تاریک میں بدر الدجا ہے ۲۴۹۸
پلا جا[3] شربتِ دیدار ظالم — شہیدِ غم شہیدِ کربلا ہے
مرا دل بحرِ بے پایانِ غم میں — جہازِ بے خودی کا ناخدا ہے
طریقِ عشق میں مجکوں ہمیشہ — محبت دوست ہے غم آشنا ہے
قیامت لگ نصیب اسکوں شفا نہیں — مرادردِ جگر کیا لادوا ہے
زباں پر عاشقِ وحدت نوا کی — بیانِ لیس فی دلقی سوا ہے
خطر اس کوں نہیں ہے راہِ غم میں — امامِ عشق جس کا پیشوا ہے
مرے غواص دل یوں ہے معلوم — کہ دریائے جنوں بے انتہا ہے

۱۔ م۳۹۱ ا کے اضافہ اشعار:۔ جو اکرے انعریف اس کی زلف کی ۔ اس کے تئیں فکرِ رسا درکار ہے۔
کاں ہے وو ہم رنگ میرا آشنا ۔ کاہ اوڑانے کہربا درکار ہے ۔ ۲۔ ہوش کھونے عاشقوں کا اے سراج
شاہد گل کوں قبا درکار ہے۔ ۳۔ تک ۔ م۳۹۱ ا۔

سراج آج[1] اس شمع رو کی یاد ہر دم
دل بیمار میرے[2] کا عصا ہے

۱۸

دل[3] یار سیں آشنا ہوا ہے　　بن مجھ سیتی بے وفا ہوا ہے ۲۵۰۷
آنکھوں کے صدف میں قطرۂ اشک　　کیا[4] گوہر بے بہا ہوا ہے
مصحف[5] میں جبیں کے مدّ[6] ابرو　　بسم اللہ ابتدا ہوا ہے
آئینۂ دل کہ بے صفا تھا　　تجھ عشق سیں خوش جلا ہوا ہے
معشوق[7] ہے عاشقوں کا عاشق　　ہاتف سیں مجھے ندا ہوا ہے
عاشق ہے وو کوئی کہ دو جہاں[8] سیں　　آزاد ہو بے ریا ہوا ہے
کیا وجہ کہ وو ہلال ابرو　　اس چاند میں کم نما ہوا ہے
ہے پنجۂ عشق بس کہ پر زور　　پیراہن دل قبا ہوا ہے

---

۱ ب۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ شب ہجراں میں ہر دم نالہ جاں کاہ۔ دل بیمار میرے کا عصا ہے۔ ۲ سراج ازبس ہوا منصور ثانی۔ زباں پر "لیس فی دلقی سوا ہے" ب۳۹۱ ا۔ ۳ دل پیو ستی۔ ب۳۹۱ ا۔ ۴ ہر یک دُر ب۳۹۱ ا۔ ۵ تجھ مکھ کے صفحے پر۔ ب۳۹۱ ا۔ ۶ مداوپر۔ ج۔ ۸ پیو جیو سوں جدا نہیں ہے یک آں۔ ب۳۹۱ ا۔

آ سوزِ دل[1] سراج کوں دیکھ
پروانۂ جاں فدا ہوا ہے

۱۹

۲۵۱۶ کیا طریق نذر بھیجوں[2] خوش ادا کے واسطے ... دل تصدق بلکہ جاں اس دلربا کے واسطے
تا شتابی سیں ہلال ابرو کوں دیکھے اس سبب ... چاک دل نے ہات کھولا ہے دعا کے واسطے
کب[3] نظر آویگا یارب وو مرا آرامِ جاں ... دوست بیگانے ہوئے جس آشنا کے واسطے
عشق کی آتش میں سیماب دلِ بیتاب دیکھ ... شعلۂ محنت میں مت جل کیمیا کے واسطے
دانۂ یاقوت دل میرے کوں رکھ لے کانِ حسن ... تکمہ گر درکار ہے بندِ قبا کے واسطے
کھول[4] کر آنکھوں کی جھولی شوق دل محتاج ہے ... بھیک دے دیدار کی ظالم خدا کے واسطے

ہے او سے نورِ بقا صبحِ ابد لگ جیوں[5] سراج
شمع سا جو کوئی کمر باندھا فنا کے و......

---

[1] بندہ ہے سراج یا محمد۔ توں شاہ تراگدا ہوا ہے۔ ۳۹۱ ا۔ [2] بیجاؤں پیا کے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] کاں ہے یارب، نیں نظر آتا ہے وو۔ ۳۹۱ ا۔ [4] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ تجہ گلی میں دل گدا ہو کر کھڑا ہے منتظر۔ روپ درسن دے بھکاری کوں خدا کے واسطے۔ [5] اے۔ ک۔

۲۰

ہوئے ہیں ہم فدا بادِ صبا کے　　کہ آتی ہے گلی سیں دلرُبا کے ۲۵۲۳
صنم[1] کس بند سیں پہنچوں تس[2] پاس　　ہزاروں بند ہیں تیری قبا کے
کرا وس سوزنِ پلک نے دل مشبک　　حمایت کے کئے ہیں بند نا کے
ہوئے مست الست اس دور میں ہم　　لئے ہیں اپنے سر وعدے بلا کے
نہ ہوویں بیگانہ کیوں آشنا سیں　　کہ ہیں ہم آشنا نا آشنا کے
بسایا[3] قول دے ویرانۂ دل　　سبب کیا ہے کہ بھیجا غم کے ڈاکے

سراج[4] اس چشمِ وحشی کوں کیا رام
ہرن عاشق ہوئے اس کی صدا کے

۲۱

اے زاہدو تمہیں فردوس کی تمنّا ہے　　ہمیں تو آگ میں گلزار کا تماشا ہے ۲۵۳۰
ہماری شوخی و رندی سیں کیا تجھے واعظ　　اس میں رہ کہ ترا کام زہد و تقوا ہے

---

۱ سجن ۔ ص ۳۹۱ ا ۔ ۲ گن ۔ ص ۳۹۱ ا ۔ ۳ مگر دل کا بسایا قول دے کر ۔ ص ۳۹۱ ا ۔
۴ کیے نہیں ہیں آہ سوں رام ۔ ص ۳۹۱ ا ۔

اے بے خبر تو نہیں دل کے راز سیں محرم　　ہمارے حال پہ تیرا یہ طعن بے جا ہے

ہمارے مشرب رندی[1] کا سدّ راہ نہ ہو　　عبث اے زاہد پر فن یہ شور و غوغا ہے

موافقت کرے کیوں میکشوں ستی زاہد　　ادہر شراب اودہر مسجد و مصلّا ہے

صنم[2] کے عارض و قامت کوں دیکھ اے غافل　　اگر ہوائے بہشت آرزوئے طوبا[3] ہے

گلہ کسی کا نہ کر اے سراج ہرگز توں
خموش ہو کہ سمجھ یہہ عجب معمّا ہے

۲۲

پیاری بات پیارے کی جو کوئی مجکوں سناتا ہے ۲۵۳۷
جگر سیں تاب، دل سیں ہوش، تن سیں جی لجاتا ہے

تمہارا[4] اسم اعظم ورد کرنے اضطراب دل
پلک کے ہات سیں آنسو کی لے سمرن پھراتا ہے

مرے دل پر بہی ہے جب سیں یاد دامن الفت
مثال غنچہ اپنے پیرہن میں نہیں سماتا ہے

۱۔ ابوالکا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ پیا۔ ۳۹۱ ا۔ ۳۔ طوبیٰ۔ ۵۸۴ ا۔ ۴۔ پیاکا۔ ۳۹۱ ا۔

مری[1] آنکھوں کے دو نو پٹ کھلے تھے انتظاری میں
سو ویسے میں یکایک دیکھتا کیا ہوں کہ آتا ہے

نہیں ہے مدعا اس شوخ کا عاشق کشی اوپر
شہیدوں کوں دمِ[2] شمشیر کا پانی پلاتا ہے

مرے پیغام کوں ہرگز نہیں ہے حاجتِ قاصد
تصدق تجھ پہ ہونے کوں مراجی آپھہ آتا ہے

لگی اس شمع رو سیں کیا لگن پروانۂ دل کوں
کہ مانندِ سراج اس غم میں اپنا جی جلاتا ہے

۲۳

تری تیغ نگہ کا دل نے موہنہ پر وار کھایا ہے | پھر آخر کیوں نہ ہوے راؤ دیکھو کیا جی جلایا ہے ۲۵۴۴
عبث ہے آشنائی ان فانا آشنایوں کی[3] | اسی احوال پر یہہ شعر ہم کوں یاد آیا ہے
ہمارے دل کی جو کوئی قدر تجھے تو اوسکوں دل دیجے | نہ دیجے دل کسی بے درد کوں یہ دل پرایا ہے
کسی استاد تیر انداز نے لئے[5] سیں نگاہوں کی | ہمارے تو وہ دل پر عجب لیسیں[4] چلایا ہے

[1] نین کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں سریکجی۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] اپس کی تیغ کا۔ ب ۳۹۱ ا۔ [3] سیں۔ ب ۳۹۱ ا۔ [4] لیساں ب ۳۹۱ ا
[5] لی سیں۔ ب ۵۸۴ ا۔

یکایک کھول کر[1] مٹھی پلک کی موند لیتے ہیں — مری انکھوں نے شاید خواب میں کوئی لعل پایا ہے
وو ظالم کیا قیامت ہے کہ انداز تغافل میں — جواب گریۂ عاشق لبوں میں مسکرایا ہے

سراجؔ مجلس بے تابیٔ دل اس کوں کہ سکھیے ہے
کہ جس عاشق نے جیوں پروانہ رمز عشق پایا ہے

۲۴

۲۵۵۱ اگر مسجد میں اے زاہد وو مست نیم خواب آوے — ترے ہر دانۂ تسبیح میں بوئے شراب آوے
فجر ہوئی منتظر ہوں قاصد باد صبا کا میں — کتابت[2] آہ کی بھیجا ہوں اب شاید جواب آوے
غزل خواں گر خوش آوازی سیں آوے مجھ طرف ہن — رگ[3] جاں سیں صدائے نغمۂ تار رباب آوے
بجا ہے گر تمہارے نقش پا کی دھول اوڑنے سیں — ہر ایک ذرّہ کا استقبال لینے آفتاب آوے
عجب کیا نعمت دیدار ساقی دیکھ آنسو ہی[4] — ہمارے دیدۂ نادیدہ کے منہ میں لعاب آوے
گل[5] اپنے رنگ پر مغرور بیجا ہے ترے ہوتے — پسینا لاوے شبنم کا اگر اوس کوں حجاب آوے

سراجؔ اوس قد موزوں کے تصور میں تعجب نہیں
کہ فکر سرسری سیتی ہر ایک فرد انتخاب آوے

---

[1] دونوں پلک کو موند لیتا ہوں۔ ک۔ [2] کتاب آہ۔ ح۔ [3] ہر یک رگ سوں۔ ۱۳۹۱ا۔ [4] میں۔ ک۔ [5] اپس کے رنگ مغرور ہے پیو کے مقابل گل۔ ۱۳۹۱ا۔

۲۵

ہجر کی[1] آگ میں عذاب نہ دے — مثل سیماب اضطراب نہ دے ۲۵۵۸
صندلی حسن ہے ترا درکار — دردِ سر کوں مرے گلاب نہ دے
بس[2] ترا دورِ چشم اے ساقی — ہوش کھونے مجھے شراب نہ دے
زاہدِ خشک کوں شراب نہ دے — آگ دے خاروخس کو آب نہ دے
اپنے ماروں[3] کو مت پریشاں کر — زلف مشکیں کوں پیچ و تاب نہ دے
عاشقوں کوں ہے لذتِ دشنام — ہر کمینے کوں یہہ خطاب نہ دے
کس نے اے بحر حسن تجھ کوں کہا — کہ کسی تشنہ لب کوں آب نہ دے

کام[4] جاہل کا ہے سخن چینی
اے سراج اس کوں تو جواب نہ دے

۲۶

یار کے گیسو کا پیچ و تاب کھینچا چاہیے — اس دھویں کا ایکدم قلاب کھینچا چاہیے ۲۵۶۶

---

۱ غم کی آتش میں مجھ۔ م ۳۹۱ ا۔ ۲ بس ہے تیری نگاہ اے ساقی۔ م ۳۹۱ ا۔ ۳ مارے۔ م ۳۹۱ ا۔ ۴ ہجر کی آگ میں جلا ہے سراج۔ اسکو ظالم اتنا عذاب دے۔ م ۳۹۱ ا ۵ م ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ اپنی تیغ نگہ سوں مجھ سحر سوں۔ قتل کر نہ سیاہ تاب نہ دے۔

گلبدن شاید کہ ہوئے مہرباں اروسنتی — اَب گلاب و یدۂ بے خواب کھینچا چاہیے

آہ کرتا خونِ دل پانی ہوا آنکھوں سیں بہے — کیونکہ بن دستی کوئے سیں آب کھینچا چاہیے

ہے تپِ دل کی دوا آسان لیکن جب ملے — اسکے لب سیں شربتِ عنّاب کھینچا چاہیے

یار تھا غمخوار تھا دردِ[1] و بلا میں بار ہا[2] — ہر طرح نازِ دلِ بے تاب کھینچا چاہیے

جس ورق پر ہے مری بے تابیٔ دل کا بیاں — گرد اُس کے جدولِ سیماب کھینچا چاہیے

اے سراج آیا ہے میرا ساقیٔ مجلس فروز
عشرتِ دل کی شرابِ ناب کھینچا چاہیے

۲۷

ہمارا[3] سرو قد جادو لقب ہے — کہ جس کوں دیکھ کر قمری[4] عجب ہے ۲۵۷۳

ترے ابرو پہ نقطہ خال کا دیکھ — ہوا معلوم بیتِ منتخب ہے

ترے بن اے گلِ باغِ محبت — شتابی آ کہ بلبل جاں بلب ہے

کیا ہے عید کے دن وعدۂ وصل — بتاؤ عید کا اب چاند کب ہے

---

۱ پیو کی گلی میں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ یار تھا ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۳ عجب وو من ہرن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ عالم ۔ ۳۹۱ ا ۔

گزر کر کوچۂ گل رو میں یک بار   اگر فردوس رضواں کی طلب ہے
صنم کی زلف کوں رخسار پر دیکھ   چھپا خورشید بوجھا وقت شب ہے

سراج اب مجکوں یوں روشن ہوا ہے
کہ شمع محفل دانش ادب ہے

۲۸

شراب معرفت پی کر جو کوئی مجذوب ہوتا ہے   در و دیوار اُس کوں مظہر محبوب ہوتا ہے 2580
مرے سیں ارّہ غم کا تحمل ہو نہیں سکتا ہے   جدائی میں کیا جو کوئی کہ صبر ایوب ہوتا ہے
مرا دل پیچ و تاب عشق سیں یہاں لگ پریشاں ہے   کہ [1]اُسکی زلف کے رشتے میں جا منسوب ہوتا ہے
حجاب عشق کوں نہیں جلوۂ دیدار کی طاقت   مرا دل یاد سیں دلدار کی محجوب ہوتا ہے
[2]خطِ شب رنگ سیں تیرے لبِ نگیں کوں قیمت ہے   اگرچہ لعل جو مودار ہے معیوب ہوتا ہے
نہیں ہے تاب مجکوں ہجر کے طومار لکھنے کی   مرا دل پیچ کھا سینے میں خود مکتوب ہوتا ہے

---

[1] تمہارے سلسلے میں۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] دیا ہے زیب تجہ لب کوں خط شب رنگ پر سبزی ب ۳۹۱ ا۔ [3] اپس کا درد کا پیغام پیو کے پاس پہنچانے۔ ب ۳۹۱ ا۔ [4] جیوں۔ ب ۵۰۴ ا۔

سراج ازبس نزاکت ہے ہمارے شعر رنگیں میں
جو کوئی نازک طبیعت[1] ہے اوسے مرغوب ہوتا ہے

۲۹

دل مرا ساغر[2] شکایت ہے — زہر غم[3] بس کہ بے نہایت ہے ۲۵۸۷
وو[4] نہیں مجھ پہ کیوں نہ ظلم کریں — چشم خوں ریز کی حمایت ہے
دیو مجھے لاکھ دام کی جاگیر — زلف کھولو بڑی رعایت ہے
نقد دیدار بوالہوس کوں نہ دیو — اس میں سرکار کی کفایت ہے
بے گناہوں[5] کوں قتل کرنے پہ — مفتیِ ناز کی روایت ہے
ہیکل لختِ دل میں حرفِ وفا — مرشدِ عشق کی عنایت ہے

شمع روشن بیانِ سوزِ سراج
کہ عجب درد کی حکایت ہے

۱ے مثال گل ہر یک کے طبع کوں ۔ ۱۳۹۱ ۔ ۲ے آج پر ۔ ۱۳۹۱ ۔ ۳ے ہجر کا درد ۔ ۱۳۹۱ ۔ ۴ے ۱۳۹۱ کے اضافہ شعر حسب ذیل ہیں ۔ اے ستمگر تری جدائی میں ۔ ہر طرف درد کی حکایت ہے ۔ آہ برپا ہے آج تجھ غم میں ۔ عشق کی فوج کا یہ راوت ہے خط نہیں گرد عارض گلرو ۔ مصحفِ حسن کی یہ آیت ہے ۔ ۵ے قتل کرنے پہ ہم شہیدوں کے ۔ ۱۳۹۱ ۔

۳۰

جس کوں درد[1] جگر کی لذت ہے — زہر اُس کوں مثالِ امرت ہے ۲۶۰۳
دیکھ تجھ ناز کی نزاکت کوں — نکہتِ گل شہیدِ حیرت ہے
کم نمائی سیں اُس قمر رو کوں — ماہِ نو کی مثال شہرت ہے
میری آنکھوں میں یار کی تصویر — عکس آئینۂ محبت ہے
جہان میں کیوں نہ آوے دل میرا — تجھ جدائی کی مجکوں نوبت ہے
کیا[2] چکا یو ہے زلف میں تیری — آرسی جس کوں دیکھ حیرت ہے
وصل میں[3] اضطراب جاتا نہیں — سو قرن مجکوں ایک ساعت ہے
مثلِ آئینہ کر مند پوشی — صافیٔ سینہ ترکِ زینت ہے

پھر پتنگوں کا شور اُٹھا[4] سراج
جلوۂ شمع رو قیامت ہے

---

[1] تیری برہ۔ ب ٣٩١ ا۔ [2] کھینچ مکھ پر نقاب اے ظالم۔ ب ٣٩١ ا۔ [3] کی شب میں اے پری پیکر۔ ب ٣٩١ ا۔ [4] ب ٣٩١ ا کے مختلف اشعار۔ گردشِ چشم میں تری اے شوخ۔ دل لجانے کی کیا عجب گت ہے۔ کام ہوتا ہے مجھ پہ جادو کا۔ کیا بلا تجھ ادا کی حرفت ہے۔ برق نالا کہ تاب بے دم ہو۔ بس کہ تیری نگہ میں شرعت ہے۔ دیکھ تجھ ناز کی نزاکت کوں۔ نکہتِ گل شہید حیرت ہے۔ پیچ دینے کوں عاشقوں کے سراج۔ زلف پیو کی بلا ہے آفت ہے۔

۳۱

۲۶۱۰ دل مرا رخصت طلب ہے دام الفت سیں مری[1] ۔۔ من ہرن شاید کہ وحشی ہے محبت سیں مری

ہوں گرفتارِ خیالِ غمزۂ آہو نگاہ ۔۔ دام ہے موجِ پری تاثیر وحشت سیں مری

انتظارِ چشم ساقی میں گیا ہے جی مرا ۔۔ دیدہ ہو نرگس او گے البتہ تربت سیں مری

عکس میرا جلوہ گر ہووے اگر گرداب میں ۔۔ آب ہوئے آئینہ تصویرِ حیرت سیں مری

تلخیٔ غم پوچھنا ہے شربتِ شیریں عیش ۔۔ ہے دہانِ کوہکن پُر زہر شربت سیں مری

دشتِ غم میں ہے مجھے خارِ مغیلاں برگِ گُل ۔۔ فرشِ مخمل دور ہے خواب فراغت سیں مری

شعلہ رُو[2] بن سوز دل سیں بس کہ روتا ہوں سراج
شمع پانی ہوگئی ہے اشک رقت سیں مری

۳۲

۲۶۱۷ اس زلفِ مشک بو کی ختن میں لپٹ گئی ۔۔ بر جا ہے قدر نافۂ تاتار گھٹ گئی

دیوانہ قیدِ ہوش سیں آزاد ہو گیا ۔۔ شکر خدا کہ پانوں کی زنجیر کٹ گئی

---

[1] ک میں ردیف "تیری" ہے۔ [2] گرچہ جان و دل سوں ہوں مشتاق اسکا اے سراج۔ بے خبر ہے یار درد بے نہایت سوں مری۔ ص ۳۹۱ ا۔

حیراں ہوں اس کی ابروئے پرچیں کوں دیکھکر — تقصیر کچھ نہ تھی کہ یہ سیفی الٹ گئی
ڈرتا تھا میں وو کاکل کافر کی پیچ سیں — آخر کوں[1] ہو کہ ہار گلے سیں لپٹ گئی
میں بے خبر تھا ہو کے[2] تبسم نے کی خبر — بلبل کی نیند خندۂ گل سیں اوچٹ گئی
آنے میں اس کے اشک رواں بند ہو گئے — اس تند خو کی دہاک سیں فوج ہٹ[3] گئی

اب عرض حال یار سیں لازم ہے اے سراج
تنہا ہے شمع بھیڑ پتنگوں کی چھٹ گئی

۳۳

جس کوں ملک بے خودی کا راج ہے — ہے زمیں تخت اور بگولا تاج ہے ۲۶۲۴
خواب میں وو زلف[4] مشکیں دیکھنا — حق میں میرے لیلۃ المعراج ہے
دیکھ کر لشکر غنیم عشق کا — کشور عقل و خرد تاراج ہے
اے طبیب مہرباں، بیمار ہجر — شربت دیدار کا محتاج ہے
یار کی آنکھوں میں ہے جیسی حیا — چشم نرگس میں کہاں یہ لاج ہے

۱؎ بارہا وو۔ ۳۹۱ا۔ ۲؎ اس کے۔ ۳۹۱ا۔ ۳؎ ہٹ۔ ک۔ ۴؎ تیری زلف کوں۔ ۳۹۱ا۔

اُس[1] کماں ابرو کے تیرِ ناز کا   سینہ چاکوں کا جگر آماج ہے

دل مرا تجھ غم سیں اے جانِ[2] مہراج

بیشتر بے تاب کل سیں آج ہے

۳۴

۲۶۳۱ گرچہ خوبی کے چمن میں قد ترا شمشاد ہے   قمریوں کے شور سیں لیکن نپٹ آزاد ہے

تجھ برہ کی صوبہ داری کے عمل میں ہر طرف   ظلم ہے' افسوس ہے' فریاد ہے' بیداد ہے

لاؤبالی شوخ کے دل میں نہیں آتا ہے رحم   ہوش و صبرِ عاشقِ بیدل اگر برباد ہے

ایک گردش میں صنم کی چشم نے کھویا ہے ہوش   دل لے جاکوں یہہ ساحر کیا بلا اوستاد ہے

مسجدِ وحشت[3] میں پڑھتا ہے تراویح جنوں   مصحفِ حسن پری رخسار جس کوں یاد ہے

کیوں نہ ہووے دل ہمارا ہمسرِ باغِ ارم   یادِ رخسارِ پری رویاں سیں خلد آباد ہے

ہات میں شمشیر[5] لے آتا ہے وو جلاد خو   عاشقوں کوں عیدِ قرباں کی مبارکباد ہے

کیوں نہ جاری ہوئے جوئے شیر آنکھوں[6] سیں مری   نالہ جانکاہ' دل پر تیشۂ فرہاد ہے

۱ے تجھ نگہ کے سیں کا اے خوش نین ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ے گر ۔ ک ۔ ۳ے مسجد غم میں تراویح جنوں کیوں نا پڑھے ۳۹۱ ا ۔ ۴ے مراب ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۵ے خنجر بہ کف ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۶ے مجہ آنکھوں سنی ۔ ۳۹۱ ا ۔

عاشقوں کے مرغ دل کے صید کرنے کوں سراج

تار زلف خوش نگاہاں رشتۂ صیاد ہے

۳۵

رنگیں بہار گلشن غم رنگ زرد ہے   موج نسیم باغ جنوں آہ سرد ہے

جز شربت وصال نہیں ہے علاج او سے   جس کے جگر میں دوری[1] ساقی کا درد ہے

جو عاشقی کے درد میں جیو زر ہوئے ہیں زرد   اکسیر ان کے دامن ہمت کی گرد ہے

بازی دیا ہے مجکوں ترے ہجر نے صنم   ششدر میں غم کے بند مرے دل کی نرد ہے

ہے مطلع قصیدۂ انوار جیوں[2] سراج

دیوان کائینات سیں جو کوئی کہ فرد ہے

۳۶

سیماب جل گیا تو او سے گرد بولئے   عاشق فنا ہوا تو او سے مرد بولئے

شربت کوں خون[3] دل کے پیو زہر سا گھونٹ   ایسا طبیب کاں[4] ہے جسے درد بولئے

ہے کیا کتاب مطلع انوار رخ ترا   سورج کوں جس کا یک ورق زرد بولئے

۱؎ پیو کی جدائی۔ ب۱/۳۹۱ ا۔ ۲؎ اے۔ ب۴/۵۸ ا۔ ۳؎ اپس لہو کا۔ ب۱/۳۹۱ ا۔ ۴؎ کہاں۔ ک۔

جیوں بوئے ہو ہیں محو ہر یک رنگ گل میں ہم — ائے بلبلو! صدائے انا الورد بولئے
البتہ ہووے مطلع دیوان آفتاب — تجھ حسن کی صفت میں اگر فرد بولئے
بازی[1] ہے جان، ہجر ہے ہار، اور وصال جیت — غم ہے بساط، دل کوں ہے مہرۂ نرد بولئے

ہے آگ عاشقوں کا دمِ سرد اے سراج
اور آگ کی لپٹ کوں دمِ سرد بولئے

۳۷

آتشِ غم سیں مرے باغ میں گرد و دود اوٹھے — برگ گل سیں شررِ شعلۂ نمرود اوٹھے ٢٦٥٢
کشتۂ خنجر بیدادِ صنم حشر کے دن — سرخرو ہو صفِ عشاق میں خوشنود اوٹھے
رقتِ دل سیں مرے چشمۂ خورشید ستی — جوشِ فوارۂ اشکِ جگر آلود اوٹھے
ان غزالوں ستی چھوٹے نہ رہے یہ وحشت — اپنی وادی سیں اگر یہ دلِ مردود اوٹھے

سرمۂ چشم ہے خاکِ قدمِ یار سراج
آرزو ہے کہ غبارِ رہِ مقصود اوٹھے

ا ہے جگ میں جیت اسی کی جو کوئی عشق باز ہے ۔ یہ دل نہیں ہے جگ کے جیسے نرد بولئے

۳۹۱ ا ـ

۳۸

جو کوئی نقصان میں سرمایۂ بہبود کوں دیکھے | زمیں میں ڈال تخم دل[1] بر مقصود کوں دیکھے ٢٦٥٧
ملے گلزار ابراہیم اس کوں وصل جاناں کا | جو کوئی اول برہ کی آتش نمرود کوں دیکھے
کباب دل کوں میرے تہمت خامی کی طاقت نہیں | جسے باور نہیں تو شعلہ بے دود کوں دیکھے
خمار شوق سیں خمیازۂ بے طاقتی کھینچے | اگر نرگس تمہاری چشم خواب آلود کوں دیکھے
اگر کوئی جلوۂ دیدار پاوے اس پری رو کا | یہ آئینہ میں عکس طالع مسعود کوں دیکھے

بجا ہے گر کلیم وقت کہئے اے سراج اس کوں
جو کوئی ہر یک تجلی میں ہو الموجود کوں دیکھے[2]

۳۹

دل منتظر جلوۂ خورشید ہوا ہے | ہر داغ اوسے[3] روزن امید ہوا ہے ٢٦٦٣
روشن ہے[4] سبب عشق کے کیفیت عالم | آئینۂ دل ساغر جمشید ہوا ہے

---

[1] عشق۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [2] ب ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ کرے گا بے خودی میں محو زاہد خودنمائی کوں
تامل سیں اگر اس ہستی نابود کوں دیکھے ۔ [3] گل گلشن۔ ب ۳۹۱ ا ۔ [4] کرتا ہے تیرے مکھ کی تجلی کا تصور
البتہ دل ساغر جمشید ہوا ہے۔ ب ۳۹۱ ا ۔

ازبس[1] کہ مری لیلئ خوش قد کا ہے مجنوں — گلزار میں ہر سرو سہی بید ہوا ہے

بیٹھا ہے اوسے آب دم خنجر قاتل — دہوہات جو کوئی جان سیں نومید ہوا ہے

نہیں تشنہ لبی اس کوں سراج آب خضر کی

جو عشق ستی زندۂ جاوید ہوا ہے

۴۰

چہرے پہ گلبدن کے عجائب بہار ہے — جس[2] کے بغیر بلبل دل بے قرار ہے ٢٦٦٨

یا برگ گل پہ سبزۂ سیراب ہے عیاں — یا لعل لب پہ خطِ زمرّد نگار ہے

ازبس کہ شمع رو کی جھلک کی نہیں ہے تاب — فانوس شمع جیب زباں کا حصار ہے

تجھ[3] شوق کی چھری سیں ہوا چاک چاک دل — معلوم یوں ہوا کہ بہشتی انار ہے

سیر چمن میں دل نہ کھلے غم کے بند کا — گلرو کا دیکھنا اوسے باغ و بہار ہے

دامن ترے کوں ہات لگاؤں تو کیا عجب — تجھ پر بھی ہے عیاں کہ مرا خاکسار ہے

حق میں مرے ستم ہے تری چشم اشک بار — دل چیرنے کوں زور فرنگ آبدار ہے

۱؎ تجھ باج ہریک باغ میں ہے داغ ہریک برگ ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ جس دیکھنے کوں ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ عشق ۔ ک ۔

مہندی کوں توڑ پانو[1] سیں باہر نکل شتاب — ہر ہر قدم پہ خونِ شہیداں نثار ہے

میری طرف سیں یار کوں جا بول اے سراج
عالم ترے جمال کا امیدوار ہے

۴۱

عجب میں ہوں کہ دل آئینہ وار کس کا ہے — کیا ہے آپ سیں بے اختیار کس کا ہے ۲۶۷۷

صنم کی طرز تغافل کوں دیکھ حیراں ہوں — کہ دل میں آئینہ رو کے غبار کس کا ہے

مرے خیال کے گلشن کوں جن نے سبز کیا — نہ جانوں خط زمرد نگار کس کا ہے

دو چار آئینہ میں تجہ کوں دیکھ سکتا نہیں — پھر اس جہاں میں مجھے اعتبار کس کا ہے

اسی خیال سیں کھتا ہوں میں ہم آغوشی — کہ آج وو گل بے خار ہار کس کا ہے

وو صبح اوپر اگر چرخ چرخ کھایا نہیں — تو مہر طشت جواہر نگار کس کا ہے

ہوا ہوں آج نپٹ زخم عشق سیں بے کل — کہو کہ خنجر زہر آبدار کس کا ہے

جو کوئی ہے بلبل گلزار عشق اوسے پوچھو — کہ وو صنم گل رنگیں بہار کس کا ہے

عجب نہیں ہے کہ ہوں بے قرار جیوں سیماب — برہ کی آگ ہے[2] یہاں اختیار کس کا ہے

۱۔ پگ سوں نکل گھر سوں بے حجاب۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ میں۔ ک۔

قبول کر نذرِ عندلیب گلشن شوق　　کبھی تو کہہ کہ دل چاک نارکس کا ہے

جلا کے خاک کیا پن کبھی بھی یوں نہ کہا
سراج سوختہ دل خاکسار کس کا ہے

۴۲

کیا وار دل کے پار ہیں پیارے کے پیار کے　　کاری[۱] ہیں زخم خنجر زہر آب دار کے ۲۶۸۸
ہوئے کیوں نہ تازہ سبزۂ خط باغ حسن میں　　پایا ہے آب چاہ زنخداں سیں یار کے
دل کوں تمھاری زلف کی لٹ کا خیال ہے　　ڈالو شکار بند گلے میں شکار کے
دیکھتا[۲] ہوں جب سیں دانت ترے زنگ پاں سیں سرخ　　میری نظر میں ترنش ہیں دانے انار کے
یک[۳] جرعہ آکہ شربت دیدار ٹک پلا　　کئی دل ہوئے شہید ترے انتظار کے
قاتل کی ٹک[۴] نگہ غضب آلود دیکھ کر　　جاتے رہے ہیں پانو مرے اختیار

خورشید رو بغیر[۵] شب غم میں ہیں سراج
روشن چراغ[۶] اشک رواں کی قطار کے

[۱] یا زخم ہینگے۔ ب ۳۹۱ ا۔ [۲] شیریں دہن کے دیکھ دہن رنگ پاں سیں سرخ۔ ب ۳۹۱ ا۔ [۳] یک ک۔ [۴] کے باج۔ ب ۳۹۱ ا۔ [۵] اے۔ ک۔ [۶] ہوئے چراغ انجھو۔ ب ۳۹۱ ا۔

۴۳

۲۶۸۸ چشمِ ساقی[1] کا جو کوئی بیمار ہے — نرگس گلزار سیں بے زار ہے

ابروئے پرچیں سے کرتا ہے شہید — کیا بلا[2] شمشیر جوہر دار ہے

بس کہ تجھ قد پر ہوی ہیں مبتلا — سرو گلشن قمریوں کوں خار ہے

ہر ادا اُس غمزۂ خوں ریز کی — حق میں میرے تیر ہے تلوار ہے

زخم تیری تیغ کا اے گلبدن — سینہ چاکوں کے گلے کا ہار ہے

گردشِ[3] چشمِ پری رو دیکھ کر — دل مرا بے جام مئے سرشار ہے

ہجر میں اُس راحتِ جاں کی سراج
زندگی سیں جی مرا بے زار ہے

۴۴

۲۶۹۵ دلِ شیفتہ زلف گرہ وار ہوا ہے — ہر تار کے سودے میں گرفتار ہوا ہے

زاہد نے ترے نرگسِ مے گوں کی خبر سُن — کیفیتِ مستی سیں خبردار ہوا ہے

۱؎ جو پیا کی چشم۔ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ ظاہر شمشیر۔ ۳۹۱ ا۔ ۳؎ نیم بسمل ہو تڑپتا ہے سراج۔
کیا بلا وو ابروئے خمدار ہے۔ ۳۹۱ ا۔

جب سیں وو سہی قد نے کیا سیر گلستاں　　قمری کے گلے طوق جنوں ہاں رہوا ہے

بازار جہاں سیر کیا نقد خرد لے　　دل جنس محبت کا خریدار ہوا ہے

فوج خرد و ہوش میں ہل چل ہی سبب کیا　　شاید[1] علم آہ نمودار ہوا ہے

جو کوئی نزی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہے　　نرگس کے تماشے[2] ستی بیزار ہوا ہے

پروانۂ مقصود کوں پایا ہے سراج آج

دل سوختۂ شعلۂ دیدار ہوا ہے

۴۵

۲۷۰۲ اول سیں دل مرا جو گرفتار تھا سو ہے　　میرے گلے میں عشق کا زنار تھا سو ہے

اے شاہ حسن مجکوں تمہاری جناب میں　　مدت سیں بندگی کا جو اقرار تھا سو ہے

معلوم یوں ہوا کہ نصیبوں میں نہیں[3] شفا　　شمشیر غم کا وار جگر پار تھا سو ہے

جیوں غنچہ سیر باغ سیں ہوتا ہوں تنگ دل　　تجھ بن مری نگاہ میں گل خار تھا سو ہے

سوزن مثال آنکھ میں سلتی ہے ہر پلک　　تیری برہ کا خار دل آزار تھا سو ہے

اب لگ[4] غم فراق جدائی کی رات میں　　یار و رفیق و مونس و غمخوار تھا سو ہے

[1] شاید کہ علم۔ ک۔ [2] تماشا۔ ک۔ [3] ہے۔ ۳۹۱ ا۔ [4] اب تک۔ ک۔

مت بوجھ سوز عشق سیں فارغ سراج کوں
پروانہ وار جان سیں بلہار تھا سو ہے

۴۶

۲۷۰۹ ہر طرف یار کا تماشا ہے — اس کے دیدار کا تماشا ہے
عشق اور عقل میں[1] ہوئی ہے شرط — جیت اور ہار کا تماشا ہے
خلوتِ انتظار میں اوس کی — در و دیوار کا تماشا ہے
سینۂ داغ داغ میں میرے — صحن گلزار کا تماشا ہے
ہے شکار کمند عشق سراج
اُس گلے ہار کا تماشا ہے

۴۷

۲۷۱۴ صنم[3] جب چیرۂ زر تار باندھے — جھلک سیں کوچہ و بازار باندھے
ہزاروں تیغ بندوں کوں کرے قتل — خم ابرو کی جب تلوار[4] باندھے
جو دیکھے ایکدم زاہد تری زُلف — گلے میں زہد کا[5] زُنّار باندھے

---

۱ کی بدی ہے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۲ دل کے داغ۔ ک۔ ۳ صبح۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۴ تروار۔ ع ۵۰۲ ا۔ ۵ کے۔ ب ۳۹۱ ا۔

طلب کے عقدۂ مشکل کوں کھولے　　جو کوشش کی کمر یکبار باندھے

جو کوئی غم کا حصارِ قلب چاہے　　غبارِ آہ سیں دیوار باندھے

جو دیکھے گل رخوں کوں لاابالی　　بجا ہے گر لبِ اظہار باندھے

سراجؔ آنکھیں کیا ہے غیر سیں بند

کہ تا دل میں خیالِ یار باندھے

۴۸

سرو قد آج اگر سیرِ چمن زار کرے　　قمریٔ باغ کی تئیں صورتِ دیوار کرے ۲۷۲۱

طوطیاں باغ کی ہوویں آئینہ رو پر حیراں　　جب لبِ[۱] لعل تبسم سیں شکر بار کرے

گلشنِ عشق کا ہے پھول مرادِ داغِ جگر　　ہے بجا گر وو صنم طرۂ دستار کرے

جو ترے رخ پہ خطِ سبز کوں دیکھے دو بار　　سبق شرحِ گلستان کوں تکرار کرے

زاہدِ خشک اگر کفر[۲] سیں ہووے آگاہ　　رشتۂ زلف نزار رشتۂ زنار کرے

تیشۂ آہ سیں مجھ سینہ خراشی کوں دیکھ　　کوہکن لاف محبت ستی انکار کرے

اے سراجؔ اس قدِ موزوں کے مقابل شمشاد

سرکشی ترک کرے عجز پر اقرار کرے

۱؎ اپس لب کوں ۔ ۳۹۱/ا ۔ ۲؎ مشرب رنداں دیکھیے ۔ ۳۹۱/ا ۔

۴۹

خوب بوجھا ہوں میں اُس یار کوں کوئی کیا جانے　　اس طرح کے[1] بت عیار کوں کوئی کیا جانے ۲،۲۸
لے گئیں ہات سیں دل اسکی جھکی[2] ہوئی آنکھیں　　حیلۂ مردمِ بیمار کوں کوئی کیا جانے
میں نہ بوجھا تھا تری زلف گرہ[3] دار کے پیچ　　پیچ[4] کہ[5] کیفیت مکّار کوں کوئی کیا جانے
شرحِ بے تابیٔ دل نہیں ہے قلم کی طاقت　　تپشِ شوق کے طومار کوں کوئی کیا جانے
شربتِ خونِ جگر کا مزہ عاشق پاوے　　لذّتِ عشق[6] جگر خوار کوں کوئی کیا جانے
مشربِ عشق میں ہیں شیخ و برہمن یکساں　　رشتۂ سبحہ[7] و زنّار کوں کوئی کیا جانے
نمک زخم ہوا مرہمِ جالینوسی　　خلشِ سینۂ افگار کوں کوئی کیا جانے
طوق و زنجیر نہیں جس پہ کسے رحم آوے　　دامِ الفت کے گرفتار کوں کوئی کیا جانے
جب[8] تلک تلخیٔ شورابۂ غم چاکھا نیں　　تب تلک لذتِ دیدار کوں کوئی کیا جانے
قدر اوس نافۂ تاتار کی مجھ سیں پوچھو　　یار کی زلف کی مہکار کوں کوئی کیا جانے

---

[1] سیں۔ک۔ [2] جھوکی۔ک۔ [3] شکن۔ ۳۹۱ ا۔ [4] کے۔ک۔ [5] سحر گر۔ ۳۹۱ ا۔ [6] عاشق خونخوار کا۔ک۔ [7] تسبیح۔ک۔ [8] صرف۔ ۵۸۴ ا۔

میں کہا زخمیٔ غم ہوں تو دیا[1] اُس نے جواب
اے سراج ایسے چھپے وار کوں کوئی کیا جانے

۵۰

ہوا ہوں بس کہ بیمارِ جدائی　　پلک آنکھوں میں ہے خارِ جُدائی ۲۷۳۹
برہ دکھ سنگ ہے شیشہ پہ دل کے　　کسی[2] پر حق نہ دے بارِ جُدائی
مسلماں[3] کر دکھا کر مصحفِ حُسن　　گلے ہیکل ہے زُنّارِ جُدائی
کیا تب قدر آزادی کوں معلوم　　ہوا دل جب گرفتارِ جدائی
دلِ بسمل کوں نہیں ہے تاب پرواز　　اوسے حائل ہے دیوارِ جدائی
غزل خوانی کیوں نہ ہوں مانندِ بلبل　　کیا ہوں سیرِ گلزارِ جدائی

سراج اب مختصر کر قصۂ غم
نہیں انجام طومارِ جدائی

۵۱

جہاں مجھ غم کی آتش جلوہ گر ہے　　وہاں دوزخ کا قصہ مختصر ہے ۲۷۴۶

---

[1] سجن نے بولا۔ ۳۹۱ ا۔ [2] خدا کس پر نہ دے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] دکھا کر مکھ کا مصحف کر مسلماں۔ ۳۹۱ ا۔

شتابی سیں نظر آویگا موہن　　اگر مجھ آہ و زاری کوں اثر ہے

مجھے[1] ہے سیرِ صحرا بادشاہی　　پھپولا پاؤں کا سر کا چھتر ہے

حلاوت عشق کی ہوئی مجھ کوں معلوم　　مگر جامہ ترا شیر و شکر ہے

نہیں ہے خوف تیرے تیرِ غم سیں　　ہمارے پاس بھی دل کی سپر ہے

نہ کر اے[2] بوالہوس توں عشق کی لاف　　نشانِ عشق بازی چشمِ تر ہے

کیا بلبل نے گل کا دیکھنا ترک　　چمن میں جب سیں گل رو کا گذر ہے

کہاں ہے[3] وو کماں ابرو کہ جس بن　　نشانِ تیرِ غم لختِ جگر ہے

سراج[4] اس شمع رو کوں کیا لکھوں خط
مرا مکتوب پروانے کا پر ہے

۵۲

یار جب[6] پیش نظر ہوتا ہے　　دل مرا زیر و زبر ہوتا ہے　　۲۷۵۵

۱؎ ہوا ہے خسرو دشت جدائی۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ مار۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۳؎ کماں ابرو مرا کاں ہے۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۴؎ سراج آرام رم ہے پیا بارج۔ پلک میری آنکھاں میں نیشتر ہے۔ مخ ۳۹۱ ا۔ ۵؎ مخ ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ وفاداری میں ثابت بوجھ ہم کوں۔ اگر درکار ہے تو سر نذر ہے پیا جو کوئی شراب جام وحدت۔ خیال دو جہاں سوں بے خطر ہے۔ مرا دل کیوں نہ ہوئے مثل کتاں چاک۔ نزاکت ایسے سجن مثل قمر ہے۔ ۶؎ جب سجن مخ ۳۹۱ ا۔

ہو خجل باغ میں گل آب ہوا — جب سیں گل رو کا گذر ہوتا ہے

داغ دل کوں مرے نہیں بہرۂ وصل — گرچہ ہر گل کوں ثمر ہوتا ہے

گر غم دلبر خوش چشم بغیر — سرمۂ چشم جگر ہوتا ہے

دل لیا نرگس ساحر نے تری — سچ کہ جادو کوں اثر ہوتا ہے

تیغ[1] ابرو سیں تری خوف نہیں — دل مرا جائے سپر ہوتا ہے

شمع رو کی شب ہجراں میں سراج
آگ[2] غم[3] داغ شرر ہوتا ہے

۵۳

یا الٰہی وو نسیم بر کاں[4] ہے — شام امید کی سحر کاں ہے ۲۷۶۲

پردۂ دیدہ فرش راہ ہوا — لیکن اس یار کا گذر کاں ہے

ترک مطلب ہے مطلب[5] مجنوں — شجر بید کوں ثمر کاں ہے

---

[1] نوک پیکان الم کھانے کوں۔ ۳۹۱ ا۔ [2] ہر انجھو رشک گہر ہوتا ہے۔ ۳۹۱ ا۔ [3] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ مہر اس کے سیں یوں ہوا معلوم۔ آہ عاشق کوں اثر ہوتا ہے۔ تاکہ لے جاؤ مجھے گرد پاس۔ شوق دل بازوئے پر ہوتا ہے۔
[4] کہاں۔ ک۔ [5] عین مطلب جیوں۔ ۳۹۱ ا۔

دور کرنے کوں غم کی تاریکی — چودھویں رات کا چندر کاں ہے
دل کا[1] پیغام اس کوں پہنچانے — نالہ و آہ کا اثر کاں ہے
ہر چمن میں شگفتہ رو ہونے — گل کی مانند مشت زر کاں ہے
لشکر غم ہوا ہے تیر افگن — ہمت دل کی اب سپر کاں ہے

مثل پروانہ جل گیا ہے سراج[2]
لیکن اس شمع کوں خبر کاں ہے

۵۴

جانی[3] کے پاس جا کہ مری کوئی خبر کہے — گذری جو مجھ پہ غم کی کتھا[4] سر بسر کہے ۲۷۷۰
خلوت میں گلبدن کے نہیں بار غیر کوں — مجھ دل کا درد باد صبا جا[5] مگر کہے
یک بار سُن کے حال سراج ادر گذر کیا — ایسا رفیق کاں ہے کہ بار دگر کہے
بر جا ہے زہد خشک سیں بیزار ہے جو کوئی — اس لعل آبدار کوں خرمائے تر کہے
کیوں مو بمو میں اس کے نہ ہوئے عقل کا قصور — نازک میان میرے کوں جو کوئی مو کمر کہے

---

[1] پیو کوں میرا پیام پہنچانے۔ ۳۹۱ ا۔ [2] مہر۔ ک۔ ۳۹۱ کا اضافہ شعر۔ منتظر ہو رہے ہیں جیوں شبنم — ہر طرف مہر کی نظر کاں ہے۔ [3] پیتم۔ ۳۹۱ ا [4] بختا۔ ۳۹۱ ا۔ [5] جائے کر۔ ۳۹۱ ا۔

تیشے سیں کوہکن نے دیا جی تو کیا ہوا سختی ہمارے درد کی سُن الحذر کہے

اس گلبدن کے ہجر میں غمگین ہو سراج[1]

شاید ترا پیام نسیمِ سحر کہے

۵۵

۲۶۶۶ قیامت[1] چشم ہیں اس مو کمر کے عجب چنچل ہرن پالے ہیں گھر کے

شراب جام غم ازبس پیا ہوں کباب اب کیوں نہو ویں لخت جگر کے

کئے ہو اہتمام نار جب سیں ہٹے گل بلکہ اکثر سرو سر کے

علاج اس کا نہیں بن مرہم وصل برہ کُتّے کے جو کھایا ہے چر کے

ہمارے رنگ کا دیکھیں تماشہ کہو ان کو جو کوئی طالب ہیں زر کے

سنے[2] ہیں جو سخن اس لعل لب سیں کہاں مشتاق ہیں لعل و گہر کے

سراج اشعار[3] تیرے کیا بلا ہیں

بھبوکے ہیں مگر سوزِ جگر کے

---

[1] بلا ہیں دو نین۔ ۳۹۱ا۔ [2] سراج اب شعر تیرا جو سنے ہیں۔ کہاں مشتاق ہیں لعل و گہر کے ۳۹۱

[3] نہیں ہے تشنگی کوثر کی اس کوں۔ سنا جو کوئی بچن تیرے دہن کے۔ ۳۹۱ا۔

۵۶

جسکی طرف ادا سیں وو ساقی نظر کرے — کو نین کے خیال ستی بے خبر کرے ۲۷۸۴
جو تجھ نگہ کے تیر کے آیا ہے سامنے — برجا ہے گر وو لخت جگر کوں سپر کرے
بلبل ترے دہن کی لطافت کوں دیکھکر — صندوق غنچہ بھر کہ زر گل نذر کرے
مسند پہ عاشقی کی جو ہے بادشاہ وقت — لازم ہے اسکی راہ میں فرش جگر کرے
آسودگی سیں گرد کدورت کی صاف ہوئے — جب دیدہ آب اشک کے دامن کوں تر کرے
دریائے شور میں جو پڑے عکس لعل یار — اپنے اثر سیں رنگ رواں کوں شکر کرے
میں وقت پا کے اس کوں سناؤنگا یہہ غزل
دردِ دلِ سراج[۱] مگر کچھ اثر کرے

۵۷

چشم خوں ریز یار خنجر ہے — موئے مژگاں سیں جس کوں جوہر ہے ۲۷۹۱
تازہ رکھ آب مہربانی سیں — ایک فل سو چمن برابر ہے
تجھ جدائی میں اے قیامت قد — شورشِ آہ صورِ[۱] محشر ہے

۱؎ شور ۔ ص ۳۹۱ ا ۔

زخم مجھ پر کرم رقیبوں پر — ہوئے تو بہتر نہ ہوئے تو بہتر ہے
ہے جدائی کا گنجفہ بے میر — اس سبب دل کی بازی ابتر ہے
نامۂ غم صنم کوں پہنچانے — آہ میری پر کبوتر ہے

دل مرا خوں پذیر غم ہے سراج
ہجر کی آگ کا سمندر ہے

۵۸

۲۷۹۸ جب چشم کے ساغر کوں صنم[۱] دور کرینگے — حالِ دلِ عشاق پہ کیا جور کرینگے
اپنے دمِ شمشیر کے پانی کوں پلاکر — شاید کہ شہیدوں کے اوپر غور کرینگے
جا چرخ پہ بے جا جو کرے لامہ نو — ابرو کی اوسے تیغ ستی ٹھور کرینگے
آئے ہیں[۲] صنم مجھ طرف از بس غضب آلود — معلوم نہیں مجھ ستی کیا طور کرینگے

اے جانِ سراج آ کہ ہزاروں دلِ شیدا
تجھ پر سیں[۳] فدا جان کوں فی الفور کرینگے

۵۹

۲۸۰۳ شیشۂ دل غم سیں چکنا چور ہے — خندۂ مئی گریہ ناسور ہے

---

۱ پیا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ آیا ہے۔ ک۔ ۳ پگ پہ۔ ۳۹۱ ا۔

جس ورق پر وصفِ حسنِ یار ہے — وو ورق نہیں برگِ نخلِ طور ہے

تجھ نگہ سیں رنگ آتش ہے گداز — آج مجمر خوشۂ انگور ہے

جب سیں دیکھا ہوں وو لعلِ شکریں — چشمِ حیراں خانۂ زنبور ہے

جلوۂ قامت دکھا جا ایک دم — سروِ سرکش باغ میں مغرور ہے

عالم باطن کا اس کوں سیر نہیں — شیخ و زاہد آنکھ سیں معذور ہے

وصلِ یار شمع رو کا اے سراج
گرمیٔ دل کوں مرے کافور ہے

۶۰

جب سیں مری نظر ستی وو حور دور ہے — بزمِ طرب سیں بادۂ انگور دور ہے

روتا ہوں دردِ ہجر سیں از بسکہ زار زار — مردم سیں چشم کی اثرِ نور دور ہے

زاہد رکھا ہے کشتیِ محراب میں قدم — طوفانِ عشق کا تو ابھی پور دور ہے

اس ماہ رو کا وصل میسر ہے جب ستی — ظلماتِ ہجر کی شبِ دیجور دور ہے

زخمی ہوا ہے[1] بس کہ تری تیغِ عشق کا — زخمِ جگر سیں مرہم کافور دور ہے

---

[1] از بس کہ تجھ نگاہ کے خنجر سیں ہوں شہید ۔ ۳۹۱ ا ۔

صہبا پرستِ عشق کوں عشرت رَوا نہیں		مجلس میں غم کی نغمۂ طنبور دور ہے
نزدیک جب سیں دردِ جدائی ہوا سراج
چاروں طرف سیں عیش کوں یاں دور دُور ہے

۶۱

۲۸۱۰ جب سیں[1] دامِ زلف عالمگیر ہے		نقشِ پا ہر صید کوں زنجیر ہے
زلفِ مشکیں کوں مطول مت کہو		مصحفِ رخسار کی تفسیر ہے
خوں ہوا رشکِ کفِ پا سیں ترے		خوابِ مخمل کی یہی تعبیر ہے
جب سیں دیکھا وو قدِ شمشاد رشک		سروِ گلشن قمری تصویر ہے
یاد سیں اس غمزۂ خوں ریز کی		لختِ دل آماج گاہِ تیر ہے
کھینچ کر تیغِ جفا مت قتل کر		عاشقِ[2] دل خستہ بے تقصیر ہے
جل گیا[3] آخر دلِ بے کل سراج
تب تو تھا سیماب اب اکسیر ہے

---

۱ بس کہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ یہ دلِ خوں گشتہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ زلف ہوئی صید دل کوں اے سراج
دام ہے شب حلقۂ زنجیر ہے ۔ ۳۹۱ ا ۔

٦٢

تجھ زلف کی بو مشک معنبر کوں کہاں ہے — تجھ قد کی ادا سرو صنوبر کوں کہاں ہے ٢٨٢٤

خورشید مقابل ترے ذرّے سیں بھی کمتر — تجھ رُخ کی تجلّی مہ انور کوں کہاں ہے

مئی نوش محبت نہ کرے منتِ[1] مینا — تجھ لب کی لطافت لبِ ساغر کوں کہاں ہے

صیقل سیں ترے عشق کی پایا ہے جلا دل — یہہ آئینۂ صاف سکندر کوں کہاں ہے

دیدار کے پیاسے کوں نہیں خواہش فردوس — شیریں مزہ گی چشمۂ کوثر کوں کہاں ہے

لے جاوے مگر دل کی طپش آہ کا مکتوب — یہہ تیز پری بالِ کبوتر کوں کہاں ہے

جل جل کہ ہوا خاک سراج آتش غم میں
یہہ سوختگی بال سمندر کوں کہاں ہے

٦٣

اگر سوزِ جگر سیں نالۂ شبگیر کر سکئے[2] — دلِ بے[3] رحم میں اس یار کے تاثیر کر سکئے ٢٨٣١

ورق پر دل کے رنگ آنسو کا لے کر کلکِ مژگاں سیں — ترے چہرہ کی شاید خواب میں تصویر کر سکئے

ستم کا نیمچا مت کھینچ صیدِ دل پرے ظالم — چھری سیں[4] مہربانی کی اگر تکبیر کر سکئے

[1] خواہش ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] سکھئے ۔ ک ۔ [3] بے درد ۔ ۳۹۱ ا ۔ [4] چھڑی ۵۸۴ ا ۔

ہوا ہے سرو دیوانہ تمہارے[1] قد کے سایہ میں — بجا ہے اسکو موجِ آب سیں زنجیر کر سکئے

مجھے گر لوحِ محفوظ اسکے نقشِ پا سیں ہات آوے — تغیّر سرنوشتِ جبہ تقدیر کر سکئے

بنایا[2] سامری نے عشق پر نیرنگ کی مجھ کوں — پری رو کوں فسونِ آہ سیں تسخیر کر سکئے

مری نبضِ جگر کوں دیکھ لقماں نے[3] کہا یوں کر — کہ ایسے درد بے درماں کی کیا تدبیر کر سکئے

کہا ہاتف نے رحمت ہے گنہ گارِ محبت پہ — تو پھر تقصیر کرنے میں عبث تقصیر کر سکئے

اگر عکس اُس سہی قد کا نصیبِ اہلِ حیرت ہوئے
سراج آئینۂ دل گلشنِ کشمیر کر سکئے

۶۴

جیوں کہ خوبوں کوں ناز لازم ہے — عاشقوں کوں نیاز لازم ہے ۲۸۴۰

گر حقیقت کی سیر ہے خواہش — راہِ عشقِ[4] مجاز لازم ہے

کر مصلّے صنم کا نقشِ قدم — صدق دل سیں نماز لازم ہے

درد مندوں[5] کے حق میں اے ظالم — عشوۂ دل نواز لازم ہے

---

[1] صنم کے۔ ۳۹۱ ا۔ [2] بنایا سرمری نے عشق پر نیرنگ کے مجھ کوں۔ ۳۹۱ ا۔ [3] کہ لقماں نے
[4] ... اول۔ ۳۹۱ ا۔ [5] اے بجن حق میں درمندوں کے۔ ۳۹۱ ا۔

محفلِ عاشقی میں مثلِ سراجؔ
نالۂ جاں گداز لازم ہے

۶۵

۲۸۴۵ ہمارا[1] جلوہ فرما دل لیجانے ناز کرتا ہے ادایا سحر یا جادو ہے یا اعجاز کرتا ہے
کتابت میں مرا دل کیا لکھے احوال حیراں ہوں نہیں انجام قصّہ غم کا جب آغاز کرتا ہے
جگر میں شوق کی آتش کہو کیونکر رکھے پنہاں یہ آہ شعلہ افشاں پردۂ دل واز کرتا ہے
بتنگ آیا ہے غم سیں وصل کی ہے آرزو اس کوں قفس سیں مجھ جگر کے داغ دل پرواز کرتا ہے
"شتابی آشتابی آشتابی آشتابی آ" جگر بے تاب ہو ہر دم یہی آواز کرتا ہے
نہیں ہے مجکوں اب تاب جدائی مہربانی کر مرے پر کیوں ستم اے دلبر طناز کرتا ہے
سراجؔ اس بخت نافرجام کا شکوہ لکھے[2] کب لگ
کہ ہر خار اس چمن میں مجھ ستی اغماز کرتا ہے

۶۶

۲۸۵۲ پردۂ عشاق سیں ہم راز ہے آہ کے قانوں سیں جس کوں ساز ہے

---

[1] مرے دل کوں لیجاتا ہے صنم جب۔ ب ۳۹۱ ا۔ [2] لکھوں۔ ک۔ لکھے کاں لگ۔ ع ۳۹۱ ا۔

کاش کہ بر میں نہ ہوتا پیرہن یہہ گریباں درد کا غماز ہے
دل نسیمِ عیش سیں کھلتا نہیں یہہ کلی اُس باغ میں ممتاز ہے
ابر میرے اشک کا ہے پردہ در برق میری آہ کا آواز ہے
شکوۂ[۱] طرزِ تغافل خوب نہیں یہ بھی اُس کافر ادا کا ناز ہے
نہیں دلِ خاموش پر زخمِ ستم غنچۂ تصویر کوں پرواز ہے

ہجر میں مہتاب روکے اے سراج
اشک گل ریز آہِ آتش باز ہے

٦٧

۲۸۵۹ طریقِ عشق میں وو بوالہوس ہے جو کوئی ہر قند پر مثلِ مگس ہے
ہمیشہ دردِ غم کے قافلے میں صدائے آہ آوازِ جرس ہے
جہنم کیوں نہ ہوئے حسرت سیں پانی ہماری آہ آتش سیں سرس ہے
مجھے ہر دم کٹاری مت بتاؤ نگہ کی برچھیوں کی ہول بس ہے

۱ے صرف ۔ ع۵۸۴ ا ۔ ۲ے نہ زما کام شمشیر و سپر کوں ۔ مجھے تیرِ ادا کا وار بس ہے ۔
ع۳۹۱ ا ۔

شتابی آ اے شوخ ماہ رخسار — ترے بن ایک ساعت سو برس ہے

مقابل عشق کے ہے عقل یوں کر — کہ جیوں کر آگ کے نزدیک خس ہے

سراج اس خوش دہن بن غنچۂ گل

ہمارے بلبل دل کوں قفس ہے

۶۸

٢٨٦٦ قدرت کے باغ[1] میں کاہی گل جس کوں دیکھیے — چاروں طرف بہار ہے کس کس کوں دیکھیے

کوئی نیم جاں ہے کوئی تڑپتا[2] ہے کوئی شہید — ان بسملوں کی صورت مجلس کوں دیکھیے

تھا نقد جاں سو[3] دو تو تمھاری نظر کیا — اب کیا ہے حال عاشق مفلس کوں دیکھیے

اوس چشم نیم خواب کی معلوم ہوگی قدر — گلشن میں جا کے تختۂ نرگس کوں دیکھیے

جاناں برہ کی آگ میں بے تاب ہے سراج

اپنے رفیق و محرم و مونس کوں دیکھیے

۶۹

٢٨٧١ صد شکر کہ دل شوق میں بے ہوش ہوا ہے — اس شور حوادث ستی خاموش ہوا ہے

۱؎ بوستاں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ جیوں پسند ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ و دل سو ۔ ۳۹۱ ا ۔

افسردہ دلی دور کیا گرمیٔ غم نے — اس غم کوں مئ شوق سیتی جوش ہوا ہے
جس عاشق رسوا نے کیا ترکِ تمنا — مقصود کے شاہد سیں ہم آغوش ہوا ہے
جب گھر کوں چلا تو سن گلگون چمن سیں — ہر سرو ہی غاشیہ بر دوش ہوا ہے
تجھ زلف کی خوبی جو سنا باغ میں سنبل — کھا پیچ اسی غم سیں سیہ پوش ہوا ہے
کر یاد تری نرگس مخمور کوں بلبل — لے ساغرِ گل ہات میں مئ نوش ہوا ہے

آتا نہیں احوال سراج اس کوں کبھی یاد
جانی[1] کے مگر دل سیں فراموش ہوا ہے

۶۰

۲۸۷۸ ضبط میں کیونکر رہے دل عشق کے جوشوں ستی — آگ ہیں پارا کہیں ٹہرا ہے سرپوشوں ستی
عاشقِ صادق کوں تیرا نقشِ پا ہے تاج سر — بوالہوس کوں عار آتی ہے تو پاپوشوں ستی
آرسی میں عکس تیرا مجکوں آتا ہے نظر — صاف رہ اے تیرہ باطن ہم نمد پوشوں ستی
جب سیں پایا ہوں مزہ ہیں غم کے میٹھے کیف کا — دل مرا کھٹا ہوا انگور کے خوشوں ستی
عشق کے مستوں کوں آدابِ شریعت ہے معاف — دشمنی مت کر ارے نااہل بےہوشوں ستی

---

[1] پیتم ۔ ب ۳۹۱ ا ۔

ہر زرہ گوئی قدردانِ عشق کوں ہے ناپسند　　عالمِ حیرت کی لذت پوچھ خاموشوں ستی

جیوں سراج آتش کے شعلے جنکوں ہیں بے گفتگو

خوف کر اے شمع رو ایسے بلانوشوں ستی

۷۱

شوخ سرکش مطیع میرا ہے　　مرتبہ کیا رفیع میرا ہے

تم سیں ظاہر ہے شوخ دل میں غلام　　کیا طریقہ بدیع میرا ہے

تیغ ابرو سیں وو شہ خوباں　　سرگروہ جمیع میرا ہے

گوہرِ اشک سب سمائے ہیں　　آج دامن وسیع میرا ہے

اے سراج اب خطر نہیں کہ رسول

روزِ محشر شفیع میرا ہے

۷۲

جب گلبدن کے دیکھے دل باغ باغ ہووے　　سب دشمنوں کا سینہ جیوں لالہ داغ ہووے

آزاد سرو میرا جس وقت رخ دکھاوے　　شاید کہ دامِ غم سیں مجکوں فراغ ہووے

۱ے پیوستوں۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ے سب انجمونین ہیں۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ے کیا دل۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ے کہ۔ ۳۹۱ ا ۔

تب مجکوں یاد آوے گل رو کی آشنائی — بلبل کوں جب کہ گل سیں شرط جناغ ہووے
وو لعل لب تمہارا[۱] ہے خاتم سلیماں — ہر مور بوالہوس کوں کیونکر سراغ ہووے
روشن دلوں کی صف میں ہووے[۲] وو شمع مجلس — جس دل میں عاشقی کا روشن چراغ ہووے
ہشیار[۳] مست ہوویں اور مست ہوویں ہشیار — جب وو چشم ساقی دوراباغ ہووے

شعر سراج ہر یک ہے گلشن معانی
بو اس سخن کی پاوے جو خوش دماغ ہووے

۷۳

۲۸۹۷ عجب تجھ غم کے گوہر کوں شرف ہے — کہ چاک سینۂ عاشق صدف ہے
کہاں ہے[۴] طاقت حباب بوالہوس کوں — لب دریا پہ اس مستی سیں کف ہے
نہیں درکار تیغ کج ادائی — تری سیدھی نگہ تیر ہدف ہے
شہ خوباں شتاب آ فوج عشرت — ترے بن یک قلم سب برطرف ہے

سراج آئینۂ دل کر مصفا
کہ قلب صاف ماہے کلف ہے

۱ے پیاکا۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ے پاوے خطاب انور۔ ۳۹۱ ا۔ ۳ے برجا ہے عاشقوں کوں تب آن بیخودی کی۔
جب تجہ نین کی گردش دوراباغ ہووے ۳۹۱۔ ۴ے نہیں۔ ۳۴۴ ا۔

۷۴

دل کے پرزے ہوئے اب ایک ورق باقی ہے ۔۔۔ سب تو آخر ہوئی کتاب ایک سبق باقی ہے ۲۹۰۲

فرض ہے مجکوں شبِ زلف میں مغرب کی نماز ۔۔۔ اس شہابی لبِ مئی گوں کی شفق باقی ہے

تجھ کفِ پا کی خجالت سیں ہر ایک گلشن میں ۔۔۔ پھول پر قطرۂ شبنم سیں عرق باقی ہے

خوابِ[1] آشفتۂ ہستی کی یہی ہے تعبیر ۔۔۔ غیر فانی ہے مگر جلوۂ حق باقی ہے

جان دیتا ہے ترے ہجر کی سختی میں سراج
آشنائی سنتی اے جان رمق باقی ہے

۷۵

ہر قطرہ اشک[2] درد کا بحرِ عمیق ہے ۔۔۔ مردم ہماری[3] چشم کا اسمیں غریق ہے ۲۹۰۷

تنہا نہیں ہوں دشتِ محبت میں اے صنم ۔۔۔ غم سات درد قافلہ اور دکھ رفیق ہے

اس[4] لیے کسی کے حال میں غم خوار کوئی نہیں ۔۔۔ لیکن ہمیشہ[5] دردِ جدائی شفیق ہے

تسکین[6] ہے یادِ لعلِ لبِ یار سیں مجھے ۔۔۔ حق میں ہماری تشنہ لبی کے عقیق ہے

ا؎ جگ کے اس خواب پریشاں ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ مجھ انجھو کا ہو دریا ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ یہ میری ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴؎ گر یہاں نہیں ہے دوجا تو نہیں ہے غرض ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۵؎ مجھ پہ ہمیشہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۶؎ رکھتا ہوں اپنے پاس محبت کی کیمیا میری نظر میں سنگ بھی لعل و عقیق ہے۔

ہرگز نہیں زیارتِ کعبہ کا مجکوں شوق — دلدار کی گلی مجھے[1] بیت العتیق ہے
ہر جا ہے لخت لخت اگر ہوے مرا جگر — ہر ضربِ آہ حق میں مرے منجنیق ہے
اس خوش دہن کے وصف کوں کر مختصر سراج
تیری غزل کا قافیہ از بس دقیق ہے

۷۶

ہے مجکوں بے قراری[2] جیوں سیں گل بدن کی — جیوں عندلیب ہرگز پروا نہیں چمن کی ۲۹۱۴
[3] بے آب وصل[4] ساقی بجھتی نہیں ہے ہرگز — سینے میں جس کے دوں ہے تجھ ہجر کی اگن کی
کس پاس جا کہوں میں ہمدرد کوئی نہیں ہے — اس واسطے رکھا ہوں[5] اب من میں بات من کی
طوفانِ غم اوٹھا ہے اے آشنا کرم کر — جی ڈوبتا ہے میرا کشتی دکھا نین کی
مجلس میں شمع رو کی پروانگی ہے مجکوں — میرے نصیب میں ہے کیا سبھ گھڑی لگن کی
تجھ لعلِ دُر فشاں کا ہر ایک سخن ہے موتی — میں جانتا ہوں قیمت اس بے بہا رتن کی
قرباں ہوا ہوں جب سیں جانِ سراج تجھ پر
مثلِ پتنگ مجکوں پروا نہیں کفن کی

۱ یہاں ح ۔ ۲ انتظاری ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ جل جل ہوا ہوں کا جل جلدی برس کا جل وے ۔ سینے میں آگی دوں تجھ ہجر کی اگن کی ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ وصل آب ۔ ۵۸۴ ا ۔ ۵ مجھ ۔ ۳۹۱ ا ۔

۶۶

۲۹۲۱ تیری نگہ کی ہول قیامت[1] اچوک ہے جس کے ہر ایک زخم سیں دل ڈوک ڈوک ہے
اس کوں چکھا کہ لذت دیدار سیر کر نادیدہ دل کوں وصل کی نعمت کی بھوک ہے
اے[2] شوخ رکھ میرے دل بے تاب پر قدم تیرے برہ کے درد سیں سینے میں ہوک ہے
جس کی نظر ہے فسق کے اوپر مثال سگ وو شیر مرد عشق کے نزدیک خوک ہے
جو جی دیا ہے اپنے بدیع الجمال کوں سب عاشقوں کی صف میں وو سیف الملوک ہے
سب سیں جدا ہے عالم دیوانگی کی راہ لیکن طریق عارف سالک سلوک ہے
دریائے بے خودی کوں نہیں انتہا سراج
غواص عقل و ہوش کوں ہاں بھول چوک ہے

۶۸

۲۹۲۸ دل[3] بسکہ یاد دوست سیں آئینہ رنگ ہے نقش خیال حسن پری اس پہ زنگ ہے
دم مارنے کوں عاشق بیدل کے جا نہیں صحرا مثال خانۂ آئینہ تنگ ہے

---

۱ سجن کیا۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲ میرے جگر بیں پائے مبارک کوں رکھ سجن۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳ دل پیو کہ مکھ کی یاد میں۔ ب ۳۹۱ ا۔

آتی ہے بزم عیش[1] ستی مجکوں بوئے خوں
موج شراب جوہر تیغ فرنگ ہے

مینا ئے تن میں بوجھ غنیمت مئے حیات
جیوں دور جام دور فلک بے درنگ ہے

آرام کیونکہ ہووے شب ہجر میں مجھے
ہر آہ و نالہ پہلوئے دل میں خدنگ ہے

جس دن سیں سایہ پرور سنگ فراق ہوں
تب سیں شکست شیشۂ ناموس و ننگ ہے

ہر شب[2] لگن میں شوق کی جلتا ہے جیوں سراج
اس شمع رو کے حسن کا جو کوئی پتنگ ہے

۷۹

دل میں خیالات رنگیں گذرتے ہیں جیوں باس پھولوں کے رنگوں میں رہیے ٢٩٣٥
وحشت کے جنگل میں کب لگ پریشاں ہو غم کے بھاروں کے سنگوں میں رہیے

جو کوئی کہ ہے دشت وحشت کا ساکن اوسے ہوش کے شہر سوں ہے تنفر
ہے دیوانگی کا نپٹ خوب عالم ہے زنجیر کی جا النگوں میں رہیے

پندار ہستی سیں وہمی خیالوں نے کثرت کی تہمت لگائے ہیں ناحق
دراصل میں جوش طوفان وحدت ہے جیوں موج دریا امنگوں میں رہیے

---

١ عیش ۔ ک ۔ ٢ ہردم ۔ ک ۔

اس سرو قامت کے جوش محبت میں از بس کہ آزاد سب سیں ہوا ہوں
مانند قمری بدن کوں لگا ر اکہہ "یا ہو" کے دم بھر ملنگوں میں رہیے

ناحق سراج آہ حسرت کی آتش سیں ہر دم میں یوں بار جلنا سبب کیا
یکبار شعلے پہ گرنے کی طرحوں کوں معلوم کرنے پتنگوں میں رہیے

۸۰

چہرے پہ دل کے جوش جنوں کا کمال ہے — جس پر سواد داغ محبت کا خال ہے
ہرگز گذر نہیں ہے یہاں عکس غیر کوں — دل عاشقوں کا آئینہ بے مثال ہے
گلرو کوں دیکھ سر بگریباں نہ ہووے کیوں — شبنم سیں پھول پر عرق انفعال ہے
کیوں کر ادب سیں یکسر ہو کر سکے قصور — سنبل چمن میں زلف تمہاری کا بال ہے

اٹھتا ہے دود آہ جگر سیں مرے سراج
اس شمع رو کی زلف کا جب سیں خیال ہے

۸۱

مرے گھر مہر سیں گر وہ مہ ابرو ہلال آوے — رقیب شوخ طینت کے ستارے پر زوال آوے

---

۱ ہوئے ہم ۔ ک ۔

صدائے آہ قمری سیں چمن میں راگ ہوتا ہے — عجب نہیں جو ہر ایک شمشاد کوں قوت سیں حال آوے

اگر[1] مجموعہ گیسوئے مشکیں ہات لگ جاوے — مرے بخت پریشاں کی پریشانی پہ کال آوے

تماشہ دیکھ عالم کے چمن کا من کی انکھوں سیں — کہ تا توحید کے گل سیں تجھے بوئے کمال آوے

سراج ازبس کہ بلبل ہے گلستانِ[2] محبت کا

کہاں سیرِ چمن کا اس کے خاطر میں خیال آوے

۸۲

تجھ پر فدا ہیں سارے حسن و جمال والے — کیا صاف گال والے کیا خط و خال والے

مجھ رنگ زرد او پر غصے سیں لال مت ہو — اے سبز شال والے اور رمال والے

تحقیق کی نظر سیں آخر کوں ہم نے دیکھا — اکثر ہیں مال والے کم ہیں کمال والے

سایہ کوں سرو قد کے ڈھونڈے کہیں نہ پائے — عالم کے فال والے اور کیا نہال والے

گر حرف میرے غم کا لاوں زباں کے اوپر — ہو جائیں قال والے یکدم میں حال والے

موزوں نہیں کئے ہیں تجھ قد سا ایک مصرع — جل گئے خیال والے مر گئے مثال والے

۱۔ اگر وو زلف مشکیں سیں سجن یک شب دکھاوے رخ۔ ۳۹۱ ا۔ ۲۔ ترے گلزار سیں

کھو پر۔ ۳۹۱ ا۔ اضافہ اشعار۔ پیا کہہ دیکھنے خاطر مری انکھیں پھڑکتی ہیں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وو فرخندہ فال آوے

جدائی کی اندھاری رات یارب مت دکھا کس کوں۔ نہیں ہے چاند کی حاجت جو وو صاحب جمال آوے۔

گر شب کوں سیر کرنے نکلے سراجؔ مہ رو
جاہ و جلال والے ہوویں مثال والے

۸۳

جس کوں تجھ قد کی چال یاد آوے کب چمن کا نہال یاد آوے ۲۹۵۷
جس کا دل شوق سیں ہے مالا مال کب اوسے گنج و مال یاد آوے
دم بدم صور آہ سیں مجھ[1] کوں وتکون الجبال یاد آوے
شوخ جادو ادا کی دیکھ جھلک بے خودی کا خیال یاد آوے
شعر[2] سننے ستی ہلالی کے یار ابرو ہلال یاد آوے
اس ستم کیش لاؤ بالی کوں کب مرے دل کا حال یاد آوے
شمع کوں شعلہ[3] رو کے پاس سراجؔ
عرقِ انفعال[4] یاد آوے

---

[1] میری۔ ۳۹۱ ا
[2] ماہ نو چاندرات کوں دیکھے۔ ۳۹۱ ا
[3] پیو کے سامنے سیں۔ ۳۹۱ ا۔

۸۴

۲۹۶۴ اگر جوش شراب درد سیں جیوں خم ابل سکئے — گزک کرنے کوں دل کا گوشت قیما کر کچل سکئے
اگر زیے جس زمیں پر وو زمیں گلزار ہو جاوے — جب اپنے دیدۂ پندار سیں پانی ہو ڈہل سکئے
گرے بے ہوش ہو دیکھے جو کوئی اوس رخ کی صفائی کوں — پھسلتے ہیں نگہ کے پانو اب کیونکر سنبھل سکئے
تصور کیجئے گر اوس زری دستار والے کا — عجب کیا آفتاب حشر سیں چیرا بدل سکئے
ستوں ہم کوں کیا غم نے خرابی کی عمارت کا — خلل ہے استقامت میں اگر ٹک یہاں سیں ہل سکئے
ہوئے ہیں پادشاہ وقت چل کر دھوپ میں غم کی — چھتر سورج کے کرنوں کا ہمارے سر پہ چھل سکئے

سراج ان گرمیوں میں گر نہ پہنچے وصل کا پانی
درخت موم کی مانند گل گل کر پگھل سکئے

۸۵

۲۹۷۱ جب تجھ قدم کی خاک زمیں میں محل کرے — سرمہ کے اعتبار میں شاید خلل کرے
بھنورا برہ کے داغ کا ہو اس میں جا نشیں — جب آب اشک تازہ یہ بہہ دل کا کنول کرے
نقاش عشق یار کی تصویر کھینچئے — شنگرف[1] اشک آنکھ کی سیپی میں حل کرے

---

[1] پلک کے صدف میں اشک کا شنگرف حل کرے ۔ ب ۳۹۱ ا ۔

دستار زر سجا ہے وو خورشید نے آج　　شاید کہ آفتاب سیں پیرا بدل کرے

امیدوار قتل[1] ہوں ظالم کے ہات سیں　　جو نہیں کیا ہے آج تو شاید کہ کل کرے

کیا خوش مزہ لگیں دل بریان کے کباب　　تجہ غم کی کیف آکے جب اپنا عمل کرے

برجا ہے گر سراج ہلالی ہے وقت کا
جب تجہ بہنوؤں کے وصف میں طرح غزل کرے

۸۶

۲۹۷۸ خنجر عشق کا جو بسمل ہے　　تشنۂ آب تیغ قاتل ہے

جو چڑھا دار پر ہوا منصور　　یہ محبت کی پہلی منزل ہے

منصب عشق میں زر رخ زرد　　مجکوں جاگر سیر[2] حاصل ہے

نہیں ہے آئینہ روبرو اس کے　　لیلی حسن کا یہ محمل ہے

صاف مشرب ہے سب ستی ہم رنگ　　آب ہر رنگ بیچ شامل ہے

ربع مسکون چار عنصر میں　　کار فرمائے بے خودی دل ہے[3]

---

[1] ہوں کہ سجن مہر کی نگاہ ۔ ۳۹۱ ا ۔

[2] سیں حاصل ہے ۔ ح ۔ [3] ۳۹۱ کا اضافہ شعر ۔ اس کوں دو جگ میں ہے حیات ابد ۔ غم کی شمشیر کا جو گھائل ہے ۔

آتش غم میں خاک ہو جاناں
بوالہوس کوں سراؔج مشکل ہے

۸۷

کانٹوں میں عبث ایچتے ہو دل کوں ہمارے　　مرہم کی لیاقت نہیں بسمل کوں ہمارے ۳۰۲۹
ہر دم دم خنجر پہ سر[1] جاں سیں گذرنا　　اول قدم شوق ہے منزل کوں ہمارے
افسوس کہ ظالم نے مجھے یوں بھی نہ پوچھا　　کیا درد ہے اس عاشق کامل کوں ہمارے
کرتا ہے دم تیغ تغافل سیں ہمیں قتل　　سمجھاؤ خدا واسطے[2] قاتل کوں ہمارے
کیا ہوگا جو کھولو گے گرہ زلف سیں اپنی　　آسان کرو عقدۂ مشکل کوں ہمارے
ہے عشق کے آنے کی خبر خرمنِ دل پر　　پیغام لکھا برق نے حاصل کوں ہمارے
ہر مصرع زنجیر جنوں یاد ہے دل کوں　　سینے[3] جگر گوشۂ قاتل کوں ہمارے
کوئی[4] واقفِ احوال غریبوں کا نہیں ہے　　پوچھا ہے مگر غم نے تہ دل کوں ہمارے

۱؎ اپس سر سیں ۔ مخ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ مخ ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ خوں ریزی عشاق کوں یہ ایک رہا ہے ۔
مت ٹوک خدا واسطے قاتل کوں ہمارے ۔ ۳؎ سینے کو جگر ۔ مخ ۳۹۱ ا ۔ ۴؎ کوئی جگ میں نہیں واقف
احوال غریباں ۔ مخ ۳۹۱ ا ۔

جلتا ہے[1] سراج آتشِ حسرت میں کہ وو شمع
روشن نہ کیا ظلمتِ محفل کوں ہمارے

۸۸

کشورِ دل میں آج ہل چل ہے ‏ ‏ ‏ ‏ عشق کی فوج کا عجب دَل ہے ۲۹۹۴
شبِ ہجراں میں[2] خواب آنا نہیں ‏ ‏ ‏ ‏ کیا ہوا گرچہ فرش مخمل ہے
بہ جبینِ ابرو کی ٹک گرہ کوں کھول ‏ ‏ ‏ ‏ عقدۂ عشق مجکوں لاحل ہے
کیا ہوا گرچہ یار ہے نزدیک ‏ ‏ ‏ ‏ آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل ہے
گردِ عارض نہیں ہے یہہ خطِ سبز ‏ ‏ ‏ ‏ صفحۂ حُسن کی یہہ جدول ہے
صاف کر دل کوں خاکساری سیں ‏ ‏ ‏ ‏ لازم اُس آرسی کوں صیقل ہے

دل ہے بے تاب جیوں سپند[3] سراج
آتشِ غم سیں سینہ مقل ہے

---

[1] ہے جان سراج آج نپٹ غم کا اندھارا۔ روشن کرو اس نور سیں محفل کوں ہمارے ۲۳۹۱۔[2] ہجرت میں مجکوں خواب نہیں۔ ۳۹۱ ا۔ [3] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ کل کا وعدہ کیا تھا کل تو نے۔ دل مرا آج کل سوں بے کل ہے۔ دل ہے بے تاب آج پشندل سپند آتشِ غم سوں سینہ منقل ہے۔ توں خدا و رسول کوں یک دیکھ۔ جو دو دیکھتا ہے دو سوا احول ہے۔ خارِ غم دل میں آسلا ہے سراج۔ جیوں کہ ماہی کے گل منیں گل ہے۔

۸۹

٣٠٠١ میں تو دل صاف ہوں پن وجہ تغافل کیا ہے　　اس قدر معنیٔ روشن کوں تامل کیا ہے
طبع نازک سیں تری خوف ہی مجکوں ورنہ　　چاک کرنے کوں گریباں کے تحمل کیا ہے
مجکوں اُس زلف نے سب کھولے بتایا عقدہ　　جب کہا معنیٔ مسطر خط سنبل کیا ہے
ڈوب اس شرم سیں پانی پیا اگر غیرت ہے　　یار سیں[1] خندہ لے شرمی ار گل کیا ہے
ہے کمی وصل میں گر شورش[2] عاشق کوں سراج
فصل گل میں سبب نالۂ بلبل کیا ہے

۹۰

٣٠٠٦ یا الٰہی آج ایسا کر کے وو جانی ملے　　تشنہ لب ہوں ہر طرح دیدار کا پانی ملے
جسکی بوئے پیرہن میں روح کی ہے[3] تازگی　　چاہ رکھتا ہوں کہ میرا یوسف ثانی ملے
مالکِ کانِ محبت کیوں نہ سب مجکوں کہیں　　اشکِ خونیں کا اگر یاقوت رمانی ملے
من کا منکا پھیرتا ہوں حاجتِ تسبیح نہیں　　کیا کرونگا میں اگر منکا سلیمانی ملے
پادشاہ ملکِ وحدت سیں یہی ہے التجا　　صوبۂ دیوانگی کی مجھ کو دیوانی ملے

[1] پیونگے۔ بیاض ۳۹۱ ا۔ [2] سوزش۔ ک۔ [3] رُخ کی ہیگی۔ ک۔

سیر دل میں غیر حیرت اور کچھ تحفہ نہیں　　　آرسی بازار میں سب جنس حیرانی ملے

دور ہو جائے شب غفلت کی تاریکی سراج[1]
عشق بزم افروز کی گر شمع نورانی ملے

۹۱

لطف تیرا جو عام ہو جاوے　　　مقصد دل تمام ہو جاوے ۳۰۱۳

گر پکارے وو زلف کا مظلوم　　　صبح محشر میں شام ہو جاوے

بزم گلشن میں سرخوشی کوں ترے　　　باس مئے، پھول جام ہو جاوے

ٹک نگہ کی اگر بتاوے ہول　　　دل بسمل کا کام ہو جاوے

ہے عبث خاتم سلیمانی　　　ننگ جاوے تو نام ہو جاوے

اس الف قد کے بار خجلت سیں　　　سرو خم ہو کہ لام ہو جاوے

عزم[1] پروانہ یوں[2] ہوا ہے سراج
شمع رو کا غلام ہو جاوے

۱؎ پھر کہ دیکھو سراج کی جانب ۔ یار دیگر غلام ہو جاوے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎
کو ۔ ک ۔

۹۲

۳۰۲۰ جب صنم[۱] پایل خرام ہوئے — سروگلزار پائے[۲] نام ہوے

گوشۂ دل کی بس ہیں جاگیر — سب سیں بے باق دام دام ہوے

لے لئے سب سیں خطِ آزادی — ہم نواب ایک کے غلام ہوے

نیم بسمل کسی کوں حق نہ رکھے — شکر للہ کہ ہم تمام ہوے

کیوں نہ شمشیر کوں عزیز رکھیں — جو خوش ابرو سیں ہم کلام ہوے

گردش چشم کوں نہ فرما کام — یک تبسم میں قتل عام ہوے

مت کہو عکس رنگ زرد سراج[۱]

آرسی پر طلا کے کام ہوے

۹۳

۳۰۲۷ جس دن سیں مرے پاس وو گلفام نہیں ہے — گل گشت سیں گلزار کے کچھ کام نہیں ہے

بس ہے مری آہِ سحری نالۂ صبحی — گل[۲] رو کوں مرے حاجتِ پیغام نہیں ہے

عشاق کی مجلس میں کہاں قدر ہے انکوں — جو عشق کے بازار میں بدنام نہیں ہے

---

۱ سجن ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۲ پانام ۔ ک ۔ ۳ موہن ۔ ع ۳۹۱ ا ۔

مدت سیں تری زلف کے رشتے میں پھسا ہوں — افسوس آیہ غاز کوں انجام نہیں ہے

شمشاد قد آتا ہے گلستاں میں اے قمری — اب سرکشی سرو کا ہنگام نہیں ہے

عاشق کوں ترے ہجر میں جلنے کی کہاں تاب — جیوں آگ میں سیماب کو آرام نہیں ہے

بے تاب[1] ہے آتش میں جدائی کی سراج آج

ہیہات کہ وو یار دل آرام نہیں ہے

۹۴

خوش[2] قد کی ہوتے سرو سہی کم ہوا کرے — ہووے تو بار شرم ستی خم ہوا کرے ۳۰۳۴

لازم نہیں ہے شوخ غزالی نگاہ کوں — اوروں سیں الم ہم ستی یہہ رم ہوا کرے

تیغ نگہ صنم کی چمکتی ہے جس گھڑی — شمشیر برق کوں کہو بیدم ہوا کرے

جام[3] مئے وصال سیں جمشید وقت ہوں — یہہ آج کا سا دن مجھے جم جم ہوا کرے

دامن[4] میں اشک چشم مری دیکھ کر کہا — اس دو ندی کا خوب ہے سنگم ہوا کرے

کب لگ غم فراق میں اے عید عاشقاں — ہر روز مجھ پہ ماہ محرم ہوا کرے

---

[1] ہر لحظہ سراج اب مجھے یہ ورد ہے مصرع ۔ ۱۳۹۱ ۔ [2] طوبا و سرو قد کے انگے ۔ ۱۳۹۱ ۔ [3] جمشید وقت آج ہوں (پی) پیو کے لب کا جام ۔ ۱۳۹۱ ۔ [4] دامن میں مجھ نین کے انجھو ۔ ۱۳۹۱ ۔

ٹکڑے جگر کے دیکھ کے بولا طبیب عشق　　اس زخم پر وصال کا مرہم ہوا کرے
اے میر حسن ہم کوں برات وصال دے　　کب لگ دلوں کا گنجفہ برہم ہوا کرے
دل ہات لے کہ بعد ترا شوق ہوئے سو کر　　اول بنائے عرشِ معظم ہوا کرے
تفضیرؔ اتنی عرض سنو اس غلام کی　　میرا سلام سب میں مقدم ہوا کرے
گل[1] داغ غم کوں دیکھ مرے بزم میں سراج
ہر اشک شمع قطرۂ شبنم ہوا کرے

۹۵

شب فراق میں اس ماہ رو کی ماتم ہے　　ہلالِ عید مثالِ مہ محرم ہے ۳۰۴۵
مری[2] دو چشم کے آنسو ہیں جمع دامن میں　　بہہ ایک گھاٹ پہ[3] دونوندی کا سنگم ہے
دہانِ غنچہ صفت میں ہیں کیا ترے دندان　　گل گلاب میں گویا ہجوم شبنم ہے
ہوا ہوں زور کش ورزش کشاکشِ غم　　قد خمیدہ غم دیدہ مجھ کوں لازم ہے
کیا ہے سینۂ عشاق کی سپر کوں دونیم　　تری نگاہ کی خنجر میں کیا بلا دم ہے

۱؎ گل دیکھ مجھ جگر میں شب ہجر کے سراج ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ دونین کے انجھو ۔ ع ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ اوپر دوندی ۔ ک و ع ۳۹۱ ا و ع ۵۸۴ ا ۔

عجب نہیں کہ سلیمانِ وقت ہوں پیا　　　نگینِ دل پر ترا نام اسمِ اعظم ہے
اے دل تو چشمۂ کوثر کی آرزو مت کر　　　صنم کی چاہ زنخداں میں آبِ زمزم ہے
شکیب و عقل و دل و صبر گرچہ نہیں نزدیک　　　برہ رفیق ہے غم یار و ہجر ہم دم ہے
سلونے[۱] یار کا دیدار راحتِ جاں ہے
نمک سراج مرے زخم دل کوں مرہم ہے

۹۶

اے گل باغ وفا مجھ پاس آناں خوب ہے　　　بلبلِ بے تاب کوں چہرا[۱] دکھاناں خوب ہے ۳۰۵۴
روز شب جلتا ہوں[۲] ظالم تجھ برہ کی آگ میں　　　یہہ اگن دل کے تلطف سیں بجھاناں خوب ہے
اب تغافل کوں مرے حق میں روا ہرگز نہ[۳] رکھ　　　کس نے سکھلایا کہ عاشق کوں جلاناں خوب ہے
ہجر کی[۴] شمشیر کا زخمی[۵] ہوا ہے جاں بلب　　　شربتِ دیدار اب[۶] اس کوں پلاناں خوب ہے
گر شہادت آرزو ہے عشق کے میدان میں　　　غم کے خنجر سیں گلا اپنا کٹاناں خوب ہے
غیر کوں زنہار[۷] اپنے بھید سیں محرم نہ کر　　　راز دل جب[۸] لگ چھپے اس[۹] کوں چھپاناں[۱۰] خوب ہے

---

۱ پیا کہ مکھ کی ملاحت سیں ہے سراج آرام ۔ نمک نہیں ہے مرے زخم دل کوں مرہم ہے ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ورشن ۔ ک ۔ ۲ ۱۳۹۱
۳ منت رکھ سجن ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۴ ے کا ۔ ح ۔ ۵ ہے نیم بسمل جاں بلب ۔ ۱۳۹۱ ا ۔ ۶ ے کا پانی ۔ ک ۔ ۷ ہرگز اپس کے ۔ ۱۳۹۱ ا
۸ جاں ۔ ۱۲۹۱ ا ۔ ۹ جب لگ ۔ ک ۔

غم نے میرے گوش دل میں یوں کہا ہے اے سراج

دوست[1] کوں احوال دل اپناں سناناں خوب ہے

۹۷

۳۰۶۱ مجلس عشق میں جو مہماں ہے　　اس کوں لخت جگر نمکداں ہے

پیچ و تابِ خیالِ زلفِ صنم　　چمن دل میں سنبلستاں ہے

داغ گل، آہ سرو و دل گلشن　　لب[2] زخمِ جگر خیاباں ہے

ناخنِ پنجۂ فراق ستی　　لختِ دل[3] صورتِ گریباں ہے

آتشِ[4] غم لگی ہے گلشن میں　　گل ہر یک شاخ پر چراغاں ہے

عکس رخسار گلعذار کوں دیکھ　　دامن آرسی گل افشاں ہے

کیوں نہ ہووے ہر اشک دُرِ یتیم　　ریزشِ دیدہ ابر نیساں ہے

بوجھتا ہے وو قدر شعر سراج

جو ادا فہم اور سخن داں[5] ہے

۱۔ ہجر کا سب درد دکھ پیو کوں سنانا۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۲۔ خاکپائے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۳۔ لخت جگر۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۴۔ بس کہ جلتا ہے تجھ کوں دیکھ چمن۔ ۵۔ ع ۳۹۱ کا اضافہ شعر:۔ سرو کوں سوز غم سوں رام کیا۔ قمری باغ کیا خوش الحال ہے۔

۹۸

۳۰۶۹ عشق کے سردار کوں مردانگی درکار ہے　　سب یگانوں سیں او سے بیگانگی درکار ہے

گرچہ اے زاہد ہوا ظاہر میں تو خلوت نشیں　　مجلس دل میں تجھے پروانگی درکار ہے

شعر جامی یاد کرتا ہے تری انکھوں کوں دیکھ　　خشک زاہد کوں اگر مستانگی درکار ہے

کیا مزہ ہوگا خدا جانے تری دشنام میں　　تجھ لب شیریں کی مجکوں بانگی درکار ہے

زلف کی زنجیر کھولا من ہرن اے سراج[1]
مثل[2] مجنوں اب تجھے دیوانگی درکار ہے

۹۹

۳۰۷۴ ہے گلی اس[3] کی بہشت اس کوں چمن کیا کہیے　　نقش پا پھول سیں بہتر ہے ثمن کیا کہیے

عرق چہرۂ دلدار کے ہر قطرہ کوں　　شرم آتی ہے مجھے دُرِّ عدن کیا کہیے

آکہ عنبر نے دیا خط غلامی جس کوں　　ویسے گیسو کوں ترے مشک ختن کیا کہیے

پل میں دل چھین لیا آپھہ کوں بیمار دکھا　　اب ترے نرگس خوں ریز کوں سجن[4] کیا کہیے

۱۔ ب ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر۔ فارغ التحصیل اگر فاضل ہوا تو کیا ہوا۔ نکتۂ عرفان کوں پہچانگی درکار ہے ۔ ۲۔ اب تجھے مجنوں مثل ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ ۳۔ یار کی فردوس ۔ ک و ب ۵۸۴ ا ۔ ۴۔ سخن ۔ ح ۔

دل نے تجھ زلف کے کوچے میں کیا ہی مسکن — پھر کہ اوس پاس عبث نام وطن کیا کہیے
سرخی اشک[1] بہ از لعل بدخشانی ہے — چشم پرخوں کوں مری کان یمن کیا کہیے

مجلسِ یار میں جیوں آئینہ حیران ہے سراج
لاجوابی کے مکاں بیچ سخن کیا کہیے

۱۰۰

۳۰۸۱ سنو تو خوب ہے ٹک کان دھر میرا سخن پیارے — کہ عاشق پر نہ ہونا اس قدر بھی دل کٹھن پیارے
کدھر ہو بے خبر ہو کیا مگر احوال سیں میرے — ادھر[2] دیکھو اے[3] ظالم لاؤ بالی منہرن پیارے
نہ کر آزردہ خاطر بلبلِ بے تاب کوں ہرگز — غنیمت بوجھ دو دن کی بہا اے من ہرن پیارے
پھسا ہے مجھ سری کا صید آکر دام میں تیرے — کیا تو نے مگر کچھ سحر اے جادو نین پیارے
تغافل مت کرو اے نو بہارِ گلشنِ خوبی — تمھارے بن نپٹ بے آب ہے دل کا چمن پیارے
مرے دل کی کلی مرجھا رہی ہے صرصرِ غم سیں — کرو ٹک مسکرا کر بات اے شیریں دہن پیارے

سراج اب شعلۂ الفت میں جیوں پروانہ جلتا ہے
نہ جانوں تجھ سنتی اس کوں لگی ہے کیا لگن پیارے

۱- لب - ک - ۲- ایدھر - ک - ۳- سریجن من ہرن موہن سجن - ص ۳۹۱ د -

۱۰۱

۳۰۸۸ قبائے جامۂ دل دادخواہ کس کا ہے — شہیدِ زخمِ فرنگِ نگاہ کس کا ہے

یکایک آج[1] یہ سیں جاتا ہوں بوئے گل کی مثال — نہ جانوں صحنِ چمن جلوہ گاہ کس کا ہے

صبا گلی میں صنم کی نہ جا خبیر نہیں ہے — کہ وہاں کا نقشِ قدم سجدہ گاہ کس کا ہے

نیاز و عجز و ارادت سبب ہے مری تقصیر — یہ[2] بے نگاہِ تغافل گناہ کس کا ہے

ہوا ہے طرّۂ دستار زیبِ سرو قداں — نہ جانوں برگِ سمن فرشِ راہ کس کا ہے

ترے جو لب پہ نمودار ہے سیاہی خط — خبر بھی ہے اثرِ دودِ آہ کس کا ہے؟

نگاہِ ناز سنی ملکِ دل کیا تسخیر — کہو کہ وو شہ جادو سپاہ کس کا ہے

عجب میں ہوں مرے آنسو کی آب[3] پاشی سیں — نین کا گوشہ محمل خوابگاہ کس کا ہے

برہ کی آگ میں ثابت قدم سراج[4] کوں دیکھ
سبھی پکار اوٹھے "واہ واہ کس کا ہے!"

---

۱ من۔ ۳۹۱ ا۔ ۲ پھر۔ ک۔ ۳ رنگ۔ ک۔ ۴ ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔

اگر نہیں ہوں خجل اپنی چشم حیراں پر۔ سرا ئجو عرق عذر خواہ کس کا ہے۔ مری طرف سیں کہو جا چمن میں قمری کوں
اسیر سرو قیامت پناہ کس کا ہے۔

۱۰۲

جس[1] چمن میں وو شوخ لالہ ہوئے — گل لالہ وہاں کا پالا ہوئے ۳۰۹۷
جب کرے سیر باغ وو ساقی[2] — گل گلابی و لالہ پیالہ ہوئے
رن[3] میں تجھ عشق کے رہے قائم — جو جوانمرد اور جوالا ہوئے
وار پر وار مت کر اے ظالم — جس کے سینے میں زخم آلا ہوئے
ورد کرتا ہوں سو زباں سیں مدام — عمر تیری ہزار سالا ہوئے
غم کوں اس کے عزیز کیوں نہ رکھوں — جس نے خونِ جگر کوں پالا ہوئے
کشش بے خودی جیسے کھینچے — سب سیں یکبارگی نرالا ہوئے

ماہ رو جب جھلک دکھاوے سراج

شب تاریک میں اوجالا ہوئے

۱۰۳

یار کا عزم ہے سیرِ گلِ لالہ کرنے — گل لالہ کا جگر داغ سیں کالا کرنے ۳۱۰۵

---

[1] جب چمن میں وو سرو بالا ہوئے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] مست ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] دل میں تجھ عشق کے ۔ ۳۹۱ ا ۔

سبزۂ خط نے دیا حُسن کے گلشن کوں بہا　　یا نمودار ہوا چاند کوں ہالا کرنے

دانۂ اشک مرا[1] تار پلک میں موہن[2]　　روز سمرن ہے ترے نام کی مالا کرنے

حاکم عشق نے جب عقل کی تقصیر سنی[3]　　ہو غضب حکم دیا دیس نکالا کرنے

مستعد ہوں ترے زلفوں کی سیاہی لیکر　　صفحۂ نامۂ اعمال کوں کالا کرنے

انتظاری میں ترے رات گذر گئی ساری　　صبح ہوئی اب تو نکل جگ کوں اوجالا کرنے

ہے مرے یار کوں درکار مکاں رہنے کا[4]　　فکر ہے دل کی حویلی کا قبالا کرنے

یار[5] مہ رو نے دیا جلوۂ دیدار سراج
شب تاریک کوں عاشق کی اجالا کرنے

۱۰۴

بوالہوس کیوں تو ں راہ بھولا ہے　　عالم ظاہری ہیولا ہے ۳۱۱۳

دل کے صحرا میں[6] وحشی غم کوں　　آہ نہیں ہیم کا بگولا ہے

جب سیں دیکھا ہوں گلبدن کا جمال[7]　　میری انکھوں میں پھول پھولا ہے

---

۱ مرے۔ ح۔ ۲ پیوبن۔ بہ ۳۹۱ ا۔ ۳ سنا۔ بہ ۳۹۱ ا۔ ۴ کوں۔ ک۔ ۵ لی ہے امید شفاعت کی ہوا گرچہ سراج۔ مستعد نامہ اعمال کوں کالا کرنے۔ بہ ۳۹۱ ا۔ ۶ سیر کر آ دیکھ۔ بہ ۳۹۱ ا۔ ۷ مکھ۔ بہ ۳۹۱ ا۔

جس نے تجھ عشق کی شراب پیا   اُس نے[1] ہوش و خرد کوں بھولا ہے

اے سراج آج نالۂ جانکاہ

دل پہ فرہاد کا بسولا ہے

۱۰۵

اس سبز خط کی یاد اگر دل میں لائیے   لختِ جگر تراش زمرد بنائیے ۳۱۱۸

ہے دل میں یوں کی یاد میں خوش نگہ کی   ہرنوں کے اتفاق سیں جنگل بسائیے

اس سرو قد کے واسطے لازم ہی جیا کُ دل   لائق ہے اس زمیں کوں خیاباں بنائیے

شب خوں کا عزم ہے صفِ عشاق پر اگر   مسی لگا کے پان کے بیڑے چبائیے

ہم رنگ ہی فنا و بقا حسن و عشق کا   جس وقت اوسے لگا لئے مجھ کو چھپائیے

عاشق کوں آہ سرد ہے اور نالۂ بلند   اس زیر و بم سیں نوبت شاہی بجائیے

بوئے نسیم عشق سیں از بس کا ہی دم   گل کی کلی کی قبر میں جیتے سمائیے

جب حرف تیرے[2] شعلۂ غم کا لکھے سراج

جیوں تار شمع بال قلم کوں جلائیے

[1] اپنے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] میرے ۔ ۵۸۴ ا ۔

۱۰۶

یار کی وضع بے حجابی ہے　　شوخ ہے مست ہے شرابی ہے ٣١٢٦
تجکوں[١] عاشق دورنگ کیوں نہ کہیں　　زلف کالی ہے لب شہابی ہے
خال موزوں صنم کی ابرو پر　　نقطۂ فرد انتخابی ہے
کشورِ دل میں تجھ جدائی سیں　　ظلم ہے شور ہے خرابی ہے
دھوپ میں غم کی ہیں جو سایہ نشیں　　آفتاب ان کوں آفتابی ہے
دل کہ عرشِ خدا ہے اس کوں نہ توڑ　　عاشقوں کا[٢] سخن کتابی ہے

ہے[٣] خجل بسکہ آتشیں رو سیں
شمع شب میں سراج آبی ہے[٤]

۱۰۷

مجھ کوں ہر آن ترے درد سیں بہبودی ہے　　عشق[٥] بازی میں رخِ زرد زرِ سودی ہے ٣١٥٥

---

[١] پیو کوں اپنے ۔ ۳۹۱ ا ۔ [٢] اے سجن یہ ۔ ۳۹۱ ا ۔ [٣] ظلم مت کر سراج پر ظالم ۔ یہ ستم اس پہ بے حسابی ہے ۔ [٤] ۳۹۱ ا کا اضافہ شعر ۔ چہرۂ یار پر نقاب زری ۔ ماہتابی پہ آفتابی ہے ۔
[٥] عشق بازوں کوں ۔ ۳۹۱ ا ۔

زخمِ غم بیل ہے اور داغِ جفا بوٹا ہے — بریں مجھ دل کے عجب جامۂ محمودی ہے
جلوۂ[1] حسن دکھا کر اوسے گلزارِ خلیل — سوزِ بے تابیٔ دل آتشِ نمرودی ہے
مثلِ مجنوں ہے اوسے سیرِ بیاباں جاگیر — منصبِ عشق سیں عشاق کوں خوشنودی ہے
رام[2] کرتا ہے ہر ایک چشمِ غزالی کوں سراج
شعرِ پر سوز مرا نغمۂ داؤدی ہے

۱۰۸

۳۱۳۸ بن[3] دوست آنسووں کے شراروں کی کیا کمی — جس رات چاند نہیں ہے ستاروں کی کیا کمی
دل کے چمن میں داغِ محبت سیں یار کے — یک گل تو کیا ہے بلکہ ہزاروں کی کیا کمی
درکار نہیں ہے دام مرے دل کے صید کوں — اوس من ہرن کے زلف کے تاروں کی کیا کمی
شمشیرِ غم کے زخم حمائل ہوئے جسے — اس کے گلے میں پھول کے ہاروں کی کیا کمی
اس گلبدن کے عشق میں مانند عندلیب — پہلوئے دل میں آہ کے خاروں کی کیا کمی
داغِ جفا ہیں سینۂ سوزاں میں بے شمار — جلتے کھلے کے بیچ انگاروں کی کیا کمی

۱۔ آشنائی ستی کہ ہر سیں۔ ع ۲۹۱/ا۔ ۲۔ بند ہوئے آپ نمن طبع حسودانِ سراج۔ ع ۲۹۱/ا۔
۳۔ بیوبن مجھے انجھو۔ ع ۲۹۱/ا۔

مجھ دودِ آہ میں ہے نہاں فوجِ غم سراج
جب گرد ہوئے عیاں تو سواروں کی کیا کمی

۱۰۹

نقشِ[۱] حیرت ہے خیالِ امیدواری میں تری　　چشمِ[۲] دل کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں تری
بوجھتا ہے بسترِ آرام کوں دامِ بلا　　دل کوں ہے آرام شاید بے قراری میں تری
تجھ نگہ کی خوش[۳] ادائی نے کیا ہے قتلِ عام　　کیا قیامت آبداری ہے کٹاری میں تری
داغِ غم تیرے[۴] تغافل کی نشانی ہے مجھے　　جان جانے لگ رہوں گا یادگاری میں تری
اے سراج اب شعر تیرا[۵] یار کوں آیا پسند
کیا بلا کچھ سحر ہے معنی نگاری میں تری

۱۱۰

بار تجھ ہجر کا بھاری ہے خدا خیر کرے　　رات دن نالہ و زاری ہے خدا خیر کرے

۱ے کس ستی امید نہیں۔ م ۳۹۱ ا مہرباں ہو کر دکھا یکبار گی اپنی جھلک۔ مجہ نین کے پٹ کھلے ہیں انتظاری میں تری
عاشق بیتاب ہوں کر سرسکی ہو دخو ہے۔ بوالہوس ثابت نہیں رہنگی یاری میں تری۔ م ۳۹۱ ا۔ ۲ے عمر گئی ساری ہماری
بیقراری میں تری۔ م ۳۹۱ ا ۳ے شوخ ادائی۔ م ۵۸۴ ا۔ ۴ے گل۔ ک۔ ۵ے پیو کوں آیا ہے۔ م ۳۹۱ ا۔

سختیِ غم سیں مرے دل کا لہو پانی ہو / چشمِ گریاں ستی جاری ہے خدا خیر کرے
کب مرے چاند کے آنے سیں اوجالا ہوگا / ہجر کی رات اندھاری ہے خدا خیر کرے
چشمِ خونریز تری کی ہے عجب تند نگاہ / ہو بہو عین کٹاری ہے خدا خیر کرے
دلِ پُر آہ سیں میرے وو صنم ڈرتا ہیں / کالے ناگوں کی پٹاری ہے خدا خیر کرے
بسملِ عشق کوں ہرگز نہیں امیدِ حیات / زخم اس تیغ کا کاری ہے خدا خیر کرے

آشنا شعلۂ دوری سیں ہوا جانِ سراج
کاہ کوں آگ سیں یاری ہے خدا خیر کرے

۱۱۱

۳۱۵۷ لالہ اس گل بدن سیں باغی ہے / جب سیں باغی ہے تب سیں داغی ہے
شمع جلتی ہے بزم میں بے دود / شعلہ رو گرم بے دماغی ہے
باغِ الفت کا سیر کیونکہ کروں / نیند وحشت سیں کم فراغی ہے
جو ہوا ہے غبارِ کوچۂ آہ / خلوتِ عشق کا سراغی ہے

داغِ دل نے دیا مراد سراج
غم کی درگاہ کا چراغی ہے

۱۱۲

جس کوں تجھ غم سیں دل شگافی ہے مرہم وصل اس کوں شافی ہے ۳۱۶۲
ہوش کھوتے کوں مئے نہیں درکار گردشِ چشم مست کافی ہے
بے[1] خطی میں عیاں ہے سبزۂ خط تیرے[2] عارض میں لب کی صافی ہے
بخش میرے گناہ کوں آ مل خط نہیں یہ خطِ معافی ہے
گلبدن کوں کہو کہ سبر کوں آ آج ہر گل چمن میں لافی ہے
غضب یار سیں نہ ہو غمگیں جور نہیں مہر کی تلافی ہے
رشتۂ[3] آہ آتشیں سیں سراج
مجکوں ہر رات شعلہ بافی ہے

۱۱۳

گلستاں میں نہ بہیہ نرگس نہ سوسن اور چمیلی ہے مرے نازک بدن گل رنگ کی ہر ایک سہیلی ہے ۳۱۶۹
عجب عرس شہید چشم ساقی کے چراغاں ہیں کہ وہاں کا تیل عطرِ نرگس و عطار تیلی ہے

---

[1] سبزیٔ خط عیاں ہے اس لب سیں ۔ ۳۹۱ا ۔ [2] پیو کے ۔ ۳۹۱ا ۔ [3] تار پود فراق سیں سراج جامعہ آہ شعلہ بافی ہے ۔ ۳۹۱ا ۔

سینے ہیں بے نوا تیری جدائی کے محرم میں
گلے میں بلبلوں کے موج زنگ گل کی سیلی ہے

طبیعت نے مری سن لال تیرے لب کی دُرریزی
عجب مضموں کے موتی فکر کے دامن میں جھیلی ہے

سہی قدبن ہے دل سینہ میں بند دام تنہائی
قفس میں جس طرح سیں سروبن قمری اکیلی ہے

خیال نازک موئے کمر سمجھا نہیں جانا
نہ جانوں چیستاں ہے یا معمّا یا پہیلی ہے

تمہارے پنجۂ نازک سیں ہو ہم دست حیراں ہوں
رگ جاں یا ہے انگلی لختِ دل ہے یا ہتیلی ہے

دلِ حیراں میں میرے رہ کہ خاطر جمع ہو جاؤ
سراپا آرسی سیں ایک پتھر کی حویلی ہے

نہ خال و خط نہ زلف و چشم و لب دلگیر عاشق ہے
دلِ مجنوں نگاہ ناز سیں لیلیٰ نے لے لی ہے

شکر لب تلخ مت ہو نرش رو ہو کر نہ کر شورش
حلاوت زندگانی کی مرے حق میں کسیلی ہے

اگر وو شمع رو پُرخشم ہے اپنے پتنگوں پر
سراج ان بے کسوں کے حال کا اللہ بیلی ہے

۱۱۴

۳/۸۰ جو خوش قدوں کی صف میں امامی دیا تجھے
نقشِ دہن سیں خاتم نامی دیا تجھے

شاید کہ حق کی ذرّہ نوازی پہ تھی نظر
جیوں آفتاب حسن مدامی دیا تجھے

نرگس نے جب سنا کہ سخن آشنا ہے توں
انکھوں پہ لکھ قصیدہ جامی دیا تجھے

طاقت نہ تھی جو مجکوں جواب سلام کی
لے نقدِ دل کوں ہات سلامی دیا تجھے

کچھ آج کل سیں بندۂ بے زر نہیں سراج
روزِ ازل سیں خطِ غلامی دیا تجھے

۱۱۵

۳۱۸۵ جو کوئی شوخ کے پاس آنے نہ پاوے — غمِ بے قراری سنانے نہ پاوے
ہوا بند جو کوئی کہ زندانِ غم میں — بجز لختِ دل قوت کھانے نہ پاوے
مرے عشق کا راز پنہاں رہے کیوں — کہ بوُ مشک کی کوئی چھپانے نہ پاوے
شتابی گیا لالہ رو بر سیں میرے — کہ تا داغ دل کا دکھانے نہ پاوے
ارے دل مرا جان لے کر چلا ہے — خبردار ہو، جان جانے نہ پاوے
تری چشم خونی کوں اے شوخ سکھلا — غریبوں کوں ظالم ستانے نہ پاوے

سراج آتشِ ہجر میں ہے خبر لے
کہ یہ آگ اس کوں جلانے نہ پاوے

۱۱۶

۳۱۹۲ فدا کر جان اگر جانی یہی ہے — ارے دل! وقت بے جانی یہی ہے
یہی[1] قبرِ زلیخا سیں ہے آواز — اگر ہے یوسفِ ثانی یہی ہے

---

[1] زلیخا قبر میں سیں بولتی ہے۔ ۳۹۱ ا۔

نہیں[1] بجھتی ہے پیاس آنسو سیں لیکن — کریں کیا اب تو یہاں پانی ہی ہے
کسی عاشق کے مرنے کا نہیں ترس — مگر یہاں کی مسلمانی ہی ہے
برہ کا جان کندن ہے نپٹ سخت — شتاب آ مشکل آسانی ہی ہے
پروتا ہار پلک میں دانۂ اشک — کہ تسبیح سلیمانی ہی ہے
مجھے ظالم نے گریاں دیکھ بولا — کہ اس عالم میں طوفانی ہی ہے
زمیں پر یار کا نقشِ کفِ پا — ہمارا خط پیشانی ہی ہے
وو زلف پر شکن لگتی نہیں ہات — مجھے ساری پریشانی ہی ہے
نہ پھر ناں جان دینا اس گلی میں — دلِ بے جان کی بانی ہی ہے

کیا روشن چراغ دل کوں سیر
سراج اب فضل رحمانی ہی ہے[2]

۱۱۷

۳۲۰۳ شربت[3] دیدار کے بن زندگانی ہیچ ہے — بے[4] رخ ساقی حیات جاودانی ہیچ ہے

---

[1] انجھو سیں پیاس نہیں بجھتی ہے ۔ ۳۹۱ ا۔ [2] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ تری زلفاں میں دل لاچار ہے بند
فرنگستاں میں ایمانی ہی ہے۔ اگرچہ سب طرف معمور ہے دوست۔ نہیں دِستا سو حیرانی ہی ہے۔ پیو بنیا دل بولتا ہے ۳۹۱ ا
[4] جان جاناں بن ۔ ۳۹۱ ا۔

آرسی کوں اس قدر بخشا ہے فیض اس عکس نے　　جس مقابل خوبیٔ تصویر مانی ہیچ ہے
بزمِ عرفاں میں نہیں ہے احتیاجِ جامِ مے　　مستِ وحدت کوں شرابِ ارغوانی ہیچ ہے
خندۂ گل گریۂ ناسور ہے گل رو بغیر　　مجلسِ ماتم میں عیش و شادمانی ہیچ ہے
اس بہار بے بقا سیں جز فنا حاصل نہیں　　فصلِ گل میں بلبلوں کی شعر خوانی ہیچ ہے
دوستی اور دشمنی کا نہیں ہے ہرگز اعتبار　　مہربانی ہیچ ہے نامہربانی ہیچ ہے

اشک[1] بن باطل ہے فردِ چہرۂ زرد اے سراج
چشمِ خوں بیں نہیں تو رنگِ زعفرانی ہیچ ہے

۱۱۸

اے شوخ تری شوخ نگاہی نظر آئی　　سنتے تھے سبھوں سیں سو گواہی نظر آئی
جاں عشق کا طوفان ہے دیکھا ہوں میں اکثر　　وہاں عقل کی کشتی کوں تباہی نظر آئی
ہے نشۂ عشرت کا ترے غم میں تقید　　اس شرع کی کیا سخت مناہی نظر آئی
جمشید کوں دیکھا تو ترے در کا گدا تھا　　یہ دبدبہ و شوکت و شاہی نظر آئی
اے عقل نکل جا کہ دھنواں آہ کا نہیں ہے　　یہ عشق کے لشکر کی سیاہی نظر آئی

[1] بن انجھو۔ ۳۹۱/۱ ۔

عشاق کے آنسو کا بیان مجھ سیں نہ پوچھو حوتِ فلک اس بحر کی ماہی نظر آئی

دیکھا ہے سراج آتش و خاک آب[1] و ہوا کوں

سب میں صفتِ ذاتِ الٰہی نظر آئی

۱۱۹

عجب وو مہ کمر خورشید رو ہے نزاکت جس کے قد میں مو بمو ہے ۳۲۱۷

نہیں ہے اوس کوں طوبا کی تمنّا جسے اوس سرو قد کی آرزو ہے

ہوا ہے جس کے دل کا پیرہن چاک خیالِ تارِ زلف اوس کا رفو ہے

نمازی ہے طریقِ عاشقی میں جو کوئی آبِ نین سے باوضو ہے

اوسے ہے جلوۂ[2] دیدار بیشک جسے آئینۂ دل روبرو ہے

ہوا ہے جو شہیدِ تیغِ الفت صفِ عشاق میں وو سرخرو ہے

کیا ہے پردۂ دل جس نے فانوس

سراج اس کوں خیالِ شمع[3] رو ہے

---

۱ سیں - ح - ۲ آرزو - ک - ۳ ۳۹۱ ل کے اضافہ شعر - محبت کے نگر میں نہیں وسے با

جسے در کار شرم آبرو ہے - سراج اس کوں نہیں کو نین سیں کام - جسے در کار شرم آبرو ہے -

۱۲۰

شوق ہے کہ اپنا جی اُس قدم پہ جا دیجے — نوبت اپنے موسم کی اس گھڑی بجا دیجے ۳۲۲۴
حشر میں اگر پوچھیں ہم سیں طرز مظلومی — چاک کر گریباں کوں دھوم جا مچا دیجے
جس کا ہاتھ جا پہونچے گلبدن کے دامن لگ — اس کوں نکہتِ گل کی گرد میں ملا دیجے
کھینچ تیغ ابرو کوں آوتا ہے وو ظالم — چاہیے گلا اپنا بن چھری کٹا دیجے
کیوں پکار کر بلبل راز فاش کرتی ہے — شاخ گل کی سولی پر باغ بیچ چڑھا دیجے
ہائے جی کے سودے میں روز کا ہے ہنگامہ — چوک سیں عناصر کے یہ دکاں اٹھا دیجے
شعر وصف گلرو کا باغ میں اگر پڑھیے — بلبلوں کے سینے سیں داغ گل مٹا دیجے
سرو صحن گلشن میں سرکشی سیں[۱] پھرتا ہیں — حرف راست اُس قد کا ایک دم سنا دیجے

اے سراج ہر مصرع درد کا سمندر ہے
چاہیے سخن میرا آگ میں جلا دیجے

۱۲۱

ہے ختم تجھ پر نازک میانی — کرتا ہے جس پر یک موگرانی[۱] ۳۲۲۳

---

۱ یہ قائم ہے۔ ک و ۵۸۴ ا۔

زخم جگر نے کھولا ہے لب کوں — ظالم پلا جا[1] خنجر کا پانی
مثل سکندر حاصل ہے مجھ کوں — ملک جنوں کی صاحب قرانی
تجھ ہجر سیں ہے اے شوخ رعنا — رخ[2] زعفرانی اشک ارغوانی
گر آرزو ہے سیر چمن کی — آ دیکھ دل کے زخم نہانی
اس سرو قد کے رخ کے مقابل — ہے ہر چمن میں ہر گل خزانی
کرنے کوں قرباں تیرے[3] قدم پر — کرتی ہیں آنکھیں گوہر فشانی
کھویا ہے غم سیں اس سیم تن کے — مجھ رنگ رخ نے سونے کی بانی
اے[4] شمع رو دیکھ سوز سراج آج
اب وقت ہے یہ کر مہربانی

۱۲۲

۳۲۴۲ تیری آنکھوں میں کیا بلائے ہے — ہوش کھونے کوں نشۂ مے ہے
زاد بن راہ غم کوں طے کرنا — حق میں عاشق کے روزہ طے ہے

---

۱ تک۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲ مکھ۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳ پایا۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۴ درد سراج اب گذرا ہے حدسوں۔ ب ۳۹۱ ا۔

یار سیتی[1] کب ہے فرصت خلوت دل مرا ہو رقیب در پے ہے
عشق کا نام گرچہ ہے مشہور میں تعجب میں ہوں کہ شئے کیا ہے

مجھ[2] کوں ہر رات بزم غم میں سراج
آہ پر سوز نغمۂ نئے ہے

۱۲۳

مسکرا کر عاشقوں پر مہربانی کیجیے بلبلوں کی پاس خاطر گلفشانی کیجیے ۳۲۴۷
عشق نے ازبس دیا ہے زرد رنگی کا رواج ارغوانی آنسوؤں کوں زعفرانی کیجیے
مے کش غم کوں شب مہتاب ہے موئے سفید موسم پیری میں سامان جوانی کیجیے
ہجر کی راتوں میں لازم ہے بیان زلف یار[3] نیند تو جاتی رہی ہے قصہ خوانی کیجیے
یار جانی تو زمانے میں نپٹ کم یاب ہیں کیجیے دشمن اگر اپنا تو جانی کیجیے
مت ہو اے دل تو سدا بلبل ہزاروں پھول کا ایک باقی بوجھیے باقی کوں فانی کیجیے

سب سمندر متفق ہو مجھ کوں کہتے ہیں سراج
شعلہ رو کے وصف میں آتش زبانی[4] کیجیے

۱ جب میں جاتا ہوں پیو کے کوچے میں۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۲ دوست کے باج بزم غم میں سراج۔ ب ۳۹۱ ا۔ ۳ نار۔ک۔ ۴ بیانی۔ک

۱۲۴

۳۲۵۴ شہید تیغ[۱] الفت کوں حیات جاودانی ہے — جو اس چشمے[۲] ستی پانی پیا وو خضر ثانی ہے

کہاں ہر بوالہوس کوں تاب اس رخ[۳] کی تجلی کی — کہ موسیٰ کوں جواب "رب ارنی" "لن ترانی" ہے

ہر یک دم تشنگی سیں وا ہیں زخم دل کے لب ظالم — تری شمشیر ابرو میں کہاں کا شور پانی ہے

ہمارے نالۂ پرسوز سیں وسواس لازم ہے — نہ بوجھو اے صنم یہ آہ تیر آسمانی ہے

اگرچہ حسب ظاہر میں ہے مجھ سیں سرگراں لیکن
سراج[۴] اس یار کوں پنہاں نگاہ مہربانی ہے

۱۲۵

۳۲۵۹ گلبدن باغ میں جس وقت لٹکتا جاوے[۱] — خار حسرت جگر گل میں کھٹکتا جاوے

اس کے دامن کوں اگر ہاتھ لگاویں عاشق — تند ہو گرد کی مانند جھٹکتا جاوے

رشتۂ[۲] وقت کوں مشکل ہے مقابل ہونا[۳] — دیکھ کر شوخ کی شوخی کوں[۴] بھٹکتا جاوے

جب[۵] کرے عزم چمن سرو خراماں میرا — چشم قمری میں ہر ایک سرو کھٹکنا جاوے

۱۔ عشق کوں جگ میں۔ ۲ء ۳۹۱ ر۔ ۲۔ جو کوئی چندر بدن کوں جی دیا ہمیار ثانی ہے۔ ۳۹۱ا۔ ۳۔ کہو۔ ۲ء ۳۹۱ ا۔ ۴۔ ۲ء ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ سر جن کے قدم کی خاک خن میں عشق بازوں کے۔ نین کوں نوردیتی تو تیائے اصفہانی ہے۔ گل داغ جگر پر کرنہ جاوینگے قیامت لگ۔ پرت کی یادگاری میں محبت کی نشانی ہے۔ ۵۔ گرچہ رستم ہے ولے۔ ۲ء ۳۹۱ ا۔ ۶۔ بھٹکتا ہے۔ ۔ ۲ء ۳۹۱ ا کے اضافے سرو گلزار ادا جب کہ کرے سیر چمن۔ رشک سوں سرو کی انکھیاں میں کھٹکتا جاوے۔ آتش غم میں ہوا تاب سوں بے تاب سراج۔ تجھ جدائی کے دکھوں سیں پھٹکتا جاوے

مشعلِ جلوۂ معشوق ہی درکار سراجؔ
دل کہاں زلف کی گلیوں میں بھٹکتا جاوے

۱۲۶

۳۲۶۴ عجب یہ چہرہ دل پر جمالِ وحشت ہے — کہ جس پہ داغِ محبت سیں خالِ وحشت ہے
ہوا ہوں دشتِ جنوں میں سوارِ توسنِ غم — رکاب حلقۂ چشمِ غزالِ وحشت ہے
کہاں ہے آج مرا شوخ من ہرن یا رب — کہ جس بغیر[۱] مرے پر کمالِ وحشت ہے
ہوا ہے جب سیں مقابل وو چشمِ خونی کے — جبینِ آئینہ پر رنگِ آلِ وحشت ہے
نہ تابِ وصل نہ صبرِ فراق ہے شب و روز
عیاں سراجؔ کی سوزش سیں حالِ وحشت ہے

۱۲۷

۳۲۶۹ ہر ادا برچھی کی گویا ہول ہے — دل مرا جس ہول کا مقتول ہے
خار ہے اُس کی نظر میں برگِ گل — جس کلیجے میں برہ کی سول ہے
جس نے اپنا جی کیا جاناں کوں نذر[۲] — وو جنابِ عشق میں مقبول ہے

۱ کہ باج ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ کیے ۔ ک و ۳۹۱ ا ۔

طاقت افغاں مجھے کیوں کر رہے — خنجر چشم صنم مکحول ہے
سینۂ پرخوں مرا ہے لالہ زار — یہ دلِ صد چاک جس کا پھول ہے
بس کہ عنبر بیز ہے موہن کی زلف — مشک چیں اس کے قدم کی دھول ہے

مائل منقول نہیں مثل سراج
دل میں جو کوئی تابع معقول ہے

۱۲۸

گدائے کوچہ مے خانہ میر مئے پرستاں ہے — بہار گل میں ہر بلبل بشیر مئے پرستاں ہے ۳۲۷۶
شب تاریک میں حاصل ہے ان کوں سیر مہتابی — کہ دورِ جام مُل بدرِ منیر مئے پرستاں ہے
بتاتا ہے کرشمے بیٹھ کر مسجد میں ابرو کی — نگر وو نرگس مخمور پیر مئے پرستاں ہے
ہوا عہد الست ان کوں شکست توبۂ زبر میں — گلوئے شیشۂ مے دستگیر مئے پرستاں ہے

عیاں ہوتا ہے رنگ بادۂ مینائے سربستہ
سراج آئینۂ روشن ضمیر مئے پرستاں ہے

۱۲۹

عالم کے دوستوں میں مروت[1] نہیں رہی — شرم و حیا و مہر و شفقت نہیں رہی ۳۲۸۱

[1] محبت۔ ۲۹۱ و۔

ظاہر میں کیا رفیق کہاتے ہیں آپ کوں　　لیکن انوں کے دل میں محبت[۱] نہیں رہی

ملتے ہیں راستی سیں جو کوئی کج نظر ملے　　خوبوں میں پاک بازی کی حرمت نہیں رہی

ہر خار بوالہوس کی کیئے صحبت اختیار　　تو حسن گلرخوں میں لطافت نہیں رہی

نالائقوں میں عمر کوں کرنا عبث تلف　　ہم صحبتی کی ان میں لیاقت نہیں رہی

[۲] بھولے ہیں ہر صنم کے کرشمے پہ ہوش کوں　　ان زاہدوں میں کشف و کرامت نہیں رہی

سفلے ہوئے عزیز، عزیز اب ہوئے خراب　　بے جوہروں میں قدر شرافت نہیں رہی

مت ہو بہار گلشن دنیا کا عندلیب　　اس پھولبن میں بوئے رفاقت نہیں رہی

[۳] اب ذات حق بغیر نہ رکھ دوستی سراج

عالم میں آشنائی و الفت نہیں رہی

۱۳۰

۳۲۹۰ وو ماہ اگر مہر سیں آوے تو بجا ہے　　بیتاب ہوں دیدار دکھاوے تو بجا ہے

[۴] مجھ کوں نظر آتا ہے ہر ایک دم دم آخر　　کوئی مژدۂ دیدار سناوے تو بجا ہے

۱؎ شفقت۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ کھوتے ہیں۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳؎ حق کے بجز کسی۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴؎ ہم یک۔

تجہ ہجر میں ہے پھول مری انکھ میں پھولا　　　گر سیر گلستاں نہ سہاوے تو بجا ہے

ظاہر ہے مرے رنگ ستی شوق کی تصویر　　　صورت سیں معانی مرے پاوے تو بجا ہے

وو پھول مرا آج کدھر بھول پڑا ہے　　　دل بھول کہ پھولوں نہ سماوے تو بجا ہے

جو حرف محبت کوں کیا نوک زباں یاد　　　عالم کے خیالات بھلاوے تو بجا ہے

بھڑکے ہیں مرے دل میں برہ آگ کے شعلے

وو جان سراج آ کہ بجھاوے تو بجا ہے

۱۳۱

لب تشنۂ وصال ہوں کب[1] تاب ہے مجھے　　　آب حیات چشمۂ بے آب ہے مجھے ۳۲۹۷

راحت ہے مجھ کوں کوہ و بیاباں کی سیر میں　　　ہر برگ سبز بستر سنجاب ہے مجھے

ازبس کہ[2] بے قرار ہے آتش میں عشق کی　　　لخت جگر نمونۂ سیماب ہے مجھے

اس سبز خط کے[3] غم سیں ہوا ہوں تمام زرد　　　ہر اشک سرخ دانۂ عناب ہے مجھے

پتلی کی جانماز پر اب فرض ہوئی نماز　　　ابروئے قبلہ رو خم محراب ہے مجھے

۱؎ کاں ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ ۲؎ ہوں تجہ غم کی آگ میں ۔ ب ۳۹۱ ا ۔ ب ۳۹۱ میں اس شعر کا دوسرا مصرعہ بعد کے شعر کا مصرع ثانی ہے اور اس شعر کا دوسرا مصرعہ یہاں ہے۔ ۳؎ ہجر میں ازبس ۔ ب ۳۹۱ ا۔

کھولا ہے لب کوں تشنگی آب تیغ سیں　　ہر زخم سینہ دیدۂ بے خواب ہے مجھے

مہتاب[1] رو مرا نظر آیا ہے اے سراج

وو زلف عنبریں شب مہتاب ہے مجھے

۱۳۲

۲۳۰۴ درد مندوں کوں شراب دوستی کا جام دے　　بسملوں کے زخم دل کوں مرہم انعام دے

ہوں دعا گوئی میں تیری زیبا سیں اے صنم[2]　　مسکرا کر پیار سیں اس کے بدل دشنام دے

مہرباں ہو بلبل بے تاب کا احوال تو پوچھ　　اے صبا اس گلبدن کوں جا مرا پیغام دے

اے[3] دل اس کی دوستی تجہ کوں نکو نا تھا کیا　　جو کیا اس کام کوں آغاز تو انجام دے

بے دلوں کی دلدہی[4] کر اے دل و جاں سراج

بے قراروں کوں جدائی[5] کے تنک آرام دے

۱۳۳

۲۳۰۹ آئی ہے نو بہار دیوانوں کی بن گئی　　بن بن صدائے خندۂ گل ہر چمن[6] گئی

---

1 چندر مکھی۔ ۳۹۱ ر۔ 2 سجن۔ ۳۹۱ ا۔ 3 اے دل اس پیو کی وفاداری میں ثابت رکھ قدم۔ ۳۹۱ ا 4 داری۔ ۳۹۱ ا 5 سیں۔ ک۔ ۳۹۱ کے اضافہ شعر: عاشقی کے پنتھ میں لازم ہے سہو عقل و ہوش۔ پاک ہو دو نو جہاں سیں نیک و بد تج نام دے۔ دور کر تسبیح کوں گل میں ہر زنار ڈال۔ بے ریائی خوب کچھ ہے کفر لے اسلام دے۔ 6 چو کدن۔ ۳۹۱ ا۔

بر پا ہوا ہے خیمۂ گل صحن باغ میں　　　آوازِ بلبلوں کی طناب آج[1] تن گئی

شاید کہ عزم سیر گلستاں ہے یار کوں　　　لینے کوں پیشوا اسے بوئے سمن گئی

کیوں کھینچتے ہو ہم پہ تغافل کا تیغ جا　　　دل کی سپر نگاہ کے تیرؤں سے چھن گئی

مالی نے برگ گل میں لپیٹا ہزار شکر　　　بلبل موئے پر انت گلابی کفن گئی

سن نام تجھ نگین لب لعل کا صنم　　　کانِ یمن سیں آب عقیق یمن گئی

آتش میں غم کی خاک ہو ثابت قدم سراج

توں دیکھ شمع جل گئی پن بے سخن گئی

۱۳۴

وو صنم[2] خدا جانے کب جھلک دکھاوینگے　　　دل[3] کی آگ کے شعلے آ کہ کب بجھاوینگے ٢٣١٦

صبح عید ہے لیکن شام ہی مجھے اس بن[4]　　　عید ہوے گی اس دن جب ادھر کوں آوینگے

انتظار میں[5] ان کے جی مرا نکلتا ہے　　　اب امید ہے شاید مجھ پہ رحم لاوینگے

ہم کبیں چیرے ہیں جی کوں وار پھیرے ہیں　　　ہر طرح سیں تیرے ہیں اور زرے کہاوینگے

۱ ۔ کے ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۲ ۔ سجن ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۳ ۔ من ۔ ۳۹۱ ا ۔ ۴ ۔ موہن ۔ ۳۹۱ ا

۵ ۔ وعدے میں تن سیں جی ۔ ۳۹۱ ا ۔

خاکسار ہیں عاشق تجہ جناب عالی کے حشر لگ ترا دامن چھوڑ کر نہ جاوینگے

یا تو جان لیں میرا یا تو جی مجھے بخشیں آتش جدائی میں کب تلک جلاوینگے

اے سراج کرتے نہیں ہر کس کوں پروانہ

جو مرید ہووینگے سو مراد پاوینگے

۱۳۵

جلاکر باغ کوں بیٹھا ہوں سایہ میں ببولوں کے پڑے ہیں طوق وحشت سیں گلے میں ہار پھولوں کے ۳۳۲۳

سجائے جوئے شیر آنکھوں سیں آب اشک جاری ہے ہوئے ہیں کوہ کن ہم غم کی سولوں کے بسولوں کے

میں کیوں کر ہو سکوں جاں بر نزی ظالم نگاہوں سیں کہیں سچے تجھی ہیں مارے ہوئے برچھی کی بولوں کے

گیا دل ساتھ آہوں کے جدا ہو رشتہ جاں سیں پتنگ اکھڑا توڑا کر ڈور کوں مارے بگولوں کے

پتنگوں کوں بڑا دعویٰ تھا اپنی جاں نثاری کا

سراج آتش بین غم کی ہوش اوڑ گئے بوالفضولوں کے

۱۳۶

مجھے اس خوش[1] دہن کی آرزو ہے نگار[2] گل بدن کی آرزو ہے ۳۳۲۸

---

[1] گلبدن ۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] ہمیشہ خوش نین ۔ ۳۹۱ ا ۔

مرا دل تشنۂ کوثر نہیں ہے اسے چاہ ذقن کی آرزو ہے

تماشہ دیکھ زلف من ہرن کا اگر مشک ختن کی آرزو ہے

گلی میں اس پری رو کی گذر کر اگر سیر چمن کی آرزو ہے

مرے آنسو کوں دیکھ اے معدنِ حسن اگر دُرِّ عدن کی آرزو ہے

بیاضِ چشم پر لکھ ہر غزل کوں اگر میرے سخن کی آرزو ہے

سراج[۱] آتش میں غم کی خاک مت ہو

اگر تجھ کوں کفن کی آرزو ہے

۱۴۷

ترے رخ[۲] کی تجلی جب عیاں ہوئے برہ راتوں کی تاریکی نہاں ہوئے ۳۳۳۵

چلانے[۳] کوں خدنگ نوک[۴] مژگاں ترے ابرو کی کج شاخ کماں ہوئے

ادا و ناز کی شمشیر مت کھینچ نگہ کے تیر سیں خاطر نشاں ہوئے

مرے[۵] گل فام کی تعریف کرنے ہر یک گل کوں ہر ایک پکھڑی زباں ہوئے

۱؎ سراج اسکوں نہیں کوثر سوں مطلب۔ جسے چاہ ذقن کی آرزو ہے۔ ۲؎ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ رکھ ۳؎ ۳۹۱ ا۔ ۳؎ لگانے۔ ۴؎ ۳۹۱ ا۔ ۴؎ تیر کے۔ ۵؎ ۳۹۱ ا میں اسکی بجائے یہ شعر ہے۔ وفاداری میں ثابت ہوں کرم کر۔ ستم مت کر بہت اب امتحاں ہوئے۔

چمن میں اے سراج اس گلبدن بِن[1]
مرے حق میں صبا بادِ خزاں ہوئے

۱۳۸

مرا دل بندِ گیسو ہو گیا ہے
شہیدِ تیغِ ابرو ہو گیا ہے

تمہاری زلفِ مشکیں کا ہر ایک خم
مرے حق میں چکابو ہو گیا ہے

لکھوں کیا خوش لباسی کا تری وصف
ورق مسطر سیں اُتو ہو گیا ہے

ہوا ہوں زندگی سیں سیر ظالم
کہ تیرِ غم ترازو ہو گیا ہے

دلِ پروانہ خو میرا سراج آج
نثارِ آتشیں رو ہو گیا ہے

۱۳۹

شبِ ہجراں میں ہم کوں نالہ و زاری کا ساماں ہے
رُخِ زرد آہِ سرد و دیدۂ جاری کا ساماں ہے

۱؎ کے۔ ح۔ باج۔ ۳۹۱ ا۔

چمن پیرا ہے حسرت کوں ہمارے گلشنِ دل میں
بغیر گلبدن داغوں کی گل کاری کا ساماں ہے

خیالِ نرگسِ مخمور ہے ازبس کہ درد افزا
مزاجِ ناتواں میرے کوں بیماری کا ساماں ہے

مجھے آتا ہے رشک اُسکی گلی میں لے صبا مت جا
کہ پلکوں سیں مجھے بھی خاک برداری کا ساماں ہے

گلے میں طوق ہے انگلی کوں انگوٹھی کے حلقے سیں
تلاش نام واری سو گرفتاری کا ساماں ہے

چلا ہے باغ سیں گل کی کلی رکھ سر پہ وو گل رو
مگر خونیں دلوں کی آج دلداری کا ساماں ہے

سراج اس شمع رو کی گرم خوئی سیں ہوا روشن
کہ اس کوں ہم پتنگوں کی دل آزاری کا ساماں ہے

۱۴۰

۳۳۵۲ زلفِ[1] مشکین یار قہری ہے — کیا[2] قیامت کا ناگ زہری ہے

دھوپ میں غم کی تازگی ہے اُسے — دل نہیں ہے گل دوپہری ہے

ذاکرِ[3] غم کوں دل کے حلقے ہیں — نالہ و آہ ذکرِ جہری ہے

دامنِ[4] یار نہیں کناری دار — صفحہ جدول سنہری ہے

وحشی دشتِ بے خودی[5] ہے سراج
گرچہ عالم کے نزد شہری ہے

۱۴۱

۳۳۵۷ اس پری رُو کی اگر زلفِ رسا مجکوں ملے
رشتۂ[6] جمعیتِ بے انتہا مجکوں ملے

---

[1] کیا بلا تیری زلف۔ ۳۹۱ ا ۔ [2] دل کے ڈسنے کوں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [3] مجھ کوں تیرے برہ کے حلقے ہیں ۔ ۳۹۱ ا ۔ [4] پیو کے دامن پہ ہے کناری زر ۔ جدول اس ورق پہ سنہری ہے ۳۹۱ ا ۔ [5] ۳۹۱ ا کے اضافہ شعر۔ عشق کے راز میں جو واقف نہیں۔ مذہبِ عاشقاں میں دہری ہے ۔ جو کہ ڈوبا سو تھاہ نہیں پایا۔ کیا ندی تیرے غم کی گہری ہے ۔ [6] تا قیامت دوست۔ ۳۹۱ ا

سرخرو ہوں عشق کے جوہر شناسوں میں سدا
اشک خونیں سیں جو لعلِ بے بہا مجکوں ملے

دور ہوئے بیماریٔ غم خاطرِ ناشاد سیں
رہ گزر تیرے سیں گر خاکِ شفا مجکوں ملے

بلبلِ دل کوں میسر ہوئے سامانِ بہار
ایک دم گر شاہدِ گلگوں قبا مجکوں ملے

مرشدِ کامل سنی کہتے ہیں بات معرفت
قبلہ جا دیکھوں اگر قبلہ نما مجکوں ملے

فیضِ وحشت سیں مرے دل میں گزرتا ہے خیال
خانۂ زنجیر میں شاید کہ جا مجکوں ملے[1]

---

[1] ۳۹۱ اکے اضافہ شعر۔ جس نگر میں تجھ بِرہ کے درد سوں جاتا ہوں میں۔ آ و استقبال لینے مینوا مجھ کوں ملے۔ تو تیا ئے دیدۂ حیراں کروں گا شوق سوں۔ رسمہ خونی تری گرخاکپا مجھ کوں ملے۔ کشتیٔ دل کوں طباہی ہے رہ طوفان میں ناخدا اور کا نہیں ہے گر خدا مجھ کوں ملے۔ سینہ چاکی سوں عجب نہیں جو ہے فارغ اے سراج۔ ایک دم گر شاہد گل گوں قبا مجھ کوں ملے۔

جس طرف کوں اضطراب درد سیں جاوے سراج
اس زمیں سیں شعلۂ غم پیشوا جیہ کوں ملے

۱۴۲

مشتاق[1] ہے دم بھر جدائی دلبر گلرنگ کی　　　زندگی کیوں کر کٹے ہے بلبل دل تنگ کی ۳۳۹۸
ہے وو ظالم صلح میں بیگانہ اور جنگ آشنا　　　مصلحت کرنا برائے مصلحت کچھ جنگ کی
دل مرا اٹھا ہے سنگیں دل سیں جیہے کیا کروں　　　کس طرح شیشے سیں ہووے صحبت بیدار اس سنگ کی
یا الٰہی رحم کر ہم دل جلوں کے حال پر　　　دشت دل میں دوں لگی ہی عشق آتش رنگ کی
دشت وحشت میں بھٹکتا ہے مرا آہوے دل　　　بھول گئی ہے چوکڑی اب دانش و فرہنگ کی
عشق کے دریا کی لہروں کا مجھے اب تاب نیں　　　ان دنوں کشتی تباہ ہوئی ہی ناموس ننگ کی

توں سنے واسوز اگر میرے تو جل جاوے سراج
مت حقیقت مجہ سیں پوچھ اس شمع بیرنگ کی

۱۴۳

۳۴۰۵ آج ہر گل میں بہار اور ہی ہے　　　عندلیبوں کی پکار اور ہی ہے

۱ے بعد کی غزلیں ح میں نہیں ہیں۔

ہے کسی گلشن حیرت کی خبر چشمِ نرگس کا خمار اور ہی ہے
سرو قمری کا ادا فہموں میں طوق نہیں بلکہ یہ ہار اور ہی ہے
ہے نواسنج حقیقت کوں خیال دل کے طنبور کا تار اور ہی ہے
صورت غنچہ و پیکاں ہے ایک لیک ہر ایک میں خار اور ہی ہے
سرِ منصور ہے انگور نہیں شجرِ دار کا بار اور ہی ہے
ہر خس و خار کوں نہیں سوز سراج
شعلۂ جاں کا شرار اور ہی ہے

۱۴۴

شوخیِ برق کوں تو چاہے ہے تمکیں دیوے حیرت آئینہ کوں منصبِ تلویں دیوے ۳۳۷۸
حکمِ اکسیر کا رکھتی ہے ترے پاؤں کی گرد کیا عجب گر مرے سیما کوں تسکیں دیوے
نہیں ہے بیماریِ عاشق کوں دوا بن معشوق تب فرہاد کوں کوئی شربتِ شیریں دیوے
داد دیوے گی مرے عالمِ مشتاقی کی آرسی تجھ کوں اگر دیدۂ خود بیں دیوے
دامنِ طور میں گر جلوۂ مہ رو ہوئے سراج
شجرِ وادیِ ایمن گلِ نسریں دیوے

۱۴۵

۳۳۸۳ نہ ہووے کیوں[۱] سے فریادو زاری　　جسے ہے شوق کی بے اختیاری
نہیں آرام کوں آرام ہرگز　　ہوا دل میں قرار بے قراری
گل داغ جگر کوں تازہ کرنے　　ہوئی آنسو کی نہر انکھوں سے جاری
ترے لب پر نظر کر سرخی پان　　کئے ہیں عاشقوں نے جاں سپاری
سراج[۲] اس آتشیں رو کی جھلک دیکھ
پتنگوں نے کئے ہیں جاں نثاری

۱۴۶

۳۳۸۸ ہے ترے قد میں عجب طنازی　　جس کوں طوبا ستی ہے دم سازی
پھول جھڑتے ہیں تبسم سیں ترے　　ہے دہن یا گل آتش بازی
تو وہ[۳] دل بیچ صنم کرتا ہے　　نگہ تند سیں تیر اندازی
جب سیں پہنچی ہے مجھے نوبت عشق　　ہے مجھے تب سیں بلند آوازی

---

۱ انجھو کی نیر ہے انکھیاں سوں۔ نـ۳۹۱ ا۔ ۲ سراج آتش میں غم کی مضطرب ہے۔ شتابی آ دیکھ اسکی بے قراری۔ نـ۳۹۱ ا۔ ۳ تو وہ دل کوں میں کیا نمفا۔ نـ۳۹۱ ا۔

شعلۂ شمع محبت پہ سراج

مثلِ پروانہ کیا جاں بازی

۱۴۷

۳۴۹۳ خطاب[۱] طالب صادق سیں ہے اگر مانے   جو کچھ کہ جان کا ہے جاں[۲] جاں کوں جانے

احد کی ذات جدا نہیں صفات احمد سیں   پھٹا انار تو بکھرے انار کے دانے

خودی ہے کفر اگر ہم اٹھیں تو بہہ جاوے   ہمارے بعد خودی جانے یا خدا جانے

کھلا ہے راز[۳] کا بازار لا تو نقد یقیں   خرید عشق کا سودا ترا جو من مانے

جو کوئی طالب مستی ہیں کان دھر کہ سنیں   عجب مذاق کی کہتے ہیں بات مستانے

زباں ہیں شہد و شکر ول ہیں زہر رکھتے ہیں[۴]   کسا ہوں[۵] سب کوں جتنے آشنا ہیں بیگانے

مرے سیں دور کیا چاہتے ہیں سایۂ عشق   جتے ہیں شہر کے سیانے ہوئے ہیں دیوانے

عجب نہیں جو ہوا ہوں وو شمع رو کا پتنگ

ہیں[۶] تجھ سر پکے ہزاروں سراج پروانے

۱ے کہتا ہوں طالب صادق کوں بات۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۲ے معانے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۳ے تہہ۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۴ے پر۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۵ے پیا ہوں عاشق صادق ہوں کر کے پیچانے۔ ع ۳۹۱ ا۔ ۶ے اٹھی ہے قیمت دل اب خوبصورتاں سوں۔ تو ہوئے خزانہ غیبی آج پروانے

۱۴۸

جیتے ہی تم نے موت کی لذت چکھا چکے — ہم نے بھی جی سیں ہات اوٹھائے تم آچکے ۳۴۰۱
مجنوں بھی گرچہ خاک نشینی میں کم نہ تھا — ہم نے بھی اپنے وقت میں دہولیں اڑا چکے
جاتا نہیں ہے دل سیں خیال شکر لباں — ہر چند اوسکوں قصۂ شیریں سنا چکے
جب سیں سنے کہ عشق کوں زندی ضرور ہے — ہم عقل کی چناری ہوئی تختی مٹا چکے
عاشق کے رنگ زرد پر لازم ہے اب تو رحم — خوب اس طلا کوں تم نے کسے او تپا چکے
تیری گلی کی خاک میسّر نہ ہوئی ہمیں — اس کیمیا کے ذوق میں کیا کیا جلا چکے
میرا جو اعتقاد ترے سات ہے سو ہے — اوروں نے بھی بہت سے کرشمے دکھا چکے
اب لگ بھی ان کی روح ہم کوں کی مدد — کئی بار قبر حضرت مجنوں پہ جا چکے

دل سوز یاں سراج کی کرتے ہو تم عبث
جب شمع زندگی کو تم اس کی بجھا چکے

۱۴۹

پیام اس گلبدن کا گر مجھے باد صبا لاوے — چمن کوں چھوڑ کر بلبل مرے سیں التجا لاوے ۳۴۱۰
تری چشم سیہ سیں خوف کرتا ہے ہمارا دل — لگا کر تو تیا شاید کسی گھر پر بلا لاوے

۱؎ رکھتا۔ ۳۹۱ ا۔

تری ابروکوں گر دیکھے تو لازم ہے نمازی کوں　　اسی محراب میں شرطِ نمازِ دل بجا لاوے

دلِ نازک پہ میرے اس قدر سختی روا مت رکھ　　کہ سنگِ غم شکستِ شیشۂ دل کی صدا لاوے

عجب کیا ہے فلک گر روزِ شب لے چاند سورج کوں　　تصدّق[1] کوں ترے پرزر جدا گوہر جدا لاوے

جو کوئی غواص ہو کر اے سراج اس بحرِ حسرت کا
اگر جا انتہا لاوے تو دُرِّ بے بہا لاوے

۱۵۰

یار کے گر وصف قامت بیچ مطلع کیجیے　　سرو کی موزوں قدی آخر کا مصرعہ کیجیے ۲۴۱۶

زر سری کا رنگ اور یاقوت ہے آنسو میں جمع　　چاہیے اب دھکدھگی دل کی مرصع کیجیے

یار جد مہر پھینک عاشق کوں کیا لوہو سیں سرخ　　تارِ یوں کوں اوسکی سونے کا ملمع کیجیے

گلبدن کی ان دنوں میں گل سیں صحبت گرم ہے　　چاہیے اب بلبلوں کوں بینا مرجع کیجیے

تا رہے پنہاں نگاہِ غیر سیں یوسف مرا　　پردۂ اشک زلیخائی سیں برقع کیجیے

جس غزل میں ہوئے بیاں شامِ جدائی کا سراج
مطلعِ صبحِ قیامت وہاں کا مقطع کیجیے

---

[1] نچھاور۔ [۲] ۱۹۱ ا۔ [۳] ۱۹۱ د کا اضافہ شعر۔ گر دڑتا نہیں ہے قید سوں کیچو۔ جو کوئی بے جا مری فکرِ رسا اوپر خطا لاوے۔

۱۵۱

۳۴۲۲ خبر تحیر عشق سن نہ جنوں رہا نہ پری رہی — نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی

شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب[1] لباس برہنگی — نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

کبھی[2] سمت غیب سیں کیا ہوا کہ چمن ظہور[3] کا جل گیا — مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہو سو ہری رہی

نظر تغافل یار کا گلہ کس زباں سیں بیاں کروں — کہ شراب صد قدح آرزو خم دل میں تھی سو بھری رہی

وو عجب گھڑی تھی میں جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا — کہ[4] کتاب عقل کی طاق میں جوں دھری تھی تیوں ہی دھری رہی[5]

ترے جوش حیرت حسن کا اثر اس قدر سیں یہاں ہوا — کہ نہ آئینہ میں رہی جلا نہ پری کوں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتش عشق نے دل بے نوائے سراج کوں
نہ خطر رہا نہ حذر رہا[6] مگر ایک بے خطری رہی

۱۵۲

۳۴۲۹ اگر کچھ ہوش ہم رکھتے تو مستانے ہوئے ہوتے — پہنچتے جا لب ساقی کوں پیمانے ہوئے ہوتے

---

[1] ہیں ۔ ۳۹۱ و ۔ [2] چلی ۔ ۱۹۱ [3] سرور ۳۹۱ [4] کہ ۔ ۱۹۱ [5] کہ کتاب عقل کی طاق میں جیوں دھری تھی تیونہی دھری رہی ۔ ۳۹۱ و ۔

[6] سووہ

عبث ان شہروں میں وقت اپنا ہم کیے ضائع — کسی مجنوں کی صحبت بیٹھ دیوانے ہوئے ہوتے
نہ رکھتا میں یہاں گر الفت لیلیٰ نگاہوں کوں — تو مجنوں کی طرح عالم میں افسانے ہوئے ہوتے
اگر ہم آشنا ہوتے تری بیگانہ خوئی سیں — برائے مصلحت ظاہر میں بیگانے ہوئے ہوتے
زبس کافر ادایوں نے چلائے سنگ بے رحمی — اگر سب جمع کرتا میں تو بت خانے ہوئے ہوتے
نکرتا ضبط اگر میں گریۂ بے اختیاری کوں — گذرتا جس طرف بہہ پور ویرانے ہوئے ہوتے
نظر چشم خریداری سیں کرتا دلبر ناداں — اگر قطرے مرے آنسو کے دُردانے ہوئے ہوتے
محبت کے نشہ میں خاص انساں واسطے ورنہ — فرشتے بہہ شراب پی کہ مستانے ہوئے ہوتے
عوض اپنے گریباں کے کسی کی زلف ہات آتی — ہمارے ہات کے پنجے مگر شانے ہوئے ہوتے
تری شمشیر ابرو سیں ہوئے سنمکھ والا نہ — اجل کی تیغ سیں جیوں آرہ دندانے ہوئے ہوتے

مزہ جو عاشقی میں ہے سو معشوقی میں ہرگز نہیں
سراج[1] اب ہو چکے افسوس پروانے ہوئے ہوتے

۱۵۳

ہوس کی آنکھ سیں وو چہرۂ روشن نہ دیکھوگے — تو چہرہ تو کہاں اپن گوشہ دامن نہ دیکھوگے ۳۴۴

[1] نہوئے ۔ ب ۱۵۲۴ ۔

چھپانے ہو سو بے جا اس جمالِ حیرت افزا کوں
مری آنکھوں سیں دیکھو گے تو پھر دربیں نہ دیکھو گے

اگر اس خوش دہن کے لب پہ دیکھو رنگ مستی کا
تو پھر زنہار برگِ غنچۂ سوسن نہ دیکھو گے

اگر دیکھو گے عکس اس خط کا میری چشمِ گریاں میں
لبِ جو پر بہارِ سبزۂ گلشن نہ دیکھو گے

سراج اپنے سیں کیوں وسواس ہے اے شمع رو تم کوں
کسی عاشق کوں تم معشوق کا دشمن نہ دیکھو گے

۱۵۴

اگر وو لالۂ گل پیرہن چمن سیں اٹھے
چمن سیں رنگ اٹھے، بو گل سمن سیں اٹھے

جو کوئی کہ خوش دہنوں کے خیالِ خط میں موا
ہجوم شہر میں وو بستی و کفن سیں اٹھے

اگر کہوں دلِ پر سوز کے سپند کا حال
برنگِ شعلہ سخن مجمرِ دہن سیں اٹھے

ہمارے دردِ جگر کی اگر خبر پہنچے
غبارِ آہ وو زلفوں کی ہر شکن سیں اٹھے

چھپا ہے ماہ، وو خورشید رو کوں دیکھ سراج
طلوعِ صبح میں جوں شمع انجمن میں اٹھے

۱۵۵

آرزوئے دل سیں جو بسمل ہیں اس جلاد کے
صبحِ محشر میں نہیں ہیں لب کشا فریاد کے

تیشۂ شیرینِ غم کھا کر سلا ہیں مدام — جاں خراشاں معتقد نہیں مشربِ فرہاد کے

دیدۂ[1] اہلِ نظر گل رو کی صورت دیکھ کر — بلبلِ تصویر ہیں آئینۂ ایجاد کے

دیکھ کر اُس گلبدن کے قامتِ موزوں کی چھب — صحنِ گلشن میں اُڑے ہیں فاختے شمشاد کے

جب کیا جزوِ پریشانِ سخن شیرازہ بند — تھے برس چوبیس ہی عمرِ بے بنیاد کے

سالِ[2] ہجری تھے ہزار و یکصد و پنجاہ و یک — واقفِ علمِ لدنّی صاحبِ ارشاد کے

اے سراجؔ اس منتخب دیوان کے سب ریختے
جامۂ مژگانِ خوباں سب ہیں لائق صاد کے

۱۵۶

تری[3] زلفِ زُنّار کا تار ہے — کہ جس تار میں دل گرفتار ہے ۲۴۵۷

کرشمے کے لشکر میں وو شاہِ حسن — صفِ خوب رویاں کا سردار ہے

تلطف سیں پوچھے گا کب دردِ دل — ستمگر ہے سرکش عیار ہے

جسے دل خراشی نہیں عشق کی — طریقِ محبت میں بے کار ہے

سجن لطف کر نرگسِ باغ پر — تری چشمِ مے گوں کا بیمار ہے

۱؎ جگ کے سب۔ ۳۹۱ ا۔ ۲؎ ح ندارد۔ ۳۹۱ ا و ک ''پنجاہ و دو''۔ ۳؎ بعد کی غزلیں ۳۹۱ ا و ب کی اضافہ ہیں۔

شفا دے مجھے مرہم وصل سوں　　جگر پر مرے ہجر[1] کا وار ہے
شب ہجر میں گلبدن کے سراج
نظر میں مری شمع جیوں خار ہے

۱۵۷

۳۴۷۳ جو محبت کے نشے میں چور ہے　　گردنِ مینا اسے کافور ہے
جس ورق پر وصف ہے تجھ حسن کا　　وو ورق نیں برگ نخل طور ہے
زخم عاشق پر نمک رکھتے ہو تم　　یہ نمک نیں مرہم کافور ہے
تجھ نگہ سوں رنگ آتش ہے گداز　　آج مجمر خوشۂ انگور ہے
بس کہ دیکھا ہوں دو لعل شکریں　　چشم حیراں خانۂ زنبور ہے
منتظر ہوں ابروئے کشتی دکھا　　رنگ گل کی موج میں کیا پور ہے
وو کلیم وقت ہے اپنا سراج
جس نظر میں پیو رخ کا نور ہے

۱۵۸

۳۴۸۰ دل مرا بے قرار ہوتا ہے　　بسملِ انتظار ہوتا ہے

[1] وصل ۔ ۱۳۹/ا ۔

پیو کے دامن کا شوق ہے جیکوں　　خاک ہو جل غبار ہوتا ہے
گلِ گلشن سوں عار ہے مجھ کوں　　پیو بنا نوکِ خار ہوتا ہے
دل پہ میرے نہ کھینچ تیغِ ستم　　[یہہ] اگر آپ شکار ہوتا ہے
دل مرا تجھ ادا کے خنجر کا　　وار کھا وار وار ہوتا ہے
شوخ چالاک کی نگاہ کا تیر　　سپر دل سوں پار ہوتا ہے

جیو مرا پیو کا حال دیکھ سراج
ہر قدم پر نثار ہوتا ہے

۱۵۹

۳۴۷۸ منصور مئے عشق سیں سرشار ہوا ہے　　اس واسطے مینا اُسے جیوں دار ہوا ہے
زخمی کوں ترِے تیر کے مرہم کا اثر نہیں　　سینے کی سپر چیر کے وو پار ہوا ہے
وو سرو ادا جب سیں کیا سیرِ چمن کوں　　قمری کے گلے طوق جنوں ہار ہوا ہے
دیکھے سیں ترے زلف کی زنجیر مرا دل　　ہر تار کے سودے میں گرفتار ہوا ہے

ہے بس کہ تری چشم کا مشتاق سراج آج
نرگس کے تماشے ستی بیزار ہوا ہے

له تیرے ۔ م ۱۳۹۱

۱۶۰

مہربانی سیں مرے من کو لبھایا پیو نے
آگ مجھ دل کی محبّت سیں بجھایا پیو نے

ہجر کی رات کا سب درد دُساں کا کوں دَھر
جب مرے عشق کے احوال کوں پایا پیو نے

دل پژمردہ مرا غم سوں رہا تھا کُملا
مسکرا[1] پھول کی مانند ہنسایا پیو نے

بلبلِ دل کوں مرے ہوش سیں بے ہوش کیا
جب آپس عارض گلگوں کوں دکھایا پیو نے

کوئی کہے جاکے اُسے موم ہو مرے حق میں سجن
سنگدِل ہوکے برہ اگن بھڑکایا پیو نے

دیکھ کر مجھ کوں کیا شرم سیں چہرہ بہ نقاب
چاندنی چاند کی بدلی میں چھپایا پیو نے

---

[1] پیار سیں جیوں پھول ۔ ب

کس کوں جا سوز کہے سینۂ سوزاں کا سراج
عشق کی آگ نوے سر سیں لگایا پیو نے

۱۶۱

تجھ جدائی میں مرے سر پہ غضب کیسا ہے
رات آئی ہے مری جان کو دن بیتا ہے

عشق نے جس کے گریباں کوں کیا ہے صد چاک
سوزنِ آہ سیں لاچار اُسے سیتا ہے

غم کی پوتھی کوں پیا پاس کہاں لگ کھولوں
یہہ کہانی مرے احوال کی کون سنتا ہے

عاشقِ مست کوں کیا کام مئے ظاہر سوں
آپ میں آپ خونِ جگر پیتا ہے؛

اس قدر اُس کوں نراسی نکرو تم کہ سراج
اب تلگ وصل کی امید ستی جیتا ہے

۱۶۲

پیو سکنے جس نے جیو کوں ہارا ہے
ہوش و آرام سب بسارا ہے

مجھ کوں جادوگری سیں ظالم نے
تیغِ ابرو کی موٹھ مارا ہے

رحم کر اے سجن کہ عاشق نے
تجھ قدم پر سیں جیو کوں وارا ہے

دل مرا جیوں انار ہے صد چاک
زیبِ دستار کر ہزارا ہے

ماہ رو کے فراق میں ہر شب
ہر انجھو چشم کا ستارا ہے

داغ نیں مجھ جگر میں لالہ مثال — ہجر کی آگ کا انگارا ہے

مہربانی رکھو سراج اوپر
جب جان ہے تمہارا ہے

۱۶۳

تری انکھیاں میں سحر سامری ہے — ادا یا ناز یا جادوگری ہے ۳۵۰۲
نہووے کیوں جھلک سورج کی پامال — سجن کے سر پہ دستار زری ہے
ترے لب کی ہے اس کوں قدر معلوم — پرت بازار میں دل جوہری ہے
مثال بوئے مجھ دل کی گلی میں — خیال اس پیو کا شیشہ میں پری ہے
لکھا ہوں وصف اس نرگس نین کے — بجا ہے گر تخلص عنبری ہے
سجا ہے سرخ بھینٹا جب سیں پیو نے — مرے انجھواں کوں رنگ احمری ہے

سراج آئینہ رو کوں جس نے دیکھا
اسی کوں دولت اسکندری ہے

۱۶۴

جس کوں پیو کے ہجر کا بیراگ ہے — آہ کا مجلس میں اس کی راگ ہے ۳۵۰۹
کیوں نہوئے دل جل کے خاکستر من — آتشیں رو کی محبت آگ ہے

اے دل اُس کے زہر سیں دسواس کر　　زلف نیں ہے بلکہ کالا ناگ ہے
جب سیں لایا عشق نے فوجِ جنوں　　عقل کے لشکر میں بھاگا بھاگ ہے
طالع اسکندری رکھتا ہے سراج
روبروئے آئینہ رو کیا بھاگ ہے

۱۶۵

جو سجن کا خیال کرتا ہے　　سیرِ باغِ جمال کرتا ہے ۲۵۱۴
بسملِ تیغِ عشق دامن کوں　　اشکِ خونیں سیں لال کرتا ہے
رنگِ مہندی کیا عبث بدنام　　خونِ دل پائمال کرتا ہے
مفتیِ ناز نے دیا فتویٰ　　خونِ عاشق حلال کرتا ہے
دلِ وحشی کے صید کرنے کوں　　زلفِ مشکیں کوں جال کرتا ہے
روپ درسن دکھا دریغ نہ کر　　دل گدا ہو سوال کرتا ہے
نہیں عجب گر ہوا شہید سراج
نوکِ مژگاں کوں بھال کرتا ہے

۱۶۶

اول مری طرف سیں سجن کوں سلام ہے　　بعد از سلام یوں مرے دل کا پیام ہے ۲۵۲۱

ہو مہرباں کبھی تو مرے ساتھ بات کر فرخندہ بخت ہے جو ترا ہم کلام ہے

دیکھا نہیں ہوں روپ ترا جب سیں سیم تن کھانا تو مجھ کوں زہر ہے سونا حرام ہے

ہوں بے گناہ مجھ پہ کرم کی نگاہ کر کس نے کہا کہ جور و جفا خوب کام ہے

تیری جفا سیں کیونکہ شکایت کرے سراج

بندہ ہے خانہ زاد ہے کمتر غلام ہے

۱۶۶

۲۵۳ جو دل سیں غلام احمدی ہے حق سیں اسے فیض سرمدی ہے

شبنم کی نمن جو غم سیں رویا گل کا اسے فرش مسندی ہے

غم خانہ ہوا ہے سینہ تجھ باج ہر آہ چراغ مشہدی ہے

تجھ سیں ہوا سرفراز منصب گلشن میں گلاب یکصدی ہے

مکتب میں مرے جنوں کے مجنوں نادان ہے طفل ابجدی ہے

پکڑا ہوں کنارۂ جدائی جاری مرے اشک کی ندی ہے

محشر میں سراج کیا مجھے خوف

ایمان مرا محمدی ہے

۱۶۸

پیو کے آنے کا وقت آیا ہے　　جی کے جانے کا وقت آیا ہے ۳۵۳۳
نیم بسمل ہوں تیغ ابرو سیں　　تلملانے کا وقت آیا ہے
شب خلوت میں اس پری رو کوں　　دکھ سنانے کا وقت آیا ہے
ملک ویران کوں مرے دل کے　　پھر بسانے کا وقت آیا ہے
کب تلک ہجر کی اگن میں جلوں　　آ بجھانے کا وقت آیا ہے
پیو کے غم میں انجھو بہاتا ہوں　　کیا بہانے کا وقت آیا ہے
مثل پروانہ شمع رو پہ سراج　　دل جلانے کا وقت آیا ہے

۱۶۹

شب ہجر مجھ پہ بلا لائی ہے　　برہ آگ سینے میں سلگائی ہے ۳۵۴۰
جدائی کی پہنچی ہے نوبت مجھے　　دو دم زیر و بم آہ شہنائی ہے
یہاں لگ غم ہجر بھاری ہوا　　کہ کوہ اسکے پاسنگ میں رائی ہے
نہ برسے گا انجھو کا برسات کیوں　　مجھ انکھوں میں غم کی گھٹا چھائی ہے
ہوئی کج ادا ہم سیں تیری نگاہ　　تجھ ابرو نے شاید کہ سکھلائی ہے
دیا حق نے خون جگر کی غذا　　یہ نعمت مجھے غیب سیں آئی ہے

نہ ہوئے داخلِ بزمِ غم کیوں سراجؔ

محبت کی پروانگی پائی ہے

۱۷۰

۳۵۴۷ جس کوں تیرے نَیَن کی مستی ہے — روز و شب شغلِ مےٗ پرستی ہے

سوزِ پروانہ نیں مگر معلوم — شمع یہ حال دیکھ ہنستی ہے

تو فنا ہو اگر بقا چاہے — نیستی میں توں دیکھ ہستی ہے

سیر کر مَنْ عَرَفْ کے گلشن کا — گر تجھے ذوقِ حق پرستی ہے

اے سراجؔ اب نہ ہوئے کیوں طوفاں — نین بادل سیں جھڑ برستی ہے

۱۷۱

۳۵۵۲ پیو کا کاکل ہے ناگنی کالی — کیا بلا میری جان کوں پالی

صیدِ دل اس میں آ (کر) کیوں نہ پھنسے — پیو نے ڈالی ہے پیچ کی جالی

غیر کوں نیں مجال آنے کی — تجھ گلی کے چمن کا ہوں مالی

تیرے آنے کی آج سن کے خبر — مجھ کوں حاصل ہوئی (ہے) خوشحالی

اے گلستانِ ناز تجھ قد پر — وار ڈالا ہوں پھول کی ڈالی

زاہد ان میری قدر کیا جانیں — دل بغم ہے عشق سوں خالی

عشق دونوں طرف سوں ہوتا ہے		کیوں بجے ایک ہات سوں تالی

کیا سجا ہو ونے چہرۂ بلدار		سب سجو ہیں یہ سج ہے نروالی

تجھ بنا اے محمد محمود
نیں ہے کوئی سراج کوں والی

١٧٢

یو خط ترا نقاب رخ راز ہے مجھے		برگِ بنفشہ سرمۂ آواز ہے مجھے ٣٥٦١

تیری ہوائے وصل میں اور مژہ میانِ چشم		موجِ نگاہ شہپرِ پرواز ہے مجھے

ہے ضعف سیں زبسکہ مری آہ بے اثر		رنگِ پریدہ شعلۂ آواز ہے مجھے

پیری نے عاقبت مجھے اپنا کیا شکار		قدِ خمیدہ ناخنِ شہباز ہے مجھے

اوس سرو قد کے یار کی مجلس میں اے سراج
طوقِ گلوئے فاختہ دمساز ہے مجھے

متفرقات

فردیات، رباعیات، مستزاد، مخمسات وغیرہ

فردیات

توں اپنے حسن کی صافی پہ ہرگز خودنمامت ہو　　نہ سن اے سادہ رُو توں آرسی کی بات مُوں دیکھی
رُخ تیرا اے آفتابِ حسن و ماہِ دلبری　　دن کوں ہے سورج مکھی اور رات کوں گل چاندنی
اگر وو لالہ رُو گلشن میں آوے　　ہزارا پوست میں کیونکر سماوے
صنم کے ابروئے کج کا ہے نادر نیمچا خوش خم　　عجب میٹھا ہے وار اس کا مگر ٹکڑا ہے مصری کا
کئے رخصت جہاں کی دوستی ہم　　سلامیں کر سبھوں سیں ہاتھ اُٹھائے
مجھ طرف سے جا کہو آہو نین صیاد کوں　　دل میرا وحشی ہوا سینے میں ٹک آ رام کر
مدبھری آنکھوں میں تیری لال ڈورے ہیں غضب　　پوچھتا نہیں حال میرا اس نشوں کے ناز میں
نازک بدن سیں مت مل کئی بار میں کہا ہوں　　جا من تری خوشی ہے رسوائے عام ہوناں
لال میرے کوں کہوں جا کر ذرا کیا رنگ ہے　　باندھنو باندھا ہے کیوں چیرے پر اپنے خون کا
عالم میں بے بہا دُر اسے کیوں نہ بولئے　　دیتا ہے زیب جس کوں لباس بہادری

ہے پپیہا شور میں تجھ بن گھٹا آئی ہے جھوم — مجھ کوں لگتا ہے صنم ہر بوند بوندی کی کٹار

اب بھی اس بے برگ کوں مقصود کا پھل لینے دیو — قبر لیلیٰ کی بناؤ بید مجنوں کے تلے

تری آنکھیں نشے سیں اس قدر ہیں سرخ اے ساقی — کہ اس کا دیکھنا مجھ حق میں معجون گلابی ہے

غیرت سیتی تجھ حسن کی گلزار میں گل زار ہے — خوبی نہیں ہے پھول میں ہرگز ترے رخسار کی

جان شیریں کوں دیا دل پہ لگا کر تیشہ — جان کندن سیتی فرہاد کوں اب فرصت ہوئی

آشتی کوں ترک کر باندھا کمر مجھ قتل پہ — نہیں حصار اب دوسرا کوئی کمرچی پر بنے

دریائے قناعت میں آزاد جو ہو آیا — درکار نہیں ہرگز کشتی میں اسے لنگر

میں کہا "کیا عرق ہے تجھ رخ پر؟" — مسکرا کر کہا کہ "فتنہ ہے"

کہا میں یار کوں دیکھوں گا چہرہ — مجھے غصے سوں بولا "بیٹھ موں دیکھ"

قینچی پلک کی کھول کہ کاٹا ہوں غم کی رات — پھر کاٹنے لگے گا مجھے دن تو کیا کروں

نقش نگین جاں ہے ترا نام یا رسول — خاتم اوپر نوں ختم نبوت کی نگ ہوا

کیا کروں تجھ غم میں آنسو کا شمار — مجھ کوں تارے گنتے ساری رات گئی

مت باندھ خون ناحق عشاق پر کمر — میرا لہو پیو جو حنا پر قدم رکھو

ضعیفی میں نہیں درکار ہرگز مال اور دولت — سفیدی سر کی بوڑھوں کو بھی روپا ہے چاندی کا

گرچہ آسیب اس ذقن سیں دیا — لیکن آتی ہے مجھ کوں بوئے بہی

ظالم نے جب کہا کہ ارے میاں، سراج ہنوز! میں نے دیا جواب کہ "حاضر ہے" جی کہو"

زندگانی دردِ سر ہے یار بن کوئی ہمارے سر کوں آکر جھاڑ دے

رفوگر کوں کہاں طاقت کہ زخمِ عشق کوں ٹانکے اگر دیکھے میرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

نہیں [ہے] تاب مجھے سامنے ترے جاناں کہاں سراج کہاں آفتاب عالم تاب

آتشِ غم سیتی جلا ہے سراج اس کا دل اب کباب ہوئیگا۔

رُباعیات

۱

ہر آن ترے خیال میں ہوں مشغول　　یک بار نگاہ مہربانی سیں نہ بھول
بندہ ہوں ترا ہمیشہ جانؔ دل سیں　　اے قادرِ بے نیاز کر مجھ کوں قبول

۲

تھا عین نماز میں کہ ساقی آیا　　بھر ساغرِ مے میرے مقابل لایا
میں اس کوں اشارے سیں کہا تائب ہوں　　بولا کہ "شتاب پی، پیا سو پایا"

۳

آنسو کی میری نین سیتی دھار بہی　　ہر دھار ترے برہ میں خوں بار بہی
تجھ عشق کے رن میں دل میرا کام آیا　　اس کھیت میں آج خوب تلوار بہی

۴

تجھ غم میں ہے رنگ زرد باناں میرا　　دشوار ہے ہر کسی کوں پاناں میرا
درکار نہیں کہ تجھ گلی میں جاؤں　　آناں، ترا ہی ہے جاناں میرا

۵

رنجیدہ ہوا، وہ مہرباں مجھ سیتی حیف
ابروے تغافل کی مجھے مارا سیف
ہے خونِ جگر کی مجھ تیئں میں لالی
کیا خوب ہے نشۂ دوبالا کی کیف

۶

اس شوخ نے اب شیوۂ تمکین لیا
آئینِ جفا کا مذہب و دین لیا
ظالم نے ستم کیا مجھے بے کس بوجھ
ٹک آنکھ دکھا کے دل میرا چھین لیا

۷

مجھ دل پہ وفورِ غم نے باندھا ہے کھلا
ہر آن صنم کی تیغ میرا ہے گلا
کیا طرفہ لگن لگی ہے جانی سیں مجھے
دیکھوں تو حجاب اور نہ دیکھوں تو بلا

۸

اس شام جدائی میں مجھے آ دیکھو
الطاف و کرم کوں کار فرما دیکھو
خورشید ڈبا شفق کے لوہو میں تمام
ٹک اپنے شہید کا تماشا دیکھو

۹

جس حسن کے دیکھے سیں دو عالم دک ہے
اس حسن کے رہنے کا مکاں یہ جک ہے
یہ قرصِ سیاہ نہیں میری آنکھوں میں
مرشد کے جمال کی یہی عینک ہے

قصیدہ

آتش رسیدۂ احوال دیدہ غم دیدہ و دل ہجراں کشیدۂ خطاب بہ قاصد آہ
مناجات بجناب مرشد اللہ

کہاں رفیق موافق کہاں ہے یار ندیم	کہ اس کے پاس کرے رسم بندگی تقدیم
میری طرف سیں کہے اسکوں جا کہ عرض نیاز	پس از نیاز دعا و پس از دعا تسلیم
ولے کہ چشم حقیقت سیں خوب دیکھا ہوں	کہ غیر آہ نہیں مجکوں آشنائے قدیم
اے آہ جا کہ میری التماس یار سیں کر	کہ زخم ہجر سیں میرا جگر ہوا ہے دو نیم
طبیب درد جگر کوں میری خبر پہنچا	تپ فراق سیں ہوں بستر الم پہ سقیم
نہ ہوئے دور قیامت تلک یہ بیماری	دوائے لطف سیں جب لگ نہ ہوئے آپ حکیم
نہ دل میں تاب نہ آنکھوں میں خواب یکدم	خلاف نہیں ہے میرے بات کا خدا ہے علیم
ہوا ہے چشم کے چشمے سیں خون دل جاری	نہیں ہے تشنگی آب کوثر و تسنیم
کہاں ہے یار الف قد کہ بار ہجراں نے	خمیدہ مجکوں کیا ہے مثال حلقۂ میم

کہاں ہے آہ وو گوہر شناس مشتاقاں / کہ آنکھ کے ہے صدف میں ہر اشک دُرِّ یتیم
کہاں ہے وو گلِ خنداں کہ جس کے بن یارو / ہوا ہے سیر گلستاں بجائے نارِ جحیم
جگر کے باغ میں داغوں کے پھول پھولے ہیں / یہ آہِ سرد کی جب سیں ہی ہے بادِ نسیم
لگے ہیں ہجر کے شعلے دکھا بہارِ جمال / توں کر یہ آتشِ نمرود، باغِ ابراہیم
ہمیشہ مجکوں یہی آرزو ہے لے جاناں / کہ اپنا جان کروں اس قدم پہ جا تسلیم
حجابِ عشق ہے لیکن مدام مانعِ راہ / وگر نہ شوق ہر یکدم ہے مائلِ تعظیم
ہوا ہوں جی سیں بتنگ اب نہیں ہے تابِ فراق / حیاتِ خضر ہے حق میں میرے عذابِ الیم
شتاب آ کہ خبر لے کہ جان جاتا ہے / اڑینگے شوق ستی بعدِ مرگ عظامِ رمیم
کیا ہے کشورِ دل کوں خراب اور تاراج / ہجومِ عشق نے لایا ہے غم سیں فوجِ غنیم
ہمیشہ درس محبت کی ہے مجھے تکرار / دیا ہے جب ستی استادِ عشق نے تعلیم
طلائے خالص رنگِ زریر حاصل ہے / میری نگاہ میں مانندِ خاک ہے زر و سیم
تجلیاتِ محبت کوں کیوں نہ جا دیکھے / ہوا ہے شوق میرا طورِ بیخودی پہ کلیم
رہیں دامنِ صحرا میں خوار جیوں مجنوں / جنوں کے صحن میں حال ہے سیرِ ہفت اقلیم
نہیں ہوں گردشِ بے جا میں جیوں بناتُ النعش / ہوا ہوں قطب کے مانند درد و غم میں مقیم
اگرچہ جان نے جانے میں کچھ کمی نہ کیا / ترے وصال کی لیکن ہے مجھ امید قویم

میری امید کوں بر لا شتاب یا رحمان ‏ ‏ ‏ ‏ کہ جانتا ہوں تجھے اپنی بے کسی پہ رحیم
جمال مجکوں دکھا اپنے یار جانی کا ‏ ‏ ‏ ‏ کہ قلب صاف سے کرتا ہوں میں دعائے صمیم
مُراد خاطرِ غمگیں کوں کیوں نہ برلاوے ‏ ‏ ‏ ‏ کہ خاص و عام پہ یکساں ہے جس کا لطفِ عمیم
نہیں ہے طالبِ دیدار کوں خیالِ بہشت ‏ ‏ ‏ ‏ کہ زاہدوں کو سزاوار ہے بہشت نعیم
شفیع حشر سیں ہے آرزو مجھے بخشش ‏ ‏ ‏ ‏ اگرچہ سر سیں قدم لگ ہوں پر گناہِ اثیم

صدا ہے صرصرِ غم میں سراج بے پروا
لگا ہے ہات آسے دامنِ رسول کریم

مستزاد

۱

ہر صبح فلک پر ملک عالم بالا — قد دیکھ سجن کا
تسبیح کریں سبحان اللہ تعالیٰ — من کا لئے من کا
تجھ چہرۂ زرتار کے تاروں کی جھلک کی — انکھوں کوں نہیں تاب
شاید کہ نمودار[1] ہے عالم میں اُجالا — سورج کی کرن کا
اے سرو سہی داغِ جدائی کی خبر لے — رکھ عزم تماشا
پھولا ہے عجائب یہ ہزارا گلِ لالہ — مجھ دل کے چمن کا
تجھ ابروئے خوں ریز کی شمشیر کی اوجھڑ — ہے جس کے جگر پر
مردوں میں جہاں کے ہے جوانمرد جوالا — تجھ عشق کے رن کا

[1] نمایاں ہوا۔ [illegible] دیکھیے۔

برجا ہے اگر ہوش سے بیہوش ہوا ہوں — اے ساقی گلرو
۱۰ مجلس میں محبت کی ہوا نشہ دوبالا — تجھ جام نین کا
نسبت میں ترے حسن کی ہوئی پھول کی پکڑی — توں سب میں ہزارا
اور رخ کے مقابل تیرے کس جھاڑ کا پالا — ہے پات[1] سمن کا
دیدار کی سمرن ہے مجھ آنکھوں کوں سراج آج — پس کیوں نہ پھراویں
۱۴ پلکوں کی ہر انگلی ستی لے ہاتھ میں مالا — آنسو کے رتن کا

۳

اول تو ہمارے سیں نپٹ مہرووفا کا — اقرار کیا ہے
آخر کوں ہمیں قتل کر اس جوروجفا کا — انکار کیا ہے
بکھرے ہیں مرے ہوش کی تسبیح کے دانے — اے غارت ایماں
کافر ہو میرے دل نے تیرے زلف رسا کا — زنار کیا ہے
تجھ عشق کے بازار میں سوداگر غم نے — لے نقد خرد کوں
مجھ دل کے خریدار ستی جنس بلا کا — بیپار کیا ہے
سردفتر دیوان جنوں ہوے تو بجا ہے — عشاق کی صف میں
جس عاشق سرمست نے تجھ مدح وثنا کا — طومار کیا ہے

[1] برگ ۔ ۵۸۴ و

ہر نرگس مخمور کوں تجھ چشم کے ہوتے
اے رشکِ گلستاں
10 تقدیر کے مالی نے چمن بیچ سدا کا
بیمار کیا ہے
جس نے کہ کیا مجکوں غزل خوانِ محبت
جیوں بلبلِ نالاں
رخسار میرے دلبر گلرنگ قبا کا
گلزار کیا ہے
عشاق کے احوال طرف دیکھ کرم سیں
کر شکر کہ حق نے
14 اے جانِ سراج آج تجھے شاہ و گدا کا
سردار کیا ہے

۳

عاشق تو ترے وصل کے مشتاق کھڑے ہیں
اے دل کے پیارے
سر جائے تو پروا نہیں پر اب تو اڑے ہیں
ہیں سر سے اتارے
تجھ ابروئے خمدار کی شمشیر کے زخمی
تنہا نہ ہوئے ہم
کئی سر نری اس تیغ کی او جھڑ سے جھڑے ہیں
ہو کھیت پہ وارے
تجھ حسن کے زرگر نے انگوٹھی کوں دہن کی
مسی کا دے کندن
کیا گوہر دندان کے الماس جڑے ہیں
سب جوت میں نیارے
چھڑکا ہے تغافل سیں نمک جور و جفا کا
عاشق کے جگر پر
اس کان ملاحت کے عجب شور پڑے ہیں
کیا خلق میں سارے

آتی ہے ہنسی ڈھال کے سانچے میں ریا کے   زہاد کے تن کوں
زر گر نے حقیقت کے عجب ڈول گھڑے ہیں   قدرت کے سنوارے
ہے قامتِ رعنا کا ترے حلقہ بگوش آج   ہر سرو چمن میں
اس واسطے موجوں ستی پاؤں میں کڑے ہیں   پانی کے کنارے
سینے میں نہیں داغ "سراج" آتشِ غم سیں   از بسکہ جلا دل
مجھ آہ کے بہت پھول کے یہ پھول جھڑے ہیں   یا ٹوٹے ستارے

۴

تجھ زلف کی یہ باس گئی جب سیں ختن میں   ہے نافۂ آہو   پر مشک خطا سیں
ہر غنچہ دل تنگ ہوا پھول چمن میں   اے شوخ سمن بو   تجھ رُخ کی ہوا سیں
ہو خار ملے اس کی پلک تجھ کفِ پا کوں   ہے تجھ میں نزاکت   از بسکہ سراپا
جس وقت رکھے پانوں توں بلبل کے نین میں   اے دلبرِ گلرو   اس ناز و ادا سیں
اعراب خط و خال نقط چشم ہے مطلق   مصحف ہے ترا رُخ   اے آیتِ خوبی
ہے سورۂ اخلاص کی خواہش مرے من میں   بسم اللہ ابرو   ہے مدرسا سیں
یک روز کہا میں کہ ستم نہیں ہے مناسب   عشاق کے اوپر   سن بات ہماری
بے تاب ہیں اس غم سیں موئے لبعد کفن میں   اے کافر بد خو   بولا کہ "بلا سیں"

سوگند میرے حال پریشان کی موہن مانو تو کہوں میں کیوں زلف لپیٹی
جمعیت دل بند ہے ہر ایک شکن میں کھولو خم گیسو اب مہر و وفا سیں
یکبار تلطف سیں پلا شربت دیدار اے شوخ شفا دے بیمار ہوں غم کا
ہے مجکوں برہ درد جگر میں نہ بدن میں حاجت نہیں دارو کیا کام دوا سیں
مشتاق ہو دل سے میرے اشعار کوں سننے ہر آن سراج اب آتے ہیں پری رو
توں دیکھ میری طبع کے ہر ایک سخن میں کرتا ہوں میں جادو کیا فکر رسا سیں

۵

بازگشت

جاں بلب ہوں ہے کہاں وو دلبر جادو لقب
دلبر جادو لقب کے ہجر میں ہوں جاں بلب
بے ادب کوں آئینہ ہرگز نہ کر توں رو برو
رو برو تیرے ہوئی ہے آرسی کیا بے ادب
بے سبب ہم بے گناہوں پر روا مت کر ستم
کر ستم ہم کوں کیا ہے قتل کیوں توں اے بے سبب

زلف شب ہے اور ترا عارض ہے رشکِ آفتاب
آفتاب اب ہے ترا رخسار و تیری زلف شب
ہے غضب بے جا ہماری جان پر اے من ہرن
من ہرن تیر تغافل حق میں میرے ہے غضب
منتخب ہے مصرع موزوں وقدِ گلبدن
گلبدن کا وو خمِ ابرو ہے فردِ منتخب
مستحب ہے عشق کے مذہب میں ترکِ ماسوا
ماسوا سے باز آنا ہے سراج اب مستحب ۱۴

مخمسات

۱

عشاق ترے دام میں بے جان ہوئے ہیں　　تجھ زلف کے حلقے میں پریشان ہوئے ہیں
آئینہ دیدار کے حیران ہوئے ہیں　　گل دیکھ ترے رخ کوں پشیان ہوئے ہیں
شبنم ستی نم ہو عرق افشان ہوئے ہیں

لوہو میں تڑپتے ہیں ہزاروں دل بسمل　　تجھ ابروئے خوں ریز کی شمشیر کے گھائل
بے تاب ہیں بے صبر ہیں اے ظالم قاتل　　ٹک بھر ہیں آ ان پہ نپٹ حال ہے مشکل
تجھ عشق کے میدان میں غلطان ہوئے ہیں

باندھا ہے کمر ظلم پہ وو شوخ ستمگر　　ابرو کی لے شمشیر کرشمے کا لے خنجر
کھینچا ہے عجب ناز و ادا کا دیکھو لشکر　　حیران ہوں شاید غضب آیا ہے کسی پر
عشاق کے سب قتل کے سامان ہوئے ہیں

کھولے ہیں صنم جب ستی وو حلقۂ کاکل ۔۔۔ ہے رشک ستی پیچ میں او رتاب میں سنبل
زنہار مناسب نہیں یہ طرز تغافل ۔۔۔ کرتا نہیں احوال میرا دیکھ تامل
لے جان مرا، جان کر انجان ہوئے ہیں

دریائے محبت میں نہ آغاز نہ انجام ۔۔۔ کئی غرق ہوئے ان کا رہا نہیں ہے نشان نام
اے آفت جاں نوح کی کشتی کا نہیں کام ۔۔۔ کشتی کوں بھنووں کی نہ چھپا اے گلفام
گردش میں تری چشم کے طوفان ہوئے ہیں

مستوں کوں ترے عشق کی مستی کا اثر ہے ۔۔۔ بے ہوش ہیں عالم کی کہاں ان کوں خبر ہے
ہر لحظہ ا ئینٔہ شوق کے کشور کا سفر ہے ۔۔۔ مستی میں محبت کی گزک لخت جگر ہے
مجلس میں تری غم کی جو مہمان ہوئے ہیں

دیکھا ہوںؑ جفا دلبر بے مہر و وفا بن ۔۔۔ ہوںؒ جی سیں ہنگ اس صنم تنگ قبا بن
داغیؔ ہے عقیق جگر اس کان حیا بن ۔۔۔ روتا ہوں ؔسراج اس لب یاقوت نما بن
آنسو میرے اب لعل بدخشان ہوئے ہیں

لہ ہے جو کوئی اس چمن حسن کا دشمن۔ ۳۹۱ ا لہ سینے کوں کیا داغ سیتی بجت گلشن ۳۹۱ الوب
تہ حیراں ہے سراج اب تو دیکھا حسن کا درپن ۳۹۱ ا لہ تصور میں ترے لب کے مترنجن ۔ ۳۹۷

۲

برہ کا درد ہوا جب سیں ہمدم جانی
لہو کیا ہے میرے دل کوں اور لہو پانی
ہوا ہوں شوق کی آتش میں خاک کہ فانی
طرب کے مصر میں ہے جس بغیر ویرانی
کہاں گیا ہے مرا آج یوسفِ ثانی

طپش ہے درد قیامت ہے آہ و زاری ہے
ستم ہے ظلم ہے آفت ہے بیقراری ہے
غمِ فراق مرے دل پہ آج بھاری ہے
نہیں ہے تاب مجھے زخمِ عشق کاری ہے
کرو نگاہ کے خنجر سیں مشکل آسانی

ہوا ہوں مست ترے شوق کی شراب سیتی
بہارِ عشق ہے اشک رواں کے آب سیتی
نہیں ہے کام مجھے ہرگز آفتاب سیتی
ہوا ہے گل کہ لہو تیرے رخ کی تاب سیتی
دل شہید مگر لعل ہے بدخشانی

میرے جگر میں دہکتا ہے غم کا انگارا
بغیر وصل نہیں میرے درد کا چارا
رواں ہے اشک کا پانی پلک سے فوارا
کیا ہوں عشق کے مکتب میں دل کوں سیپارا
زبانِ شوق سے کرتا ہوں ذکر قرآنی

۱؎ کا ۳۸۵ ز ۲؎ کے۔ ۳۸۵ ز ۳؎ ہے مجھ جگر کی انگیٹھی میں غم کا انگارا ۳۹۱ ز
۴؎ میرے نین سے رواں ہے انجھو کا ۳۹۱ ز۔ ۵؎ کا ۳۹۱ ز۔

بہارِ غم میں دل بے قرار بکھرے ہیں چمن میں درد کے بے اختیار بکھرے ہیں
ہوا ہے عشق میں مثلِ غبار بکھرے ہیں تمہاری زلف کے جس دن سے تار بکھرے ہیں
ہوئی ہے جمع میرے پاس سب پریشانی

جگر کے داغ سیں لالا کھلا ہے دل میں اگر ہے ذوقِ تماشا تو آ مرے دل میں
بغیر تیرے نہیں مدعا مرے دل میں ہے وردِ سورۂ یوسف سدا مرے دل میں
تیرے خیال سے اے رشکِ ماہِ کنعانی

ہر ایک نالۂ سوزاں ہے صورِ اسرافیل عجب نہیں کہ جلیں اس سبب پرِ جبریل
گناہِ عشق سیں ہوں خنجرِ رضا کا قتیل صنم کے عشق کے کعبے میں مثلِ اسمٰعیل
سراجؔ شوق سیں دل کے ہوا ہے قربانی

۳

تیرے فراق میں مہتاب تاب کیا جانے شکیب و طاقت و آرام و خواب کیا جانے
برہ کی بزم میں چنگ و رباب کیا جانے بغیر خونِ جگر کے شراب کیا جانے
گزک جو پارۂ دل ہے کباب کیا جانے

۱؎ ۲۹۱ ا میں ۱ حسب ذیل ہے۔ نیز اس میں دوسرا بند بعنوان [illegible] ستم ز سے گر کہوں تو بجا ہے تجھے اے دلِ ندیم
تری نگاہ کے خنجر [illegible] ہے [illegible] عجب نہیں جو ہر ایک شک ہوئے [illegible] میرے [illegible] سے برستا ہے ابرِ نیسانی۔

۲؎ ہے تیرے غم پر ہر ایک آہ ۔ ۳۹۱ د ۳؎ آہو سک نیر کی بستی میں مجنوں سیں اصل ۲۹۱ ل۔

کیا ہے مثل حنا غم نے پائمال اپناں　　خیال غیر کوں کھو کر دیا خیال اپناں
شہید عشق کہے کس زباں سیں حال اپناں　　حجاب وصل میں بھولا ہوں قیل و قال اپناں
لب خموش سوال و جواب کیا جانے

مثال برق مرے قتل پر غضب سے کڑک　　چڑھا کے گوشہ ابرو نگہ کی سیف شڑک
ہوا ہے یار ستم پر ہمارے کیا نڈرک　　کہ جس عتاب کے دیکھے سبھی گئے ہیں ہوش پھڑک
تمام شوخ ہے طرز حجاب کیا جانے

ہوا سوار وو صیاد من ہرن جس دم　　شکار آہوے دل پر نگہ کا کھینچ علم
کیا ہے دامن زیں عاشقوں کے خون سیں نم　　رکھا ہے لطف و کرم سیں میرے نین میں قدم
زبسکہ مست ادا ہے رکاب کیا جانے

لیا ہوں درس تجہ ابروسیں لاجوابی کا　　مجھے خیال ہے نت فرد انتخابی کا
عجب ہے مطلع برجستہ بے حجابی کا　　سبق لیا ہے جو کوئی چہرۂ کتابی کا
ہوا ہے قابل حیرت کتاب کیا جانے

ورق پہ لخت جگر کے لکھا ہوں یار کا نام　　مری نظر میں برابر ہے کفر اور اسلام
کہاں ہے گرمی دوزخ سیں مجھ کوں خوف علام　　برہ اگن میں جلے کوں نہیں بہشت سیں کام
بروز حشر ثواب عذاب کیا جانے

هزار شکر کہ وہ شوخ فتنہ گر آیا   عتابِ ناز و تغافل سیں جلوہ گر آیا
نگار لب شکر و یار سیم بر آیا   جمال ہوش ربا اُس کا جب نظر آیا
سراج قدر مہ و آفتاب کیا جانے

۴

ہلال ابرو کی شہرت جابجا ہے   ولیکن ان دنوں میں کم نما ہے
مگر بیگانگی سیں آشنا ہے   یہی مصرع شہیدوں کی صدا ہے
تغافل یا قیامت یا بلا ہے

عجب پایا ہوں اس سونے میں سوناں   کہ آیا خواب میں موہن سلوناں
بجا ہے ہوش کھوناں، محو ہوناں   میرے پہ پیار کا کرتا ہے ٹوناں
لقب جس شوخ کا جادو ادا ہے

ترے بن اے ستمگر اس قدر کے   لگے ہیں ہجر کے کُتّے کے چرکے
کہ اڑ گئے پھول سب دل کی سپر کے   حقیقت کوں میرے چاک جگر کے
گلِ صد برگ پر لکھنا روا ہے

لگا ہے آتشِ غم کا بھبوکا   اُٹھا ہے دل میں شعلہ آرزو کا

لہ بہو - ص ۳۹۱ ا۔ ۲ہ تجہ جدائی۔ ص ۳۹۱ ا۔ ۳ہ ہمیشہ کام جاری ہے انجھو۔ ص ۳۹۱ ا۔

ہوا ہوں وصل کی نعمت کا بھوکا ترے غم کوں کہ پیاسا ہے لہو کا
غذائے لختِ دل کی اشتہا ہے

تم اول دل میں آکر جا کئے ہو برہ کے بن میں پھر تنہا کئے ہو
نپٹ بے رحم ہو تم کیا کئے ہو نین کے دور میں رسوا کئے ہو
عبث مجھ بیگنہ پر تو تپا ہے

پرت کی راہ کی مت پوچھ توں بات کہ ہے ہر ہر قدم پر جان کی گھات
برستا ہے یہاں تیروں کا برسات اے دل ہشیار رہ او سان رکھ ہات
یہی تو عاشقی کی ابتدا ہے

رہو آکر میری آنکھوں کے غم میں پڑے ناسور غم کے مجھ جگر میں
تمہاری ہر تغافل کی نظر میں ہوئے ہیں کئی ہزاروں دل کے برسے
نگہ ہے یا مگر تیرِ قضا ہے

اٹھا میرے کلیجے میں برہ درد ہوا ہوں سنگ غم کا سایہ پر درد
بدن ہے ناتواں اور رنگ ہے زرد لب خشک و دل گرم و دم سرد
مجھے اس کی گلی دار الشفا ہے

ے کہاں سبب غم نے خوں کیا مجھ؟ ٭ جمال اس جان جاں کا دیکھا مجھ ؟ ٭ برہ کے درد کی دارو بتا مجھ ٭ تمام احوال سنکر یوں کہا مجھ ؟ ٭ گلی دلدار کی دار الشفا ہے ۔ ص ۳۹۱ ا

پرم کوچے میں اول تو نہ چلناں   چلے تو یہاں سیں پھر ہرگز نہ ٹلناں
مثال قطب اس جا سیں نہ ہلناں   بجا ہے اے سراج آتش میں جلناں
پتنگوں کی یہی آخر سزا ہے

۵

تم اک پل میں دل کوں گرفتار کر چلے   اپنی پرت کا جال گلے ہار کر چلے
زنجیر بند زلف گرہ وار کر چلے   ناحق شہید ابروے خمدار کر چلے
جانے کہاں ہو اب تو مجھے مار کر چلے

ہو گئے اگر جدا دل حیرت شعار سیں   آنکھیں کھلی رہینگی سدا انتظار سیں
سب جائیگا قرار دل بے قرار سیں   دل کے پرت نگر کوں بسائے تھے پیار سیں
پھر کیوں غضب سیں مار کہ مسمار کر چلے

چیتم سیں میں کہا کہ تمہارا ہوں جاں فشاں   کیا ہوئیگا جو ہونگے مرے غم کے قدرداں
چلتے میں سن کے بات کھڑے رہ کہ یک زماں   پھر کر غضب سیں دیکھ کر ابرو کی لے کماں
دل کی سپر سیں تیر نگہ پار کر چلے

تاریک تھی مدام شبستان دوستی   روشن کئے تم آ کہ چراغان دوستی

---

۵ آ کے۔ ع ک ش ۱۔

سیکھے ہو کس سیں راست کھو شانِ دوستی
رستے میں دل کے کھول کے دکانِ دوستی
سودائیوں کی گرمیٔ بازار کر چلے

عالم کوں کر کے ناز کے توسن کا پائمال
آئے ہمارے قتل کا رکھ دل میں تم خیال
مژگاں کی صاف لیس جیسے تھی نگہ کی بھال
آنکھوں کی اپنی ترکشِ پر تیر سیں نکال
لختِ جگر برابر سوفار کر چلے

ہوں زلفِ مشکبو کی گلی کے سراغ میں
اب مشک ناپسند ہے میرے دماغ میں
ہے گلبدن کی یاد دلِ داغ داغ میں
لالا کے پھول کیوں نہ کھلیں دل کے باغ میں
اپنے برہ کے داغ سیں گلزار کر چلے

گستاخ ہو میں ان سے کہا اپنے جی کی بات
مت جاؤ یا چلے تو مجھے بھی رکھو سنگات
اس دو میں ایک ہوئے تو نہیں ملو گے آت ؟
ہوتا ہے پل میں قطع میرا رشتۂ حیات
دونوں سخن نہ مان نرا دھار کر چلے

کہتا ہوں بیخودی سبب مجھے تار نہیں رہی
جلنے میں میرے جان کے کچھ بار نہیں رہی
اب کیا کہوں کہ حاجتِ اظہار نہیں رہی
میری زباں کوں طاقتِ گفتار نہیں رہی
حیراں مثالِ صورتِ دیوار کر چلے

---

۵ لخت جگر بار برابر [illegible] و ـ

جاناں نے جب کہ دیکھے مجھے غم سیں لاعلاج ہو مہرباں کہے کہ نہ ہو بے قرار آج
آتے ہیں پھر کے جلد، رکھ اپناں بجا مزاج اب لگ جیا ہے وصل کی امید پر سراج
اس واسطے کہ وعدۂ دیدار کر چلے

٦

عالم کے خوش قدوں میں توں بے مثال ہیگا گلزار دوستی کا توں نونہال ہیگا
تجہ سار کا جہاں میں پاناں محال ہیگا موہن تیری بھنووں کا جب سیں خیال ہیگا
مجہ دل کی آرسی میں عکس ہلال ہیگا

اے شاہ فوج خوباں بوجہا ہوں میں تری اڑ تیری رضا اگر ہے کر سر ستی جدا دھڑ
جھبکی نین کی سُبلا، غمزے کی ہول آ، جڑ بے باک بھبک ظالم مجہ پر نگہ کی او جھڑ
عاشق کا خون کرناں تجہ کوں حلال ہیگا

ہے تجہ عقیق لب کی شہرت یمن میں جاناں تجہ زلف کی نہیں بو مشک ختن میں جاناں
آیا توں سیر کرنے جب پھول بن میں جاناں تجہ چشم و رخ کے دیکھے صحنِ چمن میں جاناں
نرگس ہوئی ہے باندی، گل پائمال ہیگا

یارب لگی ہے مجہ کوں شمشیر عشق کاری اب نہیں ہے تاب دوری غم کا ہے بوجہ بھاری

ہ سب جگ کے گلزاراں ۔ ص ۲۹۱ ر ۔

خاطر میں اس کے نہیں ہے عاشق کی بے قراری بیڑا اپنا کے دل لگا کرتا ہوں جاں سپاری
لیکن صنم کی نسبت سوں کا اُکال ہیگا

عالم کے گلرخوں میں لطف و کرم کی بو نہیں جز شیوۂ تغافل مہر و وفا کی بو نہیں
سب ہیں اسی طرح کے کچھ ان میں ایک تو نہیں دلدار کی گلی میں عاشق کوں آبرو نہیں
اس دشتِ کربلا میں پانی کا کال ہیگا

اغیار سیں غرض کیا دل میں سدا ہے موہن اوروں سے کام کیا ہے جب آشنا ہے موہن
ہر چند حسبِ ظاہر مجھ سیں جدا ہے موہن آنکھوں کی پتلیوں میں آ کر بسا ہے موہن
خلوت میں بیخودی کی ہر دم وصال ہیگا

زاہد کوں بند کرنے بھکرا ہے دامِ مذہب نہیں جانتا جہاں میں کوئی عاشقوں کا مطلب
ہر بوالہوس کوں مشکل ہے عاشقی کا مذہب پروانہ بولتا ہے مجھ کوں سراج ہر شب
آتش میں عاشقی کی جلناں محال ہیگا

عشق ہے عشق کہ آئینۂ انسان ہوا عشق ہے عشق کہ آپہی آپ میں حیران ہوا

۱؎ م ۱۹ میں تین مصرعے مختلف ہیں۔

بے چاک جیوں کتاں دل سو روکے یاج ہر شب ؛ شربت بے خونِ دل کا مجھ کوں علاج ہر شب ؛ سینے کے تخت اوپر ہے غم کا راج ہر شب۔

عشق ہے عشق کہ سب جان کے انجان ہوا[1] عشق ہے عشق کہ ہر جسم میں آ جان ہوا
عشق ہے عشق کہ جسمیں عشق کا منڈان ہوا

عشق ہے عشق نبیؐ جگ میں چلایا چالی[2] عشق ہے عشق کہ ہے گلشن دل کا مالی
عشق ہے عشق کہیں پھول ہوا کہیں ڈالی عشق ہے عشق کہ سبزی ہے کہیں کہیں مالی
عشق ہے عشق کہ رنگ گل امکان ہوا

عشق ہے عشق کہ عاشق کوں دیا عجز و نیاز عشق ہے عشق کہ معشوق کوں ہے عشوہ و ناز
عشق ہے عشق کہ ظاہر میں ہے تصویر مجاز عشق ہے عشق کہ باطن میں مجازی کا ہے راز
عشق ہے عشق کہ شاہنشہ ذیشان ہوا

عشق ہے عشق کہ تصویر محمد آیا عشق ہے عشق کہ حیدر کی صفت دکھلایا
عشق ہے عشق کہ خود فاطمہ جا کھلایا عشق ہے عشق کہ حسنین کی صورت پایا
عشق ہے عشق کہ خود واقف عرفان ہوا

عشق ہے عشق کہ اغیار کوں لا یار کرے عشق ہے عشق کہ وحشی کوں گرفتار کرے
عشق ہے عشق کہ گرم آہ کا بازار کرے عشق ہے عشق کہ تسبیح کوں زنّار کرے
عشق ہے عشق کہ غارت گر ایمان ہوا

---

۱ کرنے ۔ ح ۔ ۔ کہ نئی ۲۹۱ د ۲ وسہ کیں ۵۸۴ د ۔

عشق ہے عشق کہ جس بات میں ہے من کی روڑ عشق ہے عشق کہ عالم میں اسی کا ہے شور
عشق ہے عشق کہ کہیں سانجھ ہوا ہے کہیں بھور عشق ہے عشق کہیں چاند ہوا کہیں ہے چکور
عشق ہے عشق کہ سب روپ میں تابان ہوا

عشق ہے عشق کہ دیتے اس کو دو عالم کا راج[1] عشق ہے عشق کہ ہے سرپہ اسے آہ کا تاج
عشق ہے عشق کہ پایا ہے محبت میں رواج عشق ہے عشق کہ مشہور ہوا نام سراج
عشق ہے عشق کہ خود مظہر رحمان ہوا

۸

وصف[2] حسن آئینہ رو کا جب ورق پیدا کروں بلبل تصویر دل کوں طوطی گویا کروں
ہوکہ وحشی حرف بے تابانہ جا بجا کروں خوبی اعجاز حسن یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحہ کاغذ ید بیضا کروں

اے نگہ صورت طرف کر سود کوں کشتی چشم بھیک منگنے ہات[3] لے بہبود کوں کشتی چشم
تا کہ پاوے مطلب مفقود[4] کوں کشتی چشم پہنچتی[5] نہیں کعبہ مقصود کوں کشتی چشم
فیض سیتی[6] آنسو کے[7] دریا کوں اگر پیدا کروں

---

[1] اسکوں دو نوعالم ۔ مسئلہ ۳۰۸ و ۔ [2] تضمین بر غزل ولی (دیوان ولی صفحہ ۱۵) [3] لا اپس ۔ ۲۹۱ ا۔
[4] مقصود ۔ ۲ ۔ ۔ [5] نہیں پہنچتی ۔ دیوان ولی ۔ [6] سوں ۔ دیوان ولی
[7] انجھواں مسئلہ ۳۰۸ و ۲۹۱ ا ۔

پیچ کھا حسرت سیں تجھ زلفِ پریشاں کے حضور   رو دیا دل نے صنم[1] تجھ لعل خنداں کے حضور
فاختے اڑ گئے ہیں تجھ سرو خراماں کے حضور   کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سرو عریاں کے حضور
خود بخود رسوا ہے اس کوں پھر کے[2] کیا رسوا کروں

مبتلا جو کوئی ہوا تجھ چشمِ پر نیرنگ کا   صاف کر دھویا ہے دفتر دانش و فرہنگ کا
بند ہے جیوں تکمۂ دل تیری قبائے تنگ کا   سر کروں جب وصف تیرے جامۂ گلرنگ کا
جامہ زیبوں کوں برنگ صورتِ دیبا کروں

فیض نقش پا سیں ہے بانات سلطانی فروش   بلکہ چشمِ صورتِ قالیں ہے سلطانی فروش
کیوں نہ ہووے زاہد سرفن مسلمانی فروش   ہندوِ[3] زلفِ پری رو ہے پریشانی فروش
پیچ دیوے مجھ کوں سودے میں اگر سودا کروں

بند ہوں تیری قبائے صندلی میں آ کے جیب   شرم کی ہے باس مجھ دل کی کلی میں آ کے جیب
رات کوں آ وؤں[4] اگر تیری گلی میں آ کے جیب   دن کوں آ وؤں چھپ صدائے بانسلی میں لے کے جیب
زیورِ لب ذکرِ سبحان الذی اسریٰ[5] کروں

نالۂ شب گیر کچھ تاثیر کے قابل نہیں   یا مگر فولاد ہے اس سنگدل کا دل نہیں

۱؎ سجن ص ۱۳۹ ؎ و۔ ۲؎ پھر کے۔ دیوان ولی۔ ۳؎ ہندوے۔ دیوان ولی۔ ۴؎ آؤں۔ دیوان ولی۔

کون کہتا ہے کہ ملناں یار سیں مشکل نہیں
جیوں نسیم اب لگ سبک روحی مجھے حاصل نہیں
کس طرح اس غنچۂ بندِ قبا کوں وا کروں

یار کوں پیغام کہہ اے شوق کے روح الامیں
کوئی ترے بن محرمِ رازِ دلِ بسمل نہیں
گر سنے احوال میری جانِ کندن کا یقیں
سنگ دل کے دل پہ ہوئے نقش جیوں نقشِ نگیں
آہ کا لے کر قلم جب درد کوں املا کروں

بر میں ہے سیپارۂ دل پنجسورہ ہیکلی
یاد کرتا ہوں خیالِ یار سیں نادِ علی
تجھ سیں کہتا ہے سراج اب کھول حرفِ منجلی
آرزو مجھ کوں یہی ہے وقتِ مرنے کے ولی
سرو قد کوں دیکھ، سیرِ عالمِ بالا کروں

۹

ہر شکن میں دل مرا ہو بند بے آرام ہے
زلف ہے یا دام ہے یا لام ہے یا شام ہے
عشق کے مستوں کوں کب مینائے مے سیں کام ہے
نشا بخشِ عاشقاں وو ساقیِ گلفام ہے
جس کی آنکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے

آہ کا تیشہ لگا سینہ پہ مثلِ کوہکن
چشم سیں جاری ہے جوئے شیرِ اے شیریں سخن

ل پیو کوں۔ ۱۳۹۱ ا۔ ۲ انشا، دیوان ولی ۳ دل میں یہی ہے دیوان، ۴ تضمین برغزل ولی (دیوان ص ۱۳۵)
۵ نشہ (دیوان) ۶ انکھیں ۱۳۵۵ و۔ انکھیاں (دیوان)، ۱۳۹۱ ا۔

ہیچ دینے کوں ہمارے اے ستمگر سحر فن　　کھولنا زلفوں[1] کا کچھ درکار نہیں اے خوش نین[2]
یک نگاہ ناز تیرا[3] دو جہاں کا دام ہے
چاند[4] ہے بے نور تجھ رخ کے مقابل جیوں کلف　　تجھ طرف کرتے ہیں سجدہ سب ستارے صف بصف
بسکہ تیرے آستانے کوں ہے کعبہ کا شرف　　آفتاب آتا ہے محرم[5] ہو کر تجھ کوچے طرف
صبح صادق بر ہیں[6] اس کے جامۂ احرام ہے
یا الٰہی دوست کے دیدار بن ہے درد و غم　　دم بدم ہمراہ مجھ سینے میں ہے تیغ دو دم
ہجر میں ہرگز نہ ہوئے بیقراری دل کی کم　　دل کوں جمعیت ہے جب جاتا[7] ہوں ہمرہ صنم
آرسی کے ساتھ میں سیماب کوں آرام ہے
جل گئے اس آگ میں کئی شہپر روح الامیں　　ہے یہاں ہر ذرہ ذرہ مثل برق آتشیں
گر تجھے ہے آبرو درکار یا اسلام و دیں　　مت قدم رکھ اس طرف اے زاہد خلوت نشیں
غمزۂ خونخوار ظالم دشمن اسلام ہے
صید کرنے کوں نہیں ہے حاجت دام و کمند　　رشتۂ الفت سیں[8] ظالم نے کیا مجھ دل کوں بند

۱ کھولنا زلفاں کا۔ (دیوان)، مل ۳۹۱ ا　۲ ادا (دیوان)　۳ تیری (دیوان)　۴ چاند ستا ہے ترے مکھ کے مقابل مل ۳۹۱ ا
۵ مجرم۔ مل ۳۹۱ ا　۶ اس کے بر ہیں (دیوان)　۷ جاتا ہے دنبال (دیوان) جاتا ہوں دنبال مل ۲۸۵ ا
۸ اخلاص سیں ہونے۔ مل ۱۲۱ ا۔

لطف سیں کرتا ہے مجھ دل پر دوائے دلپسند
جس صنم کی سرکشی کا جگ میں ہے ہیبت بلند
شکر حق وو[1] کافر بدکیش میرا رام ہے

دل[2] مرا بیتاب ہے بیماری وحشت سیں آج
بے دوائے وصل کب اس کا بحال آوے مزاج
بس کہ ہے بیدردی نپٹ اس سبب کہتا سراج
اے وَلی کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج
یاد اُس[3] آنکھوں کا تجھ کوں روغنِ بادام ہے

۱۰

آ[4] حال دیکھ بندۂ بے اشتباہ کا
لازم ہے ہر گدا پہ کرم بادشاہ کا
ہوں خاک تجھ جناب فلک بارگاہ کا
نقشِ[5] قدم ہوا ہوں محبت کی راہ کا
کیا دل کشا مکان ہے میری سجدہ گاہ کا

کب لگ میں زندگی میں جدائی کا[6] دکھ بھروں
اس غم سیں لاکھ بار ہے بہتر اگر مروں
بیتاب ہو کے حشر میں "یاہو" ندا کروں
گرمی سیں آفتاب قیامت کی کیوں ڈروں
سایہ ہے مجھ کوں سروِ قیامت پناہ کا

[1] وہ (دیوان) [2] ۳۹۱ و۔ پہلے دو مصرع یوں ہیں: مجھ دل بیمار کوں نہیں ہے دوا اور کچھ علاج / کیا جاں بلب ہے مضطرب ہے ہجر کے خنجر سیں آج۔
[3] ان انکھیاں کی۔ (دیوان) [4] ۳۹۱ و میں مصرعے یوں ہیں ۱، ۲/۳، ۴، ۵ [5] سیں ۱۵۳۸ و۔
[6] ہے آرزو کہ زہر اجل نوش [کر] مروں۔ ۳۹۱ و۔ [7] غزل سراج۔

جو کوئی کہ تیغ عشق سیں مقتول ہو رہے		کیا تاب ہے کہ زخم جگر کا بیاں کہے
بسمل ہو تجھ ادا کا ستم کب تلک سہے		ناسور ہو کہ روز قیامت تلک بہے
جس کے جگر میں تیر لگا تجھ نگاہ کا

شادی ہے عندلیب دل جاں نثار پر		آیا ہے حسنِ یار کا گلشن بہار پر
خط خوشنما ہے اس کے لب آبدار پر		سنبل ہے جیوں کہ جلوہ نما جوئبار پر
آنکھوں میں میری عکس دو زلف سیاہ کا

اٹکا ہے دل تجھ ابروئے خوش خم کی شست میں		ماہی ہے دام زلف سیہ کی شکست میں
عاشق کے قتل پر ہے نگہ تیری جست میں		ڈورے نہیں ہیں سرخ تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

عاشق وو ہے کہ عشق کی آتش میں جل سکے		لخت جگر کوں غم کی کڑاہی میں تل سکے
کہ شمع سیں پتنگ کا کیا زور چل سکے		دل تجھ برہ کی آگ سیں کیوں کر نکل سکے
شعلے سیں کیا چلے کا کہو برگ کاہ کا

---

۱ جیوں پھول سکا کہ اگر توں سجن کہے نسخہ ۳۹۱ و ۲ دل آرسی مثال نین کوں ڈک ہے نسخہ ۳۹۱ و ۳ متن ہے زلف سیہ کی شکستوں میں۔ نسخہ ۳۹۱ و
۴ دیکھ اس جھلک کو سر بہ تن ہو کہ چاک دل		جیوں آرسی ہے رنگ کدورت سیں پاک دل
شمشیر دوستی سیں ہوا ہے ہلاک دل		پیو کا جمال دیکھ ہوا چاک چاک دل
جیوں کر کتاں پہ عکس پڑے نور ماہ کا

کوئی[1] جا کہے صنم کوں[2] میرا حرف احتیاج
لازم ہے خوف نالۂ عاشق سیں لا علاج
اکثر سنا ہوں برق کوں میں آتشی مزاج
مہتاب روکے رخ پہ سیہ خط نہیں سراج
جا کر کھلا ہوا ہے میرے دود آہ کا

۱۱

ہمن[3] کوں عشق میں قرباں کرو تو خوب کرو
برہ کی آگ میں سوزاں کرو تو خوب کرو
دلوں کی گوے کوں غلطاں کرو تو خوب کرو
اپس کی زلف کوں چوگاں کرو تو خوب کرو
ہر ایک تار میں پیچاں کرو تو خوب کرو

ہمیشہ مجکوں جلاتا ہے آفتاب فراق
میرے نین میں نہیں ایک آن خواب فراق
صفحہ پہ دل کے میرکاں لگ لکھوں حساب فراق
دیکھا کے مکھ کرو فارغ نہیں ہے تاب فراق
یہ وقت سخت کوں آساں کرو تو خوب کرو

---

[1] ۳۹۱ ا میں پہلے مصرعے یوں ہیں۔

کئی دن سہا ہوں بار جدائی پیا کے باج ؛ اب گوشۂ فراق میں اس کے ہوں لا علاج
بر لاوے حق مگر دل بے کل کی احتیاج چندر مکھی کے مکھ پہ نہیں ہے یہ خط سراج

[2] سیں۔ ۵۸۳ ا۔ [3] ح و ۵۸۳ ندارد۔ از ۳۹۱ ا۔

بتاؤ آج تو یعقوبؑ حال یوسف کوں تو دل میں لاؤ زلیخا خیال یوسف کوں
سینے کے مصر میں دیکھو جمال یوسف کوں اگر ہے چاہ کہ پاؤ وصال یوسف کوں
اپس کے دل کوں جو کنعاں کرو تو خوب کرو

ڈوبا عشق کے دریا میں آج بے دل عشق اُسے نگاہ میں آتا نہیں ہے ساحلِ عشق
پڑی ہے آج جگر پر ہزار مشکل عشق نگہ کے زخم سیں ہم نیم جان بسملِ عشق
اوا کی تیغ سیں بے جاں کرو تو خوب کرو

اگر لکھوں تو کروں کیا لکھوں تو مشکل ہے ہزار حیف کہ مجھ کوں حجاب حال ہے
برہ کے زخم سیں دل کا شکار گھائل ہے ہوس کے صید کوں جمعیت آج حاصل ہے
دیکھا کے زلف پریشاں کرو تو خوب کرو

نہیں نماز کوں کچھ حاجت وضو تم کوں یہ بس ہے آج کہ جاری ہوئے انجھو تم کوں
اگر ہے عشق میں درکار آبرو تم کوں عبث ہے چشمۂ کوثر کی آرزو تم کوں
خیال چاہ زنخداں کرو تو خوب کرو

تمہارے ناز و ادا پر فدا ہے دل میرا برہ کے جام سیں ساغر پیا ہے دل میرا
شہید خنجر جور و جفا ہے دل میرا جفا کے داغ سیں گلشن ہوا ہے دل میرا
تم آج سیر گلستاں کرو تو خوب کرو

پیا پلا کہ پرم مدہ کئے خراب ہمیں　　زباں سیں حیف کہ آتا نہیں جواب ہمیں
کئے ہو ہجر کی آتش میں کیوں کباب ہمیں　　تمہاری تیغ جفا کی نہیں ہے تاب ہمیں
ہمارے حال پہ احساں کرو تو خوب کرو
لگے ہیں زخم محبت کے میرے دل پر آج　　اپس کے لطف و کرم سیں کرو ٹک یک علاج
کیا ہوں دل کوں میں پر خوں پیا تمہارے کاج　　تمہارے خنجر سیں نسدن فسردہ دل ہے سراج
گل مراد کوں خنداں کرو تو خوب کرو

ترجیع بند

اے گل بوستان ناز و ادا	دیکھ آ حال بلبل شیدا
ایک دیدار کا ہے تجھ سیں سوال	اے صنم ہوں تری گلی کا گدا
بے خودی کی شراب کوں پیناں	عاشقوں کے طریق میں ہے دوا
یار بن دو جہاں سے مطلب نہیں	مجھ کوں یکساں ہے گلشن و صحرا
کیا کروں دل کا اختیار نہیں	آتش شوق نے کیا ماوا
شوق کا جوش کھا کر ابلا ہے	میری آنکھوں سے اشک کا دریا

عہ مخطوطہ ۳۹۱ میں اس کا عنوان "واسوخت" ہے۔

ملہ سجن مخطوطہ ۳۹۱ ۔ ستہ تجھ پرت مخطوطہ ۳۹۱ ۔ سٹہ پیو بنا مخطوطہ ۳۹۱ ۔

تجھ زنخداں کی چاہ ہے ساقی   حوضِ کوثر کی نہیں مجھے پروا

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جانِ کندن میں شربتِ دیدار

دوست کے ہجر سیں ہے دل[1] بیتاب   آتشِ غم میں دل ہوا ہے کباب
جب مرا حال یار[2] پوچھے گا   مجھ کوں حیرت ہے کیا کہونگا جواب
ساقیٔ شوخ کی جدائی میں   جامِ دل میں مرے ہے غم کی شراب
بند ہوں دام میں جدائی کے   یا الٰہی مجھے نکال شتاب
قیدِ غم[3] میں ہے یہ دعا میری   افتح یا مفتح الابواب
شوخ قاتل کے غم سیں سجدے میں   دمِ شمشیر ہے خمِ محراب
کیا کروں دل کی آگ بجھتی نہیں   چشمۂ خضر میں کہاں ہے آب

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جان کندن میں شربتِ دیدار

مجھ پہ کرتا ہے وو گلستاں رو   کیا ادا کیا نگاہ سیں جادو

---

[1] جی م۵۰۲ و م۳۹۱ ق۔ [2] پیو م۳۹۱ ق۔ [3] تجھ بنا نہیں ہے کوئی میرا حافظ م۳۹۱ ق۔

صید عشاق کوں برابر ہے　　حلقۂ دام و حلقۂ گیسو
قمریاں ہر چمن میں کہتی ہیں　　سرو قد کے خیال سیں کو کو
سیر گلشن پہ طبع راغب نہیں　　ہے کہاں گل میں گلبدن کی بو
جھڑ پڑیں برگ نخل طوبا کے　　گر کروں دل سیں نعرۂ "یا ہو"
جب سیں پایا شکست سنگ جنوں　　تب سیں ٹوٹا ہے عقل کا بازو
آشنائی سیں دل کے گوشے میں　　تجھ پہ قرباں ہوں اے کماں ابرو

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جان کندن میں شربت دیدار

اس کی خاک قدم جو پاتا ہوں　　چشم میں سرمہ کر لگاتا ہوں
گل کی مانند مجھ پہ ہنستا ہے　　داغ دل کا جسے دکھاتا ہوں
جب خیال اس پری کا آتا ہے　　میں شکیب خرد سیں جاتا ہوں
مجھ سیں آزردہ ہو چلا تجھ پاس　　دل کوں ہر چند میں مناتا ہوں
کیا کروں بوئے مشک چھپتی نہیں　　عشق ہر چند میں چھپاتا ہوں

۱؎ کی تشنہ ۲؎ کہاں ہے ہر گلبدن ۳؎ گوشے ۔ ۴؎ ہے ۵؎ سنتا ۔ ح

تجھ برہ میں مولہوں[1] خواب و خیال
لخت دل جائے قوت کھاتا ہوں
زخم کھا تجھ برہ کے خنجر کا
نیم بسمل ہو تلملاتا ہوں
تشنہ لب ہوں مجھے یکبار
جان کندن میں شربت دیدار

دل کے بازار کا جو رستا ہے
اس میں سودا جنوں کا ستا ہے
ہر پلک پر یہ اشک گرم ستی
کیا چراغاں عجب دو رستا ہے
دیکھ کر آرسی وو غنچہ دہن
پھول کی سرکلی پہ ہنستا ہے
ہے عجب چین وصل میں روناں
مینہ[2] کہاں دھوپ میں برستا ہے
کیوں نہ ہوئے دل مرا رسول آباد
مصطفےٰ کا خیال بستا ہے
دل مرا تجھ برہ کے گلشن میں
غم کے داغوں سیں گل کا دستہ ہے
ہیں[3] وفادار ہوں خدا کی قسم
کیوں تغافل سیں مجکوں کستا ہے
تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جان کندن میں شربت دیدار

---

[1] ہے۔ ح   [2] شوخ درپن میں دیکھ اپنا مکھ ص ۳۹۱ ر [3] میہہ۔ ص ۳۹۱
[4] جان جاناں سے کوئی کہیے جا کے ؛ تجھ جدائی میں جیو نکستا ہے ص ۳۹۱ ر۔

دیکھ مجھ اشک کی دُر افشانی ہر گہر شرم سیں ہوا پانی
کیوں نہ جوہر شناس ہووے دل لب ترے لعل ہیں بدخشانی
اس کے فرمان میں ہیں دیو و پری ہے دہن خاتمِ سلیمانی
دیکھ اے شوخ تجھ زنخداں کوں چاہِ غم میں ہے ماہ کنعانی
دل کزک، خوں شراب، غم ہے قوت عشق نے کیا کیا ہے مہمانی
ہے خجالت سیں زرد رُو، زرِ سُرخ دیکھ مجھ رنگ زرد کی بانیؔ
کیا کروں شرح دل کی بیتابی آ خبر لے اے دلبرِ جانی

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جانِ کندن میں شربتِ دیدار

دل گرفتار زلفِ موہن ہے جی کوں جس کا خیال سمرن ہے
گردشِ چشم سیں کیا بے خود ہوش کھونے کا یہ عجب فن ہے
جو کیا دل کوں صاف زنگ ستی در و دیوار اس کوں درپن ہے
جا نہیں غیر کے خیال کے تئیں دل ہیں تجھ غم کا آج مسکن ہے

لہ پانی۔ ۳۶۱ ا۔

گل داغِ جفا سیں دل میرا　　بوستاں ہے، چمن ہے، گلشن ہے
ہجر کی رات میں نہیں آرام　　ہر پلک مجھ نین میں سوزن ہے
تجھ جدائی سنی اے جانِ سراج　　آشنائی کہ جان کندن ہے

تشنہ لب ہوں مجھے پلا یکبار
جان کندن میں شربت دیدار[1]

[1] مخطوطہ ح اس ترجیع بند پر ختم ہو جاتا ہے۔ مخطوطہ میں اس کے بعد مناجات اور چند متفرق اشعار درج ہیں۔

مناجات

یا الٰہی حشر میرا ہوئے پیغمبر کے سات

اور بتولِ فاطمہ اور حیدر و صفدر کے سات

دشمنوں نے زہر قاتل سیں کیئے جسکوں شہید

وو امامِ دیں حسن ابنِ شہ خیبر کے سات

نور چشم مصطفٰے و مرتضٰے و فاطمہ

وو حسین تشنہ لب سردار دیں پرور کے سات

جو رہا ہفتاد و دو تن بیچ باقی یادگار

شاہ زین العابدیں جانِ علی اکبر کے سات

عاصیوں کے حال پر ہے رحم کی جس کوں نظر

زبدہ آفاق یعنے حضرت باقر کے سات

مرجع ہر چار مذہب مصدرِ آیاتِ دیں
صادق قولِ حقیقت حضرت جعفر کے سات
حق و باطل کو کیا جس نے جدا جیوں روز و شب
حضرت موسیٰ کاظم حامیٔ محشر کے سات
نور قندیل خراساں آفتابِ ہشتمیں
وو علی موسیٰ رضا شاہ مہ و اختر کے سات
گوہر درجِ سیادت ماہ برجِ مکرمت
وو تقی روح مجسم انور و اطہر کے سات
جس کے چہرہ پر نمایاں ہے جمالِ احمدی
شاہِ دیں حضرت نقی آئینۂ انور کے سات
عرش جس کے بیٹھنے کا فرش ہے کرسی ہے تخت
خسروِ عالی مراتب حضرت عسکر کے سات
قائمِ آلِ محمد خاتمِ اثنا عشر
ہادیٔ دیں مہدیٔ آخر زماں سرور کے سات
اور جتنے اصحاب پاکِ احمد مختار ہیں

اُن کے سات اور اُن کے ہر ہر خادم و چاکر کے سات
تھے ملک جن کی اذاں کے منتظر یعنے بلالؓ
اور غلامان غلام حضرت قنبر کے سات
غوث و قطب اولیا اوتا و ابدال النقبا
غوث الاعظم اور معین الدین حسن سنجر کے سات
چار پیر و چار دہ سب خانوادے کے ولی
اور جتنے ہیں خاص بندے حق کے اُن ہر ہر کے سات
مدعائے جاں خلاصہ سب کا مقصود سراج
یعنے حضرت شاہِ رحماں مرشد رہبر کے سات

۲

ہوں سخت بے کسی میں گرفتار یا علی
تیرے بغیر کون ہے اب یار یا علی
آج حادثات میں مضطر نہ رکھ مجھے
کشتی میری تباہ ہے کر پار یا علی

امیدوار نقد تفضل ہوں رحم کر
توں جنس قلب کا ہے خریدار یا علی

لایا ہوں تجھ سیں باطن وظاہر کی احتیاج
برلا بحق احمد مختار یا علی

جلدی ستی شفا دے کہ تشخیص تجھ کو ہے
ہوں جس مرض کے بیچ گرفتار یا علی

ہے لطفِ عاطفت کی ترے مجھ کو التجا
ہر چند نیں ہوں اس کا سزاوار یا علی

بیتاب ہو اگر نہ کہے حالِ دل سراج
یہ درد کس سیں جا کرے اظہار یا علی

۳

اے دل شہید عشق ستم زاد ہو ٹک یک
لذت نصیب خنجر جلاد ہو ٹک یک

دل تنگ اس بہار میں اے غنچہ خوب نیں
خاموش کب تلک لب فریاد ہو ٹک یک

اے طفلِ اشک آنکھ چھپانی سیں باز آ
کب تک رہیگا نقطۂ شک صاد ہوٹک یک

گرچا ہتا ہے دامنِ مقصود ہات آئے
جیوں گرد اٹھ کے خاک سیں برباد ہوٹک یک

مشغول غیرمت رہے توں آپ عین ہے
مدت تلک تھا یاد میں بے یاد ہوٹک یک

نقش و نگار پردۂ وہمی میں کیوں ہے توں
خود نقش بند عالم ایجاد ہو ٹک یک

گلگشت باغ روح کا گر تجھ کو عزم ہے
تن پروری کی قید سیں آزاد ہوٹک یک

۴

عمر سب جلتے ہی گذری خاکساری رہ گئی
گرم راکھ اس قافلے سیں یادگاری رہ گئی

جی لبوں پر آرہا ہے انتظار وصل میں
فوج سب جاتی رہی خاصی سواری رہ گئی

کلام فارسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزلیات

ردیف الف

۱

گرچه چوں خورشید عالمتاب تنہائیم ما | بشکند فوج کواکب چوں بروں آئیم ما
لغزش پا نیست در آئین ما آزادگاں | در چمن چوں سرو بر یک نہج برجائیم ما
تہمت آلودیم و بر اسرار ما حق شاہد است | با وجود پاکئ دامن چه رسوائیم ما
نکته دانی گر شود پیدا شناسد قدر ما | یک کتاب از صورت از معنی محشائیم ما
سینه صافاں در تلاش خود نمائی نیستند | بے غرض در خانۂ آئینه می آئیم ما
زنگ ہمت باشد استمداد بازوے دگر | تیغ خورشیدیم و بے صیقل مجلائیم ما

در شبستانِ سخن تا مطلع صبح ابد
اے سراج از طبع روشن مجلس آرائیم ما

۲

جاں را بکوئے دوست فدا می کنیم ما   کارے کہ می کنیم بجا می کنیم ما
سر را بعجز بر کف پائے تو می نہیم   فرض نماز عشق ادا می کنیم ما
در کُنہ آں دو سلسلۂ زلف کے رسیم   بیجا تلاشش فکر رسا می کنیم ما
ما بے دلاں ز تنگ دلی زیں چمن خوشیم   از برگ غنچہ سازِ نوا می کنیم ما
منسوب می کنیم بہ مشک ختن خطش   سودائیم و عین خطا می کنیم ما
ہنگام سیر گلشن حسنش ز بے خودی   در صحن باغ آئینہ جا می کنیم ما
شاید بہ ایں بہانہ بپا بوسیش رسیم   خون دو دیدہ رنگ حنا می کنیم ما
در شہر حسن و عشق رواجے دگر بود   دشنام می دہی و دعا می کنیم ما
زود آ و گرنہ بے گل روئے تو غنچہ وار   پیراہن حیات قبا می کنیم ما
تخم محبت قد او بسکہ کشتہ ایم   در سینہ سرو آہ بپا می کنیم ما

بستیم تا کمر بہ قبائے خود اے سراج
گلگشت لالہ زار بقا می کنیم ما

۳

بسمل آں فتنہ سامانیم ما   ہم بخون و خاک غلطانیم ما

چین ابروئے تو موج انگبین ست نیش را ہم نوش می دانیم ما
بادہ ناب است خون دل بما بر بساط عشق مہمانیم ما
از وصال و از جدائی ہائے یار گاہ دشت و گہ گلستانیم ما
در خیال زلف و حسن بے حجاب گاہ کافر گہ مسلمانیم ما
در دلِ خود یار می داند نہاں ہمچو بو در غنچہ پنہانیم ما
طاقتِ رستن نہ باشد اے سراج
بستۂ زلفِ پریشانیم ما

۴

۲۶ اے زلف عنبرینِ تو آئین دین ما وے ناز فتنہ سازِ تو مائل کمین ما
جز بوئے درد نیست بگلہائے شعر ما گل کردہ داغہائے جنوں در زمین ما
از فرط شوق شعلۂ ہجرت تمام سوخت آبے بریز بر جگر آتشین ما
امشب کہ پیچ زلف تو در دست ما فتاد در دامن است پیچش چین جبین ما
مشتاق آتش است دل والہ سراج
یارب کجاست فتنہ گرِ نازنینِ ما

۵

هرگز بسینه نیست خیال چمن مرا — تا بوئے عشق اوست بجان و تن مرا
لعل و گهر بود سخن آبدار من — جز سنگ ریزه نیست عقیق یمن مرا
صحرا ز عکس حسنِ تو گلزار می شود — زنداں بود بغیر رخت صد چمن مرا
تا زلفِ عنبرینِ تو عنبر فروش شد — بوے ندا د نافۂ مشک ختن مرا
تا از نگاه تو مدهوش گشته ام — نبود ازاں خمار مجال سخن مرا
هر چند از تجلی او خاک گشته ام — باقیست تا بحشر سر سوختن مرا

مُردم بیا و موئے میانش ز بس سراج
جز مور کس دگر نشد و گورکن مرا

۶

.... زلفِ (پری روس) به بحر سینه صافی ها — کند طفل دلم گه گه خیال موج بافی ها
رگ خون دل آئینه زنگم آب جوهر شد — کند شمشیر شرم خود نمائی دل شگافی ها

۷

ریخت خونم ترک چشم باده آشام شما — از سر مستی کبابم کرد یا دام شما
اول آں لطف و نوازش آخر این جور و عتاب — فرق بسیار است در آغاز و انجام شما

پردہ‌ہائے دیدہ ام فرش است در ایوان چشم — بستۂ دیگر ندارم بہر آرام شما
سہو کردم امتیاز کفر و اسلامی کہ بود — کفر من کفر شما اسلام اسلام شما
عزم ما، وصل شما، قصد شما دوری [ما] — شام ما صبح شما و صبح ما شام شما
نیست یارائے طپیدن نے رہ بیروں شدن — می شناسد ہر کہ افتادست در دام شما
ہر سلیماں را بقدر رتبہ اسم اعظم است — بر عقیق لخت دل کندہ ام نام شما

مژدۂ دل می دہد دیوانہ را موج نسیم
گرد راہ رفتن ہوش است پیغام شما

۸

بمرگ تشنہ بود جان شعلہ پرور ما — ہوائے آب چو ماہی کند سمندر ما ۴۸
تماش جلوہ او جامہ وار حیرت ماست — متاع آئینہ ارزاں بود بکشور ما
نداد باز دل ما خبر ز کوئے کسے — کباب شعلہ دیدار شد کبوتر ما
بشور بیہدہ ناصح سبک مزاج مشو — دریں ہوا کہ گراں است گوش ساغر ما

در آتش دل خویشیم چوں درخت چنار
سراج شعلہ بود قدردان جوہر ما

ردیف ب

ا

۵۳ اگرچه عشق مرا بود زنام ادب — زبیم خوی تو دارد بکف زمام ادب
زدور باش مزاجت بخویش می لرزم — بجای عشق بمن بسته اتهام ادب
بحال گو که به بینم ترا بسیری چشم — که دیده ام شده آئینه کلام ادب
شکوه حسن تو دستم بلرزه می آرد — که دامن تو بگیرم ز اهتمام ادب
چه تاب اینکه بعالم دو دیده برپاست — هنوز نیست مرا رخصت سلام ادب

اگرچه جوش تقاضای عشق بی ادبی است
طلسم حکمت صیاد بسته دام ادب

ردیف ت

۱

مارا ز فرط درد بگلگشت کار چیست — گلشن کدام و باغ کدام و بہار چیست ٥٩
بسمل بہ تیر ناوک ناز ستمگرم — خنجر کدام و تیغ چہ و ذوالفقار چیست
گرویده ایم مائل تصویر یار خویش — خلوت کدام و عیش کدام و نگار چیست
نیشے ز حلقۂ خم زلف تو خورده ایم — عقرب کدام و زہر کدام اژدہا چیست
بیتاب ہجر دوست نداند ز سوزِ دل — طاقت کدام و صبر کدام و قرار چیست
گشتم شہید عشق دلے در تحیرم — بسمل کدام و صید کدام و شکار چیست

در آتش محبت او سوختم سراج
اخگر کدام و شعلہ کدام و شرار چیست

۲

زیر بار منتِ عشقم گرانے بوده است — مدتے در بیکسی با غمگسارے بوده است ٦٦
واقف است از خون شدنہائے دلِ صد چاک من — عمر در غم صرف سیر لالہ زارے بوده است

برقبائے گل کہ منسوب نزاکت ہائے اوست   رنگ خود رنگ است بوئے نیز نارے بودہ است
نالۂ بلبل بگلشن دوش از ہوشم ربود   عالمِ بے اختیاری خوش بہارے بودہ است
میدہد کیفیت درد از مسلم مصرعے   روزگارے عاشقی خوش روزگارے بودہ است
بسترِ راحت نمی دانم کہ از روز ازل   با من و با بیقراری ها قرارے بودہ است
الفت آبادِ دل من پیش ازیں ویرانہ بود   کس دریں اقلیم صاحب اختیارے بودہ است
دیدہ ام چوں دیدہ آئینہ حیرت محو بود   جان من خوب آمدی خوب انتظارے بودہ است

سوختن دل از شعلۂ پنہان عشقش اے سراج
در تہِ ایں پنبہ زار آیا شرارے بودہ است

۳

۷۵ پیش من مرشد و معشوق خدا ہر سہ یکیست   مذہب عاشقی و جرم و عطا ہر سہ یکیست
خاکساریم ونداریم خیال شاہی   تاج سر گرد رہ و بال ہما ہر سہ یکیست
درکف یار کہ چوں پنجۂ مرجان سرخ است   برگ گل خون من و رنگ حنا ہر سہ یکیست
تاکہ از دیدنِ رخسار تو محروم شدم   زعفران چہرہ من رنگ طلا ہر سہ یکیست

نیست جز شربت دیدار تو مقصود سراج
حوضِ کوثر لب تو آب بقا ہر سہ یکیست

۴

یک نفس خالی نیم از یاد او دم شاهد است　　هر که از سوز فراقم گشته محرم شاهد است ۸۰
چون خرامان شد بگلشن آن بهار دلبری　　از خجالت گل عرق آورد شبنم شاهد است
بر شهید بیکسی هر شب شب قتل است بس　　عید دیدارش نمی بینم محرم شاهد است
بسکه سودائے تلاش یار بود اندر سرم　　گشته ام هر کوچه و بازار عالم شاهد است
بے تو لے شاهنشه خوبی چه گویم تا چه شد　　عشرت آباد دلم برباد شد غم شاهد است
یاد آن موے میان ... دل نصیب کس مباد　　پیچ و تابے خورده ام کان زلف پرخم شاهد است

خوش نگاهان رام کس هرگز نباشد اے سراج
آهوان بیگانه خویند از ازل رم شاهد است

۵

شاد است آن کسی که بدرد و غم آشنا است　　با ذوق خشکی لب و چشم نم آشنا است ۸۷
(بیگانه) است زین چمن سر بسر خزان　　هر کس که همچو غنچه بپاس دم آشنا است
در صافی دل است تماشائے عالمے　　جمشید وقت آنکه بجام جم آشنا است
هر درد دور می شود از نسخهٔ طبیب　　درد نهان عشق بدرمان کم آشنا است
هر صید دیده ام که ز صیاد رم کند　　صیاد ما ز صید بطرز رم آشنا است

تا درخیال ابروئے او ناتواں شدم — تیر قدم برنگ کماں با خم آشناست

بلبل اگرچه بی رخ گل گشته اشکبار — لیکن غنیمت است که با شبنم آشناست

از سوزش دروں من آگاه نیست کس — با داغ دل خوشم که عجب محرم آشناست

حاجت بآشنائی کس نیست اے سراج

گر یار آشناست بمن عالم آشناست

۶

ضعف طالع در رہش تا رہنماست — می خلد خارے که در پایم عصاست ۹۶

طفل اشکم کو بکو از بس دوید — موجه خوں حلقه زنجیر پاست

نکہت زلفت ز بس مدہوش کرد — صبح دم آئینه در پیش صباست

زینت ظاہر نمی ماند بجا — ظاہرا رنگینی برگ حناست

از کمند فتنه عالم کے رہد — لب بلا، ابرو بلا، بالا بلاست

انتظار طرفه دارم در رہش — آمد و رفت نفس آواز پاست

سر بصحرا دادگان شوق را — سنگ طفلاں سایه بال ہماست

کشته بیداد را در ملک حسن — گوہر شمشیر قاتل خوں بہاست

غرق تا زہگیر شد در سینه ام — نوک مژگان تو تیر بے خطاست

دامن خود تر مکن از زهد خشک — در گل آن بوریا بوی ریاست

صرفه نبود گر زپا افتد سراج
گردش چشم پری رویان بلاست

۱۰۷ ترا که آئینه از بهر جلوه درکار است — دلم هر آئینه مشکن زبان سرکار است

دلم که تازه اسیر غم تو شد رحمے — جوان قابل و اصلش ز شهر دیدار است

به نرخ جوهر تیغ تو حاضر است — که این متاع سر دست عرض بازار است

ز پیچ و تاب گره هائے زلف دانسته — که مو بموئے تو در مو بمو گرفتار است

مخور بجلوهٔ دنیا فریب دانائی — که این عروس نما هندهٔ جگر خوار است

ترا به آئینه صدگونه بے دماغی هاست — اگر تو ناز کنی بر دلم سزاوار است

بجائے شربت اگر خون من خورد چه علاج — بچشم او نتوان حرف زد که بیمار است

چه گویمت که بیا سیر کن بعالم جان — ترا که با دو جهان یک جهان دگر کار است

کجاست جرأت پروانه ها سراج آنجا
که شمع سرکش ما در حریم اسرار است

۸

ساقیٔ ما تا بساغر بادۂ دوشینه ریخت ۱۱۶
توبہ اشکے بود کز چشم شب آدینه ریخت

تا شوم آماجگاہ تیر نازش بعد مرگ
سینه ام از استخوان و استخواں از سینه ریخت

آگہی از خود پسندی ہاے معشوقاں نداشت
ہر کہ در اول بناۓ خانۂ آئینه ریخت

خاکساری ہا تیمم اشک باری ہا وضو
آبروۓ عشق گرد از خرقۂ پشمینه ریخت

گرد آخر غم نصیب دل خیال زلف او
سامری رنگ طلسم [ماربر] گنجینه ریخت

جلوہ اش گل در گریباں گرد مقصود مرا
یاد دامانش غبار کلفت دیرینه ریخت

مطلع ابروۓ جاناں داد تکلیف سخن
تا سراج ایں شعر صاف خاطر آئینه ریخت

۹

۱۲۳ جلوهٔ گلعذار را عشق است — موسمِ نوبهار را عشق است

از زمیں تا زماں صدائے کسے ست — چوب گر نیست تار را عشق است

جوشِ وحدت چو نفیِ کثرت کرد — گفت منصور دار را عشق است

گل نہ کرد آه، آتشِ دلِ من — جادهٔ بے غبار را عشق است

بسمل مشهد خوش است سراج
کہ چراغِ مزار را عشق است

۱۰

روئے[1] او از مے گلگوں عرق افشاں شده است
در پری خانهٔ آئینہ چراغاں شده است

گل بسر دارد و از سیرِ چمن می آید
چشم بد دور کہ امروز گلستاں شده است

---

[1] ماخوذ از محبوب الزمن' تذکره شعرائے دکن' (عبدالجبار خاں آصفی)

ردیف د

۱

۱۳۰ درکتب جاں تا صنم آہنگ سبق کرد　　ہر برگِ گلستاں دل صد چاک ورق کرد
سوزن نتواں دوخت دل چاک کتاں را　　تا معجز [تابِ] مہ رخسار تو شق کرد
دیگر منما عارض خو کردہ خود را　　از فرط تب عشق تو آئینہ [عرق] کرد
از موقلم خط شعاعی بشب ہجر　　رنگینیٔ داغ دل ما خون شفق کرد
خورشید جمال تو برد تاب ز ہر دل　　چاک جگرم صرف گریبان قلق کرد
در وصف گل [حسنِ] تو سطرے دو نوشت　　تا کلک من از برگ گل لالہ ورق کرد

در حالت نزع است تمناج از تپش ہجر
امید تماشائے ترا سد رمق کرد

۲

۱۳۷ دی [خراماں] بت من عزم تماشا می کرد　　نقش پا آئینہ دار ید بیضا می کرد
دل چو وصف دہن تنگ توئی کرد رقم　　زیر مشق از ورق دیدۂ عنقا می کرد

گر نمی بود بتِ شوخ مرا خودبینی　　همچو مردم بسرِ دیدهٔ من جا می کرد

سامری آنچه نمی کرد بلب جنبانْدن　　خمِ ابروئے تو هر لحظه به ایما می کرد

لبِ لعلِ تو به هنگامِ تبسم کردن　　خنده قهقه بر کارِ مسیحا می کرد

در غمت چشمِ ترِ من دمِ اشک افشانے　　صفحهٔ گوشهٔ دامن لبِ دریا می کرد

همه از صافیِ باطن بکف آورد سراج
آنچه از آئینه غیر تمنّا می کرد

۳

شوقِ من با همه هر خار که گلبازی کرد　　چون قدِ یار زمن شیوهٔ طنازی کرد ۱۴۴

هر که از سیرِ گلستانِ جمالش گل چید　　آفرین برنگِ بلبلِ شیرازی کرد

حیرتِ وصل خبر داد ز حالم به دلش　　بے زبان آئینه را آئینه غمازی کرد

کرد از طرزِ تو معلوم که دزدیده نگهی　　چه قدر دیدهٔ من شوقِ نظربازی کرد

تا ز عکسِ لبِ شیرین کسے ذوقے یافت　　طوطیِ آئینه آهنگ چه دمسازی کرد

در غمت خوگر آه است دلِ پرسوزم　　نے درین بزم به آهنگِ چه دمسازی کرد

کیست آگاه ز رازِ دلِ پروانه سراج
می توان [ست] تخلص پس ازین رازی کرد

۴

مرغے کہ بخوں طپیدہ زیبد کے در قفس آرمیدہ زیبد ۱۵۱
نرگس چہ بلا کہ پا گذاری نقش قدمت بدیدہ زیبد
ابروے تو میکشد دلِ من البتہ کماں کشیدہ زیبد
رخسار تو چوں عرق فشاند آبِ رُخِ گل چکیدہ زیبد
در محکمۂ تغافلِ یار پیراہن دل دریدہ زیبد
زنگ دل [مست] خود نمائی ایں آئینہ ناخریدہ زیبد
ہر جا کہ رُخ تو گل فروش است دوکان بہار چیدہ زیبد
در آئینہ کہ جلوۂ اوست روئے دگراں ندیدہ زیبد
فال رُخ تو بہ حیرت افگند ایں نقطۂ شک کیدہ زیبد

نگذاشت ادب بدامنش دست
کوتاہی ما رسیدہ زیبد

۵

باز از سر تو داغ جنوں در جگر افتاد
در خرمنِ عقلم ز محبت شرر افتاد

دامانِ من امروز که گلچین مراد است
خون جگرم آب شد از چشم تر افتاد
گم کرد دلم مایهٔ ایماں بنگاہے
آیا بت جادو نظرے در نظر افتاد
خواہد کہ جدائی نہ شود از دم تیغش
در [کو] چہٴ چاک جگرم تا گذر افتاد
رسوائی خورشید شد اندر شب ہجرت
بے روئے تو از بام فلک طشت زر افتاد
ہر چند کہ دارم بجگر دردِ تو پنہاں
لیکن چہ کنم [کیں] غم دل پردہ در افتاد
ایں مصرع دلچسپ بجاں درو تسراج است
باز از سرِ تو داغِ جنوں در جگر افتاد

۶

ایں نہ از چشم ترم اشک گلو گیر چکید
کہ ادب را عرق از نالۂ شبگیر چکید

قطرہ افشانیٔ مژگاں مرا دید بہ بزم
شمع را اشکِ گل از دیدۂ گلگیر چکید

داغِ غم بر ورقِ سینۂ عاشق [از زیست]
نقطۂ از قلمِ کاتبِ تقدیر چکید

در بہارے کہ بہم جرم و عطا گلبارند
شبنمِ صبح (گل) کرم بر گلِ تقصیر چکید

عجبے نیست ز نیرنگ نگاہش کہ بچیں
صد پریخانہ ز ہر شیشۂ تصویر چکید

گشت مذبوحِ تو لب تشنہ و صد شکر کہ خوں
دم .... کہ از خنجرِ تکبیر چکید

آتشے در دلِ واسوختہ افتاد سراج
بارِ سیماب ز خاکسترِ اکسیر چکید

۷

کو نسیمے کہ ز من سوئے تو پیغام برد | یا بہ بزمِ تو ازیں سوختہ دل نام برد
حرفِ چشمِ تو نوشتم کہ دلِ سودائی | ز مدادِ قلمم روغنِ بادام برد

نگہم بے ادب آید بتماشاگہ حسن — تا ز لعل شکریں لذت دشنام برد
تا شود قاصد... نامہ عشاق بیار — برق از نالۂ من یک دو درم دام برد

آہوے چشم ترا گرچہ زمن وحشت ہاست
اثر از رشتۂ دود جگرم دام برد

۸

نوبہار آمد رفیقاں عزم سیر گل کنید — چادر مہتاب نذر تربت بلبل کنید ۱۸۰
نسخۂ گر آرزو دارید از زلف و رخش — مسطر جزو گل از تار رگ سنبل کنید

۹

بے سبب تیغ کشیدن تا چند — نیم جانیم طپیدن تا چند ۱۸۲
ایں قدر زود فراموشی ہا — دیدن و باز ندیدن تا چند

۱۰

سینۂ صاف کدر شود از خود بینی — آب آئینہ بر آئینہ ما آب بود ۱۸۴

۱۱

چشمے کہ بروئیت مژہ وا شدہ باشد — گلچین خیابان تمنا شدہ باشد
جاں دادن خونیں جگراں بے سببے نیست — از گوشۂ ابروے تو ایما شدہ باشد

۱۲

۱۸۷ چو در بحرِ دلم جوشِ غمِ دیرینه می آید　　ز طوفاں خیزی اشکم گره در سینه می آید
نسیمم می رسم از گلشنِ حیرت نگاہی ہا　　باستقبالِ من بوئے گل آئینه می آید

۱۳

۱۸۹ ہر کرا گل گل بچشمِ انتظارش می شود　　گل بدامن چینِ گلزارِ عذارش می شود
دل چه شد گر شد شہیدِ کم نگاہی ہائے او　　میده به آئینه دادم گرد و چارش می شود
شرمِ رسوائی نتابد خامی شوقِ دلم　　دامنش را تا بدست آرد غبارش می شود
ہر که شد ..... است شہیدِ گردشِ چشمِ کسے　　یاد میلِ سرمه سائے شمع زارش می شود

۱۴

۱۹۳ گلعذار آمد دلِ بلبل طپیدن داشت دید
ہمچو گل پیراہن طاقت دریدن داشت دید
آمدن ابرو کماں در حالتِ نزعِ سراج
تیر آہے کز دلِ پر خوں کشیدن داشت دید

۱۵

[illegible] راست فرما نگہِ گرم ..... ییر که بود　　تودۂ تیر تو پیشانیِ تقدیر که بود

منکر قتل شہیداں شدهٔ نام خدا — خنجر ناز کشیدن پے تکبیر که بود
نیست گر مائل تیر افگنی آن تند نگاه — برق ایں بادیه وحشت زده نخچیر که بود
معتقد کرد به یک حسن ادا زاہد را — [مثل] نوخط صنم نیم جواں پیر که بود
شد سراپائے من از خط شعاعی روشن — ہر سر مو به تنم خامهٔ تصویر که بود
بوئے گل را بود در آئینهٔ شبنم در پیش — صبحدم ہوش ربا جلوهٔ دلگیر که بود
خاطرم از سر شام است پریشان بی حکم — که سر زلف که.... و.... حلقهٔ زنجیر که بود
نیست مصحف اگر آں روئے کتابی مطلق — آخر ایں حاشیهٔ خط پے تفسیر که بود

داد پروانگی بزم خود آں شمع مرا
اے سراج ایں اثر نالهٔ شبگیر که بود

۱۶

شیریں چو اصل نیست اثر تلخ می شود — آرے ز تخم تلخ ثمر تلخ می شود ۲۰۴
ترس از خمار صبح قیامت که مست را — شیرینی شبینه سحر تلخ می شود
از بس ہجوم حادثه شد خیره چشم من — بسیار شد چو دود نظر تلخ می شود
رنجید اگر رقیب ز دشنام او چه شد — باور که می کند که شکر تلخ می شود
تا قدر درفشانی لعل ترا شناخت — کام صدف ز آب گہر تلخ می شود

لب تشنهٔ جمال ترا شربت حیات   چون آب ناشتا بجگر تلخ می شود

آتش پرست منکر نور است ای سراج
پروانه را طلوع سحر تلخ می شود

۱۷

ای ترک عارض تو ز خط سبز فام شد   دیگر بخود مناز که ترکی تمام شد

۱۸

۲۱۲ دل تخم غمش در (جاں) می کارد و می خندد   دیوانه بحال خود می زارد و می خندد

رنگینی گل بینم یا خواری بلبل را   کز خار سر او را می خارد و می خندد

....   گه ابر و گهی برق است می بارد و می خندد[۲]

پروانه بپرس امشب[۱] احوال سراج خود   چون شمع بسر آتش می دارد و می خندد

۱۹

۲۱۶ کار خونین جگران قابل تحسین کردند   مژه اشک فشان پنجهٔ گلچین کردند

---

۱ منقول از محبوب الزمن ۲ مصرعهٔ اولی ندارد

(چوں) بدانند کہ حیران پریروے بود　　　قبر دیوانہ ام از آئینہ سنگیں کردند
بوسہ چند ہوس دارم ازیں لب شکراں　　　کز تبسم دہن آئینہ شیریں کردند

۲۰

از ابروے کجے تو دلم کے رہا شود　　　نشنیدہ ام کہ گوشت ز ناخن جدا شود ۲۱۹

۲۱

مُردم و در دل تمنائے گل و شمشاد ماند　　　تا قیامت (ایں) ستم بر گردن صیاد ماند ۲۲۰

ردیف ز

۱

۲۲۱ اے سراپائے تو آئینہ نیرنگی ناز — دیدرا [آ] ئینہ یک شعبدہ تصویرنیاز
شیشۂ بوقلموں مردمک دیدۂ ماست — بس کہ ہر لحظہ بصد رنگ شوی جلوہ طراز
حسن پاکت متجلی بہ جمال و بہ جلال — گاہ نوراست گہے نار بہ خلوتگہ راز
بچہارم فلک از نور تو اعجاز مسیح — بسر طور ز نا [م] تو بموسیٰ آواز
بغضب آتش مخفی بہ تبسم گلشن — عاشقاں راز تو گر سوز بود گاہے ساز
دلبر ہر دو جہانے چہ بناز و چہ ادا — ساکن خلوت جانی چہ بطرز و انداز
انبیاء شیفتۂ گیسوئے آشفتۂ تو — اولیاء والۂ آں نرگس جادو پرواز
تابع مرضی تقریر تو حرف تقدیر — بندۂ سحر لب لعل تو تشخص اعجاز
ذوالفقار تو بود ابروے پیشانی قدس — نقش دور سپرت مردمک دیدۂ راز
یا علی ذات تو در اصل حقیقت مظہر — مظہر کل عجائب و غرائب بہ مجاز

رحم بر بیکسیم گر نکنی حالم چیست   شاه من، سرور من، صاحب من، بنده نواز

بر درت شبنم افتاده بخاکست سراج
که چو خورشید کنی جاذبهٔ غیر گداز

ردیف س

ا

۲۳۴ یک تجلی در جہاں چوں شعلۂ دیدیم و بس　　دو از بہار گلشن عالم (گلے) چیدیم و بس
در رہ ترک تمنا...... یافتم　　یک چمن در دشت ناکامی بگردیدیم و بس
تا کلید گنج محض را بدست آوردہ ایم　　نکتۂ سربستۂ اسرار فہمیدیم و بس
از نسیم دامنش تا تر و داغہائے ماست　　زیر چاک پیرہن چوں غنچہ بالیدیم و بس
سر بفرماں وا دہ عشقت مبارکباد یافت　　بر دم تیغ تو بسمل گشتہ رقصیدیم و بس
در خیال تار زلف شمع روئے اے سراج
عمرہا بر خویش ہمچوں دود پیچیدیم و بس

ردیف ش

۱

۲۳۹ آنکہ حالش شد شہید شیوہ ..... بیش   میشود آئینہ محو دیدہ فرمائیش
تازہ می آید بہ باغ اے باغبان خوش چشم ما   باید از نرگس نگداری پے مہمانیش
نور ایمان نیست شیخ معرفت اظہار را   قشقہ کفر است داغ سجدہ بر پیشانیش
رنگ گل بوے سمن دارد و لیکن شعلہ خوست   لالہ ساں در سینہ دارم داغ نافرمانیش
غیرتم دارد بدل پنہاں خیال یار را   تا مہ کنعاں نگردد یوسف زندانیش
عاشق آزاد است [در بند] لباس مختلف   عمر ... یک پیرہن کافیست از عریانیش
بس کہ آہم گرد باد دشت گرد بیکسی است   شعلہ جوالہ می رقصد ز سرگردانیش
احتیاج ناخدائے نیست در بحر طلب   راہ ساحل می شناسد کشتی طوفانیش

لہ سمن - محبوب الزمن -

نیست بے کیفیتی پیمانہ بزم سراج
تا بود یاد خط سبزت مے ریحانیش

۲

۲۴۰ بگو کہ عقل بہ بندد دکان چیدۂ خویش جنوں رسید چو با لشکر جریدہ خویش
رہی چو آئینہ زانو دگی زہد و ریا کنی چو دامن خود تر بآب دیدۂ خویش
دلت بدام ریا نید اسیرائے زاہد عبث بدشت مجو آہوئے رمیدۂ خویش
زپنجۂ ستمت می درد گریباں گل نگاہ کن بہ شہید قبا دریدۂ خویش
نہال غنچۂ خلد است قامت یارم ملاف سرو تو بر قامت کشیدۂ خویش
بقتل عاشق بے تاب چیں در ابرو چیست بکش کمال تغافل بخون طپیدۂ خویش

مگو حدیث محبت کہ جملہ بے خبر اند
سراج اینہمہ کوتاہ کن قصیدۂ خویش

ردیف م

ا

۲۵۵ تا مشق خط غبار کردیم — جائز مگر اعتبار کردیم
گردی که ز کوی یار برخاست — در دیدهٔ انتظار کردیم
وحدت که بکثرت آشنا شد — بیگانگی اختیار کردیم
گشتیم چنین عبث دل آزار — آهوی حرم شکار کردیم
چندان نبود شهادت ما — یک قطرهٔ خون نثار کردیم
آئینه غبار خاطر ماست — خود بینیٔ خویش عار کردیم
گو هر دو جهان بیک کنار است — ما خود بکنار یار کردیم
از آب و هوای گریه و آه — خوش موسم نوبهار کردیم

پروانه و شمع را ندانسیم
مانند سراج کار کردیم

۲

۲۶۴ نے رہ کعبہ و نے طوف حرم می دانم سجدۂ خاک کف پائے صنم می دانم

عکس قدّش کہ در آئینۂ دل جلوہ نماست سرو آزاد و گلستانِ ارم می دانم

دُر دنداں نبود در دہن تنگ کسے خوردۂ غنچۂ تصویر عدم می دانم

دلِ پرخوں بعقیق جگرے می ماند رنگ زرد اشک گہر داغ درم می دانم

می تواں روغن بادام کشید از چشمش نبض بیماری نرگس ز قلم می دانم

سخن کز دہن تنگ تو بیروں آید نکہت غنچۂ تصویر عدم می دانم

چوں چراغ سحر از جان شدہ ام سیر سراج
دامن افشاندنِ او عین کرم می دانم

۳

۲۷۱ اے تغافل آشنا رحمے کہ ناکام توام جاں بلب از نارسیدن ہائے پیغام توام

تہمت آزادم نیم ساغرکش آزادگی مے پرست دور جام حلقۂ دام توام

عاقبت کار از نہ دیدنہا بہ دیدن می رسد حسرت آغاز دام آئینۂ انجام توام

ہر کباب دل نمک از خندہ پاشیدن بجاست سرخوش کیفیت صہبائے دشنام توام

امتیاز نیک و بد نبود بچشم وحدتم سربسر حیرت پرست کفر اسلام توام

سبزه صحن چمن خاک کفِ پائے من است   سایه پرورد خطِ پشت لب بام توام

آستیں [از] من میفشاں زانکه مانند سراج
در پناه التفات دامن دام توام

۴

هزار بار به اظهار حال رو کردم   ولے ز بیم تو فرصت بهانه خود کردم ۲۷۸
زباں بجرأت گفتار دم نزد ناچار   ز خویش رفتم و آئینه روبرو کردم
ز نوک سوزن عیسیٰ نشد علاج پذیر   بتارِ آه دلِ چاک را رفو کردم
جهانیاں گهر و لعل، و زاہداں گل و باغ   من از لب تو [صنم] بوسه آرزو کردم
بروز حشر نه ترسم ز صور اسرافیل   بجلوه هائے قیامت فریب خو کردم
نماز عشق ادا کردنیست عاشق را   خوشم که دست ز جاں شستم و وضو کردم

ز حیرت گل او جز لب خموش نبود
بباغ آئینه هر غنچهٔ که بو کردم

۵

چوں سوز [دل] وحشئ بیتاب نوشتم   در هر ورقِ برق به سیماب نوشتم ۲۸۵
از خامه مژگاں و برنگینئ صنعت   تصویر تو بر دیدهٔ پرآب نوشتم

یک وعدهٔ دیدار ندادی که بانجام   نقشی است عدم تا که بر آب نوشتم

زان رو که بود سجده گه عاشق سرکش
طرز خم ابرویش بمحراب نوشتم

۶

بخود دگر روکنم از خود روم خوشش عالم حیرت ۲۸۹
زبان بے زبانیہاست من آنم کہ من دانم

۷

جامهٔ عریانی خود را چسان سازیم چاک ۲۹۰
کاش چوں گل پیرہن در پیرہن می داشتیم

۸

خیال زلف شکنیت نمک ریز است بر زخمم   دم شمشیر ابرویش بلاخیز است بر زخمم ۲۹۱
لب زخمم ندارد طاقت افغاں برآوردن   کہ میل نوک مژگاں سر بہ آمیز است بر زخمم

۹

من نخواہم کہ بمعراج تمنا باشم   قدرم ایں است کہ چوں خاک تہ پا باشم ۲۹۲
کے شود ایں کہ چو خورشید برآئی روزے   من چو شبنم ہمہ تن محو تمنا باشم

گر در آغوش در آئی نگذارم همه عمر　　با تو چون توام بادام بیک جا باشم
صید دلها بتو منظور و دلم می خواهد　　که گرفتار تو من باشم و تنها باشم
می دهی جام تغافل که .. پے در پے　　خاطرت مائل آنست که رسوا باشم
غنچه سان تنگ دلم در قفس خاموشی　　بو که بر شاخ گلے بلبلِ گویا باشم
انتظار خبر خیریت سرو قدی است　　تا به اوهم سفرِ عالم بالا باشم
شهر زندان شده برا مستیم از تنگیٔ دل　　به که از خود روم و وسعت صحرا باشم

گر دهی منصبِ پروانگی اے جانِ سراج
شمع سان پیش تو استاده بیک پا باشم

۱۰

۰۰۲ گرد کوے تو که افسر داریم　　صد زمیں ملک سکندر داریم
نگهت زلف تو عالمگیر است　　ما مشام که معطر داریم
زیں گلستاں که پیاپے خواندیم　　مصرعه سرو تو از بر داریم
دود دل از آتش آهے آورد　　کلبه سینه منور داریم
غیر ما وارث آتش کده کیست　　داغ از دست سمندر داریم
دل بے تاب چه کار آید اگر　　بهر پیغام کبوتر داریم

اے سیہ چشم شہابی دستار — در غمت رنگ مزعفر داریم
بے نگاہے تو پئے کشتہ شدن — روز و شب دست بہ خنجر داریم
دل نشیں است خیالِ رخِ دوست — نقلِ ایں چہرہ بہ دفتر داریم
نقشِ نعلِ پے دلدل گشتیم — چہ قدر مشربِ قنبر داریم

اے سراج ایں [ہمہ] از دولتِ اشک
دیدہ گنجینۂ گوہر داریم

ردیف ن

۱

بشگفت غنچه از گل رویت چمن چمن   بگذاشت از لب تو عقیق یمن یمن ۳۱۳
می جست در زمین طلب شهر را خنے   [در] کوئے دوست یافت دلے وطن وطن
پرسید کو فتاد دولت در کدام چاه   آہے کشید گفتمش اے جاں ذقن ذقن
حسنت ز دام زلف جہاں گیر گشته است   مشہور شد ز نکہت مشک ختن ختن
میداومش چو نسبت با قوت در صفت   لعل تو .... ک سخن سخن
خنجر کشیده [بر] دگران من ز اشتیاق   از صف بروں برآمده گفتم بمن بمن

آں سنگدل چو دید جگر سوزیم سراج
رحمے نمود بر من و گفتا چه فن چه فن

۲

دیدم بخواب روئے عرق بر گلاب کن   باشوخی نگاه ز عاشق حجاب کن ۳۲۰

سرو سہی [بیا] بقد جامۂ زیب خویش — در صحن باغ آئینہ گیسو بتاب کن

دامن بقتل بر زدہ با تیغ نیم کش — در حشر از شہادت عاشق جواب کن

از جلوہ ہائے مصرع قامت غزل سرا — آئینہ راز مطلع خود صد کتاب کن

بیگانہ از سخن بہ نگاہ حیا فریب — با خویشتن ز شرم نظر با خطاب کن

بر کس نگاہ کم کن و غافل ز کشتہ شو — چشمے خود از بہانۂ مستی بخواب کن

از تاب من بشعلہ عارض سراج سوز
ساغر ز عکس چہرہ خود آفتاب کن

ردیف ہ

۱

بس کہ می ترسم ازاں کاکل خونخوار سیاہ ہر طرف در نظرم جلوہ کند مار سیاہ ۳۲۷
کشتۂ ناز ترا طاقت افغاں نبود سرمہ آمیز مکن چشم ستمگار سیاہ
ساغرم از مے عشرت چو حباب است تہی گلہ تا کے کنم از بخت نگوں سار سیاہ
رنگ آشفتگی از حالت ما جلوہ نماست در خیال شکن طرۂ طرّار سیاہ
خنجر ناز کشد بر دل صدچاک سراج
چیست بے رحم ترا ز ابروے خمدار سیاہ

ردیف ی

ا

ولے خواہم کہ درمانش تو باشی　　طبیبِ دردِ پنہانش تو باشی
دلم سوزد ہاں آئینہ از اشک　　کہ ہم دستِ گریبانش تو باشی
شبِ دیجورِ عاشق نور گردد　　اگر سرو چراغانش تو باشی
بنائے دل تمنائے تو دارد　　کہ سیلِ خانہ ویرانش تو باشی
دلِ عاشق ز ہجرت پر ملال است　　[بیاتا] مشکل آسانش تو باشی
شکستی گرچہ یاقوتِ دلم را　　ولے آں بہ کہ تاوانش تو باشی
متاعے نیست غیر از عجز دل را　　خوشا گر جنس دوکانش تو باشی
باسمِ اعظمش کارے نباشد　　کہ نقشِ خاتمِ جانش تو باشی
کند آں ذرّہ لافِ آفتابی　　کہ چوں خورشید مہمانش تو باشی
روم چوں دیدہ قربا... اے دل　　بقربانت کہ قربانش تو باشی
کشم خاکستر پروانہ در چشم　　اگر شمعِ شبستانش تو باشی
بنازم حالتِ پنہانِ خود را　　کہ پنہانی ادا دانش تو باشی

بنازدل گر از راهِ محبت طبیب درد پنهانش تو باشی
سراج امیدوار جلوهٔ تست
که نور چشم حیرانش تو باشی

۲

جوهری دانسته بودم قدر من نشناختی ۳۴۷
آخر این لعل گراں قیمت بخاک انداختی
[بوده‌ام نے] مرده و نے زنده اندر خاک و خون
[تا تواز] تیغ تغافل نیم بسمل ساختی
با من ایں طرز و اداہا از مروّت دور بود
یک بہ یک اے بے مروت ایں چہ بازی ساختی
حق اخلاصم تلف کردی ادا کردی زغیر
مستحق من بودم و با دیگرے پرداختی
اے ستمگر اول آں لطف و نوازشہا چہ بود
توسن بے رحمی آخر برسر من تاختی

یادگارست در جانم نشان در دادهٔ
[زنده] باشی تا قیامت خوش علم افراختی
درخیالم درد این مصرع بود تا وقت مرگ
جوهری دانسته بودم قدر من نشناختی

۳

۳۵۴ ترا دیدم ز خود رفتم وجودم را عدم کردی — عجب شاخ نهال آتشیم یکسر قلم کردی
ندارم طاقتِ تقریر، تحریر است تقریرم — بشمشیر شکوهٔ خود زبانم را قلم کردی
ز وصل امروز بودم ناامید گریه می کردم — بعین شدت باران کرم کردی کرم کردی
دلِ فارغ ز عشقم را گدازے داد اے احمد — ز اعجاز محبت آہنے را سخت خم کردی
خدا اجرت دہد در کشتنم اے مہرباں قاتل — گرفتی جاں ..... شبیر نیم بسمم کردی
ندانم از که کردی یاد این عاجز نوازی ها
رسیدی کلبهٔ احزان من باغِ ارم کردی

۴

۳۶۰ سرمهٔ آواز ما چشم سخنگوے کسے — سردیٔ بازار محشر گرمی خوے کسے
بیم شرم وصل او محو خیالم کرده است[1] — شکر لله نیستم شرمنده از روے کسے

---

[1] می کند۔ محبوب الزمن۔

حج اکبر می شناسم جلوهٔ دیدار را　　بسته ام احرام طوف کعبهٔ کوئے کسے

کے نگاہم بر ہلال عید افتد بے حجاب　　می زند ناخن بدل شمشیر ابروئے کسے

آں پری رو را بہ تسخیر آورد افسون آہ　　دام بر دوش اثر دارد بقا بوئے کسے

با نگاہِ آشنا بیگانگی ہائے حجاب　　پردہ دار دیدن من می شود موئے کسے

دستۂ سنبل خلش چوں موئے [بینی] می کند　　تر دماغم از نسیم زلف شب بوئے کسے

سرمۂ محشر غبارے تربت قمری شود　　کے فغاں دارد شہید سرو دلجوئے کسے

جان شیریں تلخی نزع است بے لعل لبی　　ساغرمے کاسۂ زہر است بے روئے کسے

طرفہ باشد در خزاں شور تو امشب خیر باد　　دیدۂ در خواب اے بلبل گل روئے کسے

در شب تارم چراغاں می تواند شد سراج
روغن گل گر بدست آید ز گیسوئے کسے

۵

شد صبح گلے جلوہ نما، بلکہ تو باشی　　دل برد ز بلبل بہ ادا بلکہ تو باشی ۳۶۸

زد غنچہ قبا چاک بہ بوئے گل روئے　　معلوم شد از باد صبا بلکہ تو باشی

دی روز شنیدم کہ کسے کشت کسے را　　اے قاتل من نام خدا بلکہ تو باشی

در خواب چہ دیدم کہ حریفے بکفش تیغ　　سر را ز تنم کرد جدا بلکہ تو باشی

تاریکی شب بود که شد جلوه برقے ‌ ‌ ‌ اے من بنگاہ تو فدا بلکہ تو باشی
بر خاستہ بود از سر رہ گرچہ .... ‌ ‌ ‌ وحشی نظرم کرد خطا بلکہ تو باشی

گفتہ کہ سراج از طپش شوق بے تاب است
گفت ایں قدر انکار چرا بلکہ تو باشی

مخمس

۱

عشق است کہ جنس سر بازار تماشا است　　عشق است کہ بے نقد خریدار تماشا است
عشق است کہ نا دیدہ طلبگار تماشا است　　عشق است کہ صیقل کن زنگار تماشا است
عشق است کہ آئینۂ رخسار تماشا است

عشق است کہ ہم شیشۂ ساغر شد و ہم مے　　عشق است کہ بخشد ز جنون دور پیاپے
عشق است کہ در نغمۂ بربط و از بک نے　　عشق است کہ آراستہ شد باغ دل از وے
عشق است کہ برگ گل دستار تماشا است

عشق است کہ از فصل خزان عین بہار است　　عشق است کہ زہر است ولیکن مزہ دار است
عشق است کہ آئینہ و ہم آئینہ دار است　　عشق است کہ خود عاشق و معشوق نگار است
عشق است کہ بیگانہ نما یار تماشا است

عشق است کہ در اصل ہمان نام الٰہ است　　عشق است کہ بر قضیہ کونین گواہ است

عشق است که از وے بجهان ناله و آه است عشق است که نور نظر اهل نگاه است

عشق است چشم همه در کار تماشا است

عشق است که در آدم و حیوان همه جا اوست عشق است که در جمع و پریشان همه جا اوست

عشق است که در چشم و دل و جان همه جا اوست عشق است که در ظاهر و پنهان همه جا اوست

عشق است که در پرده نمودار تماشا است

عشق است که در پرده گل کرده نشیمن عشق است که چون بلبل زار است نوازن

عشق است که آزاد چو سرو است به گلشن عشق است که شد قافلهٔ طوق بگردن

عشق است که بے دام گرفتار تماشا است

عشق است که جام مے انگور سراج است عشق است که در دیده مخمور سراج است

عشق است که در مجلس مخمور سراج است عشق است که هم موسیٰ هم طور سراج است

عشق است که خود مطلع انوار تماشا است

۳

محو تصویر جنونم چشم چار کیستم سینهٔ صد چاک دارم دل فگار کیستم

پائمال شور عشقم خاکسار کیستم می فروزم شعله آه شرار کیستم

داغ غبار سینه دارم لاله زار کیستم

می شود از ناوک مژگان کس دل تارتار   گشته تن از سوزش شوق کسے مشتِ غبار
می طپم ہمچوں سپند از شوق آتش خیز بار   لرزه در تن می فتد از سوزش حسنِ نگار
ہمچو سیمابم بر آتش بیقرار کیستم

می شود از تار زلف دوست حلِ مشکلم   غیر خون دل شرابے نیست اندر محفلم
سوے حسن عالم آشوب ...... مائلم   به نمی گردد ہنوز از زخم ...... دلم
سینه چاک خنجر زہر آبدار کیستم

دلبر سیمیں عذارے [برو] جان و دل ز تن   گشته ام از بس شہید غمزهٔ آں سحر فن
ہمچو خارے در تن من می خلد تارِ کفن   می طپم لیکن نمی آید فغاں از حلق من
بسمل شمشیر چشم سرمه دار کیستم

دل ز سوزِ آتش عشق تو گردیده کباب   چوں سپند افتاده جان بے دلاں در التہاب
بسمل آسا تشنه لب افتاده ام اندر سراب   بسکه تخم اشک می کارم ز فرطِ اضطراب
در زمین عشق آخر اشکبار کیستم

چوں کتاں چاک است دل از عکس آں بدر منیر   خاکساریها بود پیراہنم جائے حریر
بینوایاں را بود فرش گراں قیمت حصیر   چشم من ہرگز نه شد با خواب خوش الفت پذیر
فرش راه ...... در انتظار کیستم

آں ستمگر دلفریبے سحر کارے بودہ است　　بیقرارم می طلسم تار وئے خود بنمودہ است
جاں بہ بند کاکل پر پیچ و تاب آلودہ است　　اے تسماج آں زلف مشکیں دین و دل بر بودہ است

صید دام پر پریشانم شکار کیستم

۳

تضمین بر غزل حافظؒ

ہر کجا درس محبت بہ میاں خواہد بود　　ہر سر موئے من از شوق زباں خواہد بود
ہمہ شب تا بسحر بحث و فغاں خواہد بود　　تا ز میخانہ و مئے نام و نشاں خواہد بود

سر ما خاک رہ پیر مغاں خواہد بود

دیدہ در بزم غم از خون جگر می نوش است　　دلم از مستی شوق تو چو خم در جوش است
خاکسار در میخانہ شدم نا ہوش است　　حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش است

ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

گرچہ ہر کس بخیالش سر خود بر افرو　　مانی وقت چہ طاقت کہ کشد صورت تو
حل نگردد ز خرد نکتۂ ماہیت او　　برو اے زاہد خود بیں کہ ز چشم من و تو

راز ایں پردہ نہان است و نہاں خواہد بود

نیست حاجت بصفائے دل ما ہیچ گواہ　　بس بود شاہد ما درد و غم و نالہ و آہ
گرچہ ہر موئے تن ما بود آلودہ گناہ　　بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ
کہ زیارت گہ رنداں خواہد بود

در دبستان قلم بحث جنوں رفت امروز　　تیغ غم در جگرم دست بخوں رفت امروز
در دلِ یار ندانم چہ شگوں رفت امروز　　زرک عاشق کُش من مست بروں رفت امروز
تا دگر خون کہ از دیدہ رواں خواہد بود

آنکہ از نعمت ہر جنس بینداخت سماط　　عجب از پردہ اسرار برآراست بساط
بتواند وہ و لم داد و بمن عیش و نشاط　　عیب رنداں مکن اے خواجہ کزیں کہنہ رباط
کس ندانست کہ رحلت بچساں خواہد بود

خوش نشیں دیدہ حیرت زدہ جائے تو بود　　بلکہ خلوت گہ دل نیز برائے تو بود
سرِ ہر بے سر و پائے بہ ہوائے تو بود　　بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

فرق بود و نبود بنگاہم ز یصمد　　جلوۂ حسن تو دیدم ز ازل تا بہ ابد
نشۂ حیرت وصل تو بروں گشت ز حد　　چشمم آں شب کہ ز شوق تو نہد سر بہ لحد
تا دم صبح قیامت نگراں خواہد بود

محرم راز بود غیر و من از غم ناشاد چہ تواں کرد بہ ایں طالع شوریدہ نہاد
اے سراج ایں سخن از خواجہ (مرا آید) یاد بخت حافظ کہ ازیں گونہ مدد خواہد بود
زلف معشوق بدست دگراں خواہد بود

ترکیب بند

۱

اے کہ درد نہفتہ می دانی — حالِ دل نانوشتہ می دانی

بشنوی گر بگوشِ دل سخنم — سر کنم قصۂ پریشانی

کہ دلم صید زلف کافرِ ست — گم نمودم رہِ مسلمانی

موج زد بحرِ بے خودی ناگاہ — کشتِ عقل گشت طوفانی

خسروِ عشقم ز نام نوشد — دلِ من خاتمِ سلیمانی

مشکل افتادہ است بر من کار — گرچہ دل بردہ باآسانی

مشنو حرفِ غیر را کہ ترا — سود نبود ز دشمنِ جانی

می کنم از زبانِ صدق دعا
بشکند گردنِ رقیب خدا

سینہ صافم خدا گواہِ من است — پاک آئینہ سان نگاہِ من است

شاہ را بر گدا کرم باید — من [گدا غیر] از تو کہ شاہ من است
مہر کن بر شب جدائی من — جلوہ عارض تو [ماہ] من است
من بجاں دوستم تو دشمن من — مگر ایں دوستی گناہ من است
می شناسم کہ نیست تقصیرت — ہمہ از طالع سیاہ من است
نقش پائے تو نقش جبہہ من — آستان تو سجدہ گاہ من است
بر در دوست کے رسم ہیہات — غول مکارہ سد راہ من است

می کنم از زبان صدق دعا
بشکند گردن رقیب خدا

اول از دوستی گرفتی دل — آخر از [جور] می کنی بسمل
حق ترا عقل و ہوش کردہ عطا — نظر غور کن دریں مشکل
از جفا گر مرا نمودی قتل — چہ شود از جفا ترا حاصل
دل بدست آر پند من بشنو — عاشق خستہ را مکن بے دل
ہیچو من بعد ازیں نخواہی یافت — عاشق پاک کامل و قابل
کن عمل ورنہ یاد خواہی کرد — سخنم راست است نے باطل
ہر کہ بد راہ کردہ است ترا — می کند حق برو بلا نازل

می کنم از زبانِ صدق دعا
بشکند گردنِ رقیب، خدا

این زمان، وقت را غنیمت داں — چند روز است حسن تو مہماں
آرزوئے تو کس نخواہد کرد — چوں بگلزار تو رسید خزاں
عقل داری و صاحب ہوشی — حیف دانستہ می شوی ناداں
حرف من نقش کن بخاتم دل — عاشق خویش را بخواہ بجاں
از غمت اے نہال گلشن حُسن — من چہ گویم کہ چیست در و نہاں
دیدہ فوارہ ایست دریا جوش — اشک من گشتہ است آب رواں
کے رسد ہمچو من گدائے نحیف — ک ملعوں است بر درت درباں

می کنم از زبان صدق دعا
بشکند گردنِ رقیب، خدا

خوب نبود ز دوست رنجیدن — وز تغافل نگاہ دُزدیدن
کے بود شیوۂ خدا ترسی — حال عاشق بچشم دل دیدن
ہوش مندی و از تو می آید — معنے حرف عشق فہمیدن
زیر پائے تو...... ے من است — خاک گشتن نثار گردیدن

من نا دیده آرزو دارم   از بہار جمال گل چیدن
چہ کنم دل بہ اختیارم نیست   روز و شب کار اوست نالیدن
تا بکے از غم رقیب بود   ہیچو موئے بخویش پیچیدن

می کنم از زبانِ صدق دعا
بشکند گردن رقیب، خدا

سوخت سوزِ جگر پر و بالم   غم عشقت گرفت دنبالم
گر ہوائے ز دامن تو رسد   غنچہ ساں از .... می بالم
صندل خاک پایت اے جاناں   بر جبین نیاز می مالم
دم بدم از وفورِ حیرانی   نقش دیوارم و زباں لالم
مہربانی کن و بجلوہ درا   بے تو یک ساعت است صد سالم
جان من ایں قدر تغافل چیست   خبرت نیست شاید از حالم
سوختم سوختم ز دست رقیب   بیقرارم ز درد می نالم

می کنم از زبان صدق دعا
بشکند گردن رقیب خدا

جان من جان من فدائے تو باد   سر من گرد نقش پائے تو باد

بے تو بر گل اگر نگاہ کند		خار در دیدہ ام بجائے تو باد
با غمت آشنائے دارم		آشنائے من آشنائے تو باد
اے چہ شد گر سکندر وقت است		بند دارائی قبائے تو باد
با دم تیغ است گرم جفا		[لب] زخم کف دعائے تو باد
بوالہوس لب کشائے فر[یاد]ست		بسمل چشم سرمہ سائے تو باد
در دبستان شوق طبع سراج		عندلیب سخن سرائے تو باد

می کنم از زبان صدق دعا
بشکند گردن رقیب، خدا

رُباعیات

۱

جاں را ز درت بانتظاری بردیم — بردل زغم تو بے قراری بردیم
چوں .... مد ہزار خونیں کفن — از داغ بسینہ یادگاری بردیم

۲

وی صبح بوئے شوق آں غنچہ دہن — بیتاب (شدم) چنانکہ خوش دل من
گفتم کہ بآں گل کہ برد نامہ شوق — بادِ سحر از میانہ برخاست کہ من

۳

عاشق بنماز بے خودی [مسجود] است — زاہد بدعا طاقت ہر مقصود است
دل محوِ خیال و دیدہ مشغول جمال — ہر کس بخیال خویشتن خوشنود است

۴

اے آنکہ بہار گلشن امکانی در پردہ نہاں بصورت انسانی
با ذاتِ احد توئی صفاتِ احمد جاں را بدنی وہم بدن را جانی

۵

اے آنکہ بخویشتن گرفتاری تو بیجاست کہ در تلاشش دیداری تو
کے جلوۂ مہر بر تو پرتو فگند تا در کنف سایۂ دیواری تو

۶

تا بوالہوس از عشق پریشاں شدہ است از کردہ خویشتن پشیماں شدہ است
آں شوق بجز مہرہ جمد ہر نخرید بے سودۂ لخت دل چہ ارزاں شدہ است

مثنوی

جعل اللہ حامی الفوجی

آنکہ از فضل خالق ابداع　　زنگ فرسائے مرأت ....ع
خوئے مطبوع یافت روئے قمر　　در دلم جا نمودہ و [بنگر]
از وفور عنایت کشاف　　می کند کسب خوبیٔ اصناف
یاو دارو زعمر بیں الحد　　خوئے حرف (...ا) ز لفظ صمد
والی ملک دل بہ تخت وفا　　اشجع شبیر وصف روز وغا
سر میدان دل دلیر مزاج　　تند خو شعلہ رنگ ہمچو سراج
مشعل اوج فرح آبادی　　یاور اوست بہجت و شادی
کردہ او را خدا بخلق نکو　　آفریں بر تبسم کند ہر مو
شد ورا دیدہ ہائے دل مسکن　　نور حق مظہر خدا است بمن
ادب و حلم رتبہ اعلا　　بر مزاجش خدا نمودہ عطا
علم ہر شے خصوص علم کلام　　دہدش ذو الجلال والاکرام
عزم او سوئے خوش روی بادا　　منزلش سوئے خسروی بادا

رائے او روشن و دلش بکرنگ — یار او باد حق بساحت جنگ
گل بسر باد در بہار جہاں — شاد باشد دلش بہ امن و اماں
تنگ چشماں بسینہ خار ازو — حبّ مزاجاں ہمیشہ یار ازو
ازعنایت زبس کہ یافتہ گنج — صدف طبع اوست گوہر سنج
بیش از فیض گوہر افشانی — آورد او بوصف ربانی
[دور ازو] باد دشمنش دائم — خار در دیدہ اش بود قائم
دل او موطن محبّت باد — از وفا صاحب مروت باد
مطلب من رسید تا مقطع — آخر بیت و اول مصرع

متفرقات

غنچہ[1] ساں تنگ دلم در قفس خاموشی   بو کہ بر شاخ گلے بلبل گویا باشم

من حب علے بہفت کشور ندہم   کفش قنبر بتاج قیصر نہ دہم

یا علی دست من بدامن تو   خوشہ چینیم بگرد خرمن تو

یا علی گفتی چو در مانی بفریادت رسم   حالیا در ماندہ ام اکنوں بفریادم رس

روزگار بے مروت مردم ناسازگار   گہ ز دست چرخ نالم گہ بدست روزگار

ادب تاجیست از نور الٰہی   بند بر برو ہر جا کہ خواہی

چند روزے کہ دریں خانہ تن مہمانی   با ادب باش کہ خاصیت تن مہمانست

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایماں چیست   عقل با ہوش و الم گفت کہ ایماں ادبست

---

[1] از ح ورق..... ب

خطوط

خطوط

(۱) پارۂ خط

...... کہ نظیر عقل کل نتواں گفت' آیا خبر از محبت قلبی محب یکروے خود کہ برنگ بو در غنچہ دل نہاں است و نظر محض بر اظہار مراتب نسبت مسطورہ [کہ از] رسمیات زمانیاں نسبت ندارد و دارد مگر صدائے زبان خموش ایں آشنا [بجز] حوصلہ بگوش مغیش نمیرسد یا شغف باطنی ایں بیگانہ عالم رواج از ہجوم جانبے یا بد خوب اگر طبیعتش آں می خواہد کہ یگانہ مجمع بیگانگی بود ایں راست منش بمقتضائے خاطر عزیزش فتح عزائم جبلی کردہ آیندہ بعنوانے کہ راہ کلمہ مسدود گردد پیش خواہد آمد لاکن یکدلی در بند رسم نامہ و پیغام نیست ــــ خلوت خاص حجابِ بارِ عام نیست زیادہ جز اینکہ دوست بے ہمتائے من معنی حروف آشنائے نمیدارد چیست کہ بتحریر آرد والسلام۔

(۲) بہ نعمت اللہ خاں بہادر تہور جنگ

گل رعنائے من! اگرم جوشیہائے مصلحت آمیز سرد مہرانِ زمانہ بطبیعت سراج پروانہ مزاج کہ از تب عراق محبت اکثرے از آشنایانِ زمانہ کہ بظاہر چوں شعلہ ہمگی گیرائے پنبہ زار دل بودند و بباطن برف آسا از پس برودت طینت یکسر از موجہ آتشیں بحر یکدلی بر ساحل واپں آئینہ مزاج بیخبر از رنگ آمیزی زمانیان باہمہ کس یکساں ساختہ و در شرایط یکرنگی دریغ از نقد جاں عزیز ہم نمیداشت تا غیبہ آں چہ رسد۔ چوں زر معاملہ محک امتحان آمد بر خلاف اعتمادے کہ از درجہ گمان غالب تجاوز کردہ بپایۂ یقین انجامیدہ بود عیار و ...... یکے بمیزان ..... سنجیدہ شد و بفرق یگانگی و بیگانگی کہ از ابتدائے ایں سابقہ ..... چشم عبرت باز کرد و روشن کہ ازیں جماعہ بجا صل یکے ہم اگر درست مزاجی راشایستہ برآید و پاس مراتب محبت بتقدیم [سا] ند بس غنیمت و دراں وقت ایں فرد حالی کہ از استاد ایں فن است بیاد آمد ؎

"آں آشنا کزیں کہ بعالم کم آشناست یک آشنائے بامزہ یک عالم آشناست"

بر بستر تخیلات گوناگوں و وحشت ہائے بوقلموں قریب است کہ راہ آمد و رفت نفس مسدود گردد۔ نمی سازد بہ کہ ذائقہ زندگی بچاشنی ہلاہل اجل کہ اکنوں گوارا تر از شربت نوشین است

آشنا شود زیرا که خود هم گل رعنائے باغ دورنگی بودن و تنک آئین مدارج سینه صافی قبول نمودن نه لذتے از مائده این مهمان خانه کم فرصت برداشتن و نه حلاوتے از ثمرات روح فزائے نخل محبت یافتن است۔ باغبان حقیقی کاش نهال وجودم را درین گلستانِ سراسر خزاں نمی کاشت

تا این همه بصرصر آشوب نادید نے برگ ریز آرزو هائے خیالی نمی دید
آسایش دو گیتی بر ما حرام کردند   اینجا غم محبت آنجا جزائے عصیاں

از آں اجزائے منتشر آں فرد غزل' آشنائے را منتخب تصور کرده بود اینقدر تبدل بر آمد که بر فهم رسائے خود نفرینها میکند بگفته واهیان آتش در اندازد و خرمن عقل نفیس [خود را] بخاک یکساں کردن و خود هم در رنگ آنها' حروف ژاژ خائی بزبان آوردن و یک بیک [نقوش آں نسبت] که مرا با شما محقق بود بکزلک بیمروتی بل بیحجزدی حک نمودن و علاوه اش اینکه آزرده دلهائے بیچارا بزندانِ سینه سراپا کینه خود محبوس ساختن و در صورت مطارحات رسمی اخوان زمانه که با دل بے رونق زبان پر نقش و نگار دارند۔ نا صافی ضمیر کدورت پذیر را' در لباس ابلاغ نامه و پیام بدستور سابق که بالفعل دوری فرسخها دارد نمایاں نکردن بل زیاده از ربط قدیم باظهار آں نسبت پیش آمدن بوی از سجیه یکرنگی مشربان دوست اخلاص منهدم

وہرچندکہ بخوض ایں تعزر سیدہ میشود گوہرے جز کین و دشمنی در صدف دوستی بدست نمی آید۔ بارے خود کردہ را درماں نیست دیگر بارسال نامہ ہائے اتحاد مضمون کہ بعبارت ابلہ فریب مزین باشند تکلیف اوقات ایں جاں بلب آمدہ دست از دوستی شستہ جائز ندارد ؎

بسکہ دیدیم بیوفائیہا ترک کردیم آشنائیہا

باید کہ بمقتضائے مصلحت عقل دوربیں از مطالعہ ایں سطور بیگانگی طراز بے محبت بے ریا پردہ آئین صافدلیہا از حالات دوستاں پاستاں کہ منقول افواہ عوام است معقول دانستہ یادگیرند منقلب القلوب چراغ ہدایت پیش رو نہادہ از تاریکی کدورت دل برآراد۔

(۳) بہ فقیر پروانہ۔

تا چشمۂ آفتاب بزلال نور جلالی لبریز است گلشن مرادات ظاہری و باطنی آں سرو سر سبز خیابان دلہا برشحات سحاب افضال رحمانی شگفتہ و خنداں باد جانمن......ز خاکسار را از خود دانند و ہر لحظہ قرۃ العیون مراد او خود را شناسند و اگر گمان تغافل گذرد بیقین کنند کہ بے یقینی نفس بدگمان است ؎

حضوری گر ہمی خواہی از و غائب مشو طالب "۔ خلاصہ تحریر اینکہ دمبدم دم را غنیمت دان و

ہمدم شوید محرم دم باشید دوم راومبدم .... رقعہ مسرت اسلوب رسیدہ بہ الوف اشکال چشم ودل را نور وسرور بخشید و بعد از مطالعہ اضطرار تمام حاصل گردید کہ تحریر پذیر نیست لاعلاج دست دعا پرست را درحق آں مبتدی مرتبہ کمال بحضور قلب سلیم برداشت رحمٰن برحق آں سالک طریق مستقیم ہدایت رابعارضہ کہ طبیعت نفس ناطقہ بہ آں مکدر گرد د صابر بل شاکر داراد و بر تبہ کہ رتبہ رتبہ ہا در بے رنگی است رساناد' برائے تنبیہ نفس دو سہ بیت بتحریر می آید ؎

در طریق عشق ہر راحت طلب را بار نیست ۔۔۔ رہروے باید جہاں سوزے نہ خاشے بیغمے

نازک تناں بہ نقش عبیر آشنا نیند" ۔ اوراق شکنجہ مسطر ندیدہ است

بیدل گداز دل تو رود ناداں بلب فشار ۔۔۔ برخوان عشق دعوت نان و پیاز نیست

نقل صحیح است کہ در زماں محمدی مسافرے مہمان بدولت خانہ امیر علیہ السلام آمد ہنوز مہمان داری او بعمل نیامدہ بود کہ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہ آمد' و آں مہمان از امیر علیہ السلام طلب کرد کہ امشب ایں شخص را بمہمانی من باید داد۔ امیر قبول فرمود رسول آں شخص را بدولت خانہ خود آورد از جناب الوہیت' جبرئیل وحی آور [د] کہ اے محبوب ایں مہمان [راکہ] بخانہ تست ... مقبول درگاہ من است امشب مہمان من کن و بہ بیت الحرام کہ خانہ من است آرام گاہ او مقرر فرما

که برائے او غذائے خاص و لطیف بفرستم خاتم الانبیا قبول امر نمودہ آں شخص را
بہ بیت الحرام فرستاد و خود ہم در مسجد...... که بینم امشب حق جل و علا ضیافت
ایں شخص چہ می فرستد۔ تمام شب گذشت ہیچ نیامد صبح شد آں شخص از گرسنگی
بیتاب شد و رسول صلی اللہ علیہ و آلہ رو بدرگاہ الٰہی نمود که الٰہا عجب که تمام شب
گذشت و برائے ایں شخص ہیچ نفرستادی جبرئیل [وحی] آورد که یا رسول اللہ من ہیچ
نمی خورم و کسانے که مقبول من اند ہم برائے ایشاں نخوردن نعمت الوان است۔
جان من درچنیں ہنگامہ نفسانی مضطر نباید بود امیدوار رحمت الٰہی باید گشت و
فاقہ کشی را ارث خود باید دانست غرض شما طالب و عاقل بشما نوشتن ایں مقدمات
چہ احتیاج و نا حجاب نفسانی از میاں برنمی خیزد سرکشی ایں کافر کم نمی شود زیادہ
خود دانا تر اند و فقیر بہمہ وجوہ ہوا خواہ آں نور چشم است۔

(۴) رقعہ که بفقیر وزار...... پروانہ نو [شتہ]

محب من محبوب من قرۃ العینی نور اللہ قلبک بالاسرار حق سبحانہ
جل شانہ شما را از مراتب قرب فرایض که اثبات اضافات است متلذذ گردانیدہ
بعروج مقامات قرب نوافل که اسقاط اضافات است رساناد۔ قلم میخواست
دریں مقام شوخیہا کند و ناگفتنی ہا نویسد لاکن بضبط پرداختہ شد و مطابق

"قل انما انا بشر مثلکم" بعجز ساختہ شد لہذا بتحریر ما وجب می پردازد و فقیر از چہار دہم رجب تا تحریر ایں خط کہ ماہ باز [و] ہم است از خجستہ بنیاد چہ کہ از کلبہ احزان خود بر بنا مدہ انتظار و بدار...... است کہ دریں ولا مسرت نامۂ آں محبوب بتاریخ پنجم جمادی الاول کہ ماہ عرس شریف است بروقت رسید و بر کماہی کیفیت حال خیریت اشتمال مطلع گردانید و فور نعمت ہائے الٰہی زیادہ از آنست کہ ادائی شکر آں شود الحمد للہ والمنہ نوید آمد شما بہ ابتہاج خاطر پرداخت و اظہار اشتیاق صاحباں آنجا مشتاق تر ساخت ؎

ہزار شکر کہ ما را بیاد می آرند خدا زیادہ کند عمر دوستان ترا

از مدت ہفدہ ماہ مرض بواسیر بادی و ضعف قوائے رئیسہ خصوص ضعف معدہ غالب است اگرچہ مطابق فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت خود را بمصلحت حکیم حقیقی حوالہ کردہ شد لاکن بحکم داد مراتب و ادائے شانِ عبدیت بطبیبانِ شہر رجوع آوردہ موافق مزاج ایشاں بدوا و غذا پرداختہ می آید دو روز اگر قدرے آثار شفا مترتب می شود باز بحکم مصلحت حقیقی ہماں دوا بمضرت می پردازد بہر حال ہر دو صورت خالی از حلاوت خاص نیست و ریں ولا باز از یک ہفتہ آثار شفاست آئندہ باید دید کہ رضا در چکار است و ما را دراں چہ بار ضعف بدن

بمرتبہ ایست کہ بسیر چوک ہم معذور است باید کہ مطابق وعدۂ خود پرداز ند و مشتاق
دیدار شما سند والدہ محمد رضا بیگ را دوہم سال است کہ ازیں عالم رحلت کردند
و شما سلام و بندگی نوشتید و محمد رضا بیگ از مدت دہ ماہ در لشکر نظام الدولہ اند
و رفیق [ناصر علی] خاں بہادر .... اند در ہمیں روزہا ہمراہ لشکر آمدہ بودند
دو شب متوقف شدہ باز ہمراہ لشکر رفتند خواجہ برخوردار بعد رحلت والدہ خود کہ
در احمد نگر رفتہ اند ہمانجا ہستند و جاگیر ایشاں از رفتن احمد نگر بضبطی مغنور راست
قومی جنگ بخرچ لابدی ایشاں می پردازند و شاہ چراغ معہ قبیلہ در احمد نگر اند
معلوم شدہ کہ مزاج ایشاں علیل و بدن ایشاں نحیف است بندگی ایشاں کا گاہے
خط نیز می رسد فقیر دریں کلبہ تنہا ست مگر دو خدمت گاراں برائے خدمت ضروری
نوکر اند ۔

(۵) بفقیر ضیاء الدین پروانہ نو [نشتہ شدہ]

مطلوبم آناً فاناً در کار نامور سرگرم بودہ بہرہ یاب مقاصد
اعلیٰ باشند لیکن خود در بند مطلب نباید بود و ہرچہ رو دہد آں را مطلب خود
بدانند و اگر طلب نمایند اینکہ آنہا برضائے خود راضی دارے تلقین در رسائل
نظر یک اشارت است"۔ پیشتر خطے معہ حصہ ما رسید بعد خطے معرفت

حامل ہمیں رقعہ مسرور گردانید ہر دو خط باوجود فاصلہ...... بیک مضمون بلکہ الفاظ متحد بودند از مدت یکسال بیماری ضعف معدہ بحالیت وصیت مرتب گردانیدہ بود لیکن شاہ چراغ در احمد نگر معہ قبیلہ از مدت یکسال اند و حالا ہم بطور خود دستیار خواجہ برخوردار از بعد رحلت والدہ خود از پنج ماہ در احمد نگر و محمد رضا بیگ از مدت پنج ماہ رفیق ناصر علی خاں والیشان در قلعہ کولاس و آں...... مطلوب...... زلف..... محجوب از [یں] جہت الفاظ وصیت برظہور نیامدند و چوں دم معدود حصہ آمد [در] فنت داشتند از یک ہفتہ بیماری [رو] بہ صحت است شمارا احتیاج تحریر باقی نماندہ ہرچہ مناسب وقت باشد بعمل آرند و بسمنے کہ دل متعلق باشد جسم ہم بہ تبعیت آں سرگرم است بہر حال مارا خیر خواہ حقیقی تصور نمایند و مطابق احسن کما احسن اللہ الیک حاضر الوقت باشند ؂ غم انتظار تو خوردہ ام بہ رہ خیال تو مردہ ام قدمے بہ پرسش من کشا نفسے چو جاں بہ بدن درا"

(۶) بفقیر ضیاء الدین پروانہ شاہ در سفر بیجا پور نوشتہ شد۔

نور چشم عزیز از جان من ہموارہ در حفظ رحمانی بودہ بیاد محظوظ و بہ نگاہ مشغول باشند و مارا از خیال خود غافل و خود را از یاد ما عاطل ندانند

و ندارند اگرچہ از استماع شنیدن رسیدن شما تا دیار ورو باز معاودت از انجا
بسمت دیگر فی الجملہ در خاطر گرد ملال آمدہ بود لیکن درینولا کہ آدم سرکار صاحبزادہ
مکتوب مرغوب سعادت اسلوب شما رسانید و معلوم شد کہ شما مستفیض سعادت
...... بارگاہ معلای خواجہ دنیا و دین شدہ اید دیدہ منتظر را کہ سواد یہ بیاض
بدل کردہ بود رائحہ پیراہن یوسفی رسانید الحمد للہ و المنۃ کہ از چنین فیض عظمی
کہ قبلہ ما صاحبان باد یہ ارادت است فیض یاب گشتند الحال تغافل را از
خاطر خود بہ طرف کردہ زود زود عازم ملاقات ما شوید کہ دم بدم دیدہ را انتظار
و دل را اشتیاق است و دریں ایام بارش ہر روز از وحشت جبلے توقع
بودن در شہر نیست ...... توقف است محض امید ... دیدن ... شما است
والا نہ فقیر خدا داد ند کہ دریں مدت تا کجا می رسد ؎

نمی گنجم بہ پیراہن ... ام بعریانی جنونے کردہ ام ......

[دیوانہ] ...... شہری نہ بیابانی۔

(۷) بہ عبد الرسول خاں سلمہ اللہ تعالیٰ

ہر آن ترے خیال میں ہوں مشغول یکبار نگاہ مہربانی سیں نہ بھول

قبلہ مشتاقان قدیم کعبۂ جاں نثاران صمیم مرہم جراحت دل ریشاں

دوائے درد اخلاص کیشاں آشنائے ناآشنا مزاج مہربان نامہربان از سراج خاکسار بخدمت صاحب
قبلہ پیوستہ زندگی بخش شہیدان تیغ محبت و شگفتگی دہ پژمردہ خاطران گلشن الفت
باشند آمین برب العالمین سراج لاعلاج کہ بچندروز بارسال نیاز نامجات
تغافل کرد نہ آں بود کہ بردامن خاطر فاتر غبارے نشستہ باشد بلکہ عمداً بادل بیتاب
کہ ہرگز طاقت سختی کشی ہائے ایام فراق نداشت و یک لمحہ از تصور ذات مبارک
بیکار نبود و نانوشتن احوال راعلاوہ خار خار جدائی ساخت تا آتش جدائی بصد درجہ
ترقی نماید و طوفان اشتیاق در تنور سینہ روزافزوں شود چنانچہ و اکنوں چوں
بالکل صبر در دل بے صبر نماند ناچار بر آں آورد کہ آنکس کہ ایں داغ محبت
در گلشن جگر کاشتہ خرابی ایں باغ را باو اظہار نمودن ضرور والا نہ بصرصر مفارقت
یکبار پامال خواہد گشت ؎

سوختیم و سوزش ما بر کسے ظاہر نشد   چوں چراغانِ شب مہتاب بیجا سوختیم

شاید کہ بر دل مبارک کہ آئینہ جہاں نماست مدعائے ایں خیر طلب چہا...
گذشتہ باشد بلکہ بخاطر آوردہ باشند کہ ایں غلام بیدرم چہ بدو داغہا پیدا
کردہ است و یکبارگی فراموش کردہ چنانچہ معلوم میشود کہ آنصاحب بر ایں خانزاد
بے اشتباہ بسیار بسیار عتاب و غصہ داشتہ باشند و شاید ایں مقدمہ ایں کہ

آنصاحب ہم یکبارگی از گوشہ خاطر محو فرمودہ ترک ارسال سرافراز ناجات فرمودند باوجود آنکہ آدم آں نواحی اکثر می رسند و ہمیشہ خبرگیر میباشد ایں مقدمہ باعث ہزاراں ہزار جانکاہ گردید آنچہ اندوہ [ربائے] عالم است میداند کہ ہمہ بر جگرم برق مثال افتادہ خرمن جمعیت و آرام راپاک سوخت ۔

عاشق مست کوں کیا کام مئے ظاہر سوں   آپ میں آپ اپس خون جگر پیتا ہے

چوں دید کہ بہ ہیچ وجہ طاقت صبوری نیست الحال از سبب ناچاری و بے اختیاری و بے قراری عذر تقصیر بے گناہی کہ ازیں غلام عمداً نشدہ آنصاحب خیال کردہ اند بجا می آرد و می نویسد کہ اے قبلہ جاں بیتاباں و اے کعبہ آرزوئے آرزومنداں اگرچہ پر تقصیرم و ہر سر موئے من آلودہ گناہ است فاما لطف عمیم شما بر ہمہ یکساں است آنچہ بخیال آوردہ باشند ہمہ را یکبارگی از صفحہ خاطر حک فرمودہ عذر کہ بالحاج و زاری و عذر خواہی می نماید بہ پذیرند کہ تا جان عزیز در بدن باقیست از عہدہ احسان عمیم ہرگز نخواہد برآمد و اگر پوست از بدن کشیدہ کفش پائے مبارک کند شکر الطاف بیغایات آنحضرت باقیست ۔

بندہ ہوں تراخواہ ستا خواہ جفا کر   جس طرز ترے شوق میں ہو مجھ کو جلا دیکھ

غلامم خانزادم بندہٗ ...... بندم   گرفتارم غریبم عاجزم خوارم نحیفم زار و بیمارم

(۸) بہ عبدالرسول خاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

از ابتدائے ہنگام مہاجرت دو عدد نمیقہ مسرت اسلوب کہ یکے معہ مثنوی مضمن اظہار اشتیاق بود و دیگر محتوی گلہ مندی عدم ارسال خطوط، رسیدند خط اول ذریعہ شادمانی لانہایت و باعث انشراح بیغایت گردید و خط دوم شیشہ دل نازک مزاج ایں سختی کش بار ہجراں را بسنگ بیقراری کہ مبادا بر دامن مبارک گرد ملال نشستہ باشد، شکست بر شکست داد ـ

ہر طرح سیں مجہ دل بیتاب کو آرام نہیں عاشقوں کے حق میں حق نے درد و غم پیدا کیا

سوزش طوفان اشتیاق را بکدام زبان خاطر نشان آں رموز داں صورت و معنی گردیدہ آید ـ ممکن نیست کہ شعلہ افشانے کالوں؟ دل آتش منزل را کلک شکستہ زباں کہ برگ کا ہے بیش نیست ادا تواند نمود اگر بہ طومار ہا نویسد یا کاغذ آسمان را سیاہ سازد انجام داستان بیتابی معلوم و آغاز قصہ عشق خیالی است موہوم ـ

بیاں لکھنے میں دل کے درد و غم کا کلیجا چاک ہوتا ہے قلم کا

چوں ارادہ شرح شوق بخیال میگذرد، عقل دور اندیش رخصت نمیدہد کہ راز قلبی را کہ محرم آں باد صبا نمی تواند شد قلم ہرزہ گرد را بتحریر آں مطلع باید کرد ـ و اگر جوشش شراب بے خودی بسر پوش بر در خم دل بند سازد می ترسد کہ تا خم نشکند و یک بیک

بادہ شوق بیرون افتادہ تہمت رازے نہ نہد ؎

منع مت کر بادہ نوشی میں مجھے اے محتسب ہے مرے قسمت میں مستی عشق کی محشر تلک

ہموارہ بجناب مجیب الدعوات دست اجابت برمیدارد کہ لشکر ظفر اثر زود آید تا بہ طفیل او شہر دل آباد شود کریم کارساز دعائے قلبی دردمنداں را باجابت رسانیدہ اول مقصد ایشاں را برآرد تا نہال آرزوئے ایں مدعا طلب بنزبار مراد آرد ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔

(۹) بہ فقیر ضیاء الدین پروانہ شاہ درجواب۔

محب من محبوب من قرۃ العینی نور اللہ قلبکم بالاسرار از جانب فقیر محبت مزاج سید سراج حسینی بعد از دعائے حصول مآرب معنوی مطالعہ نمایند کہ خط مرسولہ معہ ہنڈوے مبلغ دوصد روپیہ کہ نصف آں یکصد روپیہ شد از دوکان بھوکن جی ساہوکار رسید خاطر جمع باید داشت آئندہ بتحریر اخبار خیریت آثار خود اطلاع دہند و موافق وعدہ خود زود متوجہ ایں طرف شوند زیادہ مشتاق ملاقات شما است و خطے علحدہ تفصیل احوال و خط بخدمت حضرت خواجہ سید شاہ ابوالحسن حسینی سلمہ اللہ و سلام و دعائے صاحبان آنجا معہ ریختہ و غزل و منقبت بتحریر آمدہ یقین است کہ خواہد رسید۔

(۱۰) به محمد رضا بیگ سلمہ نوشته شد۔

عزیز القدر برخوردار نور الابصار طال اللہ عمرہ از فقیر محبت مزاج

دعائے ترقی جمعیت آبرو و مزید عمر و صحت بدن و سلامتی جان و حصول مقاصد معلوم نمایند خط مسرت نمط در عین انتظار که دل بسیار متردد احوال شما بود، رسیده باعث اطمینان قلب حزین گردید و همان وقت که شب بود بجواب خطوط پرداخته شد که صبح وقت نماز احمد قلی خان عازم منزل...... بلکه امشب در پانچی پوره ورود آمده اند [بهرا] حال باوجود آنکه در وقت شب عینک نیز امداد بینائی نمیکند، بجواب خط شما پرداخت آنچه از شکر عنایات و توجهات آقای مندرج نموده بودند بسرور خاطر افزود حق سبحانه سایه اشفاق و عاطفت آقائے شما بر سر شما پاینده دارا د و روز افزوں جمعیت خاطر خواه بشما باد و آقائے شما را نیز مراتب اعلے تر که خاطر خواه هواخواهان است رسانادینه و کمال کرمه از مدت پانزده روز مردمان یاوه گو که آتش زبان ایشان را بسوزد، در تمام اشتهار داده اند که قلعه ماهور به لچهمن راو شد. ایں سبب غم و اندوهے که بر خاطر فاتر گذشته بود خدا شاهد حال است که بقید قلم نمی آید بمجرد رسیدن خط خیریت شما اضطراب به تسلے و انقباض به انبساط انجامید خطے که نواب صاحب به یکه تازجنگ فرستاده اند

مشارٌ الیہ در او اخرِ ذیحجہ بہ لشکر نظام از فقیر رخصت شدہ رفتند خط پیش فقیر است
انشاء اللہ تعالیٰ ہمانجا فرستادہ خواہد شد۔

(۱۱) بہ عبد الرسول خاں سلمہٗ اللہ تعالےٰ

شاہ بے نیاز از گدا سلامت خلف الصدق دودمان محبت
جگر گوشۂ خاندان الفت یعنے دل بتقاضائے نادانی خود بے باک کہ آنچہ
حسب المدعائے بے مدعائی اوست بعمل آید و بارگاہ عرش اشتباہ جناب مقدس
را نظر بر تربیت کہ مبادا خاطر داری ایں طفل خود سر راہ بے احتیاطی بر روئے خود
نہ کشاید۔ ایں معدوم مطلق را در خیل موجودات نشمارند و در یافتن حقیقت اورا
از ناممکنات بتصور آرند از راہے کہ ملازمان سرکار نرفتہ اند چہ دانند کہ ایں راہ
چہ راہ است و در آتش کہ دشمناں شما نسوختہ چہ شناسند کہ ایں سوختن چہ گناہ
است نعمتے کہ بر خوان یامرادیست جز اشک یاس بذائقہ آں کہ می رسد و لذتے
کہ در خوردن جگر است از حسرت آں در دہان حوض کوثر آب میگردد و چندے دل
میخواہد کہ در لباس ناآشنائی. داد آشنائے باید داد و بمقتضائے جوش طبیعت
بسمل آسا در خاک و خوں باید طپید و سبب اینکہ ؎ مقصد جاں دیگر و مقصود جاناں
دیگر است۔ پس دریں صورت گدا را باشاہ چہ مکان نسبت آشنائی، و سراج را با آفتاب

چہ یارائے صحبت آرائے ؎

بیگانگی است لازمہ روشناس عشق　　بر ما ادب حرام اگر آشنا شویم
کارم گہے صنم گری و گہ شکست اوست　　بیتاب عشق ہر چہ کند حق بدست اوست

غرض آنکہ اگر پاس خاطر دیوانہ خود بہمہ وجوہ منظور است ایں دیوانہ باز بہ ہوش آید
و اگر منظور سوختن و گداختن است در دست شما چہ می آید زیادہ چہ نویسم۔

(۱۲) بشاہ تاج الدین سلمہ اللہ نوشتہ شدہ

ہرگز بدیدہ مراتب فقر و درویشے نظر کردہ انوار یکجہتی و صفاکیشی
در ہم فیضان خود بے نظیر قرۃ العین ایں فقیر وحدت آئین شاہ تاج الدین زاد اللہ
مکاشفات الاسرار بیاد و نگاہ محفوظ و در سر عروج و نزول محظوظ باشند ؎
قدم کہ در رہ عشق است بیشتر اولا۔ نداند کہ ایں راہ را بانتہا رسانیدم کہ ایں ہم
از آتش در اندازی معلم الملکوت است۔ بمقتضائے حدیث ماعرفناک حق معرفتک
عمل نمایند و ہر کشفے کہ رو نماید شکر آں بجا آوردہ منتظر ترقی باشند و نہایت ایں کار
آں است کہ ہستی خود را ہستی خدادانستہ ہستی وہمی را فنا نمایند قلم بے اختیار
و نوشتن بسیار و فرصت بے قرار خصوصاً دریں ایام مرض اسہال کہ از مدت
چہار سال است غالب افتادہ طاقت تحریر خط نبود لیکن جذب محبت شما بود کہ

ایں قدر نوشتہ شد۔

(۱۳) بہ شیخ تاج الدین سلمہ اللہ تعالےٰ

عزیز القدر بے نظیر محب یکرنگ ایں فقیر، محمد تاج الدین ہموارہ

در پناہ عاشق منزہ بودہ بنگاہ محفوظ و بیاد مشغول باشند رقعہ مسرت شمامہ شما یکے

بدست مغل زادہ کہ او بعالم بقا رحلت نمود و دیگر ملفوف در ینولا ملفوف خط خانصاحب

وقبلہ رسیدہ باعث مسرت دل فقیر شد حق سبحانہٗ در ہمہ حال چہ در خوشی وچہ

در ملال راضی برضا داشتہ طالب ذات جامع الصفات خود دارد شجرہ مقدسہ

موافق استدعائے شما نوشتہ فرستادہ شدہ و اجازت جویان فیض ہم بشما

داخل شجرہ مبارک کردہ شدہ است حق سبحانہ طالبان راہ حق را بکمال مراد کہ

جمال محمدیست رساناد انشاء اللہ تعالےٰ فقیر نیز بعد عرس عاشق منزہ خود را

در لشکر بخدمت خاں صاحب وقبلہ میرساند اگر بودن شما در لشکر است ملاقات

میشود و بے تکلفانہ سخنان محرمیت بر زبان آوردہ میشود و جناب خانصاحب

قبلہ را بجائے ایں فقیر دانند۔

(۱۴) بشاہ چراغ نوشتہ شد۔

عزیز القدر درویش بافراغ شاہ چراغ ہمیشہ در حفظ الٰہی بودہ

بصحت سلامت باشند یک خط بدست ولایت شاه در بنولا یک خط بدست صاحب خاں نوکرے قوی جنگ فرستادہ بودم با اینکہ خواجہ برخوردار جواب خط فرستادند لیکن شما جواب خط نفرستادید بسیار تعجب می گذرد کہ مارا از خاطر خود فراموش کردید با اینکہ احوال بیماری خود نوشتہ بودم لیکن ہرگز آمدن ایں طرف بخیال نمی گزرد الحال نیز [اگر] قصد آمدن بکنند بہتر است کہ فقیر تا حال در ہماں بیماری از مدت یک و نیم سال گرفتار است و ہر روز دوائے حکیماں بعمل می آید یکے بیماری و دویم تنہائی و کسے دلسوز در خدمت نیست و شما باوجود آنکہ نزدیک ہستید لیکن نمی رسید محبت اعتقاد شما کجا شد یک مرتبہ باید کہ زود بیائید کہ بسیار مشتاق شما ہستم باز اگر قصد رفتن باشد بروید من دامن شما نخواہم گرفت و اگر خواجہ برخوردار ہم بیایند ایشاں را ہم ہمراہ بیارند لالن جیو را دعا برسد..... کہ شما نام خود رونق شاہ مشہور کردہ اید ایں نام بشما کہ بخشیدہ است اگر می خواہید درویشی بکنید یکمرتبہ دریں جا بیائید و از من حال درویشی بگیرید و ہر نام کہ شمارا بدہم مشہور بکنید و ایں نام و ایں درویشی بیجاست و در فقرا پیش نخواہد رفت ایں سخن را برابر ہزار طومار بدانید و خود را یکمرتبہ دریں جا رسانیدہ از دست من حال فقیری اختیار می کنید آئندہ باز مختار اید زیادہ چہ

نوشته شود۔

(۱۵) بشاه چراغ نوشته ......

شاه صاحب کرم فرما سلامت در بنولا بسبب بیماری تا یکهفته زندگی بالکل نبود بلکه میرزا سنجر بیگ در انوقت حاضر بودند و آنچه لازمه دوستی بود بجا آوردند حق تعالے ایشان را سلامت دارد و شنیده شد که آنصاحب تا صلابت پور آمده بودند لالن جیو را در احمدنگر گذاشته بودند تمام مردمان که همراه شما بودند معه بهل و سامان بخیریت اینجا رسیدند و آنصاحب بسبب محبت تعجیل بیشتر قصد آمدن نکردند خوب حق تعالے شما را سلامت دارد بتوجه شما بارے حق تعالےٰ تفضل کرد بیماری تخفیف یافت والحال احتیاج آمدن شما نیست اگر قصد سیر شهر باشد مبارک است حق سبحانه شما را اعتقاد و مرشد پرستی زیاده ازیں نصیب گرداناد و میرزا رضا بیگ خبر بیماری ایں فقیر شنیده نوکری گذاشته راه ده روز را در پنج روز طے کرده خود را بپیش فقیر رسانیده و بسیار سلام بجا می آرند زیاده چه بتحریر آید۔

(۱۶) بشاه چراغ نوشته شد

عزیز القدر بجان برابر شاه چراغ معلوم نمایند که مدت هفت ماه شد

که شما ازیں جا رفته اید و وعده یک هفته کرده بودید که باز معه قبیله در خدمت
میرسم و احوال بیماری فقیر را دیده رفته بودید از اعتقاد و درویشی و محبت شما بسیار
بعید است و از شما ایں توقع نبود بلکه تغافل کردم و خط نه نوشتم که باید دید چه
قدر مدت جدا می باشند الحال از روئے لاعلاجی نوشته می شود که فقیر تا حال
دو روز بیمار می باشد و دو روز صحت میشود بهمیں طور ایں مدت گذشته و می گذرد
باید که بمجرد دیدن ایں خط تغافل نه کنند و خود را زود زود برسانند و لالن جیو را
نیز همراه بیارند که عرس زرزری صاحب هم رسیده است و فقیر لاعلاج الحال
عزم جزم دارد که پیش رسول خاں صاحب بروم اگر اراده همراهی باشد بهتر است
و اگر اراده ماندن است در تکیه معه قبیله باشند باید که زود بیایند و اگر آمدن
نمی شود جواب صاف نویسند که انتظار آمدن یا جواب شما است فقیر پا در رکاب است

(۱۷) بشاه چراغ نوشته شد۔

عزیز القدر بجاں برابر شاه چراغ سلمه الله الرحمن بعد دعائے
مشتاقانه معلوم نمایند که از روزے که شما ازیں جا رفته اید هر لحظه انتظار آمدن
شما است شنیده بودم که بطرف مرج گانوں وغیره رفته بودید و رینولا در احمد نگر
آمده اید تعجب گذشت که میرزا سنجر بیگ ملاقات هم نکردید یا خط بفقیر نفرستادید

الحال نیز بمجرد دیدن این رقعہ خود را معہ لالن جی زود برسانند و تغافل جائز ندارند
و این نوشتہ را برابر ہزار طومار بدانند و خود را معہ قبیلہ زود برسانند کہ صلاح
درین است و فقیر ہر لحظہ منتظر شما است و خواجہ برخوردار را دعائے شوق رسانند
و خبر خیریت ایشان ہیچ معلوم نشدہ اگر ہمراہ قبائل مرزا سنجر بیگ بیایند بہتر است
والا من ناخوش خواہم شد۔

(۱۸) بہ لالن زن شاہ چراغ .... [نوشتہ شد]

لالن جیو معلوم نمایند، معلوم شدہ کہ شاہ چراغ بطرف لشکر را گھو رفتہ
اند و امروز فردا شاید کہ در احمد نگر آمدہ باشند یا بیابند و احوال این فقیر بسبب
بیماری قدیم الحال نہایت اضطرار دارد و در ہیولا بیماری ہائے دیگر نیز جمع شدہ اند
طاقت استادہ شدن دشواری است و این وقت بجز ذات مرشد بظاہر ہیچ کس
برائے بیمار داری حاضر نیست و فقیران کہ بنام مرشد در ملک ہا آبرو دارند بطور خود
مختار اند و محظوظ اند پیش ازین خطے نوشتہ بودم و شما را طلبیدہ بودم خدا داند کہ
چہ بخاطر گذشت کہ نیامدند الحال محض شما را می نویسم کہ اگر شاہ چراغ آمدہ باشند
ہمراہ بیارند و اگر نیامدہ اند انتظار شاہ چراغ ہم نکشند بہر وجہ کرایہ [گاو] کردہ
خود را زود برسانند و این جا دادہ خواہد شد اگر آبروئے درویشی شاہ چراغ شما را

منظور است تغافل نکنند و اگر آبروئے شاہ چراغ منظور نیست و اگر شمار افقیری منظور است دریں جا بر سند دریں جا حال درویشی شمار امی دہم و در نیک و بد حاضر باشد و اگر خدا نخواستہ فقیر ازیں جہاں بگذرد ہیچ آبروئے درویشاں نخواہد ماند و فقیر ہم وصیت خواہم کرد کہ نعش فقیر در گور غریباں بنہند زیادہ ازیں چہ نویسد

(۱۹) بہ رسول خاں صاحب سلمہ تحریر ...... (بحر طویل)

بند اول

مہرباں صاحب من مشفق من جان من ایمان من آئینہ مقصود من بے سر و پا دلبر من مقصد من مطلب من قبلہ من کعبۂ من باعث جمعیت من مایہ تقویت من مردمک دیدہ من نو گل خندیدہ من دلبر فہمیدہ من سرکش و رنجیدہ من غافل بیتابی من مائل بیخوابی من ساقی مئے خوردہ من بے سبب آزردہ من ہمدم و ہمراز توی شوخ فسوں ساز توی دلبر طنّار توی سرو سر افراز توی دردل مشتاق توی قاتل عشاق توی شہرۂ آفاق توی مقصد دلخواہ توی ماہ توی شاہ توی حرف در اوصاف جمیل تو چہ تاب است گدا را

بند دوم

کیستی کیستی اے ساحر جادو نظر من سر من گرد کف پائے تو بادا جگرم فرش قدوم سرراہت خرد و ہوش بتاراج نگاہت کہ بیک طرز تبسم بہ یک آہنگ تکلم بملاقات

اوایل که تو بیرحم نبودی دلم از خویش ربودی و در فتنه کشودی چه قدر محو نمودی که خرد رفت
ز دستم گهر عقل شکستم ز همه مهر بریدم بتو پیوند گزیدم چکنم مائل روئے تو دلم از همه
سوئے تو بصد جان و دلِ خویش خریدار شدم یار شدم از همه بیزار شدم خوار شدم
از دگراں دور شدم پیش تو منظور شدم بازچه پیش آمده باطبع تو اے آفت جانہا که
کنوں هیچ نمی پرسی از احوال دل خوں شده ام داد ز دست تو نگارا ۔

بند سیوم

عزم دارم که بشرح آورم احوال دلِ خویش ولیکن بقلم راست نیاید شغف
باطنئ خود طپش ظاهری خود که چنیں است چناں است همیں است و همان است
زباں را نبود طاقت تقریر قلم را نبود جرأت تحریر اگر شمّهٔ از حال دلِ خویش بکاغذ
بنویسم ز قلم ناله برآید بورق شعله درآید شنود هر که غم من نیز [و] درد و الم
من شود او نیز پریشاں چو رخ آئینهٔ حیراں کند آ ہے که بسوئے فلکش آمده راہے
بزمیں ہست فتنه محو شود باز بگوید که چه حال است مرا هیچ کسے باز نپرسد ز من
اے وائے خدارا ۔

بند چهارم

بحقِ مصحفِ دیت، بخط غالیه بویت، بتماشائے جمالت، به تجلائے جلالت،

بتقاضائے خیالت بہ تمنائے وصالت بہ بہار خط و خالت باداے تمکینت [بسلام] شکرینت چہ بکفرو [چہ] بدینت بہ پریشانی گیسو بخم طاق دو ابرو بہ بہائے دُر دندان، بلب لعل بدخشان، بہ تبسم، بہ تکلم، بہ تغافل، بترحم، باداہائے نہانی [بحرف] ہائے زبانی [نگہ] خون شدہ دل بسر غمزہ قاتل کہ شدم عاشق دل ریش شما و زدل و جان بیش شما یکدل دیگر نگ شما دوستی آہنگ شما پس بچنیں عاجز مسکین نگہ لطف ضرور است کہ سررشتہ جان و دل خود داد شمارا۔

بند پنجم

بتفرج اگرم گاہ بیفتد گذرے سوئے گلستاں گرہم وا نشود پائے دل از جا نرود نالہ مرغان چمن جلوہ ہر سرو سمن فاختہ بر سرو سہی عیش کند روز بہی بلبل گلشن بغزل خوانی شوق است بوصل گل و ہر مرغ بدستان طرب بال فشاں است چہ مکانست و خیاباں ہمہ رنگیں ز بہار است و بہر سوئے رواں نہر زلالی ز گل نرگس شہلا ز گل لالہ حمرا، سمن و سنبل ریحاں، چہ نویسم کہ ہمہ صحن چمن روضۂ رضواں شدہ لیکن چہ کنم بر من غمدیدہ خزانست، دلم خوش نشود از ہمہ سامان طرب آمدہ جاں بے تو بلب کیست کہ بر بیکسیم رحم کند جز تو کہ ناحق ز نظر دور فگندی چو من بے سر و پا را۔

بند ششم

جان من خاک کفِ پائے تو در دیدہ خود سرمہ کنم نیست بغیر از تو مراد دل من
در همه جا با همه کس روئے خیالِ نگہم سوئے تو باشد حکیم چارہ بیچارہ توی مقصد آوارہ
توی عرضی احوال من از روئے نوازش بشنو اینکہ کسے را کہ بجز وصل تو آرام نباشد
چہ کند چارہ چہ سازد چہ نماید چہ قدر خاک فشاند بسر خود مگر آندم کہ تو از راہ کرم رحم
کنی دست نوازش بنہی بر سر و گوئی کہ وفادار توام دلبر غمخوار توام شاد شود وز الم آزاد
شود پس غرضم از همہ این است کہ بگذار جفا را و بہ پیش آر وفا را۔

بند هفتم

یک بیک نقش وفاداریم از صفحہ سنگیں دل خود محو نمودی نہ کلامے نہ سلامے
نہ نگاہے نہ پیامے نہ تبسم نہ تکلم نہ تلطف نہ ترحم چہ شد آں مہر و محبت چہ شد آں
حرف مروت کہ مرا یار وفادار توی محرم اسرار توی جز تو مرا [یا] دگرے نیست ز شفقت
نظرے سہو نمودی ہمہ اقرار و دگر رنگ شد اطوار تو باز آ بسر عہد و دلم را مشکن
اے بت طرار کہ دیگر نتواں یافت چو من عاشق بے رنگ و ریا را۔

بند ہشتم

یاد کن یاد کن اے وعدہ فراموش و اے شوخ جفا کوش بہ بیں اول دلدار خود

بیکدلی و یاری خود عہد وفاداریئے خود شیوہ غمخواری خود راکہ شب و روز بمن ہمدم و ہمراز و رفیق و ہمہ اوقات شفیق و ہمہ دم مونس جاں محرم دل یار موافق بہم اخلاص و وفا داشت کہ بودہ است تو بودی و کنوں ایں ہمہ انکار وفا ایں ہمہ آہنگ جفا چیست بیندیش ز تشویش قیامت کہ بر د باد و نماند کسے از صورت مخلوق چہ انسان و چہ حیوان چہ جماد و چہ نباتات۔

بند نہم

حیف صد حیف کہ بس غافلی از حال دل سوختہ بیخودی آموختہ درد و غم اندوختہ شمع غم افروختہ از نظر انداختہ باتب دل ساختہ نقد خرد باختہ عاشق صافی نظرے بیدل خونیں جگرے بلبل گلزار جنوں بسمل شمشیر دل و کشتۂ تسلیم و رضا ثابت ہر جور و جفا بیدل و بے صبر و قرارے و ندارد بجز از یاد تو کارے کہ بود نام سراجش کنی از لطف علاجش بہماں ربط قدیمی بہماں بزم ندیمی لشکر قند ملائم بہم آغوشی دائم سر نو باز غزل خواں طرب گر دد کلفت ز دلش دور شود غیبت اگر الفت قلبی ز تو یکبار کجا رفت ہمہ رسم مدارا۔

(۲۰) بمحبوبے نوشتہ

یار سخن فہم سخنداں من تازہ نہال چمن جان من

عشق تو در سینہ من جا گرفت | در دل من ملجا و ماوا گرفت
بود دلم را کشش الفتت | بیخودم از جا دبہ شفقتت
شیشہ دل پیش کش شوق تست | گر شکنی ور بنہی ذوق تست
وصل تو سر رشتہ مقصود من | لطف تو سرمایہ بہبود من
در دل و در دیدہ من جائے تو | سرمہ من خاک کف پائے تو
بیخبر از عشق تو بودم صنم | بود کجا لذت شادی و غم
یک بیک آتش بدل من زدی | دل چہ کہ در آب و گل من زدی
شعلہ غم در دلم افروختی | سوختی و سوختنی و سوختی
پیش تو فریاد تو از دست تست | دل چہ کند بیخود و بد مست تست
لیک نہ من شکوہ تو می کنم | خاصہ عشق تو بود این صنم

ضمیمہ

۱

وحشی ہوا ہے دل مرا آہو نین کوں دیکھناں — ہے ناتوانی ہجر کی نازک بدن کوں دیکھناں
جو آرزو جنّت کی ہے پیو کی گلی میں سیر کر — گر چاہ ہے کوثر کی تجہ چاہِ ذقن کوں دیکھنا
علم مطول مختصر تحصیل کرنے کوں مجھے — ہے آرزو دل میں یہی زلف و دہن کوں دیکھنا
دل شور و فغاں میں سدا ہے بلبل گلزار غم — یوں کر اوسے اذوق ہے جا گلبدن کوں دیکھنا
مجنوں منن مشتاق ہو تجہ لیلیٰ مقصود کا — ہیہارے کل ہے سدا چندر بدن کوں دیکھنا
تیرے خط شبرنگ میں ہے عنبر سارا نہاں — حلقے میں تیری زلف کے مشک ختن کوں دیکھنا
لعل و گہر سوں کم نہیں ہر بیت تیری اے بدیعؔ — جوہر شناسی کی نظر میرے سخن کوں دیکھنا

۲

آرام مجھے نہیں ہے تجہ بن — ہر دم دم واپسیں ہے تجہ بن
اے معدن حسن نام تیرا — مجہ دل پہ خط نگیں ہے تجہ بن
مجہ چشم ستی ہر اشک خونی — فوارۂ آتشیں ہے تجہ بن

اے سرو سہی چمن میں جا دیکھ　　گل خار سوں ہم نشیں ہے تجھ بن
روشن ہے ترے جمال کا عکس　　دل شیشہ دوربیں ہے تجھ بن

۳

دل میں عاشق کہ آہ اسکی نہیں ہے اور کی　　سردی ہر صبحگاہ اسکی نہیں ہے اور کی
حسن معشوق مجازی اسکے نہیں ہے ذات کا　　خوبی زلف سیاہ اسکی نہیں ہے اور کی
اس بہانے شربت دیدار ساقی ہے مراد　　تشنۂ کوثر کوں چاہ اسکی نہیں ہے اور کی
غنچۂ گل کوں [illegible] دستار پیو کی طفیل　　بلبلوں کے دلمیں راہ اسکی نہیں ہے اور کی
عشق نے صورت پکڑ مجنوں ہوا لیلی بدل　　آہ سرد صبحگاہ اسکی نہیں ہے اور کی
نور سیں روشن کرے ہے بزم عالم آسیج　　شمع کوں یہ دستگاہ اسکی نہیں ہے اور کی

۴

بات کہتے میں دل لجاتا ہے　　کیا بلا اوس کوں سحر آتا ہے
لوگ بدنام مجھ کوں کرتے ہیں　　بھید کی بات کوں وو پاتا ہے
نامۂ آہ پیو کوں بھیجا ہوں　　منتظر ہوں جواب آتا ہے
من مرا من ہرن کے دیکھے سوں　　ہو کے بیخود خودی سوں جاتا ہے
سن کے ہوتا ہوں ہوش سوں بیہوش　　بات گر پیو کی کوئی سناتا ہے

دل بے تاب جھانجھ میں اکثر — نوبت آہ کوں بجاتا ہے
تجھ گلی سوں سراج کاں جاوے — ئی بندۂ بے درم کہاتا ہے

٥

ترے دو نین ہیں چنچل چھبیلے — رسیلے رسمسے نانکے کٹھیلے
چلاتے ہیں نگر کی سانگ مجھ پر — بجا ہے دو نکوں کر کیتی نوکیلے
کیا ہوں سیر حسن خوب رویاں — نہ دیکھا تم سر یکے کوئی چھبیلے
لپیٹے دل مرا جھٹے کے بل میں — سجن چھوڑو ذرا تو پیچ ڈھیلے
کئے ہو پنجۂ مرجاں کوں نیلا — ترے دو ہات مہندی سوں رنگیلے
خیال یار جاتا نہیں ہے دل سوں — کہ نقش کالحجر کوئی کیونکہ چھیلے
سراج اب زندگی کوں چاہتا نہیں — اگر جیو چاہتا ہے تو ابی لے

٦

مشہد میں قمریوں کے دو سرو قد جو آوے — شمشاد ہر چمن کا شمع مزار ہووے گا
آئینہ رو کے دل میں نہیں عکس مہربانی — میرے طرف سیں اس کوں شاید غبار ہوگا

٧

گل رخاں سخت دل ہیں لئی لیکن — تجھ سا کوئی دل کٹھن نہیں دیکھا

ماخذوں کی فہرست

۱۔ نکات الشعرا۔ میر تقی (۱۱۵۶ھ)

۲۔ تحفۃ الشعرا۔ افضل بیگ خاں قاقشال اورنگ آبادی (۱۱۶۵ھ)
مخطوطہ ۱ و ۱۱۲ کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد

۳۔ تذکرۂ ریختہ گویاں۔ فتح علی گردیزی (۱۱۶۶ھ)

۴۔ مخزن نکات۔ قیام الدین قائم (۱۱۶۸ھ)

۵۔ تذکرۂ اولیائے دولت آباد۔ سبزواری (۱۱۰۰ھ)
(مخطوطہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ)

۶۔ چمنستان شعرا۔ لالہ لچھمی نراین شفیق اورنگ آبادی (۱۱۷۵ھ)

۷۔ گل رعنا۔ " (۱۱۷۹ھ)

۸۔ طبقات الشعرا۔ قدرت اللہ شوق مخطوطہ کتب خانہ
آصفیہ (۱۱۸۸ھ)

۹۔ تذکرۂ شعرائے اردو۔ میر حسن (۱۱۸۸ھ)

۱۰۔ گل عجائب۔ اسد علی خاں تمنا اورنگ آبادی
(مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ) (۱۱۹۴ھ)

۱۱۔ تذکرۂ شعرا الموسوم بہ تذکرۂ بے نظیر۔ اختیار
دولت آبادی

۱۲۔ گلزار ابراہیم۔ ابراہیم خاں خلیل (۱۱۹۸ھ)

۱۳۔ تزک آصفیہ۔ شاہ تجلی علی (۱۲۰۸ھ)

۱۴۔ مجموعۂ نغز۔ حکیم قدرت اللہ قاسم (۱۲۲۱ھ)

۱۵۔ ریاض الفصحا۔ مصحفی (۱۲۰ھ)

۱۶۔ سخن شعرا۔ عبد الغفور خاں نساخ (۱۲۹۱ھ)

۱۷۔ نغمۂ عندلیب (گلستان بے خزاں) حکیم قطب الدین
باطن (۱۲۹۱ھ)

۱۸۔ صبح گلشن۔ علی حسن خاں قنوجی بخاری (۱۲۹۴ھ)

۱۹۔ محبوب الزمن تذکرۂ شعرائے دکن۔ عبد الجبار خاں
ملکاپوری (۱۳۲۹ھ)

۲۰۔ گلشن بے خار۔ نواب مصطفٰی خاں شیفتہ۔

۲۱۔ مجمع الاشعار ہندی۔ قاضی ابراہیم (۱۲۷۷ھ)

۲۲۔ تذکرۂ شعرائے اورنگ آباد۔ سردار علی

۲۳۔ لسان الملک (۱۹۲۳ء) (مضمون سراج اورنگ آبادی از
ظفر ایوب خاں)

۲۴۔ سہیل (۱۹۲۶ء) بوستان خیال۔ محسن مارہروی

۲۵۔ مرقع سخن۔ جلد اول۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور
(۱۹۳۵ء)

۲۶۔ سراج سخن۔ عبد القادر سروری (۱۹۳۶ء)

	۳۲	۲۰	۱۰

Date	No.	Date	No.